[illegible]

[illegible]

عقیدۃ ختم النبوۃ

جلد دہم

الناشر

الادارۃ لحفظ العقائد الاسلامیۃ

کراتشی پاکستان


الله
رسول
محمد





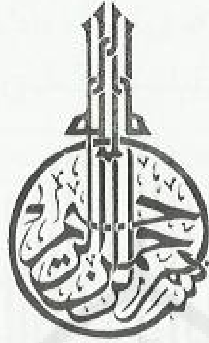
أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي

عقیدۂ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا

عقیدۃ ختم النبوۃ

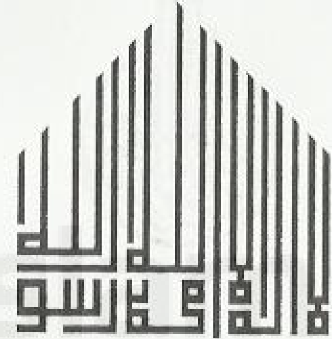
جلد دہم

الإدارة لتحفظ العقائد الإسلامية



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

الآية ٤٠ سورة الاحزاب



الصلوة والسلام عليك يا خاتم النبيين

قصیدہ بُردہ شریف

از: شیخ العرب والعجم امام محمد شرف الدین بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اے میرے مالک و مولیٰ درود و سلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجا ہیں دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَکُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ عزوجل کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح وقلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکالیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ عزوجل نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس وشق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان ودل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنّت،

اہل علم حضرات اور تنظیموں کا

تہہ دل سے مشکور وممنون ہے

جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے

موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں

ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا

اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں

ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا

انتظار رہے گا۔

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

نام کتاب	عقیدۃ ختم النبوۃ
ترتیب وتحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ
جلد	دہم
سن اشاعت	2009ء / ۱۴۳۰ھ
قیمت	325/-

ناشر

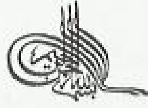
الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com
www.khatmenabuwat.net



فہرست



مناظر الاسلام

حضرت علامہ ظہور احمد بگوی

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت علامہ ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ ملت کے ان مایہ ناز سپوتوں میں سے ایک تھے جن کی زندگی کی ہر صبح اسلام کی سر بلندی اور کامرانی سے مزین اور ہر شام مسلمانوں کی سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی زبوں حالی سے نجات میں مصروف عمل نظر آتی تھی۔ آپ کے دم قدم سے کئی تحریکوں نے جنم لیا اور آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

آپ کا خاندان بگویہ کے شہرہ آفاق عالم حضرت علامہ مولانا عبد العزیز بگوی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم کے اساتذہ میں مولانا محمد ذاکر بگوی، محمد یحیٰ بگوی، مولانا معین الدین اجمیری اور مولانا محمد حسین شامل ہیں۔

دین حنیف کی خدمت اور گمراہ فرقوں کے تعاقب میں آپ نے جس خلوص، جانفشانی اور ذہانت سے کام کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ باطل فرقوں کے مقابلہ میں حمایت حق کے جذبے سے سرشار ہوکر جس بے جگری، جرأت اور ہمت سے کام لے کر آپ نے جہاد شروع کیا تھا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ تمام ہندوستان بلکہ بیرون ہند ملک برما وغیرہ میں بھی آپ نے کامیاب دورے کر کے مرزائیت اور شیعیت کے خلاف شعلہ بار اور سبق آموز تقاریر فرمائیں جن سے ان باطل گروہوں کی تمام مساعی اور ان کے پھیلائے ہوئے جال بے کار ہوکر رہ گئے خصوصاً شمالی پنجاب کے مسلمانوں کو مرزائیت و دیگر باطل فرقوں سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ نے مسلسل شب و روز سفر کئے۔

رد قادیانیت :

ستمبر ۱۹۳۲ء میں قادیانیوں نے سرگودھا، بھیرہ اور شاہ پور میں اپنے باطل مذہب کی تبلیغ زور وشور سے شروع کردی۔ عالی مرتبت مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ قادیانیوں کا تعاقب کیا۔ تقریر وتحریر، مناظرہ ومباحثہ ہر میدان میں قادیانیت کو چت گرا کر ذلیل وخوار کیا۔ اپنے انہی معرکہ ہائے حق وباطل کا خلاصہ آپ نے ''برق آسمانی برخرمن قادیانی'' کے عنوان سے دسمبر ۱۹۳۲ء میں شائع فرمادیا۔ کتاب کے سرورق پر کتاب کے نام کے نیچے آپ نے کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

''جس میں اعمالنامہ مرزا، سوانح مرزا وخلفائے مرزا کے علاوہ ستمبر ۱۹۳۲ء کے اندر مرزائیوں کے ساتھ بھیرہ، سلانوالی، چک ۳۷ جنوبی میں مناظروں کی روئیداد اور ضلع شاہ پور میں مرزائیوں کے تعاقب کی مفصل کیفیت درج کی گئی ہے۔''

کتاب ''برق آسمانی برخرمن قادیانی'' دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

پہلی جلد کے چار حصے ہیں جن کی مختصر تفصیل اس طرح ہے:

کتاب کے حصہ اول میں آپ نے ''سوانح مرزا بزبان مرزا'' المعروف بہ اعمالنامہ مرزا کے عنوان سے مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں کی روشنی میں اس کی شخصیت، اس کے اعمال وافعال، اس کا مذہب، اس کی انگریز نوازی، اسلام سے غداری، عقائد اسلام سے انحراف اور اس کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے اور مصنف کی طرف سے دیئے گئے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کے بعد ہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا مرزائیت کے بارے میں کتنا وسیع اور تحقیقی مطالعہ تھا۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں قادیانی خلیفہ اول حکیم نورالدین عرف نورو بھیروی کے چیدہ چیدہ حالات وواقعات درج کئے ہیں جنہیں پڑھ کر حکیم نورالدین کی شخصیت اور قادیانیت سے اس کی اندھی عقیدت، بے جا محبت اور اس کے نتیجہ میں اس کی گمراہی کی وجوہات اظہر من الشمس ہوجاتی ہیں۔

حصہ سوم میں آپ نے قادیانی حوالہ جات کی روشنی میں قادیانیوں کے مختلف فرقوں کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ نے گیارہ قادیانی فرقوں کا تعارف کرایا ہے اور ان کی بنیاد وقیام کی مختصر وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

کتاب کے حصہ چہارم میں آپ نے قادیانیوں کے ساتھ اہل اسلام کے چند اہم مناظروں کی روئیداد اور خلاصے تحریر فرمائے ہیں۔

دوسری جلد کے مندرجات کا تعارف فرماتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

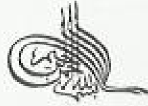
''مناظروں میں جس قدر دلائل فریقین کی طرف سے پیش ہوئے ان کی تفصیل کیلئے مختصر کتاب کافی نہیں ہوسکتی۔ تقاریر کی مکمل یادداشتیں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ چونکہ مناظروں میں دلائل کا تکرار ہوتا رہا ہے۔ اس لئے تمام دلائل یکجا شائع کئے جاتے ہیں۔ یہ مجموعہ ردّ مرزائیت کے لئے مرزائیوں کی پاکٹ بک کا بہترین جواب ثابت ہوگا اور منصف مزاج اور سلیم الفطرت انسانوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا باعث ہوگا''۔

قادیانیوں نے جب ضلع سرگودھا وشاہ پور میں مرزائیت کی باقاعدہ منظم تبلیغ کا آغاز کیا تو آپ نے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ایک وفد ترتیب دیا۔ اس وفد نے یکم ستمبر ۱۹۳۲ء سے دس اکتوبر ۱۹۳۲ء تک قادیانیوں کے ساتھ دس مقامات پر مناظرے ومباحثے کئے اور ہر مرتبہ بفضل خدا یہ وفد کامیاب وکامران ہوا اور قادیانی گروہ ہر بار خائب وخاسر

رہا۔

برق آسمانی برخرمن قادیانی کے علاوہ آپ نے ایک ٹریکٹ بعنوان ''مرزائیت کی حقیقت'' مارچ ۱۹۳۳ء میں تالیف کیا جسے حزب الانصار کلکتہ نے طبع کروا کر مفت تقسیم کیا۔ اس کے علاوہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ کو بھی آپ نے تردید قادیانیت کے سلسلہ میں وقف فرما دیا تھا۔

۲۹ مارچ ۱۹۴۵ء کو آپ کل ہند تنظیم اہلسنت کے اجلاس میں شرکت فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ سخت بیمار ہوئے۔ راستہ ہی میں اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کا مزار پرانوار خانقاہ بگویہ بھیرہ شریف میں ہے۔



برقِ آسمانی
برخرمنِ قادیانی

(سنِ تصنیف: 1932ء)

جلد اول

جس میں اعمال نامہ مرزا، سوانح مرزا و خلفاء مرزا کے علاوہ ستمبر ۱۹۳۲ء کے اندر مرزائیوں اور گیرہ، سلانوالی، چک نمبر ۳۷ جنوبی میں مناظروں کی روئیداد اور ضلع شاہ پور میں مرزائیوں کے تعاقب کی مفصل کیفیت درج کی گئی ہے۔

تصنیفِ لطیف

مناظر الاسلام
حضرت علامہ ظہور احمد بگوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

الحمدُ للہ رَبِّ العٰلمیْن و العَاقبۃُ للمتقین وَ الصَّلوٰۃ و السَّلام علٰی رسُولہ محمد وَعلٰی آلہٖ وَاَصحَابہٖ اَجْمعین ۔

امّابعد...... مخبرِ صادق آقائے نامدار فخر موجودات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے فرمان کے مطابق آج کل مسلمان دور فتن وحوادث میں مبتلا ہیں۔ سرورِ عالم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ہر صدی میں کاذب مدعیان نبوّت ظاہر ہوتے رہے۔ اور ان میں سے بعض مثلاً سلیمان قرمطی، عبید اللہ مہدی افریقہ، حسن بن صباح، عبدالمومن، ابن تومرت، حاکم بامر اللہ، مہدی جونپوری، بہاء اللہ ایرانی وغیرہ اپنے ناپاک مقاصد میں پوری طرح کامیاب ہوکر اپنی طبعی موت مرے اور اپنے لئے جانشین بھی چھوڑ گئے مگر چودھویں صدی میں قادیانی فتنہ جس دجالیت کا مظہر ثابت ہو رہا ہے اس کی نظیر سابق دجالوں میں بھی پائی نہیں جاتی۔ انسانی طبائع میں آزادیٔ مذہب کا میلان دیکھ کر مرزائے قادیانی نے ہوا کے رُخ پر چلنا شروع کیا۔ اسلامی تعلیم کو مسخ کرنے فلسفہ اور سائنس جدید کو خواہ مخواہ دینی مسائل میں گھسیڑنے سے انگریزی خوانوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور چند ایسے مولوی جو پہلے بھی سبیل المومنین اور سواد الاعظم کو ترک کر کے غیر مقلد، چکڑالوی یا نیچری بن چکے تھے اس کے ہم نوا ہوگئے اور ایک پوری تجارتی کمپنی قائم ہوگئی جس نے سلطنت برطانیہ کا سہارا لیکر مشرق و مغرب میں اپنا دام تزویر پھیلا دیا۔ انیسویں صدی میں سلطان عبدالحمید ثانی مرحوم اور سیّد جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ سے اتحاد عالم اسلام (پین اسلامزم) کی مبارک تحریک کا آغاز عمل میں آیا۔ مسلمانوں میں جہاد کی روح پیدا کرنے اور اسلام کا سیاسی

اقتدار از سرِ نو بحال کرنے کیلئے نئے سرے سے جدّ وجہد شروع کی گئی۔ اقوام یورپ اس تحریک سے لرزہ براندام ہوئیں۔ مدبرین برطانیہ اس تحریک سے مضطرب اور پریشان ہو رہے تھے، مرزائے قادیان اور اس کے ایجنٹوں نے اس موقع سے فائدہ حاصل کیا اور عالمگیر اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کرنے اور جہاد کو حرام قرار دینے میں ایڑی سے لیکر چوٹی تک کا زور لگایا۔ اس موضوع پر تصانیف لکھ کر بلاد اسلامیہ میں ہزاروں کی تعداد میں شائع کیں۔ اس طرح حکومت کی ہمدردی حاصل کر کے یہ فرقہ دن بدن بڑھتا گیا۔ اور یہ شجرۂ خبیثہ آج کل ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ حکومت برطانیہ کے مقاصد کی اشاعت کے لئے ممالک غیر میں مبلغین بھیجے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف تبلیغ اسلام کا نام لیکر مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔

سادہ لوح مسلمان انہیں مال وزر سے امداد دیتے ہیں اور اسی روپیہ سے یہ قادیانی کمپنی اور انکا خلیفہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مشی فی النوم، متورات اور کنارِ بیاس کے مشاغل انہیں چندوں کا نتیجہ ہیں۔ غرض اغیار کی سازش سے سادہ لوح مسلمان دام فریب میں آگئے، اور اپنا مال ومتاع بلکہ ایمان تک مرزائے قادیان کے نذر کر بیٹھے۔ یہ حالات عبرت انگیز ہیں۔

ع "سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ"

مولوی ظفر علی خان صاحب نے مرزائیوں کے ہتھکنڈوں سے واقف ہو کر خوب لکھا ہے۔ ع

یہ فتنہ پرداز قادیانی نئے نئے گل کھلا رہے ہیں
ادھر رقیبوں سے مِل رہے ہیں ادھر ہمارے گھر آرہے ہیں

منافقوں کی یہ ہے نشانی زباں پہ دیں ہو تو کفر دل میں
اسی نشانی سے قادیانی تعارف اپنا کرا رہے ہیں
یہ ہمیں "سیرۃ النبی" کے یہ زمزمے عشق مصطفیٰ کے
جنہیں سمجھتے ہیں دل سے کافر انہیں کو گھر گھر سنا رہے ہیں
رسول مقبول کی شریعت کے نام پر دیں ہمیں نہ دھوکا
اسی شریعت کی آڑ لیکر وہ سب کو اُلّو بنا رہے ہیں
پڑا ہے چندے کا جب سے پھندا گلے میں ان قادیانیوں کے
ہمارے ہی گھر سے بھیک لیکر ہمیں کو آنکھیں دکھا رہے ہیں

حال ہی میں قادیانی تبلیغی وفد مرزا کی نبوت منوانے کے لئے ضلع شاہپور میں وارد ہوا۔ ارکان حزب الانصار کی مخلصانہ مساعی سے اس فتنہ کا ہر جگہ مؤثر مقابلہ کیا گیا اور ایک ماہ کی جدّ وجہد کے بعد صحیح معنوں میں ضلع ہذا میں مرزائیت کی موت واقع ہوگئی۔ مناظروں اور تعاقب کی مفصل روئیداد شائقین کے اصرار سے مرتب کی گئی ہے مگر تمام واقعات وحالات کی صحیح کیفیت کا ضبط تحریر میں لانا نہایت مشکل امر ہے۔ تقاریر پورے طور پر ضبط نہیں ہوسکیں اس لئے تمام کارروائی کا خلاصہ درج کرنے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔ بھیرہ، سلانوالی اور چک ۳۷ جنوبی تین جگہ مناظرے ہوئے، چونکہ عام طور پر طرفین کے پیش کردہ دلائل ہر جگہ وہی تھے اس لئے تکرار اور اعادہ سے بچنے کے لئے تمام دلائل ایک ہی جگہ بطور ضمیمہ درج کئے گئے ہیں اور تعاقب کی مفصل روئیداد کیساتھ ہی مرزائے قادیان اور اس کے خلفاء کے سوانح واعمال نامے اُن کے اپنے الفاظ میں نقل کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین مرزا کے الفاظ سے ہی قادیانی گروہ کے ناپاک عزائم کا اندازہ کرسکیں۔ اعمالنامہ

مرزا میں سوائے ضروری تشریحات کے اپنی طرف سے کوئی لفظ لکھا نہیں گیا۔ بعض جگہ مرزا کے کلام کا مفہوم درج کیا گیا ہے۔ روئیداد مرتب کرنے میں کافی عرصہ خرچ ہوا۔ قارئین کے لئے انتظار کی گھڑیاں اضطراب افزا تھیں مگر ''دیر آید درست آید'' کے مطابق اس تاخیر میں بھی کئی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ مرزائیوں کے اخبار ''الدجل''[1] وغیرہ میں عرصہ ڈیڑھ ماہ کے بعد مناظرہ کا ایک گمراہ کن بیان شائع ہوا جس نے مرزائیوں کی اخلاقی موت کا بھی ثبوت پیش کر دیا۔ ان شاء اللہ آئندہ اس فرقہ کو باقاعدہ پروگرام بنا کر دورہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

حزب الانصار کی مالی امداد کا اہم مسئلہ اس وقت ہر مسلمان کے پیش نظر ہونا چاہئے۔ اغیار کا دام فریب دور تک پھیلا ہوا ہے علاوہ ازیں حزب الانصار کے لئے مسلمانوں کی اقتصادی، علمی، اخلاقی و عملی اصلاح کا عظیم الشان لائحہ عمل موجود ہے مگر مالی کمزوریاں ہر قسم کے اقدام کیلئے سنگ گراں ثابت ہو رہی ہیں۔

اعتذار

اعمالنامہ مرزا کا خلاف توقع بہت لمبا ہو گیا ہے اور پھر بھی مرزا کی زندگی کے اکثر پہلوؤں پر مکمل روشنی ڈالی نہیں جا سکی، چونکہ مناظرہ کے دلائل میں مرزا صاحب کے جھوٹ، پیشگوئیاں اور الہامات وغیرہ نقل کئے گئے ہیں۔ اس لئے انکا ذکر اعمالنامہ میں تفصیل کیساتھ نہیں کیا گیا۔ اگر شائقین نے قدر دانی سے کام لیا تو ان شاء اللہ ایڈیشن ثانی میں تمام تلافی کر دیجائے گی۔ وَمَا تَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللّٰہِ

[1] اصل میں ''الفضل'' ہے مگر یہ روزنامہ دجل وفریب سے بھرپور ہوتا ہے اسی لئے حضرت صاحب نے اس کے لئے الفضل کی بجائے ''الدجل'' لکھا۔ (مؤلف)

''حصہ اول''

سوانح مرزا از زبان مرزا المعروف ''اعمالنامہ مرزا''

اِقْرَأْ كِتَابَكَ ط كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (۱۵:۲)

ترجمہ: اپنا اعمالنامہ پڑھ لے، آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔

نسب وخاندانی حالات

میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد کا نام غلام مرتضی اور دادا کا نام عطاء محمد اور میرے پر دادا صاحب کا نام گل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل[1] برلاس ہے۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۳۴ حاشیہ) مگر میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی اور میں ان دونوں مبارک پیوندوں سے مرکب ہوں (تحفہ گولڑویہ ص ۱۹) الہام میری نسبت یہ ہے۔ لو كان الايمان معلقا بالثريا لناله رجل من ابناء فارس یعنی اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا کہ یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جا کر اس کو لے لیتا۔

(البریہ صفحہ ۱۳۵ حاشیہ در حاشیہ)

[1] مرزا صاحب قوم کے مغل اور تاتاری الاصل ہیں۔ جن کو ابوداؤد کی حدیث میں نبی ﷺ نے امت کا ہلاک کنندہ فرمایا ہے۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان اسی نسل سے تھے۔ مغل منگولیا سے آئے تھے۔

الہام سے ایک لطیف استدلال میرے بنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہونے پر ہوتا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۹) بخاری[1] یا سمرقندی الاصل ہونا یہ دونوں علامتیں صریح اور بیّن طور پر اس عاجز میں ثابت ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۱۱۹ حاشیہ) ''شاہان دہلی کی طرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تھی۔'' (ازالہ ص ۱۲۲ حاشیہ) سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب مرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت ۸۵ گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد پر سکھ غالب آئے اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے۔ رام گڑھی سکھوں نے قبضہ کر کے قادیان کو تباہ کر دیا۔ سکھوں نے ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا پھر رنجیت سنگھ کے زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ قادیان میں واپس آئے اور انہیں کچھ گاؤں واپس ملے۔ غرض ہماری پرانی ریاست[2] خاک میں ملکر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔ (کتاب البریہ) قادیان کو خدا تعالیٰ نے دمشق سے مشابہت دی اور یہ بھی اپنے الہام میں فرمایا: **اخرج منه اليزيدون** (ازالہ اوہام ص ۱۳۴)

[1] تریاق القلوب میں میرزا صاحب اپنا تعلق چین سے ظاہر کرتے ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں ''میں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار'' (درثمین) فافهم وتدبر۔ معلوم نہیں چینی الاصل، سمرقندی الاصل، بخاری الاصل اور فارسی الاصل میں سے کونسی بات صحیح ہے۔ اور ایک آدمی کی بے شمار نسلیں کیسے ہوسکتی ہیں۔ کبھی اسرئیلی بنتے ہیں اور کبھی فاطمی اور کبھی مغل برلاس کہلاتے ہیں۔ (مؤلف)

[2] بخاری شریف کتاب الجہاد میں ہے کہ ابوسفیان سے ہرقل شہنشاہ روم نے حضور اقدس ﷺ کے متعلق جو سوالات کئے تھے۔ ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا۔ ''اس کے باپ دادا سے کوئی بادشاہ ہوا ہے'' ابوسفیان نے کہا ''نہیں''۔ ہرقل نے اس جواب پر کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ فافهم۔ (مؤلف)

جس میں ایسے لوگ[1] رہتے ہیں جو یزید الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں۔ (ازالہ ص ۶۶) انگریزی سلطنت کے زمانہ میں میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بزمرۂ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے اور سرکار انگریزی کے حکام وقت سے عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج انکو ملی تھیں۔'' (البریہ) ''گورنمنٹ انگریزی کے احسانات میرے والد کے وقت سے آج تک اس خاندان کے شامل حال ہیں اس لئے نہ کسی تکلف سے بلکہ میرے رگ و ریشہ میں شکر گذاری اس معزز گورنمنٹ کی سمائی ہوئی ہے۔ میرے والد مرحوم کے سوانح میں سے وہ خدمات کسی طرح الگ ہونہیں سکتیں جو وہ خلوص دل سے اس گورنمنٹ کی خیر خواہی میں بجالائے انہوں نے اپنی حیثیت اور مقدرت کے موافق ہمیشہ گورنمنٹ کی خدمت گذاری اور اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے وقت وہ صدق اور وفاداری دکھلائی کہ جب تک انسان سچے دل اور تہہ دل سے کسی کا خیر خواہ نہ ہو دکھلا نہیں سکتا۔ ۱۸۵۷ء کے مفسدہ میں جبکہ بے تمیز لوگوں نے اپنی محسن گورنمنٹ کا مقابلہ کر کے ملک میں شور ڈال دیا تب میرے والد بزرگوار نے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس سوار بہم پہنچا کر گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کئے اور پھر ایک دفعہ چودہ سوار سے خدمت گذاری کی اور انہیں مخلصانہ خدمات کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ میں ہر دلعزیز ہوگئے۔ انہوں نے میرے بھائی کو صرف گورنمنٹ کی

[1] ایسے لوگ کون تھے؟ اس سوال کا جواب میرزائی لٹریچر سے ملے گا۔ اہل بیت اور حضرت امام حسین ؓ کی مرزا نے سخت توہین کی ہے۔ اس لئے ہم بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ واقعی قادیان میں یزیدی الطبع لوگ پیدا ہوئے تھے۔ (مؤلف)

خدمت گذاری کیلئے بعض لڑائیوں پر بھیجا اور ہر ایک باب میں گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل کی اور بعد اس کے اس عاجز کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر جب تک زندہ رہا اس نے بھی اپنے والد مرحوم کے قدم پر قدم مارا اور گورنمنٹ کی مخلصانہ خدمت میں بدل و جان مصروف رہا۔ (شہادۃ القرآن)

پیدائش

میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء[1] میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں تھا۔ (کتاب البریہ ص ۱۴۶ حاشیہ) میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں گیارہ برس رہتے تھے۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۵۴ کا حاشیہ) واضح ہو کہ الف ششم ۱۲۷۰ء ہجری کو ختم ہوا تھا۔ (الحکم مورخہ ۶ جنوری ۱۹۰۸ء) ''میں توام پیدا ہوا تھا۔ ایک لڑکی جو میرے ساتھ تھی چند دن کے بعد فوت ہوگئی'' (البریہ ص ۱۴۶ حاشیہ در حاشیہ) ''میں نے اپنے والد کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملکداری سے کچھ حصہ پایا میں جانتا ہوں کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست اور ملکداری لپیٹی گئی اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آکر بالکل ختم ہوگیا۔'' (البریہ ص ۱۴۷ حاشیہ)

تعلیم

بچپن میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سال کا تھا تو ایک فارسی[2] خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور فارسی کتابیں پڑھائیں اور اس

[1] اس حساب سے مرزا کی پیدائش ۱۸۴۳ء مطابق ۱۲۵۹ھ ثابت ہوتی ہے۔

[2] انبیاء کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کا دنیا میں کوئی استاذ نہیں ہوتا۔ اور دنیا میں امی کہلاتے ہیں۔ خداوند کریم علوم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ میرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام مہدی دینی علوم میں کسی کا شاگرد نہ ہوگا۔ مہدویت اور نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے میرزا صاحب اپنے استادوں کو بھول گئے۔ اور نہایت بے حیائی سے اعلان کرنے لگے

ع دیگر استاد را نامے ندانم کہ خواندم در دبستان محمد (درثمین)

بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کیلئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں نے صَرف کی کچھ کتابیں اور کچھ قواعد نحو اُن سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا ان کا نام گل علی شاہ تھا ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کیلئے مقرر کیا تھا اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو، منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد سے پڑھیں[1]۔ (کتاب البریہ ص ۱۵۰ حاشیہ) میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے۔ (دافع البلاء ص ۳)

شباب

ان دنوں میں[2] مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور ان کیساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری اُمور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہ تھا اس لئے اکثر[3] والد صاحب

[1] میرزا صاحب نے بغرض ترقی روزگار جبکہ وہ سیالکوٹ کی عدالت خفیفہ پر پندرہ روپیہ ماہوار پر محرر تھے۔ مختاری کا امتحان دیا تھا۔ مگر اس میں فیل ہوگئے۔ (عشرہ کاملہ) (گویا ترقی کے تمام ذرائع سے مایوس ہو چکے تھے۔ تب دعویٰ نبوت کیا)

[2] اغلباً یہ کتابیں بہاء اللہ ایرانی و دیگر مدعیان نبوت یا کاذب بانیان مذاہب کی کتابیں ہوں گی اور انہی کتابوں سے نیا مذہب ایجاد کرنے کی تجاویز سوچی ہوں گی تاکہ آبائی ریاست کے بدلہ میں کسی قسم کا اقتدار حاصل ہو سکے۔ میرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ

ع بہر مذہب غور کردم ہے ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے۔ وغیرہ (درثمین)

[3] قبل دعویٰ نبوت کی زندگی میرزا کی بالکل غیر معروف ہے۔ مگر اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ میرزا کی زندگی مقدمہ بازی میں گذری اور والد کی ناراضگی کا نشانہ بھی بنتے رہے۔

کی ناراضگی کا نشانہ بنتا رہا۔ ایک دفعہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان آنا چاہا میرے والد صاحب نے بار بار مجھکو کہا کہ انکی پیشوائی کیلئے دو تین کوس جانا چاہیے مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت[1] کی اور میں بیمار بھی تھا اس لئے نہ جا سکا پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا باعث ہوا''۔ (کتاب البریہ) چند سال تک میری عمر کراہت طبع کیساتھ انگریزی ملازمت (محرر عدالت خفیفہ) میں بسر ہوئی۔ اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بہتوں کو تکبر، بدچلنی اور لاپرواہی اور طرح طرح کے اخلاق رذیلہ اور شیطان کے بھائی پایا اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسان کا مجھے تجربہ حاصل ہو اس لئے ہر ایک صحبت میں مجھے[2] رہنا پڑا''۔ (البریہ ص۱۵۴ حاشیہ)

''حیات مسیح کا عقیدہ مشرکانہ[3] ہے۔ (دافع البلاء ص۱۵) حیات مسیح کا عقیدہ رکھنا ستون شرک ہے۔ (حقیقۃ الوحی) اور جب میں حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو بدستور انہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سنایا بھی کرتا تھا اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے

---

[1] انگریزوں کی اطاعت و خوشامد جب عین اسلام تھی۔ پس مرزا صاحب اسلام سے نکلے اور والد کی نافرمانی کر کے والدین کے عاق ٹھہرے۔

[2] ایسے گندے ماحول میں رہنے سے ہی مرزا صاحب کے حالات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ میرزا صاحب نے اپنی کتاب لجۃ النور میں زنان بازاری کے حالات اس بسط سے درج کئے ہیں کہ بغیر کسی واقف راز و محرم اسرار کے قلمبند نہیں ہو سکتے۔ اغلباً ان کی صحبت سے تجربہ ہوا ہوگا۔ شاید گھر کے بھیدی میر ناصر نواب مرزا صاحب کے خسر نے انہیں صحبتوں کی طرف اشارہ کر کے کہا ہو

ع بد معاش اب نیک از حد بن گئے　　بو مسیلم آج احمد بن گئے

[3] مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق عمر کے ۵۲ برس حیات مسیح کے عقیدہ پر قائم رہ کر مشرک رہے۔

اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔ انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی[1] تھی۔ اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن و اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے اور مجھے ان حالات کو دیکھ کر ایک پاک[2] تبدیلی پیدا کرنے کا موقع حاصل ہوتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخری حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گزرا اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی[3] تھی۔ (کتاب البریہ ص۱۵۸) (والد کی وفات سے پہلے) تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا۔ والسماء والطارق یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء و قدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب ہونے کے بعد فوت ہو جائیگا[4]۔ (کتاب البریہ ص۱۶۲ حاشیہ)

نبوت و مسیحیت کے دعاوی سے اصلی غرض

''پھر ان دونوں (والد اور بھائی) کی وفات کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی اور ان کے زمانہ کو یاد کیا لیکن میں صاحب مال اور صاحب

---

[1] خسر الدنیا والآخرہ، شہیدان دہلی کے خون بے گناہ کا صلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔

[2] یعنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنے کیلئے دوسرے ذرائع اختیار کرنا یعنی نبوت و مہدویت کے دعاوی کیلئے دلائل تجویز کرنا۔

[3] مرزا صاحب کے حصہ میں بھی ناکامی و نامرادی لکھی تھی۔ محمدی بیگم کے عشق میں جلتے رہے، اور در نکاح آسمانی کی حسرت لئے ہوئے دنیا سے چل بسے کوئی کام بھی ان کا پورا نہ ہوا۔ لاہور میں مرے اور خر دجال پر لاد کر قادیان میں جا کر دفن ہوئے۔

[4] یہ اغلباً اپنی حالت بیان کر رہے ہوں گے۔

نوٹ: مرزا صاحب سے پہلے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر کی وغیرہ کی وہ کتب جواب تک عیسائیوں اور آریوں کے رد میں شائع ہو چکی تھیں، جن سے مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں استفادہ کیا ہے۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ)

املاک نہیں تھا۔ سو میرے پاس دنیا کا مال اور دنیا کے گھوڑے اور دنیا کے سوار تو نہیں تھے بجز اسکے قلموں کے گھوڑے مجھے عطا کیے گئے اور کلام کے جواہر مجھکو دیئے گئے۔ سو میں نے چاہا کہ اس مال کیساتھ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کروں اگرچہ میرے پاس روپیہ اور گھوڑے اور خچریں تو نہیں اور نہ میں مالدار ہوں سو میں اس کی مدد کے لئے اپنے قلم سے اٹھا اور خدا میری مدد پر تھا اور میں نے اس زمانے سے خدا تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ کوئی مبسوط کتاب بغیر اس کے تالیف نہ کرونگا جس میں احسانات قیصرۂ ہند کا ذکر ہو اور نیز اس کے ان تمام احسانوں کا ذکر ہو جن کا شکر ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (نور حق حصہ اول صفحہ ۲۸)

کتابیں لکھنے سے اصل غرض

سو میں نے کئی کتابیں تالیف کیں اور ہر ایک میں میں نے لکھا ہے دولت برطانیہ مسلمانوں کی محسن ہے اور مسلمانوں کی ذریعۂ معاش ہے۔ پس کسی کو ان میں جائز نہیں جو اس پر خروج کرے اور باغیوں کی طرح اس پر حملہ آور ہو بلکہ ان پر اس گورنمنٹ کا شکر واجب ہے اور اس کی اطاعت ضروری ہے جو شخص آدمیوں کا (انگریزوں کا) شکر ادا نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی نہیں کیا۔ سو میں نے اس مضمون کی کتابوں کو شائع کیا اور تمام ملکوں اور تمام لوگوں میں ان کو شہرت دی ہے۔ اور ان کتابوں کو میں نے دور دور ولایتوں میں بھیجا ہے۔ جن میں سے عرب اور عجم اور دوسرے ملک ہیں تا کہ کج طبیعتیں ان نصیحتوں سے راہ راست پر آجائیں۔ اور تا کہ وہ طبیعتیں اس گورنمنٹ کا شکر کرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے میں صلاحیت پیدا کریں۔ یہ میرا کام اور یہ میری خدمت ہے پس اسی وجہ سے میں نے اس گورنمنٹ کا شکر کیا اور جہاں تک بن پڑا مدد کی اور اس کے احسانوں کی ملک ہند سے

[1] عرب اور روم تک شائع کیا اور لوگوں کو اٹھایا تا کہ اس[1] کی فرمانبرداری کریں اور جس کو شک ہو وہ میری کتاب براہین احمدیہ کی طرف رجوع کرے اور اگر وہ اس کے شک کو دور کرنے کیلئے کافی نہ ہو تو پھر میری کتاب تبلیغ کا مطالعہ کرے اور اگر اس سے بھی مطمئن نہ ہو تو میری کتاب حمامۃ البشری کو پڑھے اور اگر پھر کچھ رہ جائے تو پھر میری کتاب شہادۃ القرآن میں غور کرے اور اس پر حرام نہیں ہے جو اس رسالہ کو بھی دیکھے تا کہ اس پر کھل جائے کہ میں نے کیونکر بلند آواز سے کہہ دیا ہے کہ اس گورنمنٹ سے جہاد حرام ہے اور جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں وہ خطا پر ہیں (نور الحق حصہ اول ص ۳۰، ۳۱) اور میرا عربی کتابوں کا تالیف کرنا تو انہیں عظیم الشان غرضوں کے لئے تھا اور میری کتابیں عرب کے لوگوں کو پے در پے پہنچتی ہیں یہاں تک کہ میں نے ان میں[2] تاثیر کے نشان پائے اور بعض عرب میرے پاس آئے اور بعضوں نے خط و کتابت کی اور بعضوں نے بدگوئی کی اور بعض صلاحیت پر آگئے اور موافق ہو گئے جیسا کہ حق کے طالبوں کا کام ہے اور میں نے ان امدادوں میں ایک زمانہ طویل صرف

---

[1] یعنی اسلامی حکومتوں سے بغاوت کر کے انگریزی حکومت کی ماتحتی قبول کر لیں، افسوس کہ علمائے کرام آج تک مسیح وغیرہ کی بحثوں میں مرزائیوں سے الجھے رہے، مرزائی جماعت ہرگز مذہبی فرقہ نہیں ہے، بلکہ مذہب کی آڑ میں ایک خطرناک پولیٹیکل جماعت ہے، جو اقصائے عالم میں مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور اغیار کا غلام بنانے اور جذبہ جہاد کو فنا کرنے میں مشغول ہے، جہاد فی سبیل اللہ موقوف مگر جنگ یورپ اور افغانستان میں ترکوں اور افغانوں کے خلاف لڑنا سب سے بڑا کار ثواب سمجھا گیا، میاں محمود نے کہا تھا اگر میں خلیفہ نہ ہوتا، تو اس جنگ میں بحیثیت رضا کار شریک ہوتا، (انوار خلافت) گویا اس مقدس جنگ سے محروم رہنے کی حسرت اس کے دل میں رہ گئی۔ فافہم (مولف)

[2] ان تحریرات کی روشنی میں جزیرۃ العرب اغیار کے زیر اثر ہونیکا سبب معلوم ہو سکتا ہے، اس جاسوس اعظم نے وہ وہ کام کئے، اس سے مسلمانوں کے دلوں میں ناسور پڑ چکے ہیں۔ خلافت اسلامیہ بربادی جزیرۃ العرب کا صلیب کے زیر اثر ہو جانا سب اس جماعت کے کارنامے ہیں۔ امیر حبیب اللہ کا قاتل مصطفی صغیرہ کابیوری، انگورہ میں مصطفی کمال پاشا کو قتل کرنے کی سازش میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا تھا۔ عدالت میں اس نے بیان کیا تھا میں عقیدتاً مرزائی ہوں۔ جرمن میں قادیانی مشن اسی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا مگر ہندوستان کے سادہ لوح عوام ابھی اس گروہ کے عزائم ومقاصد سے بے خبر ہیں۔ (مولف)

کیا ہے۔ یہاں تک کہ گیارہ برس انہیں اشاعتوں میں گذر گئے اور میں نے کچھ کوتاہی نہیں کی۔ (نور الحق، ص۳۲ اول) یہ کتابیں ہزار ہا روپیہ کے خرچ سے طبع کرائی گئیں۔ اور پھر اسلامی ممالک میں شائع کی گئیں اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً ہزار ہا مسلمانوں پر ان کتابوں کا اثر ہوا ہے۔ (تحفہ قیصرہ، ص۱۰) میں نے شکر کیلئے بہت سی کتابیں اردو عربی اور فارسی میں تالیف کر کے اور ان میں جناب ملکہ معظمہ کے تمام احسانات کو جو برٹش انڈیا کے مسلمانوں کے شامل حال ہیں اسلامی دنیا میں پھیلائی ہیں اور ہر ایک مسلمان کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری کی ترغیب دی ہے لیکن میرے لئے ضروری تھا کہ یہ تمام کارنامہ جناب ملکہ معظمہ کے حضور میں پہنچاؤں۔'' (تحفہ قیصرہ، ص۳)

مرزا صاحب کا اصل دعویٰ

میرا یہ دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے۔ (ازالہ حاشیہ ص۵۰۹) پس میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں ان خدمات (برطانیہ کی) میں یکتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لئے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں جو آفتوں سے بچائے۔

خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ خدا ایسا نہیں کہ ان کو دکھ پہنچائے اور تو ان میں ہو پس اگر اس گورنمنٹ کی خیر خواہی اور مدد میں کوئی دوسرا شخص میری نظیر اور مثیل نہیں''۔ (نور الحق، ص۳۳) اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تمام مسلمانوں میں، میں اوّل درجہ کا

خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ پر بنا دیا ہے۔

اوّل: والد مرحوم کے اثر نے۔

دوم: گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔

سوم: خدا تعالیٰ کے الہام نے۔ (ضمیمہ نمبر۳ تریاق القلوب)

یہ عریضہ اس شخص کی طرف سے جو یسوع مسیح کے نام پر طرح طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھڑانے کیلئے آیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ امن اور نرمی سے دنیا میں سچائی قائم کرے اور اپنے بادشاہ ملکہ معظمہ سے جس کی وہ رعایا ہیں سچی اطاعت کا طریق سمجھائے۔ (تحفہ قیصرہ، ص۱) خدا تعالیٰ نے مجھے اس اصول پر قائم کیا ہے کہ محسن گورنمنٹ کی جیسا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ ہے سچی اطاعت کی جائے اور سچی شکرگذاری کی جائے سو میں اور میری جماعت اس اصول کے پابند ہیں۔ (تحفہ قیصرہ، ص۱۰)

''اصل حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ کی نسبت پہلے نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ دو قسم کے ظلم سے بھر جائے گا۔ ایک ظلم مخلوق کے حقوق کی نسبت ہوگا اور دوسرا ظلم خالق کے حقوق کی نسبت۔ اور وہ یہ ظلم ہوگا کہ جہاد کا نام لیکر نوع انسان کی خونریزی ہوگی۔ یہاں تک کہ جو شخص ایک بے گناہ کو قتل کرے گا وہ خیال کریگا کہ گویا وہ ایسی خونریزی سے ایک ثواب عظیم کو حاصل کرتا ہے اور اس کے سوا اور بھی کئی قسم کی ایذائیں محض دینی غیرت کے بہانہ پر نوع انسان کو پہنچائی جائیں گی۔ چنانچہ وہ زمانہ یہی ہے کیونکہ ایمان اور انصاف کی رو سے ہر ایک خدا ترس کو اس زمانہ میں اقرار کرنا پڑتا ہے غرض مخلوق کے حقوق کی نسبت ہماری قوم اسلام میں سخت ظلم ہو رہا ہے۔ پس خدا نے آسمان پر اس ظلم کو دیکھا اس لئے اس نے اس کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی خو اور طبیعت پر ایک شخص کو بھیجا اور ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے صلح کاری کا پیغام لیکر آیا جس حالت میں،

اسلامی قوموں میں سے کروڑ ہا لوگ روئے زمین پر ایسے پائے جاتے ہیں کہ جہاد کا بہانہ رکھ کر غیر قوموں کو قتل کرنا ان کا شیوہ ہے۔ مگر بعض تو اس محسن گورنمنٹ کے زیر سایہ رہ کر بھی پوری صفائی سے اُن سے محبت نہیں کر سکتے۔ اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے اوتار کی سخت ضرورت تھی سو میں وہی اوتار ہوں۔'' (درخواست بنام وائسرائے رسالہ جہاد ص۴)

مرزا صاحب کی مناجات

اے قیصرہ و ملکہ معظمہ! ہمارے دل تیرے لئے دعا کرتے ہوئے جناب الٰہی میں جھکتے ہیں اور ہماری روحیں تیرے اقبال اور سلامتی کے لئے حضرت احدیت میں سجدہ کرتی ہیں۔ اے اقبال مند قیصرۂ ہند! ہم تیرے وجود کو اس ملک کے لئے خدا کا ایک بڑا فضل سمجھتے ہیں اور ہم ان الفاظ کے نہ ملنے سے شرمندہ ہیں جن سے ہم اس شکر کو پورے[1] طور پر ادا کر سکتے۔ ہر ایک دعا جو ایک سچا شکر گذار تیرے لئے کر سکتا ہے ہماری طرف سے تیرے حق میں قبول ہو خدا تیری آنکھوں کو مرادوں کیساتھ ٹھنڈی رکھے اور تیری عمر اور صحت اور سلامتی میں زیادہ سے زیادہ برکت دے اور تیرے اقبال کا سلسلہ ترقیات جاری رکھے اور تیری اولاد اور ذُرّیت کو تیری طرح اقبال کے دن دکھائے اور فتح اور ظفر عطا کرتا رہے ہم اس رحیم و کریم خدا کا بہت بہت شکر ادا کرتے ہیں جس نے ایسی محسنہ، رعیت پرور، داد گستر، بیدار مغز ملکہ کے زیر سایہ ہمیں پناہ دی اور ہمیں اس مبارک عہد سلطنت کے نیچے یہ موقع دیا۔[2] (تحفہ قیصریہ ص۱۲، ۱۳) اے قادر و کریم اپنے فضل و کرم سے ہماری ملکہ معظمہ کو خوش رکھ جیسا کہ ہم اس سایہ عاطفت کے نیچے خوش ہیں اور اس سے نیکی کر (تحفہ قیصریہ ص۲۸) میں مع اپنے تمام عزیزوں کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہوں یا الٰہی اس مبارک قیصرہ ہند دام ملکہا کو دیر

[1] قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ۔ ۱۲ (مؤلف)

[2] اس توڈی اعظم کے کلام کا سردار دو عالم ﷺ کے فرمان بنام قیصر و کسریٰ سے مقابلہ کرو حضور ﷺ نے تحریر فرمایا تھا۔ اسلم تسلم، اسلام لا سلامت رہیگا۔

گاہ تک ہمارے سروں پر سلامت رکھ اور اس کے ہر ایک قدم کیساتھ اپنی مدد کا سایہ شامل حال فرما اور اس کے اقبال کے دن بہت لمبے کر۔ (ستارہ قیصرہ ص۴)

''(اے قیصرہ) سو یہ مسیح موعود جو دنیا میں آیا تیرے ہی وجود کی برکت اور دلی نیک نیتی اور سچی ہمدردی کا ایک نتیجہ ہے۔'' (ستارہ قیصرہ ص۸)

''اے ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند! خدا تجھے اقبال اور خوشی کیساتھ عمر میں برکت دے تیرا عہد کیا ہی مبارک ہے کہ آسمان سے خدا کا ہاتھ تیرے مقاصد کی تائید کر رہا ہے۔ تیری ہمدردی رعایا اور نیک نیتی کی راہوں کو فرشتے صاف کر رہے ہیں تیرے عدل کے لطیف بخارات بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں تاکہ سب ملک رشک بہار بنادیں شریر ہے وہ انسان جو تیرے عہد سلطنت کی قدر نہیں کرتا اور بدذات ہے وہ نفس جو تیرے احسانوں کا شکر گذار نہیں چونکہ یہ مسئلہ تحقیق شدہ ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ اس لئے مجھ کو ضرورت نہیں کہ اپنی زبان کی لفاظی سے اس بات کو ظاہر کروں کہ میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں اور میرے دل میں خاص طور آپ کی محبت[1] اور عظمت ہے۔ ہماری دن رات کی دعائیں آپ کیلئے آب رواں کی طرح جاری ہیں۔'' (ستارہ قیصرۂ ہند ص۹) ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اُس کے دشمن کو ذلت کیساتھ پسپا کرے۔'' (شہادۃ القرآن ضمیمہ ص۳) گورنمنٹ کو یاد رہے کہ ہم تہہ دل سے اس کے شکر گذار ہیں اور ہمہ تن اس کی خیر خواہی میں مصروف ہیں۔ (شہادت القرآن ضمیمہ ص۵)

''شائستہ، مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ

[1] لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، (۲۸۔۳ قرآن) ترجمہ: جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں (اے رسول ﷺ) آپ انکو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے محبت رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں۔ اس آیت سے یعنی قرآن مجید کی نص سے مرزا کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

معاملات سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کے دین و دنیا کے لئے دلی جوش اور بہبودی و سلامتی چاہیں تا کہ ان کے گورے اور سپید منہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی اور منور رہوں۔ (اشتہار متعلق براہین احمدیہ) اے قیصرۂ ہند خدا تجھ کو آفتوں سے نگاہ میں رکھے ہم مستغیث بن کر تیرے پاس آئے ہیں۔

(نور الحق ص۲۳ اول)

خدا کی ’’تقدیس وتحمید‘‘

اُس وجود اعظم کے بیشمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس کی تاریں بھی ہیں۔ (توضیح الرام ص۷۵) ربنا[1] عاج. ہمارا رب عاجی ہے۔ (براہین احمدیہ ص۵۵۵) مسیح اور عاجز کا مقام ایسا ہے جسے استعارہ کے طور پر ابنیت کے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ (توضیح مرام ص۵۰) اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر زاور مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الہی کی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے اس کا نام پاک تثلیث ہے اس لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کیلئے بطور ابن اللہ کے ہے۔ (توضیح مرام ص۴۸) ’’تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور زمین اور آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ میرے ساتھ ہیں اور تو ہمارے پانی میں سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید، اور تو مجھ سے اس اتحاد میں ہے جو کسی مخلوق کو معلوم نہیں، خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے جس طرف تیرا منہ اس طرف خدا کا منہ۔ خدا تیرے اندر آیا۔ تو مجھ میں اور تمام مخلوقات میں واسطہ ہے میں نے اپنی روح تجھ میں پھونکی تیرے لئے رات اور

[1] لغت میں عاج استخوان فیل کو کہتے ہیں۔

دن پیدا کیا گیا۔ لولاک لما خلقت الافلاک انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا[1] ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں، اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر متولی ہو کر مجھے اپنے وجود میں پنہاں کر لیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اسکی زبان بن گئی تھی، پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی میل نہیں تھی، الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرائیت کر گئی اس حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی چیز چاہتے ہیں سو پہلے تو میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جسمیں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی اور میں دیکھتا تھا کہ اس کے خلق پر قادر ہوں، پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا: انا زینا السماء الدنیا بمصابیح (کتاب البریہ ص۷۸، ۷۹) ایک دفعہ انگریزی میں زوردار الہام ہوا جس سے میرا بدن کانپ گیا ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی انگریز بول رہا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ملخصاً) ’’اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا‘‘۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶) ’’میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کروں تو صحیح ہے‘‘۔ (توضیح مرام ص۲۷) خدا نے الہام کیا میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا، جاگتا ہوں اور سوتا[2] ہوں (البشریٰ جلد۲ ص۷۹) ’’ایک دفعہ خدا کو میں نے کہا کہ الہام میں میرا نام ظاہر کر دے، خدا تعالیٰ کو میرا نام لینے سے شرم دامنگیر ہوئی اور شرم کے غلبہ سے نام زبان پر لانا روک دیا اور بڑے ادب سے صرف مرزا صاحب کہا۔‘‘ (تتمہ حقیقۃ الوحی ۳۸۶)

[1] تحفہ گولڑویہ ص۷۵ب پر لکھتے ہیں کہ دجال پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر خدائی کا دعویدار بن جائیگا۔ ثابت ہوا کہ مرزا دجال اکبر کے بروز تھے۔

[2] قرآن مجید میں ہے کہ: لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ مگر مرزا کا ٹمبو سوتا بھی ہے اور جاگتا بھی ہے۔

نوٹ: مرزا صاحب کے پاس جو فرشتہ آیا کرتا تھا، اس کا نام ٹیچی ٹیچی تھا۔ (حقیقۃ الوحی)

ملائکہ

جبرائیل خدا سے سانس کی ہوا یا آنکھ کے نور سے نسبت رکھتا ہے۔ (توضیح ص ۷۹) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں اور ان سے ایک لحظہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوسکتے۔ (توضیح ص ۵۵)

عبادت

جس بادشاہ کے زیر سایہ ہم با امن زندگی بسر کریں اس کے حقوق کو نگاہ رکھنا فی الواقعہ خدا کے حقوق کو ادا کرنا ہے اور جب ہم ایسے بادشاہ کی دلی صدق سے اطاعت کرتے ہیں تو گویا اس وقت عبادت[1] کررہے ہیں۔ (شہادت القرآن ص ۴) مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہوگیا (حقیقۃ[2] الرؤیا ص ۴۵) "اب حج کا مقام قادیان ہے۔" (برکات[3] خلافت ص ۵)

توہین انبیاء

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں" (اعجاز احمدی

---

[1] خواجہ کمال الدین مرزائی اپنی کتاب مجدد اعظم کے صہ ۴۸ پر لکھتا ہے "لیکن اگر کسی کو علم نہ ہو تو میں اسے اطلاع دیتا ہوں کہ ہندوستان سے باہر عربی بولنے والی دنیا آج احمدی جماعت کی حیثیت ایک جاسوس جماعت کی حیثیت سمجھتی ہے جو گورنمنٹ کی خدمت کے لئے پیدا ہوئی ہے خلاصہ یہ کہ جماعت کی آج وہ عزت نہیں رہی جو پہلے تھی۔

الحمد للہ کہ مسلمان مرزائیت کی حقیقت سے واقف ہورہے ہیں۔ اور مرزائیوں کو بھی اس کا اعتراف ہے مرزائیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد، عبادت وتبلیغ سے اطاعت نصاریٰ قبلہ سے مراد انگریزی حکومت اور خدمت اصلاحی سے خدمت نصاریٰ ہے۔ اہل اسلام کو دھوکہ دینے والے الفاظ کے صحیح معنوں سے باخبر رہنا چاہیے۔

[2] یہ دونوں کتابیں مرزا غلام محمود جانشین مرزا کی تصانیف ہیں۔

[3] مرزا محمود الفضل ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں لکھتا ہے تمام انبیاء کا نمونہ مرزا کی ذات میں جمع تھا وہ یقیناً محمد رسول اللہ جمیع کمالات قدسیہ کا جامع ہے وہ (مرزا) خدا کے برگزیدہ نبی جاہ وجلال کا نبی عظیم الشان نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار کے شان رکھنے والے نبی انت منی انا منک ظہورک ظہوری کا مخاطب نبی تھا (الفضل)

ص ۴) حضرت مسیح کے اجتہاد جو اکثر غلط نکلے اس کا سبب شاید یہ ہوگا کہ اوائل میں جو آپ کے ارادے تھے وہ پورے نہ ہوسکے (اعجاز ص ۲۵) جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہاد میں غلطیاں ہیں اس کی نظیر کسی نبی میں بھی نہیں پائی جاتی (اعجاز احمدی ص ۲۵) پہلوں کا پانی مکدر ہوگیا۔ ہمارا پانی اخیر تک مکدر نہیں ہوگا (اعجاز احمدی ص ۶۹) "اس (نبی کریم ﷺ) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا؟" (اعجاز ص ۷۱) یسوع اگر میرے زمانہ میں ہوتا تو اس کو انکسار کیساتھ میری گواہی دینی پڑتی (سراج منیر ص ۸۰) یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے بُرے کام کئے ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کیلئے فریب سے قتل کرایا، اور دلالہ عورتوں کو بھیج[1] اس کی جورو کو منگوایا اور اس کو شراب پلائی اور اس سے زنا کیا اور بہت سا مال حرام کاری میں ضائع کیا۔" (ست بچن ص ۱۶۷) یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں پر بباعث ان کے کسی پوشیدہ گناہ کے یہ ابتلا آیا کہ جن راہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کرتے رہے ان راہوں سے وہ نبی نہیں آئے۔ بلکہ ایک چور کی طرح کسی اور راہ سے آگئے۔ (نزول المسیح ص ۳۵) نبی اجتہادی غلطیوں سے محفوظ نہ تھے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰) آنحضرت ﷺ نے معجزات نہیں دکھائے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۷۹، ۲۸۰ ملخصاً) انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو وخطا ہے۔ (ازالہ ص ۳۲۳) شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء)

"عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم"۔ "میں بعض رسولوں سے بھی افضل ہوں۔ (اشتہار معیار الاخیار)

---

[1] اس میں تمام انبیاء کو چور کہہ کر سب کی توہین کی ہے کسی کی تخصیص نہیں کی۔

’’مسیح کے معجزات ۱ مسمریزم یا عمل الترب کا نتیجہ تھے، اگر میں اس قسم کے شعبدوں کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا ۲۔‘‘ (ازالہ ص ۳۰۹ ملخصاً) ’’مسیح بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ ناکام رہے۔‘‘ (ازالہ ص ۱۹۱)

’’ایک مرتبہ ۴۰۰ نبی کو شیطانی ۳ الہام ہوا اور ان کی پیشگوئیاں ۴ غلط ہوئیں‘‘ (ضرورۃ الامام) ’’(یسوع) آپکا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ)‘‘ ایسے (یعنی مسیح) ایسے ناپاک متکبر راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اُسے نبی قرار دیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۹ حاشیہ) مسیح کے حالات پڑھو تو یہ شخص اس لائق نہیں ہوسکتا کہ نبی بھی ہو۔ (الحکم ۲۱ رفروری ۱۹۰۲ء) یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی ۵ بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔ (کشتی نوح ص ۱۶ حاشیہ) حق بات یہ ہے کہ مسیح سے معجزہ صادر نہیں ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ حاشیہ) خدا نے اس امت میں مسیح بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر

---

۱ مگر تحفۂ قیصرہ میں ملکہ معظمہ کو خطاب کرتے ہوئے خوشامدانہ لہجہ میں لکھتے ہیں ’’درحقیقت یسوع مسیح ان میں خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے اور ان میں سے ہے جو خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں اور ان میں سے ہے جن کو خدا اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنے نور کے سایہ کے نیچے رکھتا ہے۔ میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے یہ ایک ایسا تحفہ ہے جو حضرت ملکہ معظمہ قیصرۂ انگلستان و ہند کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لائق ہے واقعی مرزا صاحب صرف ملکہ معظمہ اور اس کی حکومت کے لئے عزازیل کی طرف سے تحفہ تھے مگر افسوس ہے کہ یہ تحفہ خواہ مخواہ مسلمانوں کے گھروں میں گھس گیا۔

۲ خود معجزہ دکھا نہ سکے اس لئے معجزات کا انکار کردیا۔

۳ بالکل غلط اور جھوٹ کہا اور انبیاء کی توہین کر کے اپنے کفر کی تصدیق کی۔

۴ مگر دوسری جگہ لکھتے ہیں ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں۔ (کشتی نوح ص ۵)

۵ قرآن مجید میں زور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے مرزائی تعلیم قرآن کے بالکل خلاف ہے۔

سمجھے۔ (دافع البلاء، ص ۱۳) ایسا ہی اس امت کے سمجھانے کے لئے بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں خود اپنا غلطی کھانا (نبی کریم ﷺ نے) بھی ظاہر فرمایا۔ (ازالہ ص ۴۰۷) پیشگوئیاں سمجھنے میں نبیوں نے بھی غلطی کھائی ہے آنحضرت ﷺ پیشگوئی کی نسبت شک میں پڑ گئے تھے۔ (ازالہ ص ۳۹۵) ’’اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال وغیرہ کی حقیقت موبمو منکشف نہ ہوئی تو کچھ تعجب ۱ کی بات نہیں۔‘‘ (ازالہ ص ۶۹۱) ’’آسمان سے کئی تخت اترے، پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔‘‘ ’’جس نے مجھ میں اور مصطفیٰ میں فرق کیا اس نے مجھے نہیں پہچانا۔‘‘ ([illegible]) خدا نے مجھے ۲ علم اولین و آخرین عطا کیا ہے۔ (لجۃ النور ص ۵۸)

نوٹ: مرزائی اپنے گرو سے توہین میں بڑھ گئے ہیں حسب ذیل حوالے مرزا محمود موجودہ خلیفہ کی کتب سے دیئے جاتے ہیں۔

’’اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کریگا جیسا کہ آیت آخرین منھم سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود (مرزا) خود محمد رسول اللہ ہے، جو اسلام کی اشاعت کیلئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۶) ’’ظلی نبوت نے مسیح موعود (مرزا) کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔‘‘ (کلمۃ الحق ص ۱۱۳) ’’یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد سے بھی بڑھ سکتا ہے‘‘ (الفضل ۱۷ رفروری ۱۹۲۲ء) ’’مسیح موعود کا ذہنی ارتقا آنحضرت سے زیادہ تھا اس زمانہ میں ترقی زیادہ ہوئی ہے اور یہ جزوی

---

۱ مگر دوسری جگہ لکھتے ہیں ’’ملہم سے زیادہ الہام کے معنی کوئی نہیں سمجھ سکتا‘‘ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۷) اس کے باوجود جب ذاتی غرض اور مطلب نکالنا چاہا تو نزول مسیح کی حقیقت کے متعلق لکھ دیا ’’اب خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر اس قول کی حقیقت ظاہر کردی اور دوسرے اقوال کا بطلان ثابت کردیا‘‘ (ازالہ ص ۳۵۹)

۲ اولین و آخرین کا علم تو ایک طرف ذرا مرزائی بتائیں کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں قادیان لاہور سے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ (اشتہار چندہ منارۃ المسیح) یہ کس جغرافیہ میں لکھا ہے؟

فضیلت ہے جو مسیح موعود (مرزا) کو آنحضرت پر حاصل ہے، نبی کریم کی ذہنی استعدادوں کا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی'' (قادیانی ریویو جون ۱۹۲۹ء) مرزا سے پہلے محمد مصطفی ﷺ کی روح دنیا میں موجود نہ تھی۔ (الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۳۰ء) رسول کریم کی کئی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ (الفضل ۴ مارچ ۱۹۲۷ء) ''اب دیکھو نبی کریم جیسا انسان بھی بعض باتوں کو لوگوں کے ابتلا سے ڈر کر چھپالیتا تھا اور بعض امور کو محض لوگوں کے ابتلا کے ڈر سے چھوڑ دیتا تھا۔'' (تشحیذ الاذہان ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء) مسیح موعود (مرزا) باعتبار کمالات نبوت ورسالت کے محمد رسول اللہ ہی ہیں۔ (الفضل ج ۳۔ ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء) ''مرزا صاحب عین محمد تھے۔'' (ذکر الٰہی ص ۶۰) ''مسیح موعود کی روحانیت (آنحضرت سے) اقویٰ اکمل اور ارشد ہے'' (کلمۃ الفضل ص ۱۴۶ ملخصاً) کیا اس بات میں کوئی شک ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اُتارا۔ (کلمۃ الفضل ص ۱۰۵) مسیح موعود (مرزا) نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا تھا۔ (کلمۃ الفضل ص ۱۱۳) ''مرزا صاحب اپنے متعلق لکھتے ہیں، مقام او مبین از راہِ تحقیر بدورانش رسولاں نازے کردند''۔ (تجلیات الٰہیہ) نبی کریم ﷺ سے تین[3] ہزار معجزات ظاہر ہوئے۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۴۰)

روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار

(درثمین)

---

[1] مرزائے قادیان کا ایک مرید یوں بکتا ہے ع

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور ہیں پہلے سے بڑھ کر عزوشاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

[2] مرزا صاحب نے اپنے لڑکے مرزا محمود کے لئے کہا تھا کہ ع اے فخر رسل قرب تو معلوم شد

[3] مگر اپنے معجزے سمندر کے ریت کے ذروں کے برابر ظاہر کرتے ہیں۔

''میں اور پیغمبر ﷺ ایک ذات ہیں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ) ''معراج اس جسم کثیف[1] کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجے کا کشف تھا اس قسم کے کشفوں میں خود مؤلف (مرزا) صاحب کو تجربہ ہے۔ (ازالہ اوہام)

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا — منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
آدم نیز احمد مختار — در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام

(درثمین، [2])

مسیح شراب پیا کرتا تھا، (کشتی نوح) (مسیح) ایک کھاؤ پیو۔ نہ عابد نہ زاہد نہ حق کا پرستار۔ (مکتوبات احمدیہ)

صحابہ کرام واہل بیت

ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (اعجاز احمدی، ص ۱۸) اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا میں کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کرے گا اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین دشتِ کربلا کو یاد کر لو اب تک تم روتے ہو، سوچ لو اور میں خدا کے فضل سے اس کے کنارِ عاطفت میں ہوں۔ (اعجاز احمدی، ص ۷۰) ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم کی پیشگوئی کو پورا ہوتے نہ دیکھ کر چند روز[3] ابتلاء میں رہے۔''

---

[1] اس گستاخ نے آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کو کثیف کہا اور معراج کو اعلیٰ درجہ کا کشف بتا کر خود بھی کئی دفعہ صاحب معراج ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

[2] ان اشعار سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب کو افضل المرسلین ہونے کا دعویٰ تھا اور ہر نبی کے کمالات ان کی ذات میں جمع ہیں۔ (استغفر اللہ)

[3] بالکل غلط اور افتراء ہے۔

(اعجاز احمدی، ص ۶) ''اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے۔'' (دافع البلاء، ص ۱۳) بخدا اُس میں (حسین میں) کچھ زیادتی نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں پس تم دیکھ لو اور میں خدا کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔ (اعجاز احمدی) ''اگر کوئی صحابہ میں سے یہی سمجھ بیٹھا تھا کہ ابن مریم سے ابن مریم ہی مراد ہے تو تب بھی کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔'' (ازالہ، ص ۳۰۰) ''میں وہی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ ابوبکر کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہے۔'' (از عصائے موسیٰ) ''حق بات تو یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا اس نے جوش میں آ کر غلطی کھائی۔ حضرت معاویہ بھی تو صحابی ہی تھے جنہوں نے خطا پر جم کر ہزاروں آدمیوں کے خون کرائے۔'' (ازالہ ۵۹۶) ''یہ کیا جہالت ہے کہ صحابہ کو بکلی غلطی اور خطا[1] سے پاک سمجھا جائے۔'' (ازالہ ۵۹۷) صحیح مسلم میں نواس بن سمعان صحابی سے دجال ونزول مسیح علیہ السلام کے متعلق جو حدیث ہے اس کا یہ جواب دیا ''بانی مبانی اس تمام روایت کا صرف[2] نواس بن سمعان ہے اور کوئی نہیں ہے''۔ (ازالہ، ص ۲۰۲) آنحضرت ﷺ کے رفع جسمی کے بارے میں یعنی اس بارے میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ[3] کا یہی اعتقاد تھا۔ (ازالہ اوہام، ص ۲۸۹) کیا ہمارے نبی ﷺ کا آسمان پر جسم کے ساتھ چڑھنا اور پھر جسم کے ساتھ اترنا ایسا عقیدہ نہیں ہے جس پر

[1] صحابہ کے وہی اقوال جو مرزا صاحب دعاوی کے خلاف ہیں اس سے مراد ہوں گے ورنہ صحابہ کے سوا غیر معروف اشخاص کے غلط سے غلط اور موضوع اور بالکل لغو غیر شرعی اقوال پیش کر کے ان سے اپنی صداقت ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے۔
[2] گویا مرزا صاحب کے نزدیک صحابہ بھی جھوٹے تھے اور حدیثیں اپنی طرف سے گھڑا کرتے تھے۔
[3] مگر مرزا صاحب فلسفہ وسائنس جدید کی آڑ لے کر معراج جسمانی کے منکر ہیں جن لوگوں نے نبی ﷺ سے بلا واسطہ علم حاصل کیا ہو اور جن کی تعریف قرآن مجید کر رہا ہو جو شرف صحابیت سے مشرف ہوئے ہوں ان سے بڑھ کر ان کو بے سمجھ جانا۔

صدر اول کا اجماع تھا؟ (ازالہ، ص ۲۸۹) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عین بیداری میں آ کر اس خاکسار کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ (تحفہ گولڑویہ، ص ۱۹)

قرآن

''قرآن خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں'' (حقیقۃ الوحی) ''مکہ مدینہ اور قادیان تین شہروں کا نام اعزاز سے قرآن[1] مجید میں درج ہے'' (کتاب ابریہ) میں نے اپنے بھائی غلام قادر کو قرآن مجید میں انا انزلناہ قریباً من القادیان پڑھتے ہوئے سنا (ازالہ) قرآن مجید میں ان ھذان لساحران ازروئے موجودہ صرف ونحو غلط ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

آنچہ من بشنوم ز وحیِ خدا — بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم — از خطاہا بری ہمیں ست ایمانم

(درثمین)

کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو بہت خراب کیا ہے اور ان کے دلی و دماغی قویٰ پر اثر ان سے پڑا ہے۔ اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی نئی[2] اور صحیح[3] تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دیجاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی اور نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہے بلکہ فطری سعادت اور نیک

[1] چونکہ موجودہ قرآن میں قادیان کا نام درج نہیں ہے اس لئے ثابت ہوا کہ مرزائیوں کے پاس کوئی اور قرآن ہے۔
[2] یعنی رسول اکرم ﷺ کی بیان کردہ تفسیر کے خلاف نئی تفسیر۔ (مؤلف)
[3] اس نئی تفسیر کا بھی نمونہ سن لیجئے مرزا صاحب ازالۂ اوہام، ص ۷۲۲ پر لکھتے ہیں آیت وانّا علی ذھاب بہ لقادرون میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس آیت کے اعداد سے ثابت ہوتا ہے خدا تعالیٰ آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائے گا یعنی انہی ایام میں مسلمانوں نے ناجائز و ناگوار طریقہ سے سرکار انگریزی سے باوجود نمک خوار اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا حالانکہ بیان کے لئے جائز نہ تھا ان لوگوں نے چوروں، قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کر دیا اور اس کا نام جہاد رکھا پس اس حکیم وعلیم کا قرآن مجید میں بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی معنی رکھتا ہے (ازالہ، ص ۷۲۲ حاشیہ) سورۃ فاتحہ میری صداقت کا نشان ہے کیونکہ اس میں الحمد کا لفظ موجود ہے جس سے میرا نام احمد مشتق پیدا ہے۔

روشنی کے مزاحم ہورہی ہے۔ (ازالہ ص ۷۴۶) ازالہ میں ایک مجذوب کی بڑ درج کی ہے کہ مسیح لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ (ازالہ ص ۷۰۸) قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر لعنتیں کرتا ہے اور گندی گالیاں دیتا ہے۔ (ازالہ ص ۲۷ ملخصا) قرآن آسمان پر اٹھایا گیا تھا میں قرآن کو دوبارہ لایا۔ (ازالہ بمفہومہ)

احادیث نبوی

ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء سے ہی حدیثوں کو بہت عظمت نہیں دی گئی اس لئے مناسب ہے کہ حدیث کیلئے قرآن کو نہ چھوڑا جائے ورنہ ایمان ہاتھ سے جائیگا۔ اِنَّ الظَّنَّ لَایُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ماسوا اس کے اگر نہایت ہی نرمی کریں تو ان حدیثوں کو ظن کا مرتبہ دے سکتے ہیں اور یہی محدثین کا مذہب ہے اور ظن وہ ہے جس کیساتھ کذب کا احتمال لگا ہوا ہے۔ مسیح موعود کیلئے بخاری میں حَکَم کا لفظ آیا ہے حکم اس کو کہتے ہیں کہ اختلاف رفع کرنے کے لئے اس کا حکم قبول کیا جائے اور اس کا فیصلہ گو وہ ہزار حدیث کو بھی موضوع قرار دے ناطق سمجھا جائے۔ (اعجاز احمدی، ص ۲۹) ''ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرسکتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق [1] ہیں اور میری وحی کے معارض اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی ص ۳۰) ہم نے اس سے لیا جو حی و قیوم اور وحدہ لاشریک ہے اور تم تو مردوں سے روایت کرتے ہو (اعجاز احمدی ص ۵۷) ہم نے دیکھ لیا اور تم اپنے راویوں کا ذکر کرتے ہو اور کیا قصے دیکھنے والے کے مقابل پر کچھ چیزیں ہیں (اعجاز احمدی ص ۲۹) جو شخص حکم ہو کر آیا اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر

[1] مگر دوسری طرف جب نیچریوں سے واسطہ پڑا اور نیچریوں نے کہہ دیا کہ مسیح موعود کی ضرورت نہیں اور مسیح موعود کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں ہے تو کہنے لگے ''اور اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا کا کلام سمجھنا مشکل ہے'' (اعجاز ص ۶۱) اور جب ضرورت پڑی تو موضوع، ضعیف اور متروک احادیث سے بھی کام نکال لیا۔

قبول کرے جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر ردّ کردے۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۰) ''کیوں جائز نہیں کہ راویوں نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی ہو۔'' (ازالہ ص ۶۵۴) میاں محمود احمد موجودہ خلیفہ قادیان الفضل ۳۰؍اپریل ۱۹۱۵ء میں لکھتا ہے۔ ''مسیح موعود (مرزا) سے جو باتیں ہم نے سنی ہیں وہ حدیث کی روایت سے معتبر ہیں کیونکہ حدیث ہم نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنیں۔''

مرزا لکھتا ہے۔ الہام کیا گیا کہ ان علماء [2] نے میرے گھر کو بدل ڈالا اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔ (ازالہ ص ۷۶) سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہیں اور ان کی شہادت آنیوالی ذریت کو ماننی پڑتی ہے۔ (ازالہ ص ۳۷۶) ''کسی معتبر عالم کا کتاب میں لکھ دینا قابل اعتماد ہے۔'' (ازالہ ص ۸۷۲) ''گو اجمالی طور پر قرآن اکمل و اتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ کا اور طریقہ عبارات وغیرہ کا مفصل اور مبسوط طور پر احادیث سے ہم نے [3] لیا ہے۔'' (ازالہ ۵۵۶) ''کیا یہ اندھیر کی بات نہیں کہ محدثین کی تنقید اور توثیق کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ گویا ان سب کا لکھا ہوا نوشتۂ تقدیر ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۴۱) ''محدثین سے بعید تھا کہ وہ ایک حدیث کو اپنے صحاح میں داخل کرتے باوجود اس بات کے وہ جانتے تھے کہ وہ حدیث بے اصل ہے کیا تو گواہی دیتا ہے کہ دارقطنی اور تمام راوی اس حدیث کے اور تمام وہ لوگ جنہوں نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو نقل کیا اور حدیثوں میں ملایا اول زمانہ سے اس زمانہ تک مفسد اور فاسق ہی گذرے ہیں اور صالح آدمی نہیں

[1] یعنی جہاں اپنے مطلب کے موافق کوئی غلط اور موضوع قول کسی آدمی کا ملا اسے نقل کر دیا اور جہاں مطلب نکلتا نہ دیکھا وہاں صحیح احادیث کو بھی ٹھکرا دیا۔

[2] مذکورہ بالا حوالوں سے قارئین نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ علماء کون تھے کترنا تو در کنار ردی کی ٹوکری میں احادیث کو ڈال رہے تھے نور الدین، عبد الکریم، احسن امروہی وغیرہ مرزائی مولویوں نے اسلام کے گھر کو بدل ڈالا۔

[3] دروغ گو را حافظہ نباشد ابھی حدیث کو ظن کا درجہ دے رہے تھے ابھی تعریفیں شروع کردیں۔

تھے''۔ (نور الحق، حصہ دوم ص ۱۷) اور اہل حدیث خوب جانتے ہیں کہ صرف محدثین کا فتویٰ قطعی طور پر کسی حدیث کے صدق یا کذب کا مدار نہیں ٹھہر سکتا۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ص۱۰)

چھوڑ کر فرقان کو آثارِ مخالف پر جمے — سر پہ مسلم اور بخاری کا دیا ناحق کا بار

جب کہ ہے امکان کذب و کجروی اخبار میں — پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہیں پر انحصار

جبکہ ہم نے نورِ حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے — جبکہ خود وحیِ خدا نے دی خبر یہ بار بار

پھر یقین کو چھوڑ کر کیونکر گمانوں پر چلیں — خود کہو رؤیت ہی بہتر یا نقول پر غبار

تفرقہ اسلام میں لفظوں کی کثرت سے ہوا — جس سے ظاہر ہے کہ راہِ نقل ہے بے اعتبار

(درثمین)

مرزائی تعلیم کا خلاصہ

یہ گورنمنٹ ہندوستان میں داخل ہوتے ہی ایک روحانی سرگرمی اور حق کی تلاش کا اثر ساتھ لائی ہے اور بلاشبہ یہ اس ہمدردی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے جو ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے دل میں برٹش انڈیا کی رعیت کی نسبت مرکوز ہے۔ (تحفہ قیصرہ، ص۱۴) سو ہمارے لئے جناب باری تعالیٰ جل جلالہ نے دولت برطانیہ کو نہایت ہی مبارک کیا کہ ہم اس بابرکت سلطنت میں اس ناچیز دنیا کی صد ہا زنجیروں اور اس کے فانی تعلقات سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے اور خدا نے ہمیں ان امتحانوں اور آزمائشوں سے بچالیا کہ جو دولت اور حکومت، ریاست اور امارت کی حالت میں پیش آتے اور روحانی حالتوں کا ستیاناس کرتے ہیں[1]۔ (تحفہ قیصرہ) خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا، سو اگر ہم اس محسن

[1] حکومت وسلطنت کا چھن جانا اور اغیار کا غلام ہونا بھی مرزا صاحب کے مذہب میں خدا کی طرف سے انعام ہے۔ (مؤلف)

نوٹ:۔ مرزا نے مسیحیت کے ثبوت میں ازالہ کے ص ۷۱۸ پر ایک مجذوب کا غیر شرعی الہام نقل کیا ہے جس کے راویوں میں ٹھاکر داس پٹواری، بوٹا جھیور، سوبھا بھگت کے نام درج ہیں مرزائیوں کی حدیث کی کتاب سیرۃ المہدی میں بڑے بڑے معزز راوی ہیں۔ مثلاً بیان کیا مجھ سے سردار جھنڈا سنگھ نے۔

گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں۔ تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہ کیا۔ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے۔ اس سے جہاد کیسا؟

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اُس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے خدا تعالیٰ ہمیں صاف تعلیم[1] دیتا ہے کہ جس بادشاہ کے زیر سایہ امن کیساتھ بسر کرو اس کے شکر گزار اور فرمانبردار بنے رہو۔

سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسولوں سے سرکشی کرتے ہیں اس صورت میں ہم سے زیادہ بددیانت کون ہوگا؟ (شہادۃ القرآن ضمیمہ، ص۴) گورنمنٹ انگلشیہ خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کیلئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ خداوند رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کیلئے ایک باران رحمت بھیجا ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا قطعی حرام ہے۔ (شہادۃ القرآن ضمیمہ، ص۱۲) پس حقیقت میں خداوندِ کریم و رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک باران رحمت بھیجا، جس سے پودہ اسلام[2] کا پھر اس ملک پنجاب میں سرسبز ہوتا جاتا ہے۔ (شہادۃ القرآن ضمیمہ، ص۱۳) سو اس عاجز نے جس قدر انگریزی گورنمنٹ کا شکر ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف اور احادیث نبوی ﷺ کی ان بزرگ تاکیدوں نے جو اس عاجز کے پیش نظر ہیں مجھ کو اس شکر ادا کرنے پر مجبور کیا ہے۔

(شہادۃ القرآن، ص۱۶ ضمیمہ)

[1] کیا کوئی مرزائی قرآن کی کسی آیت سے یہ صاف حکم دکھا سکتا ہے؟۔ (مؤلف)
[2] اس سے مراد غالباً قادیانی دھرم ہوگا۔ (مؤلف)

’’میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اُولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے اس کے مطیع رہیں۔‘‘ (ضرورۃ الامام، ص ۲۳) اسلامی سلاطین کا وجود اسلام کے حق میں بڑی مصیبت ہے اور دین کے لئے ان کے دن سخت ہی منحوس ہیں ان عیش پسند بادشاہوں کا وجود مسلمانوں پر بھاری غضب[1] ہے۔ جو ناپاک کیڑوں کی طرح زمین پر لگ گئے۔ (الہدی وتبصرۃ لمن یری)

’’سلطان روم کی نسبت سلطنت انگریزی سے زیادہ وفاداری اور اطاعت دکھانی چاہئے، اس سلطنت کے ہمارے سر پر وہ حقوق ہیں جو سلطان کے نہیں ہو سکتے، ہرگز نہیں ہو سکتے۔ (کشف الغطاء، ص ۱۱) ’’دیکھو میں حکم لیکر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب تلوار سے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔‘‘ (رسالہ جہاد، ص ۱۵)

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
یہ حکم سن کے جو بھی لڑائی پہ جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

(درثمین)

فمن الحکم التی اودع ھذا الدین لیزید ھدی المھتدین ھو الجھاد الذی امر بہ فی صدر زمن الاسلام ثم نھی[2] عنہ فی ھذہ الایام۔

(تحفہ گولڑویہ اشتہار)

---

[1] چونکہ یہ سلاطین یورپ کی استعماری حکمتِ عملی میں سنگِ گراں ثابت ہو رہے تھے اور مرزائیوں کے آقایان کی نظروں میں خار کی طرح کھٹک رہے تھے اس لئے ان کی بدگوئی کی جگہ مرزا نے اپنی کتب میں کی ہے۔ (مؤلف)

[2] اس سے ثابت ہوا کہ مرزا کو ناسخ شریعتِ محمدیہ ہونے کا دعویٰ تھا جہاد کا حکم اس کے زمانہ میں منسوخ ہو گیا تھا یعنی مرزا کہتا ہے کہ جہاد جس کا حکم ابتدائے زمانۂ اسلام میں تھا وہ اس زمانہ میں میرے آنے سے منع کیا گیا ہے۔

تحفہ گولڑویہ ص ۲۷ پر یوں گوہر فشانی کرتے ہیں:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

جب حضرت مسیح علیہ السلام کو اس زہریلی ہوا کا پتہ لگ گیا جو عیسائیوں میں چل رہی تھی تو آپ کی روح نے آسمان سے اترنے کے لئے حرکت کی اور یاد رکھو کہ وہ روح[1] میں ہی ہوں۔ (آئینہ کمالات، ص ۲۵۴) جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا، حضرت موسیٰ کی وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کیلئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دیکر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف[2] کر دیا۔‘‘ (اربعین نمبر ۴، ص ۱۳ و ۱۵) ’’میرے وقت میں خدا نے حج کو جانا بند کر دیا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۹۸)

عقائد کی سوداگری وتبادلہ (سمجھوتہ)

ہندو ہمارے نبی ﷺ کو سچا مان لیں تو میں سب سے پہلے اس اقرارنامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدِق ہونگے اور وید اور اس

---

[1] اس سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔

[2] گویا مرزا صاحب الشریعت نبی اور ناسخ شریعت محمدیہ تھے لہٰذا مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ان کا دعویٰ غیر تشریعی نبی ہونے کا بالکل غلط ہے مرزا صاحب اربعین نمبر ۴ ص ۷ پر لکھتے ہیں یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنے وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔

کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں۔ (پیغام صلح ص ۶۵) ''(اے اہل اسلام) اگر آپ لوگ دید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لو گے تو ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دور کر کے ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق کر لیں گے۔ یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے۔ اس کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائے جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اس کو استعمال کریں''۔ (پیغام صلح ص ۲۹)

''ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں''۔ (پیغام صلح ص ۲۳) ہم خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۵)

مرزا صاحب کی خدمات اسلام

''مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کیے گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گذار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں، یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیال چھوڑ دیے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں

۱ مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب آریہ مت اور اسلام کو ملا کر ایک نیا مذہب بنانا چاہتے تھے۔ جس کے پیرو وید کو من جانب اللہ الہامی کتاب مانیں اور تمام رشیوں کو مانتے ہوئے پیغمبر اسلام کی بھی تصدیق کریں اور گائے کے گوشت سے پرہیز کریں۔ دین کو بھی مرزا نے دنیاوی معاملہ سمجھ کر سمجھوتے سے کام لینا چاہا۔ فافہم۔ (مؤلف)

میں تھے یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکتا اور میں اس قدر خدمت کر کے جو بائیس برس تک کرتا رہا ہوں اس محسن گورنمنٹ پر کچھ احسان نہیں کرتا''۔ (ستارہ قیصرہ، ص ۴) ''میں تمام امراء کی خدمت میں بطور عام اعلان کے لکھتا ہوں کہ اگر ان کو بغیر آزمائش مدد میں تأمل ہو تو وہ اپنے مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب پورا ہونے کے وقت کہاں تک ہمیں اسلام کی راہ میں مالی امداد دیں گے میں یقین رکھتا ہوں کہ بشرطیکہ[2] تقدیر مبرم نہ ہو حضور خدا تعالیٰ میری دعا سنے گا[1] (برکات الدعا، ص ۳۰) (میرے آنے سے اور میرے دعویٰ کے بعد) ''مسلمانوں کے باہمی تعلقات ٹوٹ گئے اور بھائی، بھائی سے اور بیٹا، باپ سے علیحدہ ہوگیا۔ سلام ترک کیا گیا''۔ (سراج منیر، ص ۵۴) دنیا میں مسلمانوں کی تعداد چورانوے کروڑ ہے۔ (ست بچن، ص ۱۷) مگر مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ تعداد چار لاکھ[3] رہ گئی۔ (پیغام صلح) میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنے قلم سے کام لیتا ہوں اس سترہ برس میں جس قدر کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کیلئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اس امر مخالفت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کیلئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی

۱ کیا کسی نبی یا ولی نے دعائیں فروخت کی ہیں؟

۲ یہ شرط خوب لگائی ہے اس اشتہار کو دیکھ کر صاحب غرض اشخاص سے سینکڑوں روپیہ مرزا صاحب نے وصول کر لیا کسی کا اگر کام ہو گیا تو رقم حاصل ہو گئی اور اگر اس کی مطلب برآری نہ ہوئی تو کہہ دیا کہ تقدیر مبرم ٹل نہیں سکتی۔ سید امیر شاہ رسالدار سے ۵۰۰ روپیہ لے کر بیٹا پیدا ہونے کی دعا کی مگر ان کا کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا اسی طرح کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں قادیانی کمپنی کا چیف ڈائریکٹر (مرزا) لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے فن میں پورا مشاق تھا۔ (مؤلف)

۳ باقی ۹۳ کروڑ ۸۶ لاکھ مسلمان بوجہ انکار مرزا حسب عقائد قادیانی کافر ہو چکے تھے لہٰذا مرزا صاحب سے یہ بڑی خدمت اسلام ظاہر ہوئی۔

چھپوائی اور اشاعت پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوئے اور تمام کتابیں عرب اور بلادِ شام اور روم و مصر اور بغداد و افغانستان میں شائع کی گئیں، میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔ (کتاب البریہ ص ۷) ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں اُن سے بھر سکتی ہیں ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے اور میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے خیر خواہ سچے بن جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دینے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔'' (تریاق القلوب ص ۱۵) شعر

یہ حکم سن کے جو بھی لڑائی میں جائیگا | وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا
اک معجزہ[1] کے طور پر یہ پیشگوئی ہے | کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

(درثمین)

آج کل یہ کوشش[2] ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور[3] بد سرشت مولویوں کے حکم و فتویٰ سے دین اسلام سے خارج کر دیے جائیں اور اگر

---

[1] انبیاء کے معجزوں سے مردے زندہ ہوا کرتے تھے دین حق کا بول بالا ہوا کرتا ہے تھا۔ ان کے معجزے دین کی ترقی کے لیے ہوا کرتے تھے۔ مرزا صاحب کے معجزے دین حق کی تذلیل، کفار کی فتح و نصرت اور مسلمانوں کی ہزیمت کی شکل میں صادر ہوئے۔ خواجہ کمال الدین نے اپنی کتاب مجدد کامل کے ص ۳۲ پر عالم اسلام کی تباہی کو اس پیشن گوئی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ (مؤلف)

[2] قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کوشش کرنے والے کون تھے بعد اوران کا سرغنہ کون تھا جس نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور صرف اپنی تعلیم اور بیعت کو مدار نجات قرار دیا (فافهم وتدبر)

[3] یعنی مولوی نورالدین، عبدالکریم، مرزا محمود اور احسن امروہی وغیرہ مرزائی مولویوں کے حکم سے۔

ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بے ہودہ اور بے اصل[1] وجہ کفر کی نکال کر ان کو ایسا کافر ٹھہرایا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں[2] اور عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں ایسے مادہ کے لوگوں کو الہام[3] بھی ہو رہے ہیں کہ فلاں مسلم کافر ہے اور فلاں مسلم جہنمی ہے اور فلاں ایسا کفر میں غرق ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہ ہوگا اور درندگی کے جوشوں کی وجہ سے لعنتوں[4] پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور لعنت بازی کیلئے باہم مسلمانوں کے مباہلہ کے فتوے دیے جاتے ہیں۔ (ازالہ ص ۵۹۵) مرزا محمود احمد قادیانی لکھتا ہے۔ جب حضرت (مرزا) کی مخالفت کے باوجود انسان مسلمان کا مسلمان ہی رہتا ہے تو پھر آپ کی محبت[5] کا فائدہ ہی کیا ہوا۔ (صداقت کا اظہار) ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی لنگر خانہ میں چندہ روانہ کرتا رہے، ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت[6] سے خارج ہوگا۔ (ماخوذ از مسیح الدجال، ص ۲۱) تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا۔ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷) ریاست کابل میں ۸۵ ہزار آدمی مریں گے۔ (میگزین ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء)

---

[1] یعنی انکار مرزا۔

[2] یعنی مرزا نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ہندوؤں کو پیغام صلح لکھا تھا مگر مسلمانوں سے جو سلوک کیا اظہر من الشمس ہے۔

[3] جیسے یہ الہام ''کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے''۔ (خط مرزا بنام ڈاکٹر عبدالحکیم)

[4] مرزا صاحب لعنت بازی میں بڑے مشاق تھے لعنت دینا اور لکھنا ان کا محبوب مشغلہ تھا اپنی کتابوں میں کئی جگہ لعنت، لعنت، لعنت سیکڑوں دفعہ لکھتے گئے ہیں کتاب نور الحق میں ہزار دفعہ علیحدہ علیحدہ لعنت لکھی ہے۔ (مؤلف)

[5] محبت کا لفظ شاید غلطی سے لکھا گیا ہو لفظ یہ موزوں معلوم ہوتے ہیں کہ پھر آپ کی بعثت کا فائدہ کیا ہوا۔

[6] یعنی غریب مسلمانوں سے چندہ لیا اور عیش کیا جس نے چندہ نہ دیا بیعت سے خارج یعنی کافر۔ کیا کسی نبی نے ایسی گداگری کی ہے؟ لا اسئلکم علیه کہنا انبیاء کی سنت ہے مگر مرزا نے گداگروں کی سنت پر عمل کیا۔

انبیاء ودیگر پیشوایانِ مذاہب کی توہین کا نتیجہ

اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور اُن کو گالیاں دینا ایک ایسا زہر[1] ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتا ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتا ہے، وہ ملک میں آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز ہی اتفاق نہیں ہوسکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سُن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ (پیغام صلح، ص ۲۲) ''اور ہم دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز[2] بدزبانی نہیں کرتے۔'' (پیغام صلح، ص ۲۲) ''من او رابکلمات درد رسانند درغضب آوردم و الفاظ دل آزار[3] تاباشد کہ او برائے جنگِ من برخیزد۔'' (انجام آتھم، ص ۲۳۵) ''اور سخت الفاظ استعمال کرنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ خفتہ دل اس سے بیدار ہو جاتے ہیں ہندوؤں کی قوم کو سخت الفاظ سے چھیڑنا نہایت ضروری ہے۔'' (ازالہ، ص ۸۷) ''ایسی مہذب (ہندو) قوم کی کتاب اور رشیوں کو برے الفاظ سے یاد کر کے آنحضرت ﷺ کو گالیاں دلانے والوں کی طرف

---

[1] یہی زہر پھیلانے کے لیے مرزا صاحب نے انبیاء کو گالیاں دیں اور ملک کے امن و آرام کو برباد کیا ستیارتھ پرکاش میں چودہویں باب کا اضافہ کرایا۔ (مؤلف)

[2] دریں چہ شک قارئین توہین انبیاء میں مرزا کی تہذیب اور صداقت کو ملاحظہ کر لیں ایسے سفید جھوٹ کے عادی کو نبی ماننا مرزائیوں کا ہی کام ہے۔

[3] مرزا صاحب ازالہ ص ۱۳ میں لکھتے ہیں ''جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اسے سب یا دشنام کہتے ہیں'' گویا مرزا صاحب اپنا گالی دینا اور بدزبانی کرنا تسلیم کرتے ہیں۔

ہی درحقیقت وہ گالیاں[1] منسوب کی جائینگی''۔ (پیغام صلح، ص ۲۷)

نوٹ: مرزا صاحب کی طرح مرزائی بھی جیسا موقعہ دیکھتے ہیں عمل کرتے ہیں خواجہ کمال الدین مرزائی لکھتا ہے۔ ''شیخ یعقوب علی تراب قادیانی نے ولایت جاتے ہوئے مجھے جہاز میں کہا کہ ہمیں یعنی جماعت قادیان کو آج سمجھ آگئی کہ غیر احمدیوں سے ہمارا اجتناب غلط ہے اور ہم اس کا ازالہ کریں گے۔ میاں محمود احمد صاحب اب دوسروں کو کافر کہنے میں متامل ہیں اب ضرورت وقت نے یا شاید کسی کے اشارہ نے انہیں مجبور کیا کہ اس مسئلہ کو چھوڑ دیا۔''

(مجدد کامل ص ۶۳)

''سخت زبانی میں یہ بات داخل ہوگی کہ ایک فریق دوسرے فریق کو ان الفاظ سے یاد کرے کہ وہ دجال ہے یا بے ایمان ہے یا فاسق ہے مگر یہ کہنا کہ اس کے بیان میں غلطی ہے یا وہ خاطی یا مخطی ہے سخت زبانی میں داخل نہیں ہوگا۔'' (اصلح خیر مرزا کا اشتہار حاشیہ)

اخلاق مرزا

اگر کوئی سخت لفظ عین محل پر چسپاں اور عند الضرورت ہو تو وہ اخلاقی حالت کے منافی نہیں ہے۔ (ضرورۃ الامام، ص ۷) ''امام زمان پر آیت انک لعلی خلق[2] عظیم کا پورے طور صادق آجانا ضروری ہے''۔ (ضرورۃ الامام، ص ۸)

بدتر ہر ایک بد سے ہے جو بدزبان ہے — جس دل میں ہے نجاست بیت الخلا وہی ہے

(نقل از عشرہ کاملہ)

''ہندوؤں کی قوم کو سخت الفاظ سے چھیڑنا ضروری ہے۔'' (ازالہ، ص ۸۷) ''مولوی

---

[1] گویا آنحضرت ﷺ کو جس قدر آریوں نے دی ہیں وہ دراصل مرزا صاحب اور مرزائیوں نے دی ہیں۔

[2] خلق عظیم کا اندازہ اس سلوک سے ہوسکتا ہے جو مرزا نے اہل اسلام سے کیا ہے جس کا ذکر اس کتاب میں دوسری جگہ درج ہے۔ انبیاء کرام کو جس قدر گالیاں دی ہیں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے عیسائیوں کو یک چشم دجال، یاجوج ماجوج، مردہ پرست، گوہ کھانے والے طوائف کی طرح لعنتی وغیرہ کے القابات دیئے اور آریوں کو اپنی کتب میں سرمہ چشم آریہ شحنا حق لکھا۔

سعد اللہ فاسق، شیطان، خبیث منحوس نطفۂ سفہا، رنڈی کا بیٹا، اور ولد الحرام ہے''۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۱۴۰) اسی طرح مرزا کی تمام کتابیں بد اخلاقی کا مظاہرہ ہیں۔

اہل اسلام سے سلوک

''تمام مسلمان حرامزادے ہیں''۔ (انوار الاسلام ص ۳۰) ''مسلمان جنگلوں کے سوّر اور اُن کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں''۔ (نجم الہدیٰ، ص ۱۰) علمائے اسلام کی شان میں یوں گوہر افشانی فرمائی، اے بدذات فرقۂ مولویاں! اندھیرے کے کیڑو، اندھے، نیم دہریہ، ابو لہب، جنگل کے وحشی، نابکار، پلید دجال، بدبخت مفتریو، اعمٰی، اشرار، اوباش، پلید طبع، بدذات، بدچلن، باطنی جذام، ثعلب چوہڑے حمار، چمار، حمقاء، یہودیت کا خمیر رکھنے والے، خنزیر سے زیادہ پلید، خالی گدھے، دل کے مجذوم، ڈوموں کی طرح مسخرہ، ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کردینگے۔ زندیق، سگ بچگان، رئیس الدجالین، روسیا، روباہ باز، رأس المعتدین، رأس الغاوین، سفلی ملا بے بصر، سامِرِی، سفہاء، شریر، مکار، طالع منحوس، عقارب، غول الاغویٰ، فیمت یا عبدالشیطان کتے، کینہ ور، کہما، مادرزاد اندھے، گندی روحوں، منافق مخذول مہجور، مجنون درندہ، مگس طینت مولویوں کی بک بک، نجاست سے بھرے ہوئے، وحشی طبع، ہامان، ہالکین، ہندوزادہ، لعن للہ الفِ الف مرۃ''۔ (نقل از عصائے موسیٰ)

نوٹ: مرزا صاحب نے اپنے تمام مخالفین کو ذریۃ البغایا قرار دیا، اور بغایا کا ترجمہ کتاب لجۃ النور کے صفحہ ۳۱ پر ''زن ہائے زانیہ'' اور صفحہ ۶۹ پر ''زنان بازاری'' اور صفحہ ۸۷ ''زنان فاحشہ'' کیا ہے، مرزا صاحب نے ہزارہا مقدس انسانوں کی ماؤں کو ایسی گندی گالی دی ہے اور ایک ایسا الزام لگایا ہے جس کی بناء پر وہ شریف انسان کہلانے کے مستحق نہیں

[1] مسلمان درود ہزاری پڑھتے ہیں اور مرزا صاحب کی زبان وقلم سے بجائے درود ہزارہ کے ہزار ہزار لعنتیں نکلتی ہیں۔

ہو سکتے۔

مرزا محمود صاحب نے لکھا: تمام اہل اسلام کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں (آئینہ صداقت ص ۳۵) ''کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔'' (انوار خلافت، ص ۹۰) ''مسلمانوں سے رشتہ وناطہ جائز نہیں''۔ (برکات خلافت ص ۷۵) کسی مسلمان کے بچے کا بھی جنازہ نہ پڑھو۔ (انوار خلافت، ص ۹۳) ''اب مسیح (مرزا) اس لئے آیا کہ اپنے مخالفین[1] کو موت کے گھاٹ اُتارے''۔ (عرفان الٰہی ص ۹۳) ''اللہ تعالیٰ نے آپ (مرزا) کا نام عیسیٰ رکھا ہے تاکہ پہلے کو تو یہودیوں نے سُولی پر لٹکایا تھا مگر آپ اس زمانہ کے یہودی صفت لوگوں کو سُولی پر لٹکائیں''۔ (تقدیر الٰہی ص ۲۹) ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ وہ ہم سے کتنی ہی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی نہیں ہو جاتا وہ ہمارا دشمن ہے ہماری بھلائی کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں تاکہ اُن پر غالب آنے کی کوشش کریں شکاری کو کبھی غافل نہ ہونا چاہئے اور اس امر کا برابر خیال رکھنا چاہئے کہ شکار بھاگ نہ جائے یا ہم پر ہی حملہ نہ کردے۔ (تقریر مرزا محمود از الفضل ۲۵ اپریل ۱۹۳۰ء)

''خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا) نے آنحضرت کی بعثت اول اور ثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر سے تعبیر فرمایا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کے کافر (یعنی مرزا کے نہ ماننے والے مسلمان) بعثت اول کے کافروں (یعنی کفار عرب) سے بڑھ کر ہیں''۔ (ابو الفضل، جلد ۳ نمبر ۱ صفحہ ۴)

[1] ۱۹۲۳ء میں بمقام بھیرہ مرزائیوں نے ایک مسلمان کو بے گناہ قتل کر دیا تھا حال ہی میں بمقام ڈیرہ بابا نانک مسلمانوں کے سروں کی اینٹوں اور لاٹھیوں سے مرزائیوں نے تواضع کی۔ جلسۂ اسلامیہ کے موقع پر بمقام قادیان نہتے بے گناہ مسافروں کو زدوکوب کیا گیا اور جہاد بالسیف کو حرام کہنے والوں نے جہاد بالاٹھی پر عمل کر کے گیس لیمپ پر اپنی قوت دلیں صرف کردی، کارکنانِ مباہلہ پر جس قدر ظلم عظیم ہوا اس کی حقیقت دنیا پر آشکارا ہے ان کے مکان جلا دیئے گئے اور ان کے ایک فردمستری محمد حسین کو مرزا محمود کے خاص مرید نے قتل کر دیا غرض اس جماعت کی سفاکیاں دن بدن ناقابل برداشت صورت اختیار کر رہی ہیں۔ قادیان میں کسی مسلمان کا مال وجان وآبرو محفوظ نہیں (مؤلف)

مرزائیت کی ترقی کے اسباب

’’اگر انگریزی سلطنت کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے لیکن یہ مملکت برطانیہ غالب اور باسیاست جو ہمارے لئے مبارک ہے خدا اس کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے‘‘۔ (نور الحق صفحہ ۴۵ حصہ اول) ’’سو اُس نے مجھے بھیجا اور میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت میں جگہ دی جس کے زیر سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر ہر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصر ہند کی حکومت کے سایہ کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہو سکتے اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی‘‘۔ (تحفہ قیصرہ ص ۲۷) اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زادِ راہ دیتے ہیں چنانچہ بعض کو تیس تیس یا چالیس[1] چالیس روپیہ دینے کا اتفاق ہوا ہے اور دو دو چار چار تو معمول ہے۔ (اشتہار التوائے جلسہ ملحقہ شہادۃ القرآن) ’’انگریزوں نے ہمارے دین کو ایک قسم کی وہ مدد دی ہے کہ جو ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں کو بھی میسر نہیں آسکی‘‘۔ (ضرورۃ الامام ص ۲۳) ’’اگر براہین احمدیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا کچھ بھی ذکر نہ ہوتا اور صرف میرے مسیح موعود ہونیکا ذکر ہوتا تو وہ شور جو سالہا سال بعد پڑا اور تکفیر کے فتوے تیار ہوئے یہ شور اُسی[2] وقت پڑ جاتا‘‘۔ (اعجاز احمدی ص ۹) پھر میں بارہ برس تک جو ایک

۱ رشوت (مولف)

۲ مرزا نے حکمت عملیوں سے اسلام کے لباس میں آہستہ آہستہ اپنا اثر قائم کیا۔ درجہ بدرجہ دعاوی کا اظہار کیا۔ پہلے مصلح قوم بنے، پھر مجدد، پھر مہدی اور پھر مسیح، اور آخر کار اعلانیہ دعویٰ نبوت کر دیا سادہ لوح عوام بتدریج مرزائی عقائد کو قبول کرتے گئے۔ (مولف)

زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر رہا اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی[1] عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت[2] آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے‘‘۔ (اعجاز احمدی ص ۷) مجھ کو جیسا گورنمنٹ برطانیہ کی سلطنت و ظل حمایت میں امن ہے نہ مکہ میں ہے، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ کابل میں، نہ ایران میں۔ (الہامی قاتل، جلد ۱۸، ص ۵)

گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظن کیا

حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اُس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کے اغراض سے مخالف پا کر ایک سخت مخالفت ظاہر کی۔ وہ تمام حال بھی میں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا ہے۔ وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان ایڈیٹروں نے بڑی مخالفت ظاہر کی۔ اور بڑے جوش میں آ کر مجھ کو گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان رُوم پر ترجیح دیتا ہے اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم اُس کی ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے کیا اس کی نسبت یہ ظن ہو سکتا ہے وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے؟ یہ بات ایک ایسی واضح

۱ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں اپنے وحی یا الہام میں ذرا بھی شک کروں تو کافر ہو جاؤں۔ مگر اس جگہ اقرار کرتے ہیں کہ بارہ برس کافر رہے۔ اب مرزائی کس منہ سے بعثت فیکم عمرا والا استدلال پیش کرتے ہیں۔ کہ مرزا کی کافرانہ زندگی صداقت کی دلیل بن سکتی ہے۔

۲ یعنی زمین تیار ہو چکی۔ عقل کے اندھوں کی جماعت قائم ہو چکی۔ مریدین و معتقدین کا جمگھٹا ہو گیا۔ اور حالات موافق ہو گئے۔ نیز اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ وفات مسیح کا عقیدہ صرف الہام کی بناء پر ہے۔ ورنہ قرآن و حدیث میں کسی جگہ وفات مسیح کا ذکر نہیں۔ ورنہ مرزا صاحب پہلے ہی متنبہ ہو جاتے۔ (مولف)

تھی کہ بڑے سے بڑے دشمن کو بھی اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ سرکار انگریزی کا خیر خواہ اور سلطنت روم کا مخالف ہے۔'' (کتاب البریہ ص ۹) ''میں نے اپنی تالیف کردہ کتابوں میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ جو کچھ نادان مولوی تلوار کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ امر سچے مذہب کے لئے دوسرے رنگ میں گورنمنٹ برطانیہ میں حاصل ہے۔

مسلمان لوگ ایک خونی مسیح کے منتظر تھے اور نیز ایک خونی مہدی کی بھی انتظار کرتے تھے۔ اور یہ عقیدے اس قدر خطرناک ہیں کہ ایک مفتری کاذب مہدی موعود کا دعویٰ کر کے ایک دنیا کو خون میں غرق کرسکتا ہے کیونکہ مسلمانوں میں اب تک یہ خاصیت ہے کہ جیسا وہ ایک جہاد کی رغبت دلانے والے فقیر کیساتھ ہو جاتے ہیں شاید وہ ایسی تابعداری بادشاہ کی بھی نہیں کرسکتے۔ پس خدا نے چاہا کہ یہ غلط خیالات دور ہوں اس لئے مجھے مسیح موعود اور مہدی موعود کا خطاب دیکر میرے پر ظاہر فرمایا کہ کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کا انتظار کرنا سراسر غلط ہے۔ افسوس کہ جس وقت میں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ خبر سنائی ہے کہ کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح دنیا میں آنے والا نہیں ہے اُس وقت سے یہ نادان مولوی مجھ سے بغض رکھتے ہیں اور مجھ کو کافر اور دین سے خارج ٹھہراتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ بنی نوع کی خون ریزی سے خوش ہوتے ہیں۔'' (تحفہ قیصرہ، ص ۱۲،۱۱) بعض نادان مسلمانوں کا چال چلن اچھا نہیں اور نادانی کی عادات ان میں موجود ہیں جیسا کہ بعض وحشی مسلمان ظالمانہ خون ریزی کا نام جہاد رکھتے ہیں۔ (تحفہ قیصرہ، ص ۲۵) ''مسلمانوں میں دو مسئلے نہایت خطرناک اور سراسر غلط ہیں کہ وہ دین کے لئے تلوار کے جہاد کو اپنے مذہب کا ایک رکن سمجھتے ہیں اور اس جنون سے ایک بے گناہ کو قتل کر کے ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور گو اس ملک برٹش انڈیا میں یہ عقیدہ اکثر مسلمانوں کا

اصلاح پذیر ہو گیا ہے اور ہزارہا مسلمانوں کے دل میری بائیس تیئس سال کی کوششوں سے صاف ہو گئے ہیں لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض غیر ممالک میں یہ خیالات اب تک سرگرمی سے پائے جاتے ہیں گویا ان لوگوں نے اسلام کا مغز اور عطر لڑائی اور جبر کو ہی سمجھ لیا ہے افسوس کہ یہ عیب غلط کار مسلمانوں میں اب تک موجود ہے جس کی اصلاح کے لئے میں نے پچاس ہزار سے کچھ زیادہ اپنے رسالے اور مبسوط کتابیں اور اشتہارات اس ملک اور غیر ملکوں میں شائع کئے ہیں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ جلد تر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اس عیب سے مسلمانوں کا دامن پاک ہو جائیگا دوسرا عیب ہماری قوم مسلمانوں میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایسے خونی مسیح اور خونی مہدی کے منتظر ہیں جو ان کے زعم میں دنیا کو خون سے بھر دیگا'' (ستارہ قیصرہ، ص ۱۰) ''اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کا مذہبی تعصب اُن کے عدل و انصاف پر غالب آگیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جہالت سے ایک ایسے خون خوار مہدی کے انتظار میں ہیں کہ گویا وہ زمین کو مخالفوں کے خون سے سرخ کردیگا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی اُن کا خیال ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی آسمان سے اس غرض سے اُتریں گے کہ جو مہدی کے ہاتھ سے یہود و نصاریٰ زندہ رہ گئے ہیں ان کے خون سے بھی زمین پر ایک دریا بہا دیں''۔ (شہادت القرآن، ص ۴ ضمیمہ)

''بعض صاحبوں نے مسلمانوں میں اس مضمون کی بابت اعتراض کیا اور بعض نے خطوط بھیجے اور بعض نے سخت اور درشت لفظ بھی لکھے کہ انگریزی عملداری کو دوسری عملداریوں پر کیوں ترجیح دی۔'' (شہادۃ القرآن ص ۱۵ ضمیمہ) ''ان لوگوں (مسلمانوں) کے مخفی (حالات) اگر دیکھنے ہوں تو صدیق حسن کی کتابیں دیکھنی چاہئیں جن میں وہ نعوذ باللہ[1] ملکہ معظمہ کو بھی مہدی کے سامنے پیش کرتا ہے اور نہایت بُرے اور گستاخی کے الفاظ سے یاد کرتا ہے

[1] نعوذ باللہ کا لفظ قابل غور ہے گویا ایسا خیال کرنا بھی یا ایسے خیال کو بھی نقل کرنا اللہ کا غضب لاتا ہے مرزائیوں کے نزدیک یہ [illegible]۔ (مولف)

جن کو ہم کسی طرح اس جگہ نقل انہیں کر سکتے۔ جو چاہے اُن کی کتابوں کو دیکھ لے یہ وہی صدیق حسن ہے جس کو محمد حسین نے مجدّد بنایا ہوا تھا۔ بھلا کیونکر اور کس طرح سے اپنے مجدّد سے اُن کی رائے الگ ہوسکتی ہے۔ اب ان کی متناقض کتابیں جو گورنمنٹ کے سامنے پچھ بیان ہیں اور اپنے بھائیوں کے ساتھ اندرون حجرے پچھ بیان یہ اُن کے منافقانہ طریق کو ثابت کر رہی ہیں اور منافق خدا کے نزدیک بھی ذلیل ہوتا ہے اور مخلوق کے نزدیک بھی۔ یہ لوگ درحقیقت مشکلات میں ہیں ان کے توکئی عقیدے گورنمنٹ کے مصالح کے برخلاف ہیں اب اگر منافقانہ طریق اختیار نہ کریں تو کیا کریں'' (اعجاز احمدی ص ۳۴) ''بار بار اصرار ان (علماء) کا اسی بات پر ہوتا ہے کہ یہ ملک دارالحرب ہے اور اپنے دلوں میں جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں جو شخص اس عقیدہ جہاد کو نہ مانتا ہو اور اُس کے برخلاف ہو اس کا نام دجال رکھتے ہیں اور واجب القتل قرار دیتے ہیں چنانچہ میں بھی مدت سے اس فتویٰ کے نیچے ہوں اور مجھے جو اس ملک کے بعض مولویوں نے دجال اور کافر قرار دیا اور گورنمنٹ برطانیہ کے قانون سے بھی بے خوف ہو کر میری نسبت ایک چھپا ہوا فتویٰ شائع کیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے اور اس کا مال لوٹنا بلکہ عورتوں کو نکال کر لے جانا بڑے ثواب۲ کا موجب ہے۔ اس کا سبب کیا؟ یہی تو تھا کہ میرا مسیح موعود ہونا اور ان کے جہادی مسائل کے مخالف وعظ کرنا اور ان کے خونی مسیح اور خونی مہدی کے آنے کو جس پر اُن کو لوٹ مار کی بڑی بڑی اُمیدیں تھیں سراسر باطل ٹھہرانا اُن کے غضب اور عداوت کا موجب ہو گیا''۔

(رسالہ جہاد ص ۶)

۱ ہاں رب لندن کی توہین کے ذکر سے کلیجہ شق ہوتا ہوگا۔ مگر کتاب البریہ میں عیسائیوں اور آریوں کے وہ تمام بکواس اور گالیاں جو انہوں نے اپنی تصانیف میں اسلام اور داعی اسلام ﷺ کو دی ہیں۔ بغیر نعوذ باللہ کہے نہایت بے حیائی سے نقل کر دیں ہیں۔ (مؤلف)

۲ لعنۃ اللہ علی الکاذبین جھوٹ اور افتراء کر کے کوئی بھی مرزائی ان الفاظ میں جھوٹا فتویٰ دے سکتا ہے۔ (مؤلف)

اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں کچھ گذارش کرنا چاہتا ہوں وہ مولوی جن کے عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ غیر مذہب کے لوگوں اور خاص کر عیسائیوں کو قتل کرنا موجب ثواب عظیم ہے اور اس سے بہشت کی وہ عظیم الشان نعمتیں ملیں گی کہ وہ نہ نماز سے مل سکتیں ہیں نہ حج، سے نہ زکوٰۃ سے اور نہ کسی اور نیکی کے کام سے مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ درپردہ عوام الناس کے کان میں ایسے وعظ پہنچاتے رہتے ہیں آخر دن رات ایسے وعظوں کو سن کر ان لوگوں کے دلوں پر جو حیوانات میں اور ان میں کچھ تھوڑا ہی فرق ہے بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ درندے ہوجاتے ہیں وران میں ایک ذرہ رحم باقی نہیں رہتا اور ایسی بے رحمی سے خونریزیاں کرتے ہیں جن سے بدن کانپتا ہے اور اگرچہ سرحدی اور افغانی ملکوں میں اس قسم کے مولوی بکثرت بھرے پڑے ہیں جو ایسے ایسے وعظ کیا کرتے ہیں مگر میری رائے تو یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان بھی ایسے مولویوں سے خالی نہیں اگر گورنمنٹ عالیہ نے یہ یقین کر لیا ہے کہ اس ملک کے تمام مولوی اس قسم کے خیالات سے پاک اور مبرا ہیں تو یہ یقین بیشک نظر ثانی کے لائق ہے میرے نزدیک اکثر مسجد نشین نادان مغضوب الغضب ملاّ ایسے ہیں کہ ان گندے خیالات سے بری نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ گورنمنٹ کے احسانات کو فراموش کر کے اس عادل گورنمنٹ کے چھپے ہوئے دشمن ہیں۔ (رسالہ جہاد ص ۲۰)

''بعض مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے دشمنوں سے پیار کریں ناحق ایک قابل شرم مذہبی بہانہ سے ایسے لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ (رسالہ جہاد کا ضمیمہ

۱ کیا چشم فلک نے اس سے بڑھکر اپنی قوم سے غداری کی مثال پیش کی ہے۔ اس بظاہر ٹوڈی اعظم اور جاسوس اعظم بلکہ درپردہ برطانیہ کے سب سے بڑے دشمن کا بس چلتا تو ایک مسلمان بھی زندہ نظر نہ آتا۔ تمام علماء کو پھانسی دیجاتی۔ تب اسے صبر و قرار حاصل ہوتا۔ غدر کے بعد سے اب تک حکومت برطانیہ کی ہندو نواز پالیسی اور مسلمانوں کو ہر میدان میں ٹھکرا دینے کی ذمہ داری اسی (مرزا) پر عائد ہوتی ہے۔ اب تک انگریزوں کے دل مسلمانوں سے صاف نہیں ہوئے مسلمانوں کی ہر طرح کی بربادی کا [illegible]داری حسن بن صباح ثانی ہوا ہے۔ (مؤلف)

بنام وائسرائے) گورنمنٹ کے یہ سلوک اور احسان میں مسلمانوں کی طرف سے اس کا عوض یہ دیا جاتا ہے کہ ناحق بے گناہ بے قصور ان حکام کو قتل کر دیتے ہیں جو دن رات انصاف کی پابندی سے ملک کی خدمت میں مشغول ہیں۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۳، خط بنام وائسرائے)

متضاد دعاوی

ع شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا

(۱) مجدد (اشتہار براہین احمدیہ) (۲) محدث (ازالہ اوہام ص۴۲۷) (۳) مہدی آخر الزمان (ازالہ) (۴) مسیح موعود (ازالہ اوہام) (۵) امام الزمان (ضرورۃ الامام) (۶) نبی (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) (۷) خدا کے لئے بمنزلہ بیٹا ہونے کے (حقیقۃ الوحی) (۸) اللہ تعالیٰ کے پانی (نطفہ) سے (اربعین نمبر۲، ص۳۹) (۹) میں نے خواب میں دیکھا کہ ہو بہو اللہ ہوں، اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ (آئینہ کمالات، ص۵۶۴) (۱۰) خدا کہتا ہے اے مرزا تو مجھ سے ہے، اور میں تجھ سے ہوں (البشریٰ) (۱۱) میں صور ہوں (شہادۃ القرآن) (۱۲) ابن الملک جے سنگھ بہادر (البشریٰ) (۱۳) اور گوپال کرشن (لیکچر سیالکوٹ) (۱۴) آریوں کا بادشاہ (البشریٰ) (۱۵) حجر اسود منم (البشریٰ) (۱۶) منم محمد (درثمین) (۱۷) منم احمد (درثمین) (۱۸) منم کلیم خدا (درثمین) (۱۹) میں کبھی موسیٰ (۲۰) کبھی یعقوب ہوں (۲۱) آدم نیز احمد مختار۔ (۲۲) در برم جامہ ہمہ ابرار (درثمین) (۲۳) حارث حراث (ازالہ اوہام) (۲۴) صور (شہادۃ القرآن) (۲۵) حارث حراث۔ (۲۶) سلمان میکائیل (۲۷) فیک مادۃ (۲۸) فاروقیۃ، (۲۹) کن

(نوٹ) مولوی صاحب محمد بشیر کوٹلوی نے خوب لکھا ہے کبھی احمد کبھی آدم کبھی عیسیٰ کبھی مریم۔ یہ استقلال نہ ہونا ہی جھوٹا کی نشانی ہے۔ میرزائیوں کے تمام فرقوں کو چیلنج ہے کہ وہ مرزا صاحب کا دعوے متعین کردیں کہ وہ کون تھے کیا تھے اور ان کا خاص دعویٰ کیا تھا۔ آج تک کسی نبی کے پیروں میں اپنے ہادی کا دعوے متعین کرنے میں اختلاف رونما نہیں ہوا۔ مرزا صاحب کے مرنے کے بعد آج تک لاہوری وار دپی قادیانی وگنا چوری تیجا پوری وچن۔ .. میشوری گروہ صرف مرزا صاحب کے اصل دعوے پر ہی جھگڑ رہے ہیں۔ دراصل مرزا صاحب کے دعاوی اس کثرت سے ہیں۔ کہ امت مرزائیہ میں ان کی بنا پر اختلاف کا ہونا لازمی امر تھا۔ دنیا کا کوئی عہدہ یا عزت ایسی نہیں۔ جسے حاصل کرنے کے لئے مرزا قادیانی نے سعی نہ کی ہو۔

فیکونی اختیارات کا مالک (الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء) (۳۰) ابراہیم خاکسار (۳۱) پیپرمنٹ (۳۲) مثیل مسیح (ازالہ ص۱۹۰) (۳۳) میں نور ہوں مجدد مامور ہوں (۳۴) عبد منصور ہوں، مہدی معہود اور مسیح موعود ہوں مجھے کسی کے ساتھ قیاس مت کرو (۳۵) میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں (۳۶) اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں (۳۷) اور سورج ہوں جس کو دھواں نہیں چھپا سکتا، (۳۸) میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے، جس پر ہر ایک بلندی ختم کردی گئی ہے۔ (خطبہ الہامیہ) (۳۹) برہمن اوتار (البشریٰ جلد دوم ص۱۱۶) (۴۰) شیر خدا (البشریٰ ص۱۱۸) (۴۱) مبلغ اسلام و مصلح (مقدمہ براہین) (۴۲) مستقل تشریعی نبی (اربعین) (۴۳) تمام انبیاء سابقین سے افضل (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۶) (۴۴) میں شیث ہوں (۴۵) میں نوح ہوں۔ (۴۶) میں اسحاق ہوں۔ (۴۷) میں اسمٰعیل ہوں (۴۸) میں داؤد ہوں (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۷۲) (نزول المسیح ص ۲ وغیرہ کتب) (۴۹) میں یوسف ہوں (۵۰) پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۷۲) (۵۱) خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا بطور نمونہ چند اقوال ذیل ہیں۔

متضاد اقوال

۱..... مسیح کی قبر گلیل میں ہے۔ (ازالہ کلاں ص۴۷۳) حضرت عیسیٰ کی قبر بلاد شام میں ہے۔ (ست بچن حاشیہ ص۱۶۴) حضرت عیسیٰ کی قبر کشمیر میں ہے۔ (راز حقیقت)

۲..... علماء دجال ہیں۔ (فتح الاسلام ص۹) با اقبال قومیں دجال ہیں۔ اور ریل ان کا گدھا ہے۔ (ازالہ ص۱۳۲) پادری دجال ہیں۔ (ازالہ ص۲۸۰) ابن صیاد ہی دجال تھا۔ (ازالہ حاشیہ ص۱۶۱)

۳..... خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ہرگز بدل نہیں سکتا۔ (کرامات الصادقین ص۸) خدا اپنے خاص

۱؎ کیا یہی وہ حقیقت ہے جو آنحضرت ﷺ پر بقول مرزا منکشف نہ ہوئی تھی اور مرزا پر ہو بہو منکشف ہوئی۔ صرف دجال کی حقیقت کے متعلق چار مختلف اقوال مرزا کے موجود ہیں۔

بندوں کے لئے اپنا قانون بدل لیتا ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۹۶)

۴..... مسیح موعود اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا۔ (ازالہ ص ۴۱۴) اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ ”میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے، وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے“ (ازالہ ص ۱۹۰) ”ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آ جائیں“۔ (ازالہ ص ۱۹۶)

۵..... آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولانا نے نبوت کی شرط نہیں ٹھہرائی (توضیح مرام ص ۱۷) وہ ابن مریم جو آنے والا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ازالہ ص ۱۲۰) ”جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے اس کا انہی حدیثوں سے پتہ دیا گیا ہے کہ وہ نبی ہوگا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۵)

۶..... مسیح کو صلیب پر تین گھنٹے گذرے تھے۔ (ازالہ ص ۴۹) ”صرف دو گھنٹے گذرے تھے۔ (ازالہ ص ۳۴۳) ”صرف چند منٹ گذرے تھے“۔ (ازالہ ص ۳۸۰)

۷..... حضرت مسیح کی چڑیاں اور باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے۔ (آئینہ کمالات ص ۶۸) ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۷ حاشیہ)

۸..... سچ صرف یہ ہے کہ یسوع مسیح نے بھی بعض معجزات دکھلائے۔ (ریویو ستمبر ۱۹۰۲ء) مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ)

۹..... مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں آ گئے ہیں۔ (ازالہ ص ۱۲۳) حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا کفر ہے۔ (ضمیمہ براہین حصہ ۵، ص ۱۹۳)

۱۰..... حضرت موسیٰ کے اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء) بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھی۔

(حقیقۃ الوحی ص ۹۷ حاشیہ)

تلک عشرة كاملة

مرزا صاحب کی کتب متضاد اور متناقض اقوال سے بھرپور ہیں۔ قارئین اس کتاب میں کئی جگہ اس اختلاف کا ملاحظہ کر چکے ہوں گے۔ اب ایسے اقوال کے قائل کے حق میں بھی مرزا صاحب کا فیصلہ سنئے۔

”ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے انسان یا پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔“ (ست بچن ص ۳۱) ”اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی ہے کہ کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴) کوئی دانشمند اور قائم الحواس آدمی دو ایسے متضاد اعتقاد ہرگز نہیں رکھ سکتا۔ (ازالہ ۲۳۹) جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔ (ضمیمہ براہین، حصہ پنجم ص ۱۱۱)

نشانات صداقت

”مسیح موعود کے متعلق جو احادیث میں آیا ہے کہ ان پر ہر دو چادریں ہونگی۔ ان سے مراد حسب تاویل تعبیر خواب دو بیماریاں ہیں جو بندہ میں موجود ہیں۔ دوران سر اور کثرت پیشاب۔ موخر الذکر اس شدت سے ہے کہ رات کو سو سو دفعہ پیشاب کرتا ہوں۔ اس کی وجہ سے خفقان اور ضعف قلب اس قدر ہے کہ ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر قدم

رکھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں اب مرا کہ مرا۔ جس شخص کو ہر وقت خوف جان لاحق ہو اور موت سامنے نظر آرہی ہو اس کو کب جرأت ہوسکتی ہے کہ خدائے لم یزل کی نسبت افترا پردازی سے کام لے۔ ڈاکٹروں نے تسلیم کیا ہے کہ کثرت پیشاب کا مریض مسلول ومدقوق کی طرح موت کے نرغہ میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اور گھل گھل کر اسکا تمام بدن لاغر ہوجاتا ہے۔'' (اربعین نمبر ۳، ص ۴ بمفہومہ)

''حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ انکی پیشگوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے، قحط پڑیں گے، لڑائیاں ہوں گی، پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیشگوئیاں انکی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے؟ کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے؟ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا؟ پس اس نادان اسرائیلی (عیسیٰ علیہ السلام) نے ان معمولی باتوں کا پیشگوئی کیوں نام رکھا۔

(ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ ص ۴۵)

طاعون میری صداقت کا نشان ہے۔ طاعون میری نصرت کے لئے بھیجی ہے تاکہ نشان پورے ہوں۔ (اشعار درثمین وغیرہ) ''سورۃ فاتحہ میری صداقت کی گواہ ہے کیونکہ اس میں لفظ الحمد ہے۔ جس سے میرا نام احمد مشتق ہوا ہے۔ (نقل از کاویہ) (ایک دفعہ آپ نے گرم لقمہ چبایا تھا تو بے ساختہ ران پر ہاتھ مار کر کہا کہ تتا تتا تو اس وقت یہ پیشگوئی پوری ہوئی تھی کہ امام مہدی لکنت کی وجہ سے ران پر ہاتھ مار کر کلام کیا کریں گے۔ مسیح علیہ السلام کے وقت میں شیر اور بکری کا ایک جگہ مل کر پانی پینا انگریزی حکومت کے کارڈوں پر مندرجہ تصویر سے

ظاہر ہے۔ (نقل از کاویہ)

''میری طاقت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوا میرے منہ میں ڈال رہا ہے چنانچہ میں نے وہ دوا تیار کی اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا۔ (تریاق القلوب ۷۸)

شجاعت مرزا

''جب تک خدا کسی کی ساتھ نہ ہو یہ استقامت اور یہ شجاعت اور یہ بذل مال ہرگز وقوع میں آہی نہیں سکتی کبھی کسی نے اس زمانہ کے کسی مولوی کو دیکھا یا سنا کہ اس نے دعوت اسلام کے لئے کسی اسسٹنٹ کمشنر انگریز کی طرف ہی کوئی خط بھیجا۔ لیکن اس جگہ صرف اس قدر بلکہ پارلیمنٹ لنڈن اور شہزادہ ولی عہد ملکہ معظمہ اور شہزادہ بسمارک کی خدمت میں بھی دعوت اسلام کے اشتہار اور خطوط بھیجے گئے۔ (شہادۃ القرآن، ۷۶)

جب گورنمنٹ کی طرف سے تنبیہ ہوئی تو سابقہ رویہ چھوڑ کر فوراً اپنی جماعت پر نصیحت کرنے لگے۔ ''میں اس وقت بطور نصیحت اپنی جماعت کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً کہتا ہوں کہ وہ اس طریق سخت گوئی سے اپنے تئیں بچائیں اور غیر قوموں کی باتوں پر پورے حوصلہ کے ساتھ صبر کرکے اپنے نیک اخلاق اور درگذر اور صبر کو گورنمنٹ پر ظاہر کریں۔ سو یہی نصیحت ہے کہ اپنے طور پر کوئی اشتعال اور کوئی سختی مت کرو اور کسی آزار اٹھانے کے وقت حکام سے استغاثہ کرو۔ (کتاب البریہ، ۲۷۲) گورنمنٹ کی تنبیہ سے مرعوب ہو

کر لکھا آئندہ میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیشگوئی کی جائے بلکہ آئندہ کے لئے ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ کوئی ایسی انذاری پیشگوئیوں کیلئے درخواست کرے تو اسکی طرف ہرگز توجہ نہیں کی جائیگی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔ (کتاب البریہ ۹) میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں۔ اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ (راز حقیقت ص ۱) ''ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ ہم آئندہ سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے''۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مد ظلہ العالی کو خود ہی لاہور میں مقابلہ کی دعوت دی جب پیر صاحب لاہور میں پہنچ گئے تو مرزا صاحب مقابلہ میں نہ آئے اور اشتہار دیا کہ ''میں بہر حال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور ایسا ہی لاہور میں کمینہ اور سفلہ طبع لوگ گلی کوچوں میں گالیاں دیتے پھرتے ہیں الخ۔ مگر دوسری طرف کہتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا ''واللہ یعصمک من الناس '' خدا تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ اس سے مرزا صاحب کے توکل علی اللہ اور الہام کی صداقت پر عدم ایمان کا ثبوت ملتا ہے اور اپنے آپ کو ''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' لکھتے ہیں۔

نقل حکم عدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

''جی ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت سے مورخہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء بمقدمہ سرکار بذریعہ ڈاکٹر کلارک بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان

حسب ریمارک فیصلے ہوئے۔ ''جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے پس مرزا غلام احمد کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ملائم اور مناسب الفاظ میں اپنی تحریرات استعمال کریں ورنہ بحیثیت صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کاروائی کرنی پڑے گی۔''

اس کے بعد عادت کی بنا پر مجبور ہو کر مرزا سے نہ رہا گیا اس لئے مسٹر ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر گورداسپور کی عدالت میں مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء مرزا غلام احمد کو حسب ذیل حلفی اقرار نامہ داخل کرنے پر مجبور کیا گیا۔

''میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالیٰ حاضر جان کر باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔ میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر (ذلت) کی جائے یا مناسب طور سے حقارت (ذلت) سمجھی جائے یا خداوند تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جائے کہ کسی شخص کو حقیر (ذلیل) کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الٰہی ہے ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا کہ جس سے کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الٰہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جائیں۔

نوٹ: اقرار نامہ کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھ کر میرزا صاحب کے اعتماد علی اللہ، توکل اور شجاعت وغیرہ کی صفات اور دعویٰ الہام کے اثباتات کا مطالعہ کریں۔

(دستخط مرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود)

مرزا کی فتوحات

''عین کچہری میں کرسی مانگنے پر اُسے (مولوی حسین بٹالوی کو) وہ ذلت نصیب ہوئی جس سے ایک شریف آدمی مارے ندامت کے مر سکتا ہے۔ یہ ایک صادق کی ذلت چاہنے کا نتیجہ ہے۔ کرسی کی درخواست پر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے جھڑکیاں دیں اور کہا کہ کرسی نہ کبھی تجھکو اور نہ ترے باپ دادا کو ملی۔ اور جھڑک کر پیچھے ہٹایا اور کہا کہ سیدھا کھڑا ہو جا اور اس پر موت پر موت یہ ہوئی کہ ان جھڑکیوں کے وقت یہ عاجز صاحب ڈپٹی کمشنر کے قریب ہی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جس کی ذلّت دیکھنے کیلئے وہ آیا تھا اور مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ اس واقعہ کو بار بار[1] لکھوں کچہری کے افسر موجود ہیں اور ان کا عملہ موجود ہے ان سے پوچھنے والے پوچھ لیں۔ (ضرورۃ الامام صفحہ ۴۱) ''مخالفوں کی بدظنی اور شتاب کاری سے ایک دوسری شکست بھی ان کو نصیب ہوئی اور وہ یہ کہ راقم سے ایک صد ستاسی روپے آٹھ پیسے انکم ٹیکس مشخص ہو کر اس کا مطالبہ ہوا سو خدا نے ان تیرہ خیالات لوگوں کی یہ مراد بھی پوری نہ ہونے دی اور بعد تحقیقات کامل انکم ٹیکس معاف[2] کیا گیا۔'' (ضرورۃ الامام صفحہ ۳۵)

[1] آپ کیوں نہ بار بار لکھیں۔ زندگی بھر میں یہ موقع ملا۔ اور اپنے سفیر خدا سے ایک جھڑک مولوی صاحب کو دلوا کر اپنے خیالات میں اینٹو رپ فتح کر لیا۔ مرزا نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ اپنی اس عظیم الشان فتح کا ذکر کیا ہے۔ قارئین اس میرزا کا سفلہ انحصام اور سفلہ مزاج ہونا معلوم کر سکتے ہیں۔ (مولف)

[2] اس دوسری فتح عظیم کو خاص عنوان اور خاص شان سے ''بعنوان انکم ٹیکس اور تازہ نشان'' پر اس نے شائع کیا تھا۔ ایسے نشان دیکھ کر مرزائیوں نے مرزا کو نبی تسلیم کیا بریں عقل و دانش بباید گریست

عدم ایفائے عہد

۱..... براہین احمدیہ کے متعلق بیان کیا کہ کتاب ۳۰۰ جزو تک پہنچ گئی ہے پیشگی قیمت لوگوں سے طلب کی مسلمانوں نے چندے دئے مگر ۵۰ جلدوں کے بجائے صرف ۵ جلدیں طبع ہوئیں۔ اس کے بعد یہ جلدیں کئی دفعہ طبع ہوئیں مگر مرزا صاحب اشتہاری کتب فروشوں کی طرح دنیا کی نظر میں گندم نما جو فروش ہی ثابت ہوئے۔

۲..... ایک رسالہ ماہوار ''قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ'' اور تفسیر کتاب عزیز چھپوانے کے لئے چندہ جمع کیا مگر نہ رسالہ ماہوار نکلا اور نہ ہی تفسیر شائع ہوئی۔

۳..... جنگ مقدس، ص ۱۹۰ پر لکھا ''آتھم پندرہ ماہ کے اندر آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھکو ذلیل کیا جائے رو سیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے اور مجھے پھانسی دی جائے''۔ وغیرہ وغیرہ مگر آتھم میعاد میں نہ مرا۔ سنا ہے کہ عیسائی رسہ لے کر آئے مگر مرزا صاحب نے وعدہ پورا نہ کیا اور گھر سے باہر نہ نکلے انہیں چاہئے تھا کہ وعدہ کے مطابق خوشی سے رسہ اپنے گلے میں ڈالکر پھانسی پر لٹک جاتے تا کہ مخلوق خدا ان کے دام فریب سے آزاد ہوتی مگر شرم چہ شے است کہ پیش مرزا آید۔

۴..... تحفہ گولڑویہ کے ساتھ ایک اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ شائع کیا جس میں لکھا کہ ''اگر کوئی ایسی مضرتوں کا ثبوت دیگا جس نے خدا کا معمور، یا نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور اس دعوے کے بعد ۲۳ برس جیتا رہا ہو تو اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دیا جائیگا۔'' اس کے جواب میں ضلع دار نہر سے رسالہ قطع الوتین شائع کیا گیا جس میں ایک چھوڑ کئی ایسے کاذب

بدعیان نبوت پیش کئے جو طبعی موت سے ۲۳ برس دعویٰ کرنے کے بعد مرے۔ مگر مرزا صاحب نے وعدہ پورا نہ کیا اور انعام نہ دیا۔

۵......ازالہ اوہام میں لفظ توفی کے متعلق ایک ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج دیا علماء نے جوابات بھی دیئے خصوصاً مولانا ابو القاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب بیس برس سے اس رقم کا مطالبہ کر رہے ہیں مگر مرزائی حلقوں میں برابر سناٹا طاری ہے۔

عام حالات

مرزا صاحب عام طور پر نماز پنجگانہ اور صوم رمضان کے پابند نہ تھے۔ بلکہ اپنی زندگی کے آخری تین سالوں میں بالکل روزہ نہیں رکھا۔ (سیرۃ المہدی، مصنفہ مرزا بشیر احمد پسر مرزا صاحب، ص ۱۲) مولوی خدا بخش مرحوم واعظ امرتسری کا بیان ہے کہ ع

تے مرزا جمعہ جماعت کولوں تارک سنیا جائے
حجرے دیوچہ رہے ہمیشہ مسجد وچہ نہ آئے

(کلمہ فضل رحمانی، ص ۱۵)

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں اکثر سفر میں نمازوں کو جمع کر لیتا ہوں اور وقت پر نہیں پڑھ سکتا اور مسجدوں میں جانا کراہت سمجھتا ہوں۔ (ملخصاً فتح اسلام ص ۴۱) مرزا صاحب کا بدری مرید منشی عبدالعزیز نمبردار بٹالہ اپنی کتاب کاشف اسرار نہانی، ص ۸۵ میں لکھتا ہے کہ مرزا صاحب محض علمائے اسلام کے سب وشتم کی تحریرات کرتے وقت بہتر بہتر نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں۔

مریدوں کے اعتراض پر کہا: ''میری طبیعت کی افتاد ایسی واقع ہوئی ہے کہ

القائے قلب نے ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنے کا مشورہ دیا ہم اس وقت روحانی جنگ میں مصروف ہیں۔ پانچوں نمازوں کے جمع کرنے کی راہ کھل گئی ہے۔ (ملخصاً فتاویٰ احمدیہ ص ۱۹۰) ۱۸۹۱ء میں جامع مسجد دہلی میں دسرے لوگوں نے نمازِ عصر ادا کی مگر مرزا صاحب مع اپنے خدام کے علیحدہ بیٹھے رہے۔ مرزائے قادیان نے ماہ رمضان کے دنوں میں بمقام لدھیانہ ایک لیکچر دیا۔ مقامی اخبار نے اس کا لطیفہ ظاہر کیا کہ مرزا صاحب نے علمائے اسلام کی شکایت کرتے ہوئے کہ ان کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں دریافت کیا کہ کیوں وہ ایسا کرتے ہیں کیا ہم تلاوت قرآن نہیں کرتے یا نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے لطف یہ کہ مرزا صاحب ہر دس منٹ کے بعد ایک جرعہ دودھ کا نوش فرماتے تھے اور ان کے حواری اور مرید بھی بطور تبرک انکا پسماندہ ایک ایک جرعہ پیتے جاتے تھے۔ گویا مرزا کیساتھ ان کے مریدوں نے بھی روزہ نہیں رکھا تھا۔ اس لئے مرزا صاحب کے اس سوال پر کہ ہم روزہ نہیں رکھتے سامعین تبسم کو ضبط نہیں کر سکے۔

وہی اخبار لکھتا ہے کہ امرتسر میں اور بھی درگت پیش آئی یہاں ۹ نومبر کو ایک وسیع مکان میں آپ کا لیکچر ہوا تھا ابھی آدھ گھنٹہ بھی نہ ہوا تھا کہ مرزا صاحب نے چائے نوشی شروع فرمائی لوگوں نے تالیاں پیٹ کر آوازیں دیں کہ روزہ کیوں نہیں رکھا۔ (بحوالہ اخبار عام [illegible] نومبر ۱۹۰۵ء منقول از کتاب فیصلہ عدالت آسمانی) مرزا نے اپنی تصویریں کھینچوا کر عام شائع کیں اور اپنے مریدوں کو دیں اس طرح اعلانیہ احکام اسلام کی خلاف ورزی کی۔ باوجود استطاعت تمام عمر حج نہیں کیا اپنی کتابوں کے لئے رقم زکوٰۃ طلب کر کے کتابوں کی قیمت اصل مصارف سے سہ چند چہار چند رکھ کر نفع اپنے صرف میں لاتے رہے۔ کتب فروش

اچھے تھے انعامی اشتہار دینے اور ناجائز شرائط اپنی طرف پیش کرنے کے فن میں یکتا اور موجد تھے۔ آپ سے پہلے لوگ فلسفہ انعام سے ناآشنا تھے۔ مناظرہ کرنے کی کبھی ہمت نہیں ہوئی۔ مولوی محمد بشیر صاحب سے ایک دفعہ تحریری مناظرہ کیا مگر نا تمام چھوڑ کر قادیان بھاگ گئے۔

حضرت قبلہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مد ظلہ العالی کو تفسیر نویسی کے لئے مقابلہ کی دعوت دی حضرت ممدوح معہ چالیس علمائے کرام لاہور میں رونق افروز ہوئے مرزا کو تاریں پر تاریں دی گئیں مگر اسے میدان میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا مرزا کے پاس ہزاروں روپیہ رہتے تھے مگر کبھی زکوٰۃ دینا ثابت نہیں ہوا۔ چال چلن کے متعلق ایک رسالہ ''عشق مجازی اور قادیانی کی بوسہ بازی'' مرزا کی زندگی میں شائع ہوا اس کا جواب دینے کا کسی کو حوصلہ نہ ہوا۔ اور مرزا نے اس الزام سے کسی جگہ اپنی بریت ظاہر نہیں کی۔ حال ہی میں انجمن مباہلہ امرتسر کی طرف سے ایک ٹریکٹ بعنوان ''پنجابی نبی کی درویشانہ زندگی کے چند دلچسپ نمونے'' شائع ہوا ہے جس میں مرزا کے خطوط سے مرزا کی پر تکلف زندگی اور عیش و عشرت ثابت کی ہے۔ زیورات، ریشمی کپڑے، جالی کی قمیصوں، کلاک، فینسی اشیاء، تانبے کے حمام، کابلی گرم پوستین، عمدہ بیگمی پان، انگریزی پاخانے، عمدہ بستر اور شاندار خیموں کی فرمائشوں کے ذکر کے بعد مرزا کے کئی آرڈر مفرح عنبری، مشک خالص کے درج کیا گیا ہے اور ساتھ ہی سردار دو عالم سید المرسلین ﷺ کی پاکیزہ اور سادہ زندگی کا بھی ذکر کیا گیا ہے تاکہ لوگوں پر مرزا صاحب کے دعویٰ ''منم محمد'' کی حقیقت واضح ہو سکے۔

مرزا کی ناکامی

اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ زمین پر نہ رام چندر ا پوجا جائے گا نہ کرشن نہ حضرت مسیح علیہ السلام۔ (شہادۃ القرآن ضمیمہ ص۴) ''میں صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رک سکتا کہ تفسیر شائع کرنا میرا کام ۲ ہے اور دوسرے سے ہرگز نہ ہوگا۔'' (ازالہ ص۷۷۳)

''میرا کام جس کے لئے میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور تثلیث کی جگہ توحید پھیلاؤں حضور کی جلالیت دنیا پر ظاہر کروں پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے اور میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی اگر میں نے وہ کام کر دکھلایا جو مسیح یا مہدی نے کرنا تھا تو میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ۳ ہوں۔'' (بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶) ''مالکِ خطاب ۴ العزۃ۔'' ''عنقریب ہے کہ خدا اس ملکہ

۱ مرزائی ان الفاظ پر غور کریں۔ اور ہندوؤں کی موجودہ سیاسی مذہبی ترقی اور بذریعہ اشدھی ملکانوں کو جذب کرنے کے واقعات سے اپنے گورو کی صداقت کا اندازہ کرلیں۔

۲ مگر مرزا صاحب دنیا سے چل بسے اور کوئی تفسیر شائع نہ کر سکے۔

۳ [illegible] علاوہ ازیں میرزا صاحب اپنے ہر مقصد و مدعا میں ناکام ہے جس کی تفصیل آگے معلوم ہوگی۔ مثلاً (۱) آتھم میعاد میں نہ مرا (۲) محمدی بیگم کے نکاح کی حسرت دل میں رکھتے ہی چل بسے (۳) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مدظلہ العالی [illegible] مخالفین کی زندگی ہی میں مر کر ہلاک ہوگئے۔ (۴) مخالفین کے مرزائی ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

۴ [illegible] میرزائی زندگی اور اس کی موت کے بعد صلیب کو جس قدر سیاسی غلبہ دنیا میں حاصل ہوا ہے اور عیسائیوں کی [illegible] حیرت انگیز ترقی میرزا کو جھوٹا کرنے کے لئے کافی ہے۔

۵ [illegible] بھی ہے۔ مگر خطاب ملنے کی حسرت لیکر دنیا سے چل بسے۔ اگر کوئی مرزائی کہے کہ انہیں خطاب حاصل [illegible] تو اس کا کہنا سراسر غلط ہے۔ انہوں نے اس الہام کو بطور پیشگوئی شائع کیا تھا۔ مرزا صاحب کو عدالت میں [illegible] نے کرسی دیدی تھی۔ اس کا بطور فخر بیسیوں جگہ اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

(وکٹوریہ) نورانی وجہ کے دل اور اس کے شہزادوں کے دلوں میں نور توحید ڈال دے۔ ہم دیکھتے ہیں انگریز اسلام کے انڈے ہیں اور عنقریب انہیں سے اس ملت کے بچے پیدا ہوں گے اور ان کے منہ دین الہٰی کی طرف پھیرے جائیں گے۔ (نور الحق ص۴۴) قرآن شریف میں ہے کہ آخری زمانہ میں قرنا میں آواز پھونکی جائے گی تب سب قومیں ایک قوم بن جائیں گی اور ایک ہی مذہب پر جمع ہو جائیں گی۔ (چشمہ معرفت۲ ص۶۷) "وہ قرنا مسیح موعود (مرزا) ہے۔" (چشمہ معرفت ص۷۸) (مسیح موعود کے ذریعہ) خداتعالیٰ تمام متفرق لوگوں کو ایک مذہب پر جمع کردیگا۔ (چشمہ معرفت ص۸۰) پس خدا نے تمام قوموں کو ایک بنانے اور سب کا ایک مذہب بنانے کیلئے ایک امت میں سے ایک نائب (مرزا) مقرر کیا۔ (چشمہ معرفت ص۸۳)

"مجھے اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے کہ وہ بعض امراء اور بادشاہوں کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کریگا پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار۳ تھے۔" (برکات الدعا ص۳۰) الہام ہوا "عنقریب اسے (مرزا کو) ایک ملک۴ عظیم دیا جائیگا اور فتح ہوگی"۔ (ازالہ اوہام ص۸۵۵) الہام ہوا۔ تیری طرف نور۵ جوانی کی قوتیں رو کی جائیں گی اور تیرے پر زمانہ جوانی آئیگا اور تیری بیوی کی طرف بھی تروتازگی واپس کی جائے

۱ مگر ملکہ نے مرزائی مذہب قبول نہ کیا۔ اور میرزا صاحب رخصت ہوگئے۔

۲ چشمہ معرفت وہی کتاب ہے جس کی تاریخ طباعت کے چھ دن بعد مرزا مرگیا۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ مرزا اپنے مشن میں کہاں تک کامیاب ہوا؟

۳ مرزائی بتائیں وہ بادشاہ کہاں ہیں۔ ۴ مرزائیو! بتاؤ وہ ملک کون ہے۔

۵ مگر اس کے دو سال بعد مرزا صاحب بڑھاپے ہی میں مرگئے۔

نوٹ:۔ مرزا صاحب کو ایک لاکھ فوج کا خواب آیا تھا۔ اور فرشتہ نے پانچ ہزار سپاہی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اس فوج کا سردار منصور بھی کشف سے دکھلایا گیا تھا۔ (ازالہ ص۹۸ حاشیہ) مگر مرزا صاحب کا یہ خواب پورا نہ ہوا۔ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ مگر مرزا کی یہ خواب بھی غلط نکلی اس طرح محمود ابن مرزا کو بھی افواج ہند کا کمانڈر انچیف بنائے جانے کا خواب آیا تھا۔ مگر پورا نہ ہوا۔ (برکات خلافت ص۴۵)

گی۔ (۴۴ ص ۱۹۰۶ء بدر) "ہم مکہ۱ میں مرینگے یا مدینہ میں۔" (میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء)

برکات مرزا

اس برس چار ہزار عیسائی ہوئے۔ (براہین احمدیہ جلد دوم ص۵، سطر۲۰) "جب تیرھویں صدی کچھ نصف۲ سے زیادہ گذر گئی تو ایک دفعہ اس دجالی گروہ کا خروج ہوا پھر ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ اس صدی کے اواخر میں بقول پادری ہیکر صاحب پانچ لاکھ تک صرف ہندوستان میں کرستان شدہ لوگوں کی نوبت پہنچ گئی اور اندازہ کیا گیا کہ قریباً بارہ سال میں ایک لاکھ آدمی عیسائی مذہب میں داخل ہو جاتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۴۹۱) تھوڑے عرصہ میں اس ملک میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا۔ (آئینہ کمالات ص۵۱) اس ملک میں مرتد مسلمان جو عیسائی ہوگئے یا جنہوں نے اور مذہب اختیار کرلیا وہ دو لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ (آئینہ کمالات حصہ دوم ص۳۱۲) مرزا کے مرنے کے بعد مرزا محمود صاحب لکھتے ہیں (آج اسلام کی (۱۹۱۴ء میں) کیا حالت ہے؟ ملک پر ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا جارہا ہے نہیں۔ بلکہ سب ملک وہ اپنے ہاتھوں سے دے چکے ہیں۔ (تحفۃ الملوک ص۲۵) اسلام کیلئے تھوڑے دنوں کے بعد کوئی جگہ سر چھپانے کی نہ ہوگی۔ (تحفۃ الملوک ص۲۵) اس وقت

۱ مگر لاہور ہی میں مرے۔

۲ مرزا کی پیدائش ۱۲۵۹ھ میں ہوئی لہذا مرزا صاحب کی تشریف آوری کے ساتھ ہی ارتداد کی وباء پھیل گئی۔ مرزا صاحب جوں جوں ترقی کرتے گئے۔ فتنہ بڑھتا گیا۔ مہدویت کے ادعا کے بعد بارہ سال کے اندر ایک لاکھ آدمی عیسائی ہوگیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ میرزا صاحب مجددیت ومہدویت سے ترقی کر کے مسیحیت کے حقدار بن رہے تھے۔ مسیح قادیانی کے آنے سے حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ گورنمنٹ کی مردم شماری کے کاغذات کے مطابق ۱۸۸۱ء یعنی مرزا کے مسیح بننے کے وقت پنجاب میں عیسائیوں کی مجموعی تعداد ۳۷۰۹۶ تھی۔ اسمیں فوجی انگریز بھی شامل تھے۔ اور اس وقت غالباً یہاں کوئی ہندوستانی عیسائی نہ تھا۔ مگر مرزا کے مرنے کے بعد ۱۹۱۱ء میں صرف ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد پنجاب میں ۱۶۳۹۹۴ تھی۔ اور ۱۹۲۱ء میں ۳۳۶۲۵۹ تک پہنچ گئی ہے حالانکہ مسیح موعود کے زمانہ میں دین اسلام کا جمیع آفاق واقطار پھیل جانا ضروری تھا۔ (براہین احمدیہ)

اسلام کی حالت ایسی کمزور ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ (تحفہ، ص۶۲) نام ہی کا اسلام رہ گیا ہے ورنہ کام کے لحاظ سے تو اسلام تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ (تحفہ، ص۱۹) ''ہزاروں مسلمان ہیں جو اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذاہب اختیار کر چکے ہیں خود سادات میں سے بیسیوں خاندان مسیحی ہو چکے ہیں''۔ (تحفہ، ص۲۹) ''زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ان ایام میں مسلمان ہی نہیں بلکہ اسلام کا تنزل ہو رہا ہے کیونکہ اسلام دلوں سے مٹ چکا ہے۔'' (تحفہ، ص۳۰)

مرزائی جماعت کی خصوصیات

''وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت و مریدی رکھتی ہے وہ ایک سچی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی ہے کہ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں پائی نہیں جاتی وہ گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے جس کا ظاہر و باطن گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے۔'' (تحفہ قیصرہ، ص۱۰) کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر ابتک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت[1] اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی بعض حضرات ایسے کجدل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کہہ سکتے انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر ایک دوسرے سے لڑتے اور دست

---

[1] سچے ہیں جیسے گورو ویسے چیلے۔ مرزائی جماعت اقصائے عالم میں تبلیغ اسلام کی علمبردار کہلاتی ہے مگر گھر کا بھیدی خواجہ کمال الدین لاہوری میرزائی لکھتا ہے۔ ''ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ آریہ جماعت کے مقابل میں ہمارے قلم میں کہاں تک مستقل لٹریچر نکلا۔ چند ورقوں کے پمفلٹ یا ہنگامی پوسٹر نکال لینا ویسے ہی بے سود چیزیں ہیں۔ جیسے ہنگامی جوش کے ماتحت لوگوں کے اعمال و افعال ہوا کرتے ہیں۔'' (مجدد کامل، ص۲۸)

بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کیوجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینہ پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا کیا حال ہے یہ کونسی جماعت ہے؟ جو میرے ساتھ ہی نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں بعد میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چار پائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چار پائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہوں۔ (اشتہار التوائے جلسہ ملحقہ شہادت القرآن) ہم پر اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ کے ہمیشہ مددگار رہیں۔ (ازالہ، ص۱۳۲) ''اس پاک باطن جماعت (یعنی مرزائی) کے وجود سے گورنمنٹ برطانیہ کو خداوند جل شانہٗ کا شکر گزار ہونا چاہئے یہ لوگ سچے دل اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیر خواہ اور دعا گو ہونگے۔'' (ازالہ اوہام، ص۸۴۹) مرزا کے خلف و خلیفہ مرزا محمود نے مرزائیوں کو حسب ذیل سرٹیفیکٹ عطا کئے۔

''اس (مرزائی جماعت) کے بعض افراد کی اولاد نہایت ہی گندہ اور شرمناک نمونہ اخلاق کا دکھا رہی ہے اور وہ اپنے خبث باطن کیوجہ سے دنیا کے خبیث ترین وجودوں سے مشابہت رکھتی ہے کیا تم قیامت کے دن وہ لعنتیں لیکر کھڑے ہوگے جو تم نے دنیا میں کمائیں؟ کیا تم نے کبھی شیشہ میں منہ بھی دیکھا ہے کہ تمہارے چہروں پر وہ رقت وہ نور وہ

نرمی وہ محبت بھی پائی جاتی ہے جو دلوں کی اصلاح کر سکے؟ تم بھیڑیوں کے چہرے لیکر فرشتوں کا کام کرنا چاہتے ہو؟ تم اصلاح کے طریق نکالتے نکالتے قرآن مجید کو اس طرح چھوڑ رہے ہو جس طرح نعوذ باللہ ایک پرانی جوتی کو اتار کر پھینک دیا جاتا ہے خربوزے کو خربوزہ دیکھ کر رنگ بدلتا ہے تم خود گندے ہو گئے اس لئے تمہیں دیکھ کر تمہاری اولادیں بھی گندی ہو گئیں۔'' (الفضل ۲ جون ۱۹۳۲ء)

مرزائیوں کو یہ سنہری سند مبارک ہو کیا اسی جماعت کو قائم کرنے کے لئے مرزا صاحب مبعوث ہوئے تھے؟ وہ بقول مرزا محمود دنیا کے خبیث ترین وجودوں سے مشابہت رکھتی ہیں جو بھیڑیوں کا چہرہ لیکر فرشتوں کا کام کرنا چاہتی ہے جو اصلاح کا طریق نکالتے نکالتے قرآن کو منسوخ قرار دے رہی ہے۔ جس کے افراد گندے اور ان کی اولادیں بھی گندی ہیں۔ کیا اثر محبت کا نتیجہ نکلنا تھا؟ اور اس سید المرسلین ﷺ کی ہمسری کا دعویٰ۔

انجام مرزا

''میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا''۔ ''کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا''۔ (البشریٰ)

''میرے لئے فیصلہ ہوا کہ گرایا جائے''۔ (البشریٰ درجہ اول) دانیال کی پیشگوئی نقل کر کے کہا۔

''مسیح موعود (مرزا) تیرہ سو پینتیس ہجری تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی سے پینتیس برس برابر کام کرتا رہیگا'' [1] (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۱۱۶) ''میری عمر اسی برس [2] چار پانچ کم یا

---

[1] مرزا صاحب بمقام لاہور ۱۳۲۶ء میں میلہ بھدر کالی کے دن ہند ہیضہ (الاوس) کی بیماری سے آناً فاناً مر گئے۔

[2] مگر مرزا صاحب ۶۸ سال کی عمر میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔ ان کا سال پیدائش ۱۸۴۰ء بحوالہ کتاب البریہ پہلے درج ہو چکا ہے انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کی لاش کو خر دجال پر سوار کرا کر قادیان لایا گیا اور وہاں جوہڑ کے کنارے دفن کیا گیا۔

چار پانچ زیادہ''۔ (حقیقۃ الوحی)

نوٹ: ماہ مئی میں بمقام لاہور رسالہ پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اور اپنی کتاب چشمۂ معرفت کی تکمیل سے بھی ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں فارغ ہوئے اسی کتاب میں ڈاکٹر عبدالحکیم کی اپنے سامنے ہلاکت اور اپنی سلامتی کی پیشگوئی تھی اور ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی کہ مرزا ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک مر جائیگا۔ نقل کر کے لکھا تھا کہ اب یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے اختیار میں ہے۔''

''حضرت صوفی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری بھی قضائے موت کی طرح لاہور پہنچ گئے اور انہوں نے بمقام شاہی مسجد بروز جمعہ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء مرزا کو مقابلہ و مناظرہ کیلئے للکارا اور اس کی ہلاکت کیلئے مجمع عام میں دعا کی اور فرمایا کہ مرزا کو تین دن کی مہلت ہے پیر صاحب کی طرف سے روزانہ آدمی مرزا کے پاس آتے جاتے رہے آخر بروز اتوار پیر صاحب نے کہلا بھیجا کہ اب صرف ایک دن کی مہلت ہے توبہ کر لو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے مرزا کو مقابلہ میں آنیکا حوصلہ نہ ہوا سنا گیا ہے بروز دوشنبہ خربوزہ کھانے کے بعد ہیضہ ہو گیا اور مارفیائی ڈبل خوراک کھانے کی وجہ سے الاوس کا عارضہ لاحق ہو گیا آخر کار مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دیدی۔ پیغام صلح کی تصنیف ناتمام رہی اور چشمۂ معرفت میں جس مقدمہ کا ذکر کیا تھا اس کا خدا نے چھ دن کے اندر ہی فیصلہ فرما دیا۔ اور سنا گیا ہے کہ اہل ہنود مرزا کے مکان پر حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمارے کرشن مہاراج کو جلانے کے لئے ہمارے حوالے کر دو لاہور کی فضاء کو ناموافق دیکھ کر نور الدین نے لاش کو قادیان لے جانے کا فیصلہ کیا اور نخچر گاڑی کا ایک ڈبہ ریزرو کرا کر بٹالہ لے گئے اور وہاں سے لے کر ایک جوہڑ کے کنارے سپرد خاک کیا۔

"حصہ دوم"

مرزائیوں کے خلیفہ اول مولوی نورالدین بھیروی کے حالات

ابتدائی حالات

مرزا کے دست راست اور مرزائی سلسلہ کے معاون اعظم مولوی نورالدین کی پیدائش بھیرہ میں ہوئی۔ نسب کے متعلق متضاد اقوال لوگوں میں مشہور ہیں۔ ابتدائی تعلیم بھیرہ میں حاصل کی اسی زمانہ میں استاد الکل، شیخ العصر، رؤس الفقہاء، والمحدثین سید العابدین، سلطان التارکین، جدی ومولائی حضرت مولانا احمد الدین[1] بگوی رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ میں رونق افروز ہوئے نورالدین نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حضرت ممدوح کی خدمت میں بغرض افاضہ تعلیم حاضر ہوا اور اس چشمہ علم وعرفان سے محروم نہ رہا اور علوم عربیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ ایسے لوگ ابھی زندہ موجود ہیں جنہوں نے اپنے کانوں سے حضرت استاذ الکل رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ کلمات سنے تھے کہ "نورالدین مجھے تم سے بو آتی ہے تم دین سے دور ہو جاؤ گے اور مذہب اسلام میں کسی فتنہ کا باعث بنو گے" اس کے بعد ہندوستان میں کئی جگہ مصروف تعلیم رہنے کے بعد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پہنچے۔

---

[1] حضرت مرحوم خاکسار مولف کے جدامجد تھے۔ ظاہری علوم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ومولانا شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے تھے اور فیض، باطنی حضرت مجدد مائۃ الحاضرہ شاہ غلام علی شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ جامع کمالات صاحب کشف وکرامات تھے پنجاب میں تنویر قلوب واشاعت وترویج علوم دینیہ میں آپ کا نمایاں حصہ ہے سکھوں کے عہد مظلم میں حضرت مرحوم اور حضرت کے بڑے بھائی مولانا غلام محی الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب میں علوم دینی کی نہریں بہادیں۔ جامع مسجد بھیرہ حضرت مرحوم کی علو ہمتی وایثار کی عظیم الشان یادگار ہے کم وبیش دو ہزار علماء وفضلاء نے آپ سے حدیث کی سند حاصل کی آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی تیس سال لاہور میں درس دیا۔ اپنی زندگی کے آخری ایام بھیرہ میں گذارے۔ آپ کا مزار مبارک جامع مسجد بھیرہ میں زیارت گاہ ہے۔

مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی کی سفارش سے کتب خانہ شیخ الاسلام عارف آفندی سے ایک کتاب[1] ابرائے مطالعہ حاصل کی اس کتاب کا دنیائے اسلام میں ایک ہی نسخہ تھا۔ وہ کتاب لیکر ہندوستان چلے آئے حضرت شاہ عبدالغنی نے خطوط لکھے آدمی بھیجے مگر وہ کتاب واپس نہ ہوئی اور صرف اسی کتاب کے گم ہونے پر مخلفین کتب خانہ اور شاہ صاحب حکومت ترکیہ کے زیر عتاب رہے۔

ترک تقلید

حرمین سے واپسی پر نورالدین نے وہابیت اختیار کی اور ترکِ تقلید پر وعظ کئے اور عدم جواز تقلید پر کتابیں تصنیف کیں بھیرہ میں ہیجان عظیم برپا ہوگیا۔ حضرت مولانا غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ومولانا غلام رسول صاحب چووی، ومولانا غلام مرتضیٰ صاحب بیربلوی، وحضرت زبدۃ العارفین مولانا عبدالعزیز بگوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخطوں سے ایک فتویٰ غیر مقلدین کے خلاف شائع ہوا اور محلہ پراچگاں بھیرہ میں فیصلہ کن مناظرہ کے بعد غیر مقلدین کا بھیرہ میں ناطقہ بند ہوگیا اور نورالدین صاحب بھیرہ کی رہائش ترک کرنے پر مجبور ہوگئے یہاں سے بھاگ کر بھوپال اور وہاں سے جموں پہنچے اور ایک امیر کی سفارش سے مہاراجہ جموں کے ہاں بحیثیت طبیب ملازم ہوگئے۔

نیچریت

ان دنوں سر سید احمد علی گڑھی کی تفسیر شائع ہوئی اور مذہب نیچریت کا فروغ ہوا نورالدین نے اس مذہب کو برضا ورغبت قبول کیا اور اس کی تائید میں منہمک ہوگئے چندے بھی دئے اور کتابیں بھی فروخت کرائیں۔

---

[1] کہتے ہیں کہ وہ کتاب امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف تھی جو بالکل نایاب تھی۔

چکڑالویت

بعدازاں مولوی غلام نبی چکڑالوی کے دعاوی سن کر حدیث کے منکر ہو گئے مگر ابھی اپنے چکڑالوی ہونے کا اعلان کرنے میں متذبذب تھے کہ مرزائیت میں پھنس گئے۔

دہریت والحاد

دراصل نورالدین صاحب شروع سے آزادی کے دلدادہ تھے مذہبیت سے انہیں لگاؤ نہ تھا سادہ مزاج، سادہ لوح اور موٹی عقل رکھنے والے تھے۔ ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ لینا انکا معمول تھا۔ مجھے جموں کے ایک معتبر وکیل نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی نورالدین صاحب نے مجھے اپنی ایک تصنیف دکھائی جس میں یہ ثابت کیا تھا کہ مذاہب عالم کو مٹائے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ دہریت والحاد کے اس پلندہ کو وہ شائع کرنا چاہتے تھے مگر بعدازاں جمہور کی ممانعت کے اندیشہ سے شائع نہ کر سکے۔

مرزا کی مریدی

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کا اشتہار دیا مرزا کی کتابوں کا مطالعہ کر کے مولوی نورالدین کو انسیت پیدا ہوئی اور مدت سے جس بات کی تلاش میں تھے وہ مل گئی۔ مرزائی تعلیم انہیں اپنی طبیعت و مزاج کے موافق معلوم ہوئی مرزائی تعلیم وہابیت، نیچریت، چکڑالویت، دہریت والحاد کا ایک مرکب یا نچوڑ تھی جسے مولوی صاحب نے فوراً قبول کر لیا۔ انہی دنوں میں ارکان حکومت کشمیر کیساتھ ان کے تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے اس لئے اپنے مطلب وغیرہ کیلئے کسی نئے میدان کی تلاش تھی۔ آخر کار مہاراجہ نے انہیں ملازمت سے سبکدوش کر دیا اور ان کا ریاست کی حدود سے جبری اخراج عمل میں آیا نور

الدین وہاں سے بھاگ کر قادیان میں فروکش ہو گئے اور مرزا کے گلے لگ کر کہا ع

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

تائید مرزائیت

اس کے بعد مرزائی مذہب کی تائید میں نورالدین نے اپنا تمام زورِ قلم صرف کر دیا۔ بعض اصحاب کی رائے ہے کہ مرزا کی تصانیف کا اکثر حصہ نورالدین کی امداد سے مرتب ہوا۔ محمد حسن امروہی، عبدالکریم سیالکوٹی وغیرہ نورالدین کے ہم خیال قادیان میں جمع ہو گئے اور مرزا کے الہام کے مطابق اسلام کے گھر کو بدلنے اور نبی ﷺ کی احادیث کو کترنے میں مشغول رہے۔

نورالدین کا ایک بچپن کا دوست حکیم فضل دین بھیروی بھی وہاں جا پہنچا مرزا نے دعاؤں سے اور نورالدین نے دواؤں سے پوری سعی کی مگر فضل دین کے گھر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دوسری شادی بھی کرادی مگر فضل دین ناکام و نامراد دنیا سے رخصت ہوا۔ نورالدین نے مرزا صاحب کو نبوت کی دوکان چلانے کے لئے جب تین ہزار روپیہ دیا تو مرزا صاحب خوشی سے جھومنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دین بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

(نشان آسمانی، ص ۴۵)

عام حالات

نورالدین سے ملنے والے بیان کرتے ہیں کہ مرزائی مذہب کی کامیابی کا دارومدار نورالدین کی سادہ زندگی، حلم، مہمانداری اور لوگوں کی آؤ بھگت اور خوش اخلاقی پر مبنی

تھا۔ سادہ لوح عوام دل پر اس کی ملاقات کا گہرا اثر لے کر جاتے تھے۔ نورالدین ایک باکمال اور کامیاب طبیب تھا دور دراز سے لوگ اس کے مطب میں حاضر ہوتے تھے اور مرزائیت کا اثر لے کر جاتے تھے۔ نورالدین اکثر احادیث وتفاسیر کی کتابوں پر پاؤں رکھ کر یا ان پر ٹانگیں رکھ کر بیٹھا کرتا تھا اور وہ ان کے آداب کا چنداں قائل نہ تھا یوز آصف کی قبر کو قبر مسیح ثابت کرنا نورالدین کا ہی حصہ تھا۔ نورالدین کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام بے پدر پیدا نہیں ہوئے مگر مصلحتاً اس کا اظہار نہیں کیا۔ (عصائے موسوی، ص ۳۸۱)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نورالدین پر مادہ حسن ظنی ایسا غالب تھا کہ اس کے سبب یا غلبہ فطرت کے باعث عمداً مکار، دغاباز اور فریبیوں کے فریب میں بھی آجاتا رہا اور ان کے کہنے کی تعمیل دھوکہ کھا کر بعد تجربہ بھی کرتا رہا۔ ایسے مواقع کا ذکر اس نے اپنے کئی دوستوں سے کیا اس لئے یہ بات سب میں اس کے دوستوں تک مشہور ہے کہ اس میں مردم شناسی کا مادہ نہ تھا۔ مرزا کی صحبت میں رہ کر مزاج میں کسی قدر تلوّن، درشتی، تعلّی وغیرہ پیدا ہوگئی تھی۔

کرامات

لاہور میں مورخہ ۲ جولائی ۱۹۰۰ء مضمون امساک باران پر وعظ کیا اور بڑی بڑی قسمیں کھا کر مرزا کو صادق ثابت کرنے کی سعی کی اور کہا کہ مسلمان جب تک مرزا صاحب کو امام وقت نہ مانیں گے ہرگز بارش کا منہ نہ دیکھیں گے اور کئی اور بلیات دیکھیں گے اور بجائے بارش کے خاک وگرد و بجائے ٹھنڈک کے ان پر آگ برسے گی۔ دوسرے دن نورالدین لاہور سے چلا گیا اس کے جانے کے بعد نزول بارانِ رحمت شروع ہوگیا اور اخیر جولائی تک چھ مرتبہ پرزور بارش ہوئی اور خداوند کریم نے اپنی عاجز مخلوق کو اغوا اور تذبذب سے نجات دلائی۔ (عصائے موسیٰ بحوالہ [illegible] گزٹ ۱۶ جولائی ۱۹۰۰ء، ص۳)

تفقّہ وعلمی کمالات

نورالدین نے فتویٰ دیا کہ میری تحقیق میں نکسیر، قے اور قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد اول ص ۳۸) مولوی نورالدین نے ایک کتاب کا نام ''فصل الخطاب لمقدمۃ الکتاب'' رکھا تھا اس نام کے خلاف محاورہ عربی وغلط ہونے کے اکثر چرچا رہا۔ شاید اپنے گرو کی سنت پر عمل کر کے غلط نویسی سے کام لیا ہوگا۔ (عصائے موسیٰ) ایک دفعہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم میانوی سے بمقام لاہور بتاریخ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء مکالمہ ہوا جس میں نورالدین اپنے دعویٰ ''مات عیسیٰ یقیناً'' کو ثابت کرانے کیلئے کوئی ایسی دلیل بیان نہ کر سکے جس میں تقریب تام ہونے کا دعویٰ کر سکتے اور لاجواب ہو کر خاموش ہوگئے۔

(الظفر الرحمانی، ص ۲۰۷)

اسی طرح ایک دفعہ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کے سوالات کے جواب میں بمقام قادیان ایسے بدحواس ہوئے کہ اپنے گرو سے پوچھ کر بتانے کا وعدہ کیا۔ مولانا تین دن وہاں مقیم رہے مگر ان کا بیان ہے کہ نورالدین موٹی عقل کا آدمی اور بالکل سادہ لوح انسان تھا اور حسن ظنی کی بنا پر یا مرزا کے عقائد کو اپنے مذہب کے موافق پاکر مرزائی دلدل میں پھنسا رہا۔

دینی رنگ

مرزائیوں کی مایۂ ناز کتاب عسل مصفّٰی میں لکھا ہے کہ نورالدین نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی منڈی ہوئی ہے۔ (استغفراللہ) مولوی کرم الدین رئیس بھیں کے مقدمات جو مرزا صاحب کے ساتھ ہوئے ان میں نورالدین صاحب یا مرزا کو فکر دامنگیر ہوا کہ کہیں نورالدین بھیرہ میں رہ کر کسی نیک صحبت کا اثر قبول کر کے مرزائیت ترک نہ کر دے۔ اس لئے

کی شہادتیں ہوئیں شہادتوں میں اِس قدر جھوٹ بولے کہ لوگ حیران رہ گئے روئیداد مقدمات بنام ''تازیانہ عبرت'' طبع ہو چکی ہے اُس میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے زمانہ میں یوسف علیہ السلام موجود تھے۔ یہ اغلباً بدحواسی کے عالم میں کہا ہوگا۔ جھوٹوں کی تعداد صرف ایک ہی بیان میں دس کے قریب پہنچ چکی ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کی صحبت کا اثر تھا۔

مرزا سے عقیدت

اکثر معتبر اشخاص سے سنا گیا ہے کہ مرزا کی عقیدت کا جذبہ کئی دفعہ نورالدین کے دل سے جاتا رہا مگر چونکہ حسن ظنی کا مادہ غالب تھا اور توفیق ایزدی شامل حال نہ تھی اس لئے توبہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دراصل حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید ترک کرنے اور اُن کی شان میں بُرا بھلا کہنے کا نتیجہ بارگاہ خداوندی سے اسی دنیا میں مل گیا امام حق کی تقلید سے نکل کر امام ضلالت کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال لیا اور عقل وعلم سے بے بہرہ ہو کر دین و ایمان سب اس کے حوالہ کر دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ کہا ''میرا تو یہ ایمان ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو۔'' (سیرۃ المہدی، ص۱۰۳)

مرزا کے مرنے کے بعد محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق یہ جواب دیا کہ ''میرے نزدیک اگر مرزا صاحب کی اولاد میں سے کسی زمانہ میں کسی کا نکاح محمدی بیگم کی اولاد میں سے کسی لڑکی کے ساتھ ہو گیا تو پیشگوئی پوری ہو جائیگی۔ خدا جسے گمراہ کرے اُسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔ جان بوجھ کر جو اندھا بنے اور کنوئیں میں گرے اُس کا کوئی علاج نہیں۔ نورالدین عقل وعلم وخرد مرزا کے حوالہ کر چکا تھا اور عقل سے کسی جگہ کام لینا جائز نہ سمجھتا تھا۔

مرزائیوں میں درجہ

مرزائے قادیانی نے اپنی تصانیف میں کئی جگہ نورالدین کی بڑی تعریف کی ہے۔ اُسے فاروق اور حکیم الامۃ کا خطاب دیا گیا عسل مصفی میں لکھا ہے کہ اس کا مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و دوسرے صحابہ کے برابر تھا۔ مرزا نے ایک دفعہ کہا تھا جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھنا ہو، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھنا ہو، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، سلمان رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، اور علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا ہو، وہ نورالدین کو دیکھ لے۔ (استغفر اللہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک)

مرزا کے مرنے کے بعد بالاتفاق نورالدین خلیفہ قرار پایا۔ چھ سال خلیفہ رہا۔ اس کی زندگی میں کسی قسم کا اختلاف مرزائیوں میں رُونما نہ ہوا۔ اسکی افضلیت سب کے نزدیک مسلم تھی۔ اس لئے کسی دعویدار خلافت کو مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

مرزا صاحب نے نہایت ہوشیاری سے نورالدین کے ذریعہ اپنے مشن کو کامیاب بنایا۔ ہر وقت ان کا دل بہلانے میں مصروف رہتا تھا۔ جب کبھی نورالدین کہیں باہر جاتا تھا تب بھی اُسے خوش رکھنے کیلئے خطوط کا سلسلہ جاری رکھتا تھا جن میں اُس کی حد درجہ خوشامد کی جاتی تھی۔ چنانچہ ذیل میں مرزا کے دو خط بنام نورالدین نقل کئے جاتے ہیں۔ جن میں نورالدین کو ازواج مطہرہ کا معزز خطاب دیا گیا ہے۔

مخدومی ومکرمی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یقین کہ آن مکرم بخیر و عافیت بھیرہ (۱) میں پہنچ گئے ہونگے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ خدا

---

(۱) مرزا کو فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں نورالدین بھیرہ میں رہ کر کسی نیک صحبت کا اثر قبول کر کے مرزائیت ترک نہ کر دے۔ اسلئے خوشامد سے بھرا ہوا خط لکھا۔

تعالیٰ بہر حال آپ سے بہتر معاملہ کریگا۔ میں نے کتنی دفعہ جو توجہ کی تو کوئی مکروہ امر میرے پر ظاہر نہیں ہوا۔ بشارت کے امور ظاہر ہوتے رہے اور دو دفعہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا: انی معکما اسمع و اری. ایک دفعہ دیکھا گیا کہ گویا ایک فرشتہ ہے اس نے ایک کاغذ پر مہر لگادی اور وہ مُہر دائرہ کی شکل پر تھی اس کے کنارہ پر محیط کی طرف اعلیٰ کے قریب لکھا تھا ''نورالدین'' اور درمیان میں یہ عبارت تھی ''ازواج مطہرۃ'' میری دانست میں ازواج دوستوں اور رفیقوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہونگے کہ نورالدین خالص دوستوں میں سے ہیں کیونکہ اسی رات اس سے پہلے میں نے ایک خواب دیکھا کہ فرشتہ نظر آیا کہ وہ کہتا ہے کہ تمہاری جماعت کے لوگ پھرتے جاتے ہیں۔ فلاں فلاں اپنے اخلاص پر قائم نہیں رہا۔ تب میں اُس فرشتہ کو ایک طرف لے گیا اور اس کو کہا کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں تم اپنی کہو کہ تم کس طرف ہو؟ تو اُس نے جواب دیا کہ ہم تو تمہاری طرف ہیں۔ تب میں نے کہا کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ میری طرف ہے تو مجھے اُس کی ذات کی قسم ہے کہ اگر سارا جہان پھر جائے تو مجھے کچھ پرواہ نہیں۔[1] پھر بعد اس کے میں نے کہا کہ تم کہاں سے آتے ہو؟ اور آنکھ کھل گئی۔ اور ساتھ الہام کے ذریعہ سے یہ جواب ملا کہ اجیٔ من حضرۃ الوتر میں نے سمجھا کہ چونکہ اس بیان سے جو فرشتہ نے کیا وتر کا لفظ مناسب تھا کہ وتر تنہا اور طاق کو کہتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ کا نام الوتر بیان کیا۔ اس خواب اور اس الہام سے کچھ مجھے بشریت سے تشویش ہوئی اور پھر سو گیا تب پھر ایک فرشتہ آیا اور اُس نے ایک کاغذ پر مہر لگادی اور نقش مہر جو چھپ گیا دائرہ کی طرح تھا اور وہ اس قدر دائرہ تھا جو ذیل میں لکھتا ہوں اور تمام شکل یہی تھی۔

---

[1] معلوم ہوا کہ پہلے جو قسم کھائی تھی کہ مجھ کو پرواہ نہیں وہ قسم جھوٹی تھی، مرزا صاحب قسمیں کھانے کے عادی تھے۔ ان کی دوسری قسموں کا حال بھی اس سے معلوم ہوسکتا ہے۔

نورالدین
ازواج مطہرۃ

مجھے دل میں گذرا کہ یہ میری دل شکنی کا جواب ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایسے دوست بھی ہیں جو ہر ایک لغزش سے پاک کیے گئے ہیں جن کا اعلیٰ نمونہ آپ ہیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان۔ بخدمت اخویم حکیم فضل دین صاحب السلام علیکم

مرزا کا دوسرا خط

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب سلمہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچ کر باعث مشکوری ہوا۔ عام طور پر اس مکرم کے استقلال کو بڑی تعجب[1] کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ درحقیقت اللہ جل شانہ کے اور اس کی ذات پر توکل رکھتے ہیں اُن کے لئے خدا تعالیٰ کافی ہے۔ کسی راجہ رئیس کی واقع ہے جبکہ اس بات کو مان لیا کہ خدا ہے اور ان صفتوں والا کہ ایک طرفۃ العین میں فنا کردے تو پھر ہم کیوں غم کریں اور زید و عمر کی بے التفاتی سے ہمارا کیا نقصان۔ آپ امید بہت سے برکات کا مورد بنادے کہ آپ نے اس عاجز کی لِلّٰہ وہ خدمت کی ہے کہ اس کی نظیر اس زمانہ میں ملنا مشکل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ چونکہ انسان کے بعض اخلاق اور خلقت پر ظاہر ہونا کسی قسم کی تکلیف پر موقوف ہے اس لئے وہ رحیم و کریم اپنے مستقیم اپنے بندوں پر حوادث بھی نازل کرتا ہے تا ان کے دونوں قسم کے اخلاق جو ایام راحت اور یا رنج سے متعلق ہیں ظاہر ہو جائیں۔ اسی وجہ سے ہم خدا تعالیٰ کی مشیت میں کھینچے چلے

---

[1] اس کو بھی تعجب تھا۔ دل میں خوشی ہوگی کہ عجب آدمی ہاتھ آیا ہے جس میں عقل و خرد کا نام نہیں۔ ۱۲

جاتے ہیں تا جو کچھ ہمارے اندر ہے ظاہر ہو جائے اس عاجز کا پہلا خط جس میں ایک دو الہام درج ہیں شاید پہنچ گیا ہوگا۔ والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان ۳ ستمبر ۹۲ء۔

منقول از زمیندار ۱۹ نومبر ۱۹۳۲ء۔

انجام

مولوی نورالدین نے اپنے مرنے سے چند روز پہلے میرے اخ مکرم حضرت زبدۃ العارفین مولانا محمد ذاکر بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس میں خاندان بگویہ کے اخلاق کریمانہ وعنایات کا ذکر کرنے کے بعد اپنے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔ اور اپنی عمر کے آخری افعال سے ندامت کا اظہار کیا تھا اور اس کے الفاظ سے ظاہر ہوتا تھا کہ نورالدین کو تنبیہ ہو چکی ہے۔ سنا گیا ہے کہ مرنے سے آٹھ دن پہلے حجرہ کے اندر ہی رہا۔ میرے حضرت بھائی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یقیناً توبہ کر کے مرا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

مولوی نورالدین نے ۱۹۱۴ء میں انتقال کیا اور اس کے بعد اُمت مرزائیہ میں افتراق وانشقاق کا بازار گرم ہو گیا۔

"حصہ سوم"

مرزائیوں کے فرقے

مولوی نورالدین کی وفات کے بعد امت مرزائیہ اختلاف عقائد کی بنا پر کئی حصوں میں منقسم ہو گئی۔ ان میں سے اگرچہ لاہوری وقادیانی زیادہ مشہور رہیں۔ مگر دوسرے فرقے بھی اپنی تفرقہ انداز سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ اس لئے ان کا مختصر تذکرہ قارئین کی دلچسپی کیلئے درج کیا جاتا ہے۔

محمودیہ

اس فرقہ کا مرکز قادیان ہے اس لئے یہ فرقہ قادیانی بھی کہلاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا لڑکا مرزا محمود احمد اس گروہ کا امام یا پیشوا ہے۔ یہ لوگ مرزا کی نبوّت کا اعلانیہ پرچار کرتے ہیں اور مرزا کے تمام دعاوی کو اس کے اصلی الفاظ میں صحیح و درست تسلیم کرتے ہیں۔ مرزا کے دعوے: من فرق بینی وبین المصطفیٰ ماعرفنی ومارای کے مطابق قادیانی اُسے محمد ﷺ کا بروز سمجھتے ہیں اور وللآخرۃ خیرلک من الاولیٰ کے مطابق مرزا کی بعث کو بعثت اول یعنی رسالت مآب ﷺ سے افضل اعتقاد کرتے ہیں۔ اس جماعت کا ایک شاعر کہتا ہے۔ شعر

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں — اور ہیں پہلے سے بڑھ کر عزوشاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

مرزا محمود احمد کو یہ لوگ فخر المرسلین لکھا کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اپنے اس لڑکے کی تعریف میں لکھا تھا شعر

اے فخر رُسل قرب تو معلوم شد — دیر آمدہ از رہ دُور آمدہ

مرزا محمود کے عقائد دربارہ مرزا غلام احمد قادیانی ملاحظہ ہوں:

''مرزا صاحب بلحاظ نبوت کے ایسے ہیں جیسے اور پیغمبر اور ان کا منکر کافر ہے''۔ (الفضل ۱۹۱۴ء نمبر ۱۲۲۔ ص ۸) ''جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔'' (تشحیذ الاذہان، ص ۱۴۰، نمبر ۴، ج ۶) ''مرزا صاحب نے اُس کو بھی کافر ٹھہرایا ہے جو سچا تو جانتا ہے مگر بیعت میں توقف کرتا ہے۔'' (تشحیذ، ص ۱۴۱، نمبر ۴، اپریل ۱۹۱۴ء) مرزا صاحب کا انکار کفر ہے (فضل ج ۲، ۹ جنوری ۱۹۱۵ء) ''مرزا صاحب عین محمد تھے''۔ (ذکر الٰہی، ص ۲۰) اگر نبی کریم کا منکر کافر ہے تو مسیح موعود کا منکر بھی کافر ہے کیونکہ مسیح موعود (مرزا صاحب) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہ تھے اس لئے اگر مسیحِ موعود کا منکر کافر نہیں ہے تو نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ بعثت اوّل میں تو آپ کا منکر کافر ہو اور آپ کی دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اکمل اور اشد ہے آپ کا انکار کفر نہ ہو۔ (ریویو موسومہ کلمۃ الفضل، ص ۱۴۶) ''کیا اس بات میں شک ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اتارا جب تک اخرین منھم کی آیت موجود ہے اس وقت تک تو مجبور ہے کہ مسیح موعود کو محمد ﷺ کی شان میں قبول کرے۔'' (کلمۃ الفضل، ص ۱۵) ''(مرزا) بعض الوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا ہے۔'' (حقیقۃ النبوۃ، ص ۲۵۷) تمام انبیاء (جس میں نبی کریم بھی شامل ہیں) پر فرض ہے کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) پر ایمان لائیں تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں''۔ (الفضل ص ۶ ج ۳ نمبر ۳۸ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء) ''کیا یہ پرلے درجہ کی بے عزتی نہ ہوگی کہ ہم آیت لانفرق میں داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام وغیرہ کو تو شامل کرلیں اور مسیح موعود جیسے عظیم الشان نبی کو شامل نہ کریں۔'' (کلمۃ الفضل، ص ۱۱۷) ''مسیح موعود نے خطبہ الہامیہ میں بعثت ثانی کو ''بدر'' کا نام رکھا ہے اور بعثت اوّل کو ''ہلال'' جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کا کافر بعثت اوّل کے کافروں سے بدتر ہے۔'' (الفضل ص ۴، ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء)

مرزا محمود اپنے متعلق لکھتا ہے: ''جس طرح مسیح موعود کا انکار تمام انبیاء کا انکار ہے اسی طرح میرا انکار انبیاء بنی اسرائیل کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی۔ میرا انکار رسول اللہ ﷺ کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی''۔ میرا انکار شاہ نعمت اللہ ولی کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی۔ (الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء) ''وہ خلیفہ اسلامی جس کی اتباع تمام مشرقی و مغربی دنیا پر فرض ہے وہ میں ہوں۔'' (ریویو اکتوبر ۱۹۲۲ء، ص ۳۵)

اپنے والد کی متابعت میں مرزا محمود نے جنگ عظیم کے دوران میں برطانیہ کی وفاداری کے راگ الاپے اور کہا کہ اگر مجھ پر بارِ خلافت نہ ہوتا تو میں رنگروٹ بنکر فوج میں بھرتی ہوجاتا۔ ۱۹۱۹ء میں جنگ افغانستان کے موقعہ پر افغانستان کو کچلنے کے لئے احمدی رجمنٹیں بھرتی کرنے کا ارادہ کیا بغداد و بیت المقدس کے فتح ہونے پر قادیان میں جشن چراغاں منایا گیا۔ اُس دن منارۃ المسیح قادیان پر گیس کے ہنڈے روشن تھے اور جزیرۃ العرب پر غیر مسلموں کے قابض ہوجانے کی خوشی میں ہر قادیانی فرطِ مسرّت سے پھولے نہ سماتا تھا انہیں اپنے نبی کے مشن کا ثمرہ نظر آرہا تھا۔ مرزا محمود کے چال چلن و اخلاق کے متعلق کئی روایات مشہور ہیں۔ اس کے شباب اور لڑکپن کے کئی قصے زبان زدِ خلائق ہیں۔ مرزا غلام احمد کے سامنے بھی اس کے برے چال چلن کی شکائتیں ہوئی تھیں چنانچہ اسی زمانہ میں ایک لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلق کا الزام اس پر لگایا گیا تھا۔ عہدِ خلافت میں بھی مرزا محمود کے ''مشی فی النوم''۔ ''کنارِ بیاس کے خاص مشاغل''۔ ''مدرسہ نسوان'' وغیرہ کے متعلق اخبارات میں کئی بیان شائع ہوچکے ہیں۔ مولانا عبدالکریم صاحب ایڈیٹر ''مباہلہ'' امرتسر اور اُن کا خاندان پکا مرزائی تھا اور وہ بہشتی مقبرہ کا ٹکٹ بھی حاصل کرچکے تھے مگر مرزا محمود کی عیاشیوں اور دیگر کارروائیوں سے واقف ہوکر اُن کی آنکھیں کُھل گئیں اور خدا کے فضل و کرم سے انہیں دوبارہ داخل اسلام ہونے کی توفیق حاصل ہوئی۔ مولانا ممدوح نے بذریعہ اخبار مباہلہ مرزا محمود کو مباہلہ کے لئے چیلنج دیا۔ مگر مرزا محمود نے مباہلہ قبول کرنے کی بجائے

ارکان انجمن مباہلہ کے خلاف اپنے مریدوں کو اشتعال دلایا۔ آخر کار مولانا کو ''اعلاء کلمۃ الحق'' کی پاداش میں قادیان سے جلاوطن ہونا پڑا۔ ان کے مکانات سورج کی روشنی میں دن کے وقت جلا دیئے گئے۔ ہزار ہا روپیہ کا سامان نذر آتش کر دیا گیا اور مولانا عبدالکریم پر قاتلانہ حملہ ہوا اور اُن کے ایک ہمراہی مستری محمد حسین صاحب شہید کر دیئے گئے۔ مگر الحمد للہ کہ مولانا نہایت صبر و استقامت کے ساتھ امرتسر میں رہ کر اخبار ''مباہلہ'' کیلئے قادیان کے سربستہ رازوں کا انکشاف کر رہے ہیں۔

مرزا محمود انگلستان کی سیاحت بھی کر چکا ہے۔ وہاں اُس نے ''احمدیت'' یعنی مرزائیت پر ایک لیکچر دیا تھا اور لنڈن کے ''لڈگیٹ'' میں اقامت اختیار کی تھی۔ مرزائیوں نے اُسی وقت اعلان کر دیا کہ احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام دجال کو بابِ لُد[1] پر قتل کریں گے وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ مرزا محمود کا انگلستان کے اخبارات میں مرزا محمود نے ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے اپنی ذات کے متعلق پروپیگنڈا کیا۔ لنڈن کے اخبارات میں ''ہز ہولی نیس خلیفۃ ٹل مسیح''۔ (تقدس مآب خلیفۃ المسیح) کے لقب سے اس کا ذکر کیا گیا۔ عوام نے سمجھا کہ دراصل خلیفہ صاحب کا نام ''ٹل مسیح'' ہے کیونکہ انگریزی میں ''خلیفہ ٹل مسیح'' شائع ہوا تھا۔ اس لئے اس کا نام ''ٹل مسیح'' مشہور ہو گیا۔

۱۹۲۲ء میں قادیانیوں میں بہائیت کا چرچا ہونے لگا۔ محفوظ الحق علمی مولوی فاضل اور کئی دیگر اشخاص نے اعلانیہ ''بہائی مذہب'' قبول کر لیا اور اعلان کر دیا کہ مرزا غلام احمد نے بہاءُ اللہ کی تعلیمات، بہائی عقائد و طرزِ استدلال سے فائدہ حاصل کیا تھا ورنہ دراصل مسیح موعود اور مہدی اور زمانہ کا رسول بہاؤ اللہ ہی تھا۔ مرزا محمود نے اس زبردست

[1] کتب لغت اور کتب احادیث میں لد ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو فلسطین میں ہے مرزائیوں نے فن تاویل میں تمام گذشتہ ملحد فرقوں سے فوقیت تامہ حاصل کر لی ہے دمشق سے مراد قادیان، ابن مریم سے مراد غلام احمد، لد سے لنڈن کا لڈگیٹ، مینارہ شرقی سے مراد قادیان کا مینارہ۔ غرض مرزائیوں کے نزدیک محمد ﷺ کی تعلیم ایک معمہ تھی۔

رد کے مقابلہ میں اپنے آپ کو عاجز پا کر مقاطعہ کے ہتھیار سے کام لیا۔ علمی و دیگر بہائی قادیان کی رہائش ترک کرنے پر مجبور ہوگئے اور اُنہوں نے ''کوکب ہند'' کے نام سے ایک اخبار آگرہ سے جاری کیا جو ملک ہند میں بہائیت کی تبلیغ کرنے والا واحد پرچہ ہے اس میں قادیانی مذہب کی تردید بھی نہایت عمدگی سے کی جاتی ہے۔

مذہب مرزائیت کی تبلیغ اور پروپیگنڈا کے فن میں مرزا محمود اپنے والد سے زیادہ ماہر اور ہوشیار ثابت ہوا ہے، گورنمنٹ برطانیہ کو ہر حال میں اپنے موافق رکھنے کے لئے خوشامد چاپلوسی اور اظہار وفاداری میں کوئی غدار ملت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ممالک غیر میں اس کے کئی مبلغین ''خدماتِ خصوصی'' پر مامور ہیں، اور ان کی خدمات کو خدمات اسلام ظاہر کر کے سادہ لوح مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ اکثر بے خبر جاہل اور نئی روشنی کے دلدادہ جنٹلمین انہیں مبلغ اسلام اور خادمِ اسلام سمجھ کر ان کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر ان کو چندہ دینے لگتے ہیں، سرمد شہید نے عالم کشف میں شاید ان ہی لوگوں کو دیکھ کر کہا ہو شعر

یاراں چہ عجب راہِ دورنگی دارند مصحف بہ بغل دینِ فرنگی دارند

مرزائیوں کی غیر ممالک میں تبلیغ کی حقیقت حسب ذیل تصریحات سے واضح ہو سکتی ہے، قارئین بعد ازاں الفاظ کا مطالعہ کر کے اندازہ لگائیں۔

خواجہ کمال الدین مرزائی لکھتا ہے، کہ ''قادیانی بھائیوں نے جا کر ولایت میں کہا کہ احمدی فرقہ دوسرے مسلمانوں سے الگ ہے اور اُنہوں نے ماسٹر پیغمبر (محمد ﷺ) اور شاگرد پیغمبر (مرزا) کا فلسفہ بھی انگلستان میں پیش کر کے دیکھ لیا۔ یہ پچھلا امر ہی انگلستان میں اُن کی ترقی کی روک کا باعث ہو گیا قادیانی مبلغین میں سے ایک نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اتوار کے دن وہ ازلو اسٹیشن پر آجاتے اور اس ٹوہ میں رہتے کہ کون لنڈن سے مسجد

ووکنگ کی طرف جا رہا ہے اگر انہیں کسی ایسے شخص کا پتہ مل جاتا تو اُس کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھ جاتے اور ووکنگ تک مرزا صاحب کی نبوّت کی تلقین کرتے، چنانچہ ایک دن ملک بلجیم کی ایک نومسلم خاتون اپنے بچّوں کو لیکر ووکنگ آ رہی تھی، تو اُس کے ساتھ قادیانی مبلغ بھی بیٹھ گئے اور نبوّت[1] مرزا پر زور دینے لگے اس پر خاتون نے کہا کہ بڑی سے بڑی بات جو تمہاری تقریر سے مجھے نظر آئی ہے وہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کے ماتحت ایک چھوٹا پیغمبر پیدا ہوا ہم تو اب تک بڑے پیغمبر سے عہدہ برآ نہیں ہوئے جس وقت ہم بڑے پیغمبر کی تعلیم پر پورے عامل ہو جائیں گے، اُس وقت چھوٹے پیغمبر کا بھی خیال کرلیں گے یہ الفاظ قادیانی جماعت کے غور کرنے کے قابل ہیں، وہ عملی رنگ کو اپنے سامنے رکھیں، آخر انہوں نے دیکھ تو لیا کہ جن وجوہ[2] سے انہوں نے اوّل جرمن اور بعد میں اپنے امریکن مشن کو بند کیا وہ ہی صورت ان کے انگلستانی مشن کی ہو رہی ہے''۔ (مجدد کامل، ص ۸۸)

مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں۔ ''میں گورنمنٹ کی پولیٹیکل خدمت وحمایت کیلئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے میں نکلے گی اور گورنمنٹ کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے کہ جب تک تو گورنمنٹ کی عملداری میں ہے خدا گورنمنٹ کو کچھ تکلیف نہ دیگا اور جدھر تیرا منہ ہوگا اُسی طرف خدا کا ہوگا اور میرا منہ[3] گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف ہے لہٰذا خدا کا منہ بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے''۔

(الہامی قاتل جلد ۱۸، ص ۵)

[1] مرزائیوں کی یہی ''اسلامی'' خدمات ہیں جن کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ اور سادہ لوح عوام انہیں ممالک فرنگ میں اسلامی مبلغ تصور کر لیتے ہیں اور انہیں چندہ دیتے ہیں اور مرزائی جھوم جھوم کر کہتے ہیں کہ ہم وہ ہیں جنہوں نے مغرب میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ فافہم (مؤلف)

[2] یعنی اہل جرمن وامریکہ قادیانی جماعت کو انگریزی جاسوس سمجھنے لگے اور مرزا غلام احمد کی نبوت کا پرچار نہ ہو سکا۔

[3] بخاری کتاب الجہاد میں روایت ہے۔ کہ قیصر روم نے ابوسفیان سے دریافت کیا۔ کہ پیغمبر اسلام کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟ ابوسفیان نے جواب دیا مسکین اور غریب لوگ۔ ہرقل نے اس جواب پر کہا کہ ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔ (رحمۃ للعالمین ص ۲۷۱)

ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص[1] زیادہ ہیں اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی ذی عزت عہدہ دار ہیں۔ (کتاب البریہ، صفحہ ۱۷، حاشیہ)

مرزا محمود کہتا ہے ہم گورنمنٹ کی ایسی خدمت کرتے ہیں جو پانچ پانچ ہزار روپیہ تنخواہ پانے والے نہیں کرتے۔ (الفضل)

مرزا محمود ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۲۴ء تک اہل اسلام سے ترک تعاون پر عمل پیرا رہا، اُس نے مسلمانانِ عالم کو کافر، مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا اور اُن سے رشتہ ناطہ و برادری کے تعلقات قائم کرنا اُن کی شادی یا غمی کی رسومات میں شریک ہونا بلکہ ان کے بچّوں کا جنازہ تک پڑھنا اپنے مریدوں کے لئے ناجائز وحرام قرار دیا مگر ۱۹۲۴ء کے بعد کسی پولیٹیکل مصلحت سے مسلمانانِ ہند کی قیادت ورہنمائی کا شوق اس کے دِل میں سما چکا ہے انہیں ''کافروں، مرتدوں، اور بے دینوں'' کی بھلائی وبہبودی کی فکر بقول مرزائیان اُسے ہر وقت بے چین کئے رکھتی ہے، فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں بے شمار مرزائی حلقۂ ارتداد میں مبلغین اسلام بن کر پہنچے علمائے اسلام اُسی وقت اُن کے عزائم کو تاڑ گئے تھے۔ مگر مدعیانِ قیادت یعنی نئی ظلمت کے شیدائیوں نے ہر جگہ علمائے اسلام کا استخفاف کیا اور قادیانیوں کی اسلامی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا گیا، مرزائیوں نے تبلیغ وانسداد فتنۂ ارتداد کے لئے لاکھوں روپیہ مسلمانوں سے وصول کیا اور اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۳۲ء کے جلسۂ قادیان میں اعلان کیا گیا کہ ''ساندھن (حلقۂ ارتداد) سے احمدیوں کا قافلہ غلام احمد کی جے کے نعرے لگاتا ہوا قادیان پہنچا ہے اور احمدیت وہاں اچھی طرف پھیل رہی ہے۔ گویا آریہ بننے سے بچ کر ملکانوں کی ایک جماعت مسلمانوں کے لاکھوں روپیہ کے صرف سے مرزائی بن گئی، محمد رسول

[1] مرزا اور مرزائیوں کا قبلہ انگریز ہیں۔ فافہم

اللہ ﷺ کی اُمت سے نکل کر قادیانی نبی کی امت میں شامل ہو گئے۔

لاہور کے ایک ہندو راجپال نے ایک دل آزار کتاب ''رنگیلا رسول'' تصنیف کی جس سے مسلمانانِ ہند میں ایک ہیجانِ عظیم برپا ہو گیا، قادیانیوں نے قیادت کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا، بڑے بڑے لمبے پوسٹر ہر ہفتہ مرزا محمود کی طرف سے شائع ہو کر بڑے بڑے شہروں کے در و دیوار پر چسپاں ہونے لگے جن میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ معاشرتی وتجارتی مقاطعہ کی تلقین کی جاتی تھی اُس زمانہ میں عام طور پر لوگ مرزائیوں کو نبی اکرم ﷺ کا عاشق اور اسلام کے بہادر سپاہی خیال کرتے تھے مرزا محمود نے اپنی جماعت کے ذریعہ اپنی قیادت کا ڈھنڈورہ پٹوایا اور سادہ لوح مسلمانوں سے لاکھوں کی تعداد میں دستخط کرا کر ایک میموریل وائسیرائے کے نام بھجوایا جس میں انبیاء و بانیان مذاہب کی توہین کو جرم قرار دینے کے لئے کسی خاص قانون کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا تھا چنانچہ گورنمنٹ نے تعزیراتِ ہند میں مجوزہ ترمیم کو قبول کر لیا، مسلمانوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی مگر اس چالبازی اور فریب کی حقیقت جلد ہی ظاہر ہو گئی، مرزائیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی بانیانِ مذاہب اور انبیاء میں ظاہر کیا اور اس کی ذات پر بھی نکتہ چینی بموجب قانون جرم قرار دی گئی اب تک کئی خادمانِ اسلام اس قانون کی زد میں آچکے ہیں مگر بدگو و مفسد اشخاص ابھی تک محفوظ ہیں۔ غازی علم الدین شہید کے خنجر نے راجپالی فتنہ کا خاتمہ کر دیا، اور اس سچے عاشق رسول ﷺ نے اپنی جان عزیز اس مقصد کیلئے قربان کر دی مسلمانوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُنہوں نے مدعیانِ تحفظِ ناموس شریعت یعنی قادیانیوں اور اُن کے پیشوا مرزا محمود کی زبان سے علم الدین کی مذمت کے الفاظ سُنے اور قادیان کے سرکاری صحیفہ ''الفضل'' میں اعلان کیا گیا کہ علم الدین اپنے گناہ سے توبہ کرے اُس سے ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے

جو شرعاً قابل معافی نہیں۔ اس کے بالعکس حاجی مستری محمد حسین صاحب شہید کے قاتل محمد علی مرزائی کی تعریفیں کی گئیں اور پھانسی کے بعد اُس کے جنازہ کو مرزا محمود نے کندھا دیا اور اُسے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

مرزائیوں کے اس فعل سے ثابت ہو چکا ہے کہ اُن کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مرزا محمود کی محبت وعزت موجزن ہے، مرزا محمود کے دشمن کا قاتل ان کے نزدیک جنتی ہے اور نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے کو اگر کوئی مسلمان غضب میں آکر قتل کر دے تو ان کے نزدیک وہ شرعی مجرم ہے گناہ گار ہے اور مستحق دار ہے اور اُسے توبہ کرنی چاہئے اور ایسے شخص کو اگر پھانسی دی جائے تو اُسے شہید کہنا جائز نہیں۔

مرزا محمود کے نزدیک سیاسیات میں دخل دینا ناجائز تھا وہ اعلان کر چکا تھا کہ مسلمانوں کے لئے سیاسیات کی طرف متوجہ ہونا ایک ایسا زہر ہے جسے کھا کر بچنا محال بلکہ ناممکن ہے۔ (برکات خلافت، ص ۵۱) ''ان لوگوں کو جانے دو جو سیاسیات میں پڑتے ہیں''۔ (برکات خلافت، ص ۶۹) خواجہ صاحب (کمال الدین) باوجود حضرت مسیح موعود کے سخت ناپسند فرمانے کے مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ (الفضل ۱۷ فروری ۱۹۱۷ء)

مگر اب مرزا محمود نے سیاسیات میں عملی حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اس کے مرید ظفر اللہ و مفتی محمد صادق مسلم لیگ و مسلم کانفرنس کے ہر اجلاس میں شریک ہوتے ہیں اور سیاسیات کے متعلق مسلمانوں کو مشورے دئے جاتے ہیں مسلمانوں کو ایسے خطرناک مفسدین سے ہوشیار رہنا چاہئے ممکن ہے کہ یہ لوگ آئندہ زمانہ میں سکھوں کی طرح اپنی ایک علیحدہ سیاسی حیثیت گورنمنٹ سے تسلیم کرالیں اور اپنی تعداد بڑھا کر مسلمانوں کیلئے مستقل خطرہ ثابت ہوں، یہ پولیٹکل گرگٹ کئی رنگ بدل رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اعلان کیا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ ایک جماعت الگ بنانا چاہتا ہے، اسلیئے اس کے منشاء کی کیوں مخالفت کی جائے، جن لوگوں سے وہ جدا کرنا چاہتا ہے، بار باراُن میں گھسنا یہی تو اُس کی منشاء کے مخالف ہے۔ (البدر مورخہ ۲۰/فروری ۱۹۰۳ء)

مگر جب مرزا محمود کو قیادت کا شوق سمایا، اور مصلحت وقت سے کام لینا چاہا تو ہمدرد اسلام بن کر مسلمانوں کے سامنے نمودار ہوا اور ۲۶/جون ۱۹۲۵ء کو نیا روپ بدلا اور تقریر میں کہا:

''میں نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اب تک ہماری جماعت سے ایک غلطی ہوئی ہے میں نے بارہا اس سے روکا بھی ہے مگر اس جماعت نے جو اخلاص میں بے نظیر ہے تا حال اس پر عمل نہیں کیا اور وہ یہ کہ مباحثات کو ترک کردو میرے نزدیک وہ شکست ہزار درجہ بہتر ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو، بہ نسبت اس فتح ا کے جو لوگوں کو حق سے دُور کردے۔ پس ایک دفعہ پھر جب کہ ہمارے مبلغ تبلیغ کیلئے جارہے ہیں انہیں اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ مباحثات کو چھوڑ دیں اور ایسا طرز اختیار کریں جس سے دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور خدا تعالیٰ سے خشیت ظاہر ہو مگر ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ مبلّغ کی حیثیت سے نہیں جارہے بلکہ مدبّر کی حیثیت سے جارہے ہیں ان کا کام یہ دیکھنا ہے کہ اس ملک میں کس طرح تبلیغ کرنی چاہئے۔'' (الفضل ۱۱/جولائی ۱۹۲۵ء)

کشمیر میں مسلمانوں پر ظلم ہوا مظلومین کی ہمدردی کے جذبہ سے مسلمانانِ ہند بے چین تھے ایسی حالت میں مرزا محمود نے شملہ میں چند نام نہاد لیڈروں کو جمع کر کے کشمیر

ا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں کو ہر جگہ مناظروں میں ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مرزائیت کی حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے اس لئے مرزا محمود کو نئے طریقہ سے کام لینا پڑا اور منافق بن کر ظاہری ہمدردی دکھا کر تدبیر وحکمت سے لوگوں کے دل ودماغ میں اپنا اثر قائم کرنا چاہا۔ (مؤلف)

کمیٹی قائم کی اور اسکی صدارت کے فرائض اپنے ذمے لئے اور اس کا سیکرٹری اپنا ایک مرید عبدالرحیم درد کو بنایا، اور کمیٹی کا صدر مقام قادیان میں مقرر کر کے طول وعرض ہند میں چندہ کی اپیلیں شائع کیں اور کئی لاکھ ا روپیہ غریب مسلمانوں نے اپنے کشمیری مظلوم بھائیوں کی امداد کیلئے دیا مگر وہ روپیہ مرزائیت کی تبلیغ پر صرف ہوا کمیٹی کی صدارت کے نام سے ناجائز فائدہ حاصل کیا گیا، مرزائیوں نے کشمیر میں پیراپیگنڈا کیا کہ مرزا محمود کو مسلمانانِ ہند نے اپنا پیشوا خلیفہ اور امیر تسلیم کرلیا ہے کشمیری بچوں کے جلوس نکالے گئے اور اُن سے ''مرزا بشیر الدین محمود زندہ باد'' کے نعرے لگوائے گئے کشمیری زعماء کو مالی اعانت سے اپنا ہمنوا بنایا گیا چنانچہ سنا گیا ہے کہ کشمیر کے ہر بڑے قصبہ میں سرکردہ مسلم پیشوا یا سردار کو قادیان سے ماہواری رقم موصول ہوتی ہے اس طرح تالیف قلوب سے کام لیکر مرزائیت کے بیسیوں مبلغ دیہات وقصبات میں دورہ کر رہے ہیں حکومت کشمیر پر بھی مرزائیوں کا اثر ہے اس لئے مرزائیت کے مخالفین کی زبان بندی کرائی جاتی ہے ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جاتا ہے ۲ نوجوان ذہین اور مستعد طلباء فراہم کر کے بغرض تعلیم قادیان روانہ کئے جاتے ہیں تاکہ انہیں مبلّغ بنا کر اُن کے وطن میں واپس بھیجا جائے۔ صرف علاقہ شوپیاں (کشمیر) سے دس طلباء بھیجے جاچکے ہیں، مرزائیت کے خلاف آواز بلند کرنیوالے کا گلا اتحاد کی رٹ لگا کر دبانے والے ہر جگہ موجود ہیں اور اگر چند دن یہی حالت رہی تو اندیشہ ہے کہ تمام کشمیر میں مرزائیت کی جڑیں نہایت محکم واستوار ہو جائینگی۔ علمائے کرام کا فرض ہے کہ اس فتنہ کو فتنہ شدھی سے زیادہ خطرناک سمجھ کر مردانہ وار میدان عمل میں آئیں ورنہ بعد میں پچھتانے سے

ا صرف شہر بھیرہ سے کئی سو روپیہ اعانت مظلومین کا نام لیکر بعض فریب خوردہ اشخاص نے جمع کیا اور قادیان میں ارسال کیا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تمام ہندوستان سے کس قدر رقم فراہم ہوئی ہوگی۔

۲ کشمیر میں تبلیغی وفد بھیجنے کا مسئلہ حزب الانصار کے زیر غور ہے مگر مالی کمزوریاں سد راہ ہیں۔

کچھ نہ بنے گا۔تحریک احرار نے حدتک قادیانی فتنہ کے سدباب میں حصہ لیا مگر گورنمنٹ نے اس تحریک کو کامیاب نہ ہونے دیا اس کے بعد مرزا محمود نے نیا رنگ اختیار کیا۔یومِ سیرت کے نام سے ہر سال مقررہ تاریخوں طول وعرض ہند میں ہر جگہ جلسے منعقد کرائے جن میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کے پردہ میں مرزائیت کی تبلیغ کی گئی۔عاشقانِ سید المرسلین ﷺ جوق در جوق ان جلسوں میں شامل ہوئے اور سادہ لوح عوام نے مرزائیوں کو مداحِ رسول سمجھا علمائے کرام میں سے بھی اکثر اس رو میں بہہ گئے مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ مرزائیوں کا مقصد ان جلسوں سے سوائے جلب زر حصول منفعت اور ذاتی جاہ واقتدار کے حصول کے سوا کچھ نہ تھا۔اپنے آپ کو سید المرسلین ﷺ کا محب ظاہر کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔اور غیر ممالک میں تبلیغ کی کہ مرزا محمود ہندوستان کے مسلمانوں کا پیشوائے اعظم ہے اس کے اشارہ پر سات کروڑ مسلمان ایک وقت اور ایک ساعت میں ہر جگہ جلسے منعقد کیا کرتے ہیں،اس طرح غیر ممالک اور غیر اقوام میں مرزائی جماعت کا وقار حاصل کیا گیا۔

منافقانہ حکمت عملیوں میں ناکامی کا منہ دیکھ کر مرزا محمود نے ۱۹۳۲ء کے اخیر میں تمام پنجاب و یو۔پی میں مبلّغین کے وفود بھیجے ان کے مبلّغین نے جہاں میدان خالی دیکھا مناظرہ کی دعوت دی اور جہاں خادمانِ اسلام کو مقابلہ کے لئے آمادہ پایا، وہاں سے فرار ہوگئے،ضلع شاہ پور میں حزب الانصار کی سرگرمیوں کی وجہ سے مرزائیت کا قلع قمع ہو رہا تھا اس لئے اپنے چوٹی کے مناظر اور مبلّغ صاحبان اس علاقہ میں دورہ کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے جن کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔

مرزا غلام احمد اور مرزا محمود یعنی باپ اور بیٹے کے خیالات میں جس قدر اختلاف ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کی بنیادی عقلی ڈھکوسلوں پر ہے اور ’’دروغ گورا

حافظہ نباشد‘‘ کی مثل ان پر صادق آتی ہے جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرک نہر امرتسر نے چند امور پر روشنی ڈالی ہے جن میں بیٹے نے باپ کے خلاف رائے ظاہر کی ہے۔جن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اقوال میاں محمود احمد صاحب

۱.....دیکھو آنحضرت ﷺ سے زیادہ کس پر خدا کے فضل ہونگے۔لیکن جس قدر آپ پر خدا کے فضل اور احسان ہیں اُسی قدر آپ عبادت اور شکر گذاری میں بھی سب سے بڑھ کر تھے۔ نادان ہے وہ شخص جس نے کہا:

ع ’’کرمہائے تو مارا کرد گستاخ‘‘

کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کر دیا کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گذار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔(الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۱۳)

۲.....نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا پہلے احکام میں سے کچھ منسوخ کرے یا بلا واسطہ نبوّت پائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے ذریعہ اس غلطی کو دور کروا دیا اور بتایا کہ یہ تعریف قرآن کریم میں تو نہیں۔(حقیقۃ النبوۃ ص ۱۳۳)

۳.....’’بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوسکتا اور اسکی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور اس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں لیکن یہ سبب بہ سبب قلت تدبر ہے۔جب اللہ تعالیٰ خود دوسری جگہ فرماتا ہے کہ:انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون.....الخ یعنی ہم نے توریت اُتاری ہے۔جس میں ہدایت ونور ہے اس کے ذریعے سے بہت سے انبیاء یہودیوں کے فیصلے کرتے رہے ہیں۔

اب بتاؤ اگر ایک نبی دوسرے نبی کے ماتحت کام نہیں کر سکتا تو بہت سے انبیاء تورات کے ذریعے فیصلہ کیونکر کرتے رہے ہیں ان کا تورات پر عمل پیرا ہونا بتاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے وہ پیرو تھے، گو یہ ایک اور بات ہے کہ انہوں نے موسیٰ کے ذریعہ نبوت حاصل نہیں کی۔ (حقیقۃ النبوۃ، ص ۱۵۵)

۴..... آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی اُمتی نبی نہیں آسکتا، اس لئے کہ آپ سے پہلے جس قدر انبیاء گذرے ہیں ان میں وہ قوت قدسیہ نہ تھی جس سے وہ کسی شخص کو نبوت کے درجے تک پہنچا سکتے اور صرف ہمارے آنحضرت ﷺ ہی ایک ایسے انسان کامل گذرے ہیں جو نہ صرف کامل تھے بلکہ مکمل تھے یعنی دوسروں کو کامل بنا سکتے تھے"۔ (حقیقۃ النبوۃ، ص ۴۰)

۵..... "نبوت کے لحاظ سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اور حضرت مسیح موعود، دونوں نبی ہیں، فیضان پانے کے لحاظ سے حضرت مسیح ناصری نے براہِ راست فیضان پایا ہے"۔

(حقیقۃ النبوۃ، ص ۱۳۷)

۶..... "دوسری دلیل حضرت مسیح موعود کے نبی علیہ السلام ہونے پر یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے اور نواس بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کر کے آپ کو پکارا ہے"۔ (حقیقۃ النبوۃ، ص ۱۸۹)

۷..... رسول کریم ﷺ کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی دوسرے نبی کو نہیں اگر مسیح موعود علیہ السلام کو یہ درجہ حاصل ہوا تو آنحضرت ﷺ کی غلامی سے ہی حاصل ہوا ہے مگر چونکہ آنحضرت کو گذشتہ انبیاء کے نام نہیں دیئے گئے تھے اسلئے لوگ مسیح وغیرہ کے منتظر رہے اور اب بھی ہیں مگر آپ کے منتظر نہیں"۔ (الفضل ۱۶/ جون ۱۹۱۷ء، ص ۵)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو صرف ایک نبی کا نام دیا گیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

جن کیلئے حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک دلیل کے طور پر ہیں تمام گذشتہ انبیاء کے نام دیئے گئے ہیں۔ (الفضل ۱۹/ جون ۱۹۱۷ء، ص ۹)

۸..... "پس اس آیت یعنی ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمهٗ احمد میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت ﷺ نہیں ہو سکتے ہاں اگر وہ تمام نشانات جو اس احمد نامی رسول کے ہیں آپ کے وقت میں پورے ہوں تب بیشک ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں احمد نام سے مراد احمدیت کی صفت کا رسول ہے کیوں کہ سب نشانات جب آپ میں پورے ہو گئے تو پھر کسی اور پر اس کے چسپاں کرنے کی کیا وجہ ہے لیکن یہ بات بھی نہیں"۔ (انوار خلافت، ص ۲۳)

۹..... "فارقلیط کی پیشگوئی آنحضرت ﷺ کے متعلق ہی ہے اور ہمارے نزدیک آپ ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں"۔ (انوار خلافت، ص ۲۵)

"غرض اسمه احمد کے ساتھ فارقلیط والی پیشگوئی کا کوئی تعلق نہیں ان دونوں میں کوئی تعلق دلائل سے ثابت نہیں کہ ہم ان دونوں پیشگوئیوں کو ایک ہی شخص کے حق میں سمجھنے کے لئے مجبور ہوں"۔ (انوار خلافت، ص ۲۷)

اقوال مرزا غلام احمد صاحب

۱..... رَبِّ نجنی من غمی ایلی ایلی لما سبقتنی کرمہائے تو مارا کرد گستاخ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶،۵۵۵)

۲..... انبیاء اس لئے آتے ہیں تا کہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرائیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لائیں

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۳۹)

۳.....صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہوسکتا اور جو شخص کامل طور رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رُو سے بکلّی ممتنع ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کیلئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ (ازالہ اوہام، ص ۵۶۹)

۴.....اخبار الحکم جلد ۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۳ نومبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۵، اخبار الفضل مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۷ اور الفضل مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۸ پر مرزا صاحب کا قول یوں درج ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے اُن کی اُمت میں ہزاروں نبی ہوئے''

۵.....اور پھر قرآن کہتا ہے کہ مسیح کو جو کچھ بزرگی ملی وہ بوجہ تابعداری حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ملی کیونکہ مسیح آنجناب پر ایمان لایا اور بوجہ اس ایمان کے، مسیح نے نجات پائی پس قرآن کی رُو سے مسیح علیہ السلام کے منجی پاک ہمارے نبی ﷺ ہیں (مکتوبات احمدیہ، جلد ۳، ص ۱۲)

۶.....(۱) یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے (ازالہ اوہام، ص ۲۲۰)

(۲) وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے، خود مسلم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ نواس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکہ کھایا ہے۔ (ازالہ اوہام، ص ۲۳۰)

(۳) اور مسلم میں اس بارے میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونیکی حالت میں آئیگا اب اگر مثالی طور مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی اُمتی شخص مراد ہو، جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی۔ (ازالہ اوہام ص، ۵۸۶، ۷۰۱)

۷.....بات یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام، ص ۳۴۳)

۸.....حضرت رسول کریم کا نام احمد ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَد۔ مِنْ بَعْدِی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بالفصل آئیگا یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ نہیں کہے بلکہ انہوں نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا[1] مَعَهٗ اَشِدَّاءُ.....الخ میں حضرت رسول کریم ﷺ کی مدنی زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے جب بہت سے مومنین کی معیت ہوئی جنہوں نے کفار کے ساتھ جنگیں کیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت کا نام محمد ﷺ بتلایا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود بھی جلالی رنگ میں تھے اور عیسیٰ علیہ السلام نے آپکا نام احمد بتلایا کیونکہ وہ خود بھی ہمیشہ جمالی رنگ میں تھے۔

(اخبار الحکم ۳۱ر جنوری ۱۹۰۱ء، ص ۱۱)

۹.....الحکم ۴۱/۶، ۱۷، نومبر ۱۹۰۲ء بعد ادائے نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے۔ تو کسی شخص کا اعتراض پیش کیا گیا کہ وہ کہتا ہے جب فارقلیط کے معنی حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے تو قرآن شریف میں جو ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ والی پیشین گوئی مسیح علیہ السلام کی زبانی بیان فرمائی گئی ہے وہ انجیل میں کہاں ہیں؟

فرمایا یہ ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم انجیل میں سے یہ پیشین گوئی نکالتے پھریں، وہ محرّف مبدّل ہوگئی ہے جو حصہ اس کا قرآن مجید کے خلاف نہیں اور قرآن نے

---

[1] پارہ ۲۶ سورہ فتح کی آخری رکوع کی آیت ہے اس میں لفظ ''امنوا'' نہیں ہے۔

اس کی تصدیق کی ہے وہ ہم مان لیں گے۔

فارقلیط کی پیشین گوئی انجیل میں ہے اور اس کے معنی حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے اور یہ آنحضرت ﷺ کا نام ہے کیونکہ قرآن کا نام اللہ تعالیٰ نے فرقان رکھا ہے اور آپ صاحب القرآن ہیں اور پھر اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط میں لفظ بسیط بھی آ گیا ہے جس کے معنی شیطان کے ہیں بہر حال فارقلیط آنحضرت ﷺ کا نام ہے اور آپ کا نام جو احمد ہے۔ احمد کے معنی ہیں ''خداوند تعالیٰ کی بہت حمد کرنے والا'' اور آنحضرت سے بڑھ کر خدا کی بہت حمد کرنے اور کون ہوگا کیونکہ حق اور باطل میں آپ فرق کرنے والے ہیں اور سب سے بڑھکر وہی حمد کرسکتا ہے جو حق و باطل میں فرق کرے۔ احمد وہی ہے جو شیطان کا حصہ دُور کر کے خداتعالیٰ کی عظمت وجلال قائم کرنے والا ہو پس آپ فارقلیط ٹھہرے اور دوسرے الفاظ میں یُوں کہو کہ آپ احمد ہی ہیں گویا فارقلیط کی پیشین گوئی بھی احمد ہی کے حق میں ہے۔ (نیز دیکھو اخبار بدر۔ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۲۹)

لاہوری، پیغامی یا اندلسی گروہ

مولوی حکیم نورالدین کی وفات کے بعد مسئلہ خلافت کے متعلق اُمّت مرزائیہ میں اختلاف پیدا ہوا بڑی بحث وتمحیص کے بعد حکیم محمد احسن صاحب امروہی خلیفہ قرار پائے مگر حکیم محمد صاحب نے مرزا محمود کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ''تم لوگوں نے مجھے منتخب کیا ہے اور میں اس صاحبزادہ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں''، اس پر سب لوگوں نے مرزا محمود سے بیعت کر لی، مگر مسٹر محمد علی، خواجہ کمال الدین اور اُن کے ہم خیال اشخاص کو پہلے ہی مرزا محمود سے اختلاف رہا کرتا تھا اور ان کے دلوں میں اس کا وقار علمی بہت کم تھا اسلئے انہوں نے بیعت سے انکار کر دیا اور قادیان کی رہائش ترک کر کے لاہور میں اقامت اختیار کر لی۔ اس کی

خلافت کا انکار کر دیا اور اپنی جماعت کی علیحدہ تنظیم قائم کی اور مسٹر محمد علی۔ ایم۔ اے کو اپنا امیر منتخب کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مولوی حکیم محمد احسن امروہی بھی اس جماعت میں شامل ہو گئے اُس وقت سے مرزائیوں کے یہ دو بڑے گروہ قادیانی و لاہوری کا نام سے موسوم ہوئے چونکہ قادیان مرزا صاحب کے الہام کے مطابق دمشق کا قائم مقام ہے اسی نسبت سے قادیانیوں کو آج کل دمشقی اور لاہوریوں کو اندلسی بھی کہا جاتا ہے۔ ہر دو گروہ ایک ہی شجر خبیثہ کی دو شاخیں ہیں۔ ان میں بلحاظ عقائد کسی قسم کا اختلاف نہیں ان کا باہمی اختلاف محض لفظی واصطلاحی ہے مگر مسلمانوں کیلئے لاہوری گروہ زیادہ خطرناک ثابت ہو رہا ہے ان کا منافقانہ طرزِ عمل اکثر اشخاص کو صراطِ مستقیم سے علیحدہ کر دیتا ہے اور لوگ انہیں مسلمان سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ گروہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا مقتدا پیشوا، مجدّد وقت، محدث، مسیح موعود، کرشن، امام الزمان سب کچھ مانتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزائی تعلیمات پر ہم ہی لوگ قائم ہیں مگر اس معاملہ میں قادیانی گروہ مرزا کی تعلیمات پر عمل پیرا ہے۔ لاہوری پارٹی کا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد نے حقیقی نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا اور مرزا نے جن الفاظ میں نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اس سے مراد محدثیت ہے مگر دراصل یہ گروہ حقیقت حال کو پوشیدہ رکھنے کیلئے دور از کار تاویلات سے کام لے رہا ہے اصل بات یہ ہے کہ لاہوریوں نے دیکھا کہ مسلمان دعویٰ نبوت سے بھڑکتے ہیں اور ایسے متوحش ہوتے ہیں کہ پھر کسی طرح ان کے شکار کی امید نہیں کی جاسکتی اور ظاہر ہے کہ چندہ وغیرہ جو کچھ وصول ہوسکتا ہے وہ یا تو مسلمانوں سے یا مرزائیوں سے، مگر مرزائیوں کی غالب اکثریت مرزا محمود کے ساتھ تھی اس لئے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے اور اُن کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے منافقانہ طرزِ عمل اختیار کرنے پر مجبور ہوئے اور اعلان کر دیا کہ ہم مرزا کو نبی نہیں مانتے اور مرزا کو نبی نہ ماننے والوں کو کافر نہیں کہتے چنانچہ اس پالیسی سے وہ بہت کچھ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ سادہ لوح مسلمان جس قدر جلد اُن

کے فریب میں آجاتے ہیں قادیانی پارٹی کے فریب میں نہیں آتے۔نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال کی تعمیر کردہ مسجد دوکنگ لندن ان کے قبضہ میں ہے اور لندن مشن کے اخراجات سب مسلمانوں کے چندوں سے پورے ہورہے ہیں۔ مسٹر محمد علی نے قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ معہ تفسیری نوٹوں کے شائع کیا ہے۔جس کی طباعت کیلئے حنفی وسنی تاجران رنگوں نے یکمشت سولہ ہزار روپیہ دیا تھا۔مسٹر محمد علی نے اب قرآن کی تفسیر اُردو میں بھی شائع کی ہے تفسیر وترجمہ سرسید اور مرزا کے تمام باطل عقائد، تحریفات معنوی، تاویلات، معجزات کے انکار وغیرہ سے بھرپور ہیں، اس ترجمہ اور تفسیر نے ہندوستان میں روح الحاد کو زندہ کردیا ہے، انگریزی خوان طبقہ سوائے انگریزی کے اور کسی چیز کا مطالعہ کرنا پسند نہیں کرتا اس لئے یہ ترجمہ ان میں رائج ہورہا ہے اور ان کے دینی عقائد کو متزلزل کر کے انہیں دہریت والحاد کی جانب لے جارہا ہے۔ افسوس ہے کہ آج تک ہندوستان کی کسی مقتدر اسلامی سوسائٹی نے اس خطرناک زہر کے علاج کی طرف توجہ[1] نہیں کی۔

لاہوری جماعت کے مبلغین غیرممالک میں اپنے پیشوا یعنی مرزا کی سنت پر عمل کررہے ہیں اور شاید اسی سنت پر عمل کرنیکی بدولت اُن کی مرکزی انجمن کو کئی مربعے اراضی زرعی علاقہ منٹگمری میں گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔خواجہ کمال الدین نے اپنی تصنیف ''مجدد کامل'' میں اقرار کیا ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے نزدیک ہماری حیثیت انگریزی جاسوس سے زیادہ نہیں رہی۔لاہوری جماعت کے ممتاز اراکین مرزا کی نبوت کے

[1] شیخ غلام حیدر صاحب ہیڈ ماسٹر پنشنر سرگودہا نے مسٹر محمد علی مرزائی کے انگریزی ترجمہ پر نہایت عمدہ ریویو لکھا ہے۔جوان سے اغلباً بقیمت ۱۲ مل سکتا ہے۔اس ریویو کی عام اشاعت کا ہونا ضروری ہے۔ بلکہ ہیڈ ماسٹر صاحب کو چاہیے کہ اس کا ترجمہ انگریزی میں کردیں تاکہ انگریزی خوان طبقہ اس کا مطالعہ کر کے گمراہی سے بچے۔تمام اسلامی مجالس کو چاہیے کہ اس دینی خدمت میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی حوصلہ افزائی اور امداد کریں۔بحمدہ تعالیٰ اسے بھی احتساب قادیانیت میں شامل کیا جائے گا۔
(مرتب)

قائل تھے اور اب بھی ہیں صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے اور اہل اسلام میں اپنا وقار حاصل کرنے کیلئے، انکار کررہے ہیں ورنہ لاہوری جماعت کے امیر مسٹر محمد علی نے رسالہ ریویو آف ریلیجیز کی ایڈیٹری کے زمانہ میں لکھا تھا''آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جس شخص (مرزا) کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کیلئے مامور ونبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں''۔(ریویو اردو جلد ۵، نمبر۴ ص۱۳۲)''یہی وہ آخری زمانہ ہے جس میں موعود نبی کا نزول مقدر تھا''۔(ریویو اردو جلد ۶ نمبر۳ ص۸۳) آیت کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے انہیں آخرین کہا گیا ہے۔(ریویو جلد ۶ نمبر۳ ص۹۶)''نبی آخرالزمان کا ایک نام رجل من ابناء فارس بھی ہے''۔(ریویو جلد ۶ نمبر۳ ص۹۸)

''ایک شخص (مرزا) جو اسلام کا حامی ہو کر مدعی رسالت ہو''۔(ریویو جلد ۵ نمبر۵ ص۱۶۶)

مگر مسٹر محمد علی اور ان کے متبعین دنیا کی آنکھ میں خاک جھونکنے کیلئے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کو کبھی نبی تسلیم نہیں کیا، مولوی نورالدین کی زندگی میں ایک دفعہ اس جماعت کے بعض افراد پر الزام لگایا گیا تھا کہ یہ لوگ نبوت مرزا کے منکر ہیں۔اس الزام کو دُور کرنے کیلئے انہوں نے تین بار اعلان کیا تھا کہ ''معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو غلط فہمی میں ڈالا گیا ہے کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے اصحاب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا حضور حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے مدراج عالیہ کو اصلیت سے کم استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت میں اخبار پیغام صلح سے تعلق ہے خدا تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی محض بہتان ہے۔ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس زمانہ کا نبی ورسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور جو درجہ حضرت مسیح موعود نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے کم وبیش کرنا موجب سلب

ایمان سمجھتے ہیں''۔ (اخبار پیغام صلح جلد اول ص ۴۲، ۱۶ راکتوبر ۱۹۱۳ء)

ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان یہ ہے کہ مسیح موعود یعنی (مرزا) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کیلئے دنیا میں نازل ہوئے۔ آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ (پیغام صلح جلد ا ص ۳۵، ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء)

ان دو بڑے فرقوں کے علاوہ اور بھی کئی مرزائی فرقے ہیں جن کی تعداد اگرچہ قلیل ہے تاہم ان کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا تذکرہ بھی مختصراً درج کیا جاتا ہے۔

اروپی یا ظہیری

اس فرقہ کا پیشوا محمد ظہیر الدین اروپی ہے۔ یہ فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کو صاحب شریعت اور مستقل نبی مانتا ہے اور اُن کا دعویٰ ہے کہ مرزا ناسخ شریعت محمدیہ تھا، ان کا کلمہ: لا الہ الا اللہ احمد جری اللہ ہے۔

تیماپوری

اس فرقہ کا پیشوا عبداللہ تیماپوری ہے۔ تیماپور ریاست حیدرآباد دکن میں واقع ہے۔ پہلے یہ شخص مرزائی تھا۔ اب اپنے آپ کو مظہر اوّل قدرت ثانی، فی الارض خلیفة اللہ وفی السماء، محمد بن عبد اللہ، مامور من اللہ، یمین السلطنة، حکم وعدل مہدی معہود صاحب قرآنی تیماپوری کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے سب سے پہلے یہ وحی ہوئی ''یا ایہا النبیؐ تیماپور میں رہیو'' اس کی جماعت ریاست میسور دکن میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔ جاہل اشخاص اس کے قابو میں آرہے ہیں۔ ۱۳۲۴ھ میں اس نے دعویٰ نبوت کیا تھا اس کو دعویٰ کئے ہوئے ۲۷ سال کا طویل عرصہ گذر چکا ہے۔

چنانچہ اپنی کتاب محاکمہ آسمانی مطبوعہ ۱۳۳۴ھ نعمت پریس دکن کے صفحہ ۳۱ پر مرزائیوں کو اُس نے حسب ذیل الفاظ میں چیلنج دیا ہے

''اللہ پاک کا آسمانی قانون ہے کہ مفتری عصی اللہ اور جھوٹا مامور من اللہ یمین السلطنت اور حکم وعدل ہونے کا دعویٰ کرے پھر اپنی صداقت میں الہام حق کو جاری کرے اور لوگوں کو اطاعت حق میں اپنے اتباع کی طرف بلائے، ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب حق سے ڈرائے، ایسا شخص سرکار آسمانی کا باغی ہے، ایسے مدعی کا دستِ یمین گرفت کر کے رگِ گردن کاٹ دی جائیگی۔ اس عاجز پر صحیفہ آسمانی نازل ہوئے دسواں (۱۳۳۴ھ میں) سال ہے، اللہ پاک نے خاکسار کے عروج کے لئے دس، پانچ، پندرہ سال کا الہام نازل کیا ہے، اگر کسی دشمن خلافت کو مقابلہ منظور ہے تو اس کے لئے میدان مباہلہ موجود ہے اگر حوصلہ ہو تو آئیں''۔

اس چیلنج کے جواب میں مرزائیوں کو مقابلہ کا حوصلہ نہ ہوا۔ تیماپوری نے اپنے سلسلہ کا نام سلسلۂ محمدیہ رکھا ہے، اسی کتاب محاکمۂ آسمانی کے صفحہ ۱۶ پر لکھتا ہے ''یہ کتاب ۱۳۳۴ھ میں لکھی گئی اس سے قبل ۴۰ سال سے الہامات شروع تھے مگر ۱۳۳۴ھ سے وحی کا اعلیٰ مرتبہ شروع ہوا''۔ مرزا غلام احمد کے متعلق لکھتا ہے۔ ''حضرت صاحب (مرزا) کا مرتبہ شہور تک عروج تھا، مقام وجود تک ان کی رسائی نہ تھی، خاکسار نے ہر دو کو اپنے میں صحیح پایا، اس لئے دونوں مراتب کا جامع قرار پا کے ظلِ محمد واحمد بن کر ہر دو مراتب کا مظہر بنا ہے، اللہ پاک نے اس عاجز کے سلسلہ کا نام طریقۂ محمدیہ رکھا ہے، حضرت مسیح موعود (مرزا) کے الہامات میں اسی راز کی طرف اشارہ ہے۔ کان اللہ نزل من السماء وجائک النور وھو افضل منک یعنی وہ یجی مظہر خدا ہوگا اور بعض کمالات کی استعداد میں حضرت مسیح موعود (مرزا) سے افضل ہوگا۔ اے قوم احمدی میرے حق ظاہر کرنے پر غصہ

مت ہو، کیا خدا کے کلام پورے ہوتے دیکھنا نہیں چاہتے آخر مسیح کا الہام پورا ہونا ہے یا نہیں؟''۔ (محاکمہ آسمانی صفحہ ۸ حاشیہ) ''باوجود ان تمام خوشخبریوں کے خاکسار کو اس انعام الٰہی کا اقرار ہے کہ حضرت غلام احمد مسیح موعود اور یہ خاکسار مہدی معہود ہر دو خدا کی طرف سے مامور و مرسل ہونیکی وجہ سے ہم دونوں آپس میں بھائی بھائی ہیں ایک دوسرے کے ظل ہو کر ایک میوے کے دو پھانک ہیں یا ایک تخم کے دو دال دانے ہمارے ہر دو کے ملاپ سے دور ثانی عروج اسلام کا آغاز ہوا ہے جو لوگ ہم میں تفریق کرتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں بلکہ اپنے ایمان کے تخم میں تفریق کرتے ہیں یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ'' (محاکمہ آسمانی ص ۱۵) ''یہ (مرزا) وہی انسان ہے جس کے لئے ساری دنیا انتظار کر رہی تھی'' (محاکمہ آسمانی ص ۱۹) ''اس طرح حضرت صاحب (مرزا) کی نبوت اور خاتم النبیین کی نبوت اور مرتبہ میں کوئی فرق نہیں ہے[1]'' (محاکمہ آسمانی ص ۲۰)

''حضرت صاحب (مرزا) کا علمی اکتساب اعلیٰ درجہ پر تھا کئی استاد آپ کو ایک زمانے تک تعلیم[2] دیتے رہے لیکن وحی ظل نبوت جو آپ پر نازل ہوئی وہی ہے کہ خاکسار کی استدعا اور نزول وحی دونوں وہی ہیں'' (محاکمہ ص ۱۸)

''ماموروں میں سے چالیس مردوں کی قوت عشق عطا ہوتی ہے، یہاں تک کہ بعض حالت میں وہ انزال کے لئے جب تک اپنی رضامندی ظاہر نہ کرے، انزال نہیں ہوتا اس سے میں نے حورانِ بہشت کے راز کو پایا ہے، یہ سب خدا کا فضل ہے'' (محاکمہ آسمانی ص ۹)

''میرے دونوں کندھوں کے درمیان مُہر نبوت کا عکس دکھایا گیا'' (محاکمہ آسمانی ص ۱۷)

---

[1] اس سے ثابت ہوا کہ تیماپوری اپنے آپ کو خاتم النبیین ﷺ سے افضل سمجھتا ہے اور مرزا کو خاتم النبیین کا ہم مرتبہ ظاہر کر کے اپنے کو مرزا سے افضل سمجھتا ہے۔ اللھم احفظنا من شرور الکاذبین۔ (مولف)

[2] مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میرا استاد کوئی نہیں۔ (مولف)

''اللھم صلِ علی محمد عبد اللّٰہ'' (محاکمہ آسمانی ص ۱۶)

''میں مرزا صاحب کو ظل نبی مانتا ہوں''۔ (محاکمہ آسمانی ص ۴۵)

کذاب تیماپوری نے ۱۳۳۹ھ میں کتاب سود کا مسئلہ اور قدسی فیصلہ شائع کیا تھا، جس میں ظاہر کیا کہ ''سُود کی شرح آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ ہونے پائی تھی وہ اس زمانہ کے لئے خدا کیلئے مامور کے ذریعہ ہونا تھی مجھے الہام ہوا کہ سینکڑہ ساڑھے بارہ روپیہ سالانہ سُود کی آخری حد ہے جس کی اجازت ہے''۔

تیماپوری نے اپنی اُمّت کے لئے کئی آسانیاں بہم پہنچائی ہیں۔ اپنی کتاب رحمت آسمانی صفحہ ۷ پر لکھتا ہے:

''ماہِ رمضان کے تیس روزوں کے بجائے تین روزے کافی ہیں، عورتوں کو بے پردہ رہنے کی اجازت ہے، ساڑھے بارہ روپیہ سینکڑہ سالانہ سود لینا جائز ہے''۔

عبداللہ تیماپوری پر اعتراض ہوا کہ تم ناسخ شریعت محمدیہ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو، اس پر اُس نے وہی جواب دیا جو مرزائی دیا کرتے ہیں، ''یعنی میں بروزی طور پر عین محمد ہوں لہٰذا میں کچھ نہیں، جو کچھ ہے وہ ہے، اس لئے محمد ﷺ خود اپنی شریعت میں ترمیم کر رہے ہیں، اس پر کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہئے''۔

کذاب تیماپوری کی تصانیف میں سے تفسیر فاتحہ، طوفانِ کفر، تقریر آسمانی، مبشرات آسمانی، صحیفۂ آسمانی، شان تعلی، حقیقت وحی الٰہ، اسلامی گیت، ام العرفان، تفسیر قصہ آدم، قدرت ثانی، رحمت آسمانی، ارشادات، توحید آسمانی، شناخت آسمانی، مکار مرشدوں کے ارشادات، فرمانِ محمدی، کسر صلیب، رسمی شادی، وغیرہ کئی کتابیں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ اس کا سب سے بڑا معاون میر حسن مرزائی میل کنٹر کٹر موٹر سروس ممکور

صوبہ دکن ہے یہ شخص تیما پوری کے دعاوی کی اشاعت میں بے دریغ روپیہ صرف کر رہا ہے۔

چنن بسویشور

یہ شخص نہایت چالاک مفتری اور خطرناک ثابت ہوا ہے اس کا اصلی نام صدیق تھا۔ اس نے اپنا تخلص دیندار رکھا اور اس کے پیرو دیندار کہلاتے ہیں۔ اہل ہنود کو اپنے کسی موعود چنن بسویشور کا انتظار تھا، یہ مدعی ہے کہ چنن بسویشور میں ہی ہوں، یہ شخص پہلے مرزائی تھا۔ اس کا اصلی وطن گدک علاقہ بیجاپور دکن ہے۔ قادیان میں کچھ مدت مقیم رہنے کے بعد نبوت کے دعویٰ کا شوق دل میں سمایا، وہ اپنی کتاب ''خادم خاتم النبیین'' میں لکھتا ہے کہ قادیانی جماعت نے مرزا غلام احمد کو نبی قرار دے کر حضور سرورِ عالم ﷺ پر ایسا حملہ کیا ہے جو اب تک کسی غیر نے یا اپنے والے نے نہیں کیا تھا۔ اس حملہ کے دفعیہ کے لئے ایسا زبردست پہلو ہونا چاہئے تھا، کم از کم اِتنا تو ہو کہ جس بزرگ کی شان میں غلو کیا گیا ہے اس کا ایک ہم پلّہ انسان پیدا ہو اور اپنے وجود کو میزان کے پلّہ میں برابر تول کر دکھائے اور باور کرائے کہ باوجود اس شان وشوکت کے حضور ﷺ کے بعد میں نبی نہیں بن سکتا تو مرزا صاحب کی کیا مجال ہے کہ وہ نبی بن سکے''۔ (خادم خاتم النبیین ص۶)

مگر اس دعویٰ کے باوجود وہ لکھتا ہے کہ ''میں میاں محمود احمد صاحب کو دکن کی بشارتوں کی بنا پر خلیفہ جماعت احمدیہ مانتا ہوں گو لاہور کی جماعت مخالف ہی کیوں نہ ہو، میری سمجھ میں نہیں آتا جس کا ظہور ہو چکا ہے اس کا انکار کیسا'' (ص۴۷) ''چند دن کے بعد دنیا دیکھ لے گی کہ وہ (محمود) الوالعزم مختلف اقوام کا سردار ہوگا، فقیر جانتا ہے کہ وہ متقی مرد ہے'' (صفحہ د، دیباچہ) ''مرزا غلام احمد ماموروقت کرشن اوتار تھا''۔ (صفحہ ہ، دیباچہ)

تیم پوری کی طرح یہ بھی مرزائیوں کو چیلنج دیتا ہے کہ **لو تقول علینا** (آلایہ) سے ثابت ہے کہ کون انسان ہے جو خدا پر افتراء باندھے اور بچ جائے میرے دعویٰ ماموریت

یعنی ۱۹۲۳ء[1] سے برداشت کا مادہ وحی کا بڑھتا گیا، اس وقت یہ حال ہے کہ متعدد جملے الہاماً نازل ہوتے ہیں''۔ (صفحہ ۳،۲)

''ایک زمانہ سے اللہ تعالیٰ کا مکالمہ مجھ سے جاری ہے''۔ (ص۳۰)

''حضرت مرزا صاحب نے ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء میں یہ اعلان کیا کہ ایک مامور قریب میں پیدا ہونیوالا ہے یعنی آج سے ایک مدت حمل میں دنیا میں آئیگا وہ رُوح حق سے بولیگا۔ اس کا نزول گویا خدا کا آنا ہے وہ ایک عظیم الشان انسان ہے'' (ص۱۷) ''اگر میں احمدیوں کا مامور و موعود نہیں ہوں تو دوسرا کوئی بتائے'' (ص۱۸) ''میرے متعلق اس کثرت سے نشان بیان کئے گئے ہیں کہ مسلمانوں میں مہدی اور مسیح کے بھی نہیں اتنی عظمت اس مامور کو اس وجہ سے دی گئی ہے کہ وہ بڑی خدمت کرنے والا ہے حضور ﷺ کی ذات پاک پر جو حملہ ہو رہا ہے اور بے عزّتی و ہتک ہو رہی ہے اس کے دُور کرنے کیلئے ایسے شان وشوکت سے اتنے ہی نشانوں سے اتنی ہی دھوم دھام سے ایک شخص مختلف اقوام کیلئے رحمت کا نشان بن کر اشاعت اسلام کا بہترین ذریعہ بن کر ساری اقوام کا پیارا بن کر آنا چاہئے تھا کہ اللہ پوری طاقت کے ساتھ آسمان سے آتا ہوا نظر آئے'' (ص۱۱) ''خود اس مجدّد (مرزا) سے بڑھ کر زمین اور آسمان نے میرے لئے نشانات ظاہر کئے تا کہ اتمام حجت میں کوئی کسر نہ رہے۔ (ص۲۱)

شعر

عید منائیو اے احمدیو سب ملکر   منتظر جس کے تھے تم آج وہ موعود آیا

(ص۹)

---

[1] یعنی ۱۹۳۳ء میں چنن بسویشور کو دعوی کئے ہوئے دس سال ہو چکے ہیں۔ اس کی جماعت بھی ترقی کر رہی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ مرزائی اسے اپنے مقرر کردہ بیان کردہ معیار کے مطابق سچا نہیں سمجھتے۔ اسی طرح کذاب تیماپوری کو دعوی کئے ۲۸ سال ہو چکے ہیں مگر ابھی تک زندہ موجود ہے اور اپنے مشن کو کامیاب بنا رہا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک کسی مفتری علی اللہ کا دیر تک زندہ رہنا اس کی صداقت کا نشان نہیں ہو سکا۔ سچے انبیاء کئی قتل ہوئے۔ اور تیماپوری کی طرح کئی کاذبوں کو لمبی عمریں ملیں۔ (مولف)

"خدانے اپنے فضل سے مجھے پیشوابنایا ہے، میں اپنے اندر سارے عالم کو دیکھتا ہوں،
اور میں خود کو سارے عالم میں بھرا ہوا پاتا ہوں، میری تبلیغ عام ہے میری تلقین وارشادات عام ہیں"۔ (ص۱۵)

مرزاصاحب نے میرے متعلق خبردی تھی کہ شعر

باغ میں ملت کے ہے کوئی گُل رعنا کھلا — آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار
آرہی ہے اب توخوشبو میرے یوسف کی مجھے — گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار

فرزندِ گرامی ارجمند مظہر الاوّل والآخر مظہر الحق والعلا کان اللّٰہ نزل من سماء۔ (ص۵۵)

"اس کو حضرت (مرزا) صاحب کے مکان کا بچہ خیال کرنا نادانی ہے کیونکہ اس کو خداتعالی نے اپنے فعل سے غلط ثابت کیا ہے یعنی اس بشارت کے بعد مکان میں ایک اور ایک لڑکا پیدا ہوتے ہیں۔لڑکا کم سنی میں مرجاتا ہے"۔ (ص۵۷) "اے جماعت احمدیہ کے دانشمند لوگو! اللہ تعالی نے آپ کو بہ نسبت دوسروں کے؟ (ص۲۹) "میں پکا قادیانی ہوں" (ص۳۹)

مرزا غلام احمد کی اتباع میں چن بسویشور کے دعاوی بھی متضاد ہیں اور وہ سب کچھ ہونے کا دعوی کرتا ہے مگر ہوشیاری ومکاری سے دعوی نبوت کا انکار کردیتا ہے، ایک جگہ لکھتا ہے کہ میں کیا ہوں: ع

سارے قوموں کے میرے سامنے ہیں اصل اصول
جگ کی ہر قوم کے دنگل کا پہلواں ہوں میں

یعنی عیسائی و مُوسائی و زردشتی ہوں
آریا ہوں، ولنگائیت ہوں و قرآں ہوں میں
چھتری ہوں، ویش ہوں، شودر ہوں، برہمن ہوں میں
سکھ، کائیتھ ہوں، دُرِّ حلقۂ بھگوان ہوں میں
قادیانی ہوں و لاہوری و نجدی ہوں میں
نیچری ہے میرا مذہب اس سے فرحاں ہوں میں

(کتاب خادم خاتم النبیین، ص۴۰)

ایک جگہ لکھتا ہے۔"کیا اللہ پر بھی جادو ہوسکتا ہے؟ میرا وجود میرا نہیں" (ص۴۳)
"میں خود قرآن ہوں۔" (ص۴۶)

تیماپوری کذاب کی طرح چن بسویشور بھی اپنی کتاب میں فخریہ ذکر کرتا ہے کہ فلاں عورت میری روحانیت کے اثر سے مجھ پر اس قدر فریفتہ ہوگئی کہ وہ جس طرف دیکھتی تھی اُسے چن بسویشور ہی نظر آتا تھا، مُرغ کی اذان، بچہ کے رونے غرض ہر آواز سے چن بسویشور کے الفاظ ہی سنتی تھی۔ (ص۴۷)

ایک عورت تنہائی میں رات کے وقت میرے پاس آیا کرتی تھی اور فلاں عورت آدھی رات کے وقت پھول وزیورات سے آراستہ ہوکر میرے لحاف میں آگھسی اور میرے منہ پر منہ رکھ دیا۔ (ص۶۶) یہ شخص اپنے آپ کو صدیق، دیندار، یوسف، موعود چن بسویشور کہلاتا ہے اور اپنے آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام سے چھ امور میں افضل قرار دیتا ہے"۔ (ص۶۶،۶۷) قادیانی ولاہوری ہر دو جماعتیں اسکی حوصلہ افزائی وامداد میں منہمک ہیں اور تعجب ہے کہ میر حسن میل کنٹریکٹر موٹر سروس حمکور اس کی بھی امداد کرتا ہے اور اس نے پانچ ہزار

روپیہ اس کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ (ص ۷۸) پر لکھتا ہے کہ ''حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک خط میں مجھے اطلاع دی ہے آپ سے ہماری جماعت کا ہر فرد خوش ہے'' نیز اسی صفحہ پر قادیان کے ایک خط کی نقل شائع کی ہے جس میں ناظر دعوت وتبلیغ قادیان نے لکھا ہے کہ ''آئندہ سال کے پروگرام میں دکن کی طرف وفد بھیجنے اور آپ کے کام میں دلچسپی پیدا کرنے کی خاص کوشش کی جائیگی بہرحال آپ کام کرتے جائیں اللہ تعالیٰ کے وعدے اپنے وقت پر ضرور پورے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ کام کی رپورٹ براہِ کرم ضرور بھیج دیا کریں''۔

اس سے ثابت ہوتا کہ دراصل مرزائی فرقے عقائد ومقاصد میں متفق ہیں اور سب مرزا غلام احمد کے قائم کردہ شجر خبیثہ کی شاخیں اور ثمر ہیں اور اپنے اصل کی طرف راجع ہیں۔

گنا چوری

اس فرقہ کا پیشوا عبداللطیف ساکن گنا چور ضلع جالندھر ہے۔ اس نے ۱۹۲۱ء میں دعویٰ نبوت کیا۔ یہ امام آخرالزمان ومہدی معہود ہونیکا مدعی ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہے۔ اس نے ایک کتاب ۵۰۰ صفحات کی ''چشمہ نبوت'' تالیف کی ہے جس میں اپنی صداقت کی ۳۶۰ دلیلیں دی ہیں۔ اس کے دلائل عام طور پر وہی ہیں جو مرزا نے اپنے لئے دیئے ہیں، عبداللطیف نے مرزا محمود کو اور اپنے تمام مخالفین کو دعوت مباہلہ بھی دی تھی۔

رجل یسعیٰ

یہ شخص چیچہ وطنی ضلع منٹگمری میں پٹواری ہے۔ اپنے آپ کو ''احمد، محمد، عبداللہ حارث حراث مہدی آخرالزمان رجل یسعیٰ'' کہلاتا ہے۔ اس نے ایک کتاب ''ہدایۃ

للعالمین'' تالیف کی ہے جس کے تین حصے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے دعاوی والہامات نہایت عجیب وغریب ہیں۔ اپنے آپ کو کئی انبیاء سے افضل سمجھتا ہے اور قرآن فہمی میں اپنا کمال بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وجاء من اقصی المدینة رجل یسعی (ترجمہ: ایک آدمی شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا)، اس کا دعویٰ ہے کہ وہ رجل یسعی میں ہوں۔

احمد نور کابلی

قادیان کے نبی خیز قطعہ سے ایک اور شخص مدعی نبوت ظاہر ہوا ہے اس کا نام احمد نور کابلی ہے۔ یہ شخص مبروص ہے اور اس نے پنساری کی دوکان کھول رکھی ہے بنفشہ وگاؤزبان بیچتے بیچتے ''نبی'' بن گیا۔ اس کے ایک پیرو عبدالرحمٰن ساکن ہولا گنج منہرہ کان پور نے اس کا ایک اعلان مطبع احمد المطابع کان پور سے طبع کرا کر شائع کیا ہے جو بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔

اعلان

اے اللہ تعالیٰ کے ماننے والو! اور رسولوں کے ماننے والو! اے تمام آدم علیہ السلام کی اولاد۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت خبر دیتا ہوں کہ میں اللہ کی طرف سے مامور ہو گیا ہوں دنیا کے واسطے رسول اور نبی مامور من اللّٰہ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا ویسا ہی رسول ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام، جیسے موسیٰ علیہ السلام، جیسے عیسیٰ علیہ السلام جیسے محمد ﷺ جیسے مسیح علیہ السلام مرزا صاحب! میری آمد تمام انبیاء کی آمد ہے۔ میں تمام انبیاء کا مظہر ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوں۔ میرے ساتھ وہ خدا جس نے تمام انبیاء کے ساتھ کلام کیا ہے کلام کرتا ہے اس

نے آرڈر دیا ہے کہ میری رضا کی خاطر خبر دو کہ اگر اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری بات مان لو، میری تابعداری کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کریگا۔ میں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے خبر دی، جو مانیگا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا وارث بنے گا۔ باقی اللہ تعالیٰ کا انعام جس کو وہ پسند کرتا ہے۔

اعلان کرنیوالے اللہ تعالیٰ کے رسول احمد نور کابلی احمدی
اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں کے ماننے والے

میں ایمان کا درخت ہوں جیسا کہ تمام انبیاء اور جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام اور جیسے موسیٰ علیہ السلام جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام جیسے کہ محمد ﷺ اور جیسا کہ مسیح علیہ السلام الغرض تمام انبیاء ایمان کے درخت ہیں۔ سب کے ماننے سے ایمان کا پھل ملتا ہے، خدا تعالیٰ کا قرب ملتا ہے۔ اور جنت ملتی ہے، میں بھی اسی طرح ایمان کا درخت ہوں، میرا انکار اُسی طرح زہر قاتل ہے جیسا تمام انبیاء کا انکار زہر قاتل ہے۔

احمد نور کابلی احمدی اللہ کا رسول مقام قادیان پنجاب، میری آواز پر لبیک کرنا اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کرنا ہے، وہ آدمی لبیک کرنیوالا اپنے گھر بیٹھا ہوا خدا تعالیٰ کے فضل کا وارث بن سکتا ہے جیسا کہ ہر ایک نبی کا ماننے والا اپنے گھر قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ کے فضل کا وارث بنتا ہے اور میرا نہ ماننے والا اپنے گھر میں خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا اور باغی بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آواز سے غافل اور غفلت کرنے والا ہوجاتا ہے۔ میں مجنون نہیں ہوں۔ مجنون کے ساتھ اللہ کا کلام نہیں ہوتا اور اس کو اللہ تعالیٰ رسول کے نام سے، ہادی کے نام سے اور نبی کے نام سے نہیں پکارتا ہے۔ دنیا کے لوگو اللہ کی رضا لو، اللہ کو ناراض مت کرو۔

معراجکے

ایک شخص مسمّٰی نبی بخش مرزائی ساکن معراجکے ضلع سیالکوٹ نبوت کا مدعی ہے۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ میں نبی ہوں۔ میرے والدین نے میرا نام نبی بخش اسی لئے رکھا تھا اور میرے مولد و مسکن کا نام ''معراج کے'' ہیں۔ کسی ظریف الطبع نے جس کا نام خدا بخش تھا، اس کے جواب میں اعلان کیا کہ میں نے نبی بخش کو نبی نہیں بنایا اس لئے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

سمبڑیالی

اس فرقہ کا پیشوا محمد سعید مرزائی سمبڑیال ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہے۔ مرزا غلام احمد نے کہا تھا سیأتی قمر الانبیاء، محمد سعید کہتا ہے کہ میں قمر الانبیاء ہوں۔ اس کو گلپھڑوں کی بیماری ہے یعنی ٹھوڑی کے نیچے گردن پر نہایت بدنما ورم ہے اس کا دعویٰ ہے کہ یہ مہر نبوت ہے۔

علاوہ ازیں اُمت مرزائیہ میں اور کئی مدعیانِ نبوت پیدا ہوگئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ مرزا کے خاص مرید مولوی محمد فضل چنگوی نے حال ہی میں دعویٰ نبوت کیا ہے۔ غلام حیدر جہلمی، محکم الدین پپلاوی، محمد زمان سندھی وغیرہ کاذب مدعیان نبوت پہلے مرزائی تھے، درگاہ مرزا سے اُنہوں نے افتراء علی اللہ کا سبق سیکھا۔ حیرت ہے کہ مرزائی جبکہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان مدعیانِ نبوت کو راستباز تسلیم نہیں کرتے۔

مرزائیوں کی تعداد

مرزائیوں کی عادت ہے کہ جہاں کسی ناواقف سے گفتگو کا موقع ملے اپنی کثرت تعداد کا ذکر شاندار الفاظ میں کرتے ہیں۔ مرزائیوں کی تعداد بھی ایک چیستان اور معمہ بنی ہوئی ہے۔ مرزائیوں کے اقوال اس قدر مختلف اور متضاد ہیں کہ صحیح اندازہ کرنا دشوار ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب اپنی آخری تصنیف پیغامِ صلح میں لکھتے ہیں کہ اس وقت میرے ماننے والوں کی تعداد چار لاکھ ہے۔ ان کے ایک مرید عبدالعزیز بھڈانوی نے اپنی کتاب ''کوکب دُرّی'' میں پانچ لاکھ بیان کی ہے۔ مقدمہ اخبار مباہلہ میں مرزائیوں نے اپنی تعداد دس لاکھ بیان کی تھی مگر کوکب دُرّی کا مصنف لکھتا ہے کہ ۱۹۳۰ء میں ''احمدیوں'' کی تعداد بیس لاکھ ہے۔ مناظرہ بھیرہ میں مولوی مبارک احمد مرزائی نے مجمع عام میں اعلان کیا تھا کہ سلسلہ مرزائیہ میں اِس وقت پچاس لاکھ آدمی موجود ہیں، مولوی مذکور نے اپنی تحریر بنام مولانا ابولقاسم صاحب میں بھی مرزائیوں کی تعداد پچاس لاکھ بیان کی ہے مگر مرزا محمود صاحب اپنے خطبہ مندرجہ اخبار الفضل ۲۷؍جون ۱۹۳۱ء میں بیان کرتے ہیں کہ:

''آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ آپ اپنی تعداد کے لحاظ سے مخالفین کے مقابل میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، پنجاب میں ہماری جماعت سب سے زیادہ ہے۔ پنجاب میں ۵۵ ہزار احمدی قرار دیئے گئے، قادیان میں پانچ ہزار دوسو احمدی ہیں، بٹالہ کی ساری تحصیل کے کل احمدی (مرزائی) ۸ ہزار مردم شماری میں لکھے گئے''۔

مرزا محمود صاحب کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ مرزائیوں کی سب سے بڑی تعداد پنجاب میں ہے اور وہ سب سے بڑی تعداد بھی ۵۵ ہزار سے زیادہ نہیں۔ یہ تعداد بھی مرزائیوں کی بیان کردہ ہے ورنہ دراصل تعداد اس سے بھی کم ہے۔ اب قارئین مولوی

مبارک احمد مرزائی کی ایمانداری اور راستبازی کا اندازہ کرلیں اور اسی سے مرزا غلام احمد سے لے کر اس کے ہر چھوٹے بڑے مرید کی راست پسندی کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔

خلاصہ

اخبار زمیندار لاہور مورخہ ۶ نومبر ۱۹۳۲ء میں سرور شاہ صاحب گیلانی کا مرتبہ ایک نقشہ شائع ہوا تھا جس سے مرزائی تعلیم اور مرزائیت کے نتائج نہایت واضح ہوتے تھے۔ وہ نقشہ کسی قدر تصرف کیساتھ درج ذیل ہے۔ اس نقشہ میں کتاب ھذا میں مندرجہ حوالوں کا خلاصہ مل سکتا ہے۔

ایشیاء میں غلامی کی سب سے بڑی تربیت گاہ

فتنہ قادیانیہ

- جھوٹی نبوت
- نبوت کا تھیٹر
- عیش وعشرت
- حب زر ومال
- مریدوں کی جماعت
- تنسیخ جہاد
- سالانہ جلسہ کی آمدنی
- مریدوں کی آمدنی کا عشر
- وصیتوں کے ذریعہ حصول مال
- بہشتی مقبرہ کی آمدنی
- شملہ کے تفریحی مشاغل
- مستورات
- مشی فی النوم
- کنار بیاس
- توہین انبیاء
- مقاطعہ حج
- صالحین وسلف کو گالیاں
- تکفیر جمیع اہل اسلام
- نصاریٰ کی ابدی غلامی
- اسلامی حکومتوں سے عناد

فرقہ بندی

- قادیانی
- لاہوری
- تیماپوری
- چنن بسویشوری
- سمبر مایوی
- گناچوری
- اروپی
- احمد نور کابلی
- فضل چنگوی
- رجل سیی
- معراجکے

"حصہ چہارم"

ضلع شاہ پور میں مرزائیوں کا دورہ

حزب الانصار بھیرہ کی مساعی جمیلہ سے مرزائیت کی تحریک مردہ ہو رہی تھی، ارباب قادیان نے اس کے احیاء کے لئے پوری سرگرمی سے کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ انجمن مرزائیہ سرگودہا نے ضلع بھر میں تبلیغ کا ایک پروگرام بنایا اور قادیان سے دو مبلغ مولوی احمد خان و مولوی عبداللہ اعجاز ضلع کا دورہ کرنے کیلئے منتخب ہوئے۔ قادیانیوں کا ارادہ تھا کہ دو ماہ مسلسل دورہ کر کے ہر جگہ مقامی علماء کو دعوت مناظرہ دیکر پریشان کیا جائے، وہ جانتے تھے کہ علمائے کرام قادیانی مذہب کی حقیقت سے قطعاً ناواقف ہیں اس لئے وہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہونگے اور اگر اسلام کی عزت کے تحفظ کیلئے مقابلہ پر آمادہ بھی ہوئے تو مرزائی عقائد و مرزائی علم کلام سے ناواقفیت، ان کے لئے سدِّ راہ ثابت ہوگی۔ حزب الانصار نے وقت کی اہم ضرورت کا احساس کر کے مرزائی مبلغین کے کامل تعاقب اور مقابلہ کا فیصلہ کیا۔ مالی مشکلات نے کارکنان کو پریشان کر رکھا تھا اور مزید مصارف کیلئے کہیں سے روپیہ حاصل ہونیکی امید نہ تھی مگر تحفظ اسلام کی غرض سے محض خدا کے بھروسہ پر ایک تبلیغی وفد مرتب کیا گیا تاکہ وہ ضلع بھر میں ہر جگہ مرزائیوں کے تعاقب اور ہر جگہ مناظرہ کی دعوت قبول کرنے کا کام سرانجام دیں۔ اس وفد کے ارکان مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب، خاکسار مؤلف کتاب ھذا، مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبلّغ حزب الانصار قرار پائے علاوہ ازیں دیگر کئی حضرات نے دورہ میں ساتھ رہ کر ممنون فرمایا۔ یکم ستمبر ۱۹۳۲ء لیکر ۱۰/ اکتوبر ۱۹۳۲ء تک مرزائیوں کا تعاقب جاری رہا۔ اس عرصہ میں ان کے ساتھ دس

معرکے پیش آئے۔ ہر معرکہ میں مسلمانوں کو خداوند کریم نے فتوحات عطا فرمائیں۔

پہلا معرکہ ...... میانی

بھیرہ سے جانب مشرق ۹ میل کے فاصلہ پر قصبہ نمک میانی آباد ہے جہاں کے مفتی غلام مرتضیٰ صاحب نے مولوی نورالدین قادیانی کو لاہور میں لاجواب کیا تھا اور مناظرہ ہریا میں شمس قادیانی کی گت بنائی تھی۔ مفتی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مرزائی چوہے اپنے بلوں سے نکل آئے اور انہوں نے میدان خالی دیکھ کر اپنا اثر واقتدار جمانا چاہا۔ چنانچہ مورخہ ۳۱؍اگست ۱۹۳۲ء شام کی گاڑی سے قادیانی مبلغین وہاں پہنچے۔ دوسرے دن صبح حزب الانصار کے وفد کے اراکین بھی میانی جا پہنچے۔ مرزائیوں پر بدحواسی طاری ہوگئی۔ مسلمانوں میں اس قدر بیداری پیدا ہوگئی کہ انہیں توقع نہ تھی۔ مسلمانانِ میانی نے علمائے کرام کا شاندار استقبال کیا اور بمقام چنگی شاہ جلسہ کے لئے پنڈال بنایا گیا تھا۔ میانی کے مرزائی کئی دن سے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دے رہے تھے اسلئے علمائے اسلام نے مرزائیوں کا چیلنج قبول کر کے انہیں تصفیہ شرائط کیلئے پیغام بھیجا مگر مرزائی عبداللہ و احمد خان نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا اس پر مورخہ یکم و ۲؍ستمبر ۱۹۳۲ء ہر دو روز صبح سے لیکر شام تک مسلمانوں کے شاندار جلسے منعقد ہوئے جن میں مرزائیت کے پرخچے اڑائے گئے اور دعاوی مرزا و الہامات مرزا کی حقیقت کھولی گئی۔ مرزائیوں کو مناظرہ کی دعوت پر دعوت دی گئی مگر انہیں مقابلہ میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ ان کے جلسہ میں حاضرین کی تعداد دس یا بارہ سے زیادہ نہ ہوسکی۔ یہ حالت دیکھ کر انہوں نے قادیان میں تاریں دیں اور ان حالات میں تبلیغی دورہ کے التوا کی خواہش ظاہر کی مگر مرزا محمود نے اپنے مبلغین کا حوصلہ قائم رکھنے کیلئے بہترین مناظر و مبلغ بھیجنے کا وعدہ کیا۔ قادیانی مبلغین مورخہ ۲؍ستمبر کو میانی سے

بھیرہ پہنچے۔ علمائے اسلام بھی شام کی گاڑی میں میانی سے روانہ ہو کر شاندار جلوس کے ساتھ بھیرہ میں وارد ہوئے۔

دوسرا معرکہ ...... بھیرہ

دریائے جہلم کے کنارے شہر بھیرہ ایک قدیم تاریخی قصبہ ہے۔ سکندر اعظم کا یہاں سے گذر ہوا۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدین نے اس کی دیواروں پر بروزِ شمشیر رایت اسلام نصب کیا۔ بابر نے اپنے تزک میں اس شہر کا ذکر نہایت عمدہ الفاظ میں کیا ہے۔ جہانگیر نے کابل جاتے ہوئے اس جگہ اقامت اختیار کی تھی اور یہاں کے علماء و مشائخ وفقراء کو داد و دہش سے مالا مال کیا تھا۔ سکھوں کے عہد میں یہ قصبہ اہل ہنود کے قبضہ میں تھا اور مسلمانوں کی حالت نہایت ہی کمزور تھی۔ شیر شاہ سوری کی تعمیر کردہ جامع مسجد کھنڈرات کا ڈھیر ہوگئی تھی اور سکھوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی مگر سید العلماء والمحدثین استاذ الکل حضرت مولانا احمد دین بگوی رحمۃ اللہ علیہ کے قدوم میمنت لزوم سے اسی بھیرہ سے علوم دینی کے چشمے جاری ہوئے ہر طرف علم کی نہریں جاری ہوئیں، ہزارہا اشخاص اس چشمۂ علم سے سیراب ہوئے، سرزمین پنجاب اسی خطہ کی بدولت دوبارہ منور ہوئی، مسلمانوں کی حالت نے پلٹا کھایا، ابرِ رحمت نے آبیاری کی، حضرت مرحوم کی باطنی توجہ اور ہمت سے جامع مسجد کی شاندار عمارت تعمیر ہوئی اور ہر گھر میں دینی چرچا ہونے لگا، مولانا غلام قادر صاحب بھیروی، مولانا غلام رسول صاحب اور زبدۃ العارفین حضرت قبلہ مولانا عبدالعزیز بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمریں خدمت اسلام میں بسر کیں مگر جہاں گل ہوتے ہیں وہاں خار بھی ہوتا ہے۔ افسوس یہی شہر حکیم نورالدین کی بدولت دنیا بھر میں بدنام ہوا اور نورالدین کے اثر سے جو لوگ غیر مقلد ہو چکے تھے، وہ مرزائی بن گئے، مرزائیوں کے

نزدیک قادیان کے بعد بھیرہ، ایک مقدس شہر ہے اور وہ لوگ اسے ''مدینۃ خلیفۃ المسیح'' کہا کرتے ہیں۔ مرزائی ایک ماہ سے اپنے مبلغین کی آمد کی خبر سنا کر اپنے خیال میں لوگوں کو خوف زدہ کر رہے تھے، اعلانیہ کہا جاتا تھا کہ ہمارے شیر آرہے ہیں، کسی کی ہمت ہو تو ان کے مقابلہ پر آئے مگر علمائے اسلام کے ورود اور میانی میں حسرت ناک ناکامی کی خبر سن کر گھبراہٹ کا عالم طاری ہوگیا۔ قادیان میں تاریں دی گئیں۔ ۲؍ستمبر کا دن انہوں نے کرب واضطراب میں کاٹا۔ انہیں جلسہ کرنے کا بھی حوصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن صبح کی گاڑی میں قادیان سے مرزائی مبلغین کا نیا قافلہ بسر کردگی مولوی محمد سلیم پہنچ گیا اور مرزائیوں کی جان میں جان آئی اور انہوں نے اپنے جلسہ کا اعلان نہایت زور شور سے کیا، منادی کرنے والے کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس کا رویہ نہایت اشتعال انگیز تھا۔ اس منادی میں کھلے لفظوں کے ساتھ علمائے کرام کو دعوت مناظرہ دی گئی۔

مرزائیوں کیساتھ خط وکتابت

مرزائیوں نے ندائے حق کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں علمائے اسلام پر ناجائز الزام لگائے گئے۔ اس کے جواب میں ''دعوتِ حق'' کے عنوان سے سیکرٹری جماعت اسلامیہ کی طرف اشتہار شائع ہوا بعدازاں مرزائیوں کی طرف سے حسب ذیل تحریر موصول ہوئی۔

جناب مولوی ظہور احمد صاحب۔ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ مشمولہ رقعہ ہذا اطلاعاً آپکی خدمت میں اتمام حجت کے لئے ارسال کیا جاتا ہے۔

(۳/۹/۱۹۳۲، سیکریٹری انجمن احمدیہ محمد الدین کریم)

باسمہٖ سبحانہ

صاحبان! عرصہ دراز سے علماء حنفیہ کی طرف سے جماعت احمدیہ پر ناجائز حملے کئے جارہے ہیں۔ اتفاق سے آج کل علماء جماعت احمدیہ میں چند مبلغین تبلیغی جلسہ کے لئے بھیرہ میں آئے ہیں اس لئے ہم تمام متلاشیان حق کو عموماً اور بھیرہ کے صاحب وقار اصحاب کی خدمت میں خصوصاً اپیل کرتے ہیں کہ وہ حفظ امن کی باقاعدہ طور پر ذمہ داری اُٹھا کر مولوی ظہور احمد صاحب بگوی یا ان کے کسی نمائندہ کو تبادلہ خیالات کیلئے میدان عمل میں لائیں بعدازاں شیخیاں مارنی فضول ہونگی۔ مورخہ ۳/۹/۱۹۳۲

۴/ماہ ستمبر حال کی شام تک فیصلہ ہونا لازمی ہوگا۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا مضمون کی شہر بھیرہ میں منادی کرائی جارہی ہے۔

(پرسنل اسسٹنٹ جنرل سیکریٹری انجمن احمدیہ بھیرہ)

اس کے جواب میں سیکریٹری صاحب تبلیغ جماعت اسلامیہ کی طرف سے حسب ذیل تحریر مرزائیوں کو بھیجی گئی۔

اتمامِ حجت

بنام سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ بھیرہ

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ جناب کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان شاندار جلسہ شائع ہوا ہے اور سیکریٹری تبلیغ احمدیہ نے ندائے حق کے نام سے اشتہار شائع کیا ہے ابھی ابھی ایک اشتہار منجانب سیکریٹری انجمن انصار اللہ احمدیہ موصول ہوا ہے، ان ہر سہ اشتہارات میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اور اگر مگر اور خوشنما الفاظ کی آڑ میں مناظرہ کرنے سے انکار و اقرار اور فرار کیلئے راہیں محفوظ رکھی گئی ہیں اس لئے بذریعہ تحریر ہذا، جناب

کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ اگر ہمت ہے تو اپنے علماء کو شیرانِ اسلام یعنی علمائے اسلام کے سامنے لانے کی جرأت کریں اور صاف لفظوں میں مناظرہ پر آمادگی کا اعلان کر دیں اور مقام و شرائط کے تصفیہ کے لئے اپنے دو معتبر اشخاص نامزد کر دیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ کے فرار کی حقیقت عالم میں آشکار ہو جائیگی چونکہ آپکی طرف سے زبانی چیلنج مناظرہ اہل اسلام کو مدت سے مل رہا ہے اسلئے حفظِ امن کا انتظام وغیرہ بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔

(عبدالرحمٰن سیکریٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ جامع مسجد بھیرہ)

اُسی روز حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کی طرف سے حسب ذیل اشتہار شائع ہو کر شہر کی دیواروں پر چسپاں ہو گیا۔

مرزائیت کی موت

جملہ مرزائیوں کو اور خصوصاً مرزائیان بھیرہ کو واضح ہو کہ میں نے ستمبر ۲۸ء کے ''العدل'' میں ایک مکتوب مفتوح بنام مرزا محمود احمد صاحب قادیانی شائع کیا تھا کہ میں مرزا کے انعامی اشتہار در بارہ لفظ ''توفی'' کی دوسری شق کے مطابق ثابت کر دوں گا کہ اس کے معنی جسم مع روح کو باہیئت کذائی وصورت مجموعی اپنے قبضہ میں لے لینے کے ہیں۔ آپ میرے ساتھ منصفانہ شرائط طے کرنے کے بعد فیصلہ کرلیں۔ لیکن مرزائیت کے علمبردار نے کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد مختلف مواقع پر مرزائی مولویوں کو مناظروں میں فیصلہ کی دعوت دی گئی مگر صدائے برنخواست مارچ ۳۲ء کے رسالہ شمس الاسلام میں مکرر بعنوان ''اتمامِ حجت'' اس مضمون کو مشتہر کیا گیا لیکن مرزائیوں کی طرف سے کوئی آمادگی نہ ہوئی العدل اور شمس الاسلام کے پرچے بذریعہ رجسٹری خلیفہ قادیان کے پاس بھیجے گئے پھر بھی انہیں مقابلہ کا حوصلہ نہ ہوا حق کا رعب ان کے دلوں پر مسلط ہو چکا ہے لہٰذا ان میں

جرأت نہیں ہے کہ اس فیصلہ پر آمادہ ہوں جملہ مرزائیوں کو لازم ہے کہ اپنے خلیفہ کو اس فیصلہ پر آمادہ کریں ورنہ سمجھ لیں کہ مرزائیت مرگئی لہٰذا اس کی تجہیز وتکفین کر کے میرے ہاتھ پر توبہ کرلیں۔ حجت تمام ہو چکی۔ خدا کے حضور میں تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا اگر تمہارے مولوی جو قادیان سے آئے ہیں فیصلہ پر آمادہ ہوں تو فوراً بذریعہ تار اپنے خلیفہ سے اپنی نیابت کی تصدیق کرائیں اور خلیفہ صاحب لکھدیں کہ ان علماء کا ساختہ پرداختہ، میرا ساختہ پرداختہ ہے، ان کی فتح، میری فتح اور ان کی شکست، میری شکست ہے۔

(ابوالقاسم محمد حسین عفی عنہ، مولوی فاضل از کولوتارڑ حال وارد بھیرہ)

نوٹ: یہ چیلنج لفظ توفی سے متعلق ہے۔ سیکرٹری تبلیغ اسلامیہ کی طرف سے جو چیلنج مناظرہ کا دیا گیا تھا اس کے لئے نیابت کی سند کی ضرورت نہیں اس کے لئے ہم ہر طرح سے تیار ہیں۔

مرزائیوں نے اس کے جواب میں حیلہ سازی اور ٹال مٹول سے کام لینا چاہا اور علمائے اسلام کو مسجد مرزائیہ میں شرائط کے تصفیہ کے لئے مدعو کیا مگر اپنی طرف سے دو نمائندگان منتخب نہ کئے اس حالت میں حسب ذیل خط سیکرٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ کی طرف سے انہیں بھیجا گیا۔

بخدمت جناب جنرل سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ بھیرہ

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ جناب کا رقعہ موصول ہوا۔ جواباً التماس ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے معتبر اشخاص نامزد نہ کر کے خواہ مخواہ معاملہ کو تاخیر میں ڈالنا چاہا۔ آج بوقت منادی آپ کی جماعت کے افراد کا تلواروں اور سنگینوں سے مسلح ہو کر اشتعال انگیز الفاظ کہنا، نہایت شرمناک وخطرناک حرکت ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ اپنی

جماعت کوایسی مفسدانہ حرکات سے باز رکھیں ورنہ اس کے نتائج کے آپ ہر طرح ذمہ دار ہونگے۔ اگر آپ واقعی تحقیق حق کے خواہشمند ہیں تو اپنی طرف سے دو نمائندوں کے اسماء سے مطلع فرمائیں۔ ہماری طرف سے مولوی محمد قاسم صاحب و مولانا مولوی ظہور احمد صاحب تصفیہ شرائط کیلئے منتخب کئے گئے ہیں۔ ان کا ساختہ پرداختہ ہم سب کو منظور ہوگا۔ مسجد احمدیہ بحالات موجود، بہت غیر موزون مقام ہے، کسی غیر جانبدار مقام کا تعین کر کے اطلاع دیں۔ (عبدالرحمن سیکرٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ بھیرہ ۳ ستمبر ۳۲ء)

دوسرے دن صبح آٹھ بجے مسٹر ایم ، ڈی کریم صاحب مرزائی مع اپنے چند ہمراہیوں کے مقام کا تصفیہ کرنے کے لئے جامع مسجد پہنچے اور آخر کار انہوں نے میاں محمد رحیم صاحب درویشانہ پراچہ کا بنگلہ واقع محلّہ پراچگان بھیرہ میں گیارہ بجے دن پہنچ کر شرائط کا تصفیہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ عین گیارہ بجے دن، خاکسار مع مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مقام مقررہ پر پہنچ گیا مگر مرزائیوں کی طرف سے صرف ایم۔ ڈی کریم صاحب پہنچے اور ان کے ساتھ ہی بابو محمد امین پراچہ مرزائی محلہ پراچگان کے سربر آوردہ معزز اشخاص کو ہمراہ لیکر پہنچا۔ تمام پراچوں نے بالاتفاق درخواست کی کہ مناظرہ میں فساد کا احتمال ہے اور مسلمانوں کے آئندہ امن وچین کی زندگی پر اس کا بُرا اثر پڑیگا۔ اس لئے مناظرہ کو ملتوی کیا جائے۔ بابو محمد امین پورے جوش وخروش سے ان کی وکالت کر رہا تھا، خاکسار نے کہا کہ قادیانیوں نے جو چیلنج دیا ہے اُس کے قبول کرنے کے لئے ہم مجبور ہیں اس لئے اگر ایم ڈی۔ کریم صاحب ان کی طرف سے اس چیلنج کو واپس لے لیں تو میں بخوشی التوا مناظرہ پر رضامند ہو سکتا ہوں۔ اس پر ایم۔ڈی کریم صاحب نے میرے اس بیان کی تردید کی اور کہا کہ چیلنج جماعت اسلامیہ کی طرف سے دیا گیا ہے اور جماعت احمدیہ کا اس میں کوئی قصور نہیں اس پر

ایم۔ ڈی کریم کی تحریر (جس کی نقل پہلے درج ہو چکی ہے)، اُسے دکھائی گئی جس پر اس نے بغیر متعلق سلسلۂ گفتگو شروع کر دیا۔ خاکسار نے کہا کہ ایم۔ ڈی کریم صاحب صرف یہ لفظ لکھ دیں کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے چیلنج نہیں دیا گیا مگر اُس نے اس سے بھی انکار کر دیا اور اپنی طویل تقریر میں علمائے اسلام پر تفرقہ اندازی وفرقہ بندی کا الزام عائد کیا اور رسالہ شمس الاسلام میں حیات مسیح علیہ السلام وتردید مرزا میں شائع شدہ مضامین کا حوالہ دیا جس کے جواب میں خاکسار نے تمام معززین کے سامنے حسب ذیل تجویز پیش کیں:

اہل اسلام کی طرف سے میں ذمہ لیتا ہوں کہ آئندہ بھیرہ میں کوئی جلسہ ایسا نہ ہوگا اور کسی جگہ کوئی ایسی تقریر نہ ہوگی جس میں حیات مسیح علیہ السلام، ختم نبوت یا تکذیب مرزا کا ذکر ہو۔ نیز رسالہ شمس الاسلام میں بھی آئندہ ایسے مسائل پر کبھی بحث نہ ہوگی۔

بشرطیکہ

ایم، ڈی کریم صاحب تمام مرزائیوں کی طرف سے اس بات کا ذمہ لیں کہ وہ بھی بھیرہ میں کوئی جلسہ ایسا نہ کرینگے جس میں وفات مسیح علیہ السلام، اجرائے نبوت یا صداقتِ دعاوی مرزا کے متعلق تقاریر ہوں اور کوئی مرزائی آئندہ ان مسائل پر کسی سے جھگڑا نہ کرے گا نیز مرزا کے اخبارات ورسائل بھی ان اختلافی مسائل کے تذکرہ سے پاک رہیں گے۔

خاکسار کی اس تجویز کو معززین قصبہ نے بے حد پسند کیا مگر ایم، ڈی کریم صاحب نہایت گھبرائے اور کہنے لگے کہ ہم سے ایسا کبھی نہ ہوگا ہم اپنے عقائد کی ضرور تبلیغ کرینگے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ زہر کا اثر دور کرنیکے لئے تریاق کا ہونا ضروری ہے۔ اسلئے ہم مجبور ہیں کہ مدافعانہ کارروائی کے ذریعہ مرزائیوں کی زہریلی تبلیغ کے اثر سے مسلمانوں کو

محفوظ رکھیں۔ اس گفتگو سے فریب خوردہ اشخاص پر مرزائیوں کی اتحاد پسندی کی حقیقت ظاہر ہوگئی اور مرزائیوں کیساتھ شرائطِ مناظرہ طے کرنے کے لئے حکیم شاہ محمد صاحب رئیس اعظم شیخو پورہ کا مکان تجویز ہوا جہاں بعد دوپہر ۳ بجے خاکسار اور مولانا محمد قاسم صاحب نے مرزائیوں کے نمائندوں ایم، ڈی کریم اور مولوی عبداللہ اعجاز کا انتظار کیا۔ ۳:۳۰ ساڑھے تین بجے مرزائیوں کے نمائندے وہاں پہنچے اور شرائط مناظرہ طے کرنے کیلئے گفتگو شروع ہوئی۔

عبداللہ نے نہایت ہی اشتعال انگیز، دل آزار، اور گستاخانہ رویہ اختیار کیا۔ اگر ایم ڈی کریم صاحب مصلحت اندیشی سے کام نہ لیتے تو یقیناً یہ تمام گفتگو بے نتیجہ رہتی۔ اس عرصہ میں مرزائیوں نے اپنے مناظر مولوی محمد سلیم کو بھی بلالیا اور چار گھنٹہ کی مسلسل بحث کے بعد حسب ذیل شرائط پر فریقین کے نمائندوں نے دستخط کر دیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

شرائطِ مناظرہ مابین جماعتِ اسلامیہ، احمدیہ و جماعت اسلامیہ۔ بھیرہ۔

۱......مناظرہ تقریری ہوگا۔

۲......موضوع مناظرہ

(۱) حیاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

(۲) ختم نبوت

(۳) صداقت دعوی نبوت مرزا غلام احمد صاحب

۳......پہلے ہر دو مناظروں میں مدعی جماعتِ اسلامیہ ہوگی۔ تیسرے مناظرہ میں مدعی

جماعت اسلامیہ احمدیہ ہوگی۔

۴......ہر مناظرہ کے لئے کل وقت تین تین گھنٹہ ہوگا۔ پہلی تقریریں نصف نصف گھنٹہ بقیہ تقاریر آخر تک پندرہ پندرہ منٹ ہونگی۔ اگر ضرورت پیش آجائے تو ہر ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد دس منٹ کا وقفہ دیا جائیگا۔

۵......ہر ایک طرف سے ایک ایک صدر ہوگا جو اپنے اپنے فریق کے حفظِ امن کا ذمہ دار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ وہ مناظرین سے شرائط کی پابندی کرائے۔

دلائل صرف قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے پیش ہوں گے۔ اقوال مرزا صاحب، جماعت احمدیہ کے لئے حجت ہوں گے اور اقوال امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ جماعتِ اسلامیہ کے خلاف، احمدی مناظر اپنی تائید میں پیش کرسکتا ہے۔

۶......پہلا مناظرہ بروز دوشنبہ بتاریخ ۵/۹ ستمبر ۳۲ء صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک ہوگا۔ دوسرا اسی دن ۳:۳۰ بجے شروع ہوگا۔ نمازِ عصر کے لئے نصف گھنٹہ کا وقفہ ساڑھے پانچ بجے دیا جائے گا۔ تیسرا مناظرہ ۶ ستمبر ۳۲ء صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک ہوگا۔

۷......خلافِ تہذیب و کلماتِ توہین درشانِ بزرگاں سے اجتناب کرنا، ہر مناظر کا فرض ہوگا۔

۸......آخری تقریر کے اختتام تک فریقین کے اصحاب ذمہ دار کا ٹھہرنا لازمی ہوگا۔

۹......اپنی آخری تقریر میں کوئی مناظر نئی بات پیش کرنیکا مجاز نہ ہوگا۔

ظہور احمد بگوی۔ منجانب جماعت اسلامیہ، بھیرہ 4.9.32

بقلم محمد عبداللہ اعجاز (مولوی فاضل) منجانب: جماعتِ احمدیہ بھیرہ۔ 4.9.32

محمد قاسم۔ منجانب جماعت اسلامیہ بھیرہ 4.9.32 بقلم خود ایم ڈی کریم احمدی۔

شرائط کی توضیح

۱.....مرزائیوں نے اصرار کیا کہ ہماری جماعت کا نام جماعتِ اسلامیہ احمدیہ ہے اس لئے اُن کے زعم کی بنا پران کی جماعت کا نام جماعتِ اسلامیہ احمدیہ تحریر کیا گیا مگر افسوس ہے کہ محمد سلیم قادیانی نے اسی روز بعد نمازِ مغرب اپنے جلسہ میں اعلان کیا کہ علمائے اسلام نے ہمارا اہل اسلام میں سے ہونا تسلیم اوراس طرح مرزائیت کو پہلی ''عظیم الشان فتح'' حاصل ہو چکی ہے۔ مرزائیوں نے اس پر بے انتہا مسرت کا اظہار کیا

ع ''بریں عقل و دانش بباید گریست''

علمائے اسلام کواس واقعہ سے عبرت حاصل کر کے مرزائیوں کیساتھ خط و کتابت کرتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

۲.....مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے سرسید احمد خاں علی گڑھی نے حیاتِ مسیح علیہ السلام کا انکار کیا تھا اور اپنی کتابوں میں وضاحت کیساتھ اس اسلامی عقیدہ کی تردید میں زورِ قلم صرف کر دیا تھا۔ بہاء اللہ ایرانی نے بھی وفاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اختیار کر کے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ مرزا صاحب نے سرسید اور بہاء اللہ ایرانی کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اُن کے پیش کردہ دلائل کو ترتیب دے کر وفاتِ مسیح علیہ السلام ثابت کرنیکی سعی کی اور بہاء اللہ کے نقش قدم پر چل کر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اگر فوت شدہ تسلیم کیا جائے تب بھی مسیحیت کے وہ دعویدار بہاء اللہ اور مرزا غلام احمد میں باہمی سرکشی باقی رہ جاتی ہے۔ وفاتِ مسیح کے اثبات سے مرزا کی صداقت کا کوئی تعلق نہیں۔ مرزا کی شخصیت کو بے نقاب ہونے سے بچانے کیلئے اس مسئلہ سے سپر کا کام لیا جاتا ہے۔ مرزائی ہمیشہ توفی، رفع، توفیتنی وغیرہ الفاظ کی آڑ لے کر اور قرآن کی آیات سے مغالطہ دیکر اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے عادی ہیں حالانکہ مسیح علیہ السلام کی حیات و ممات سے مرزا کے دعاوی کا کوئی تعلق

نہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب مسلمان نہ تھے بلکہ وہ انسانیت کے عام معیار پر بھی پورے نہیں اترتے۔ مسیح موعود کیلئے کم از کم مسلمان ہونا ضروری ہے۔ مرزائیوں کا فرض ہے کہ انہیں پہلے مسلمان ثابت کریں اس کے بعد مہدویت و مسیحیت وغیرہ کے دعاوی پیش کریں۔

بھیرہ میں مرزائیوں سے کہا گیا تھا کہ طول کلام سے بچنے کے لئے صرف دعاوی مرزا پر مختصر مناظرہ ہو جائے اور اگر مرزا صاحب کو آپ راستباز اور صادق ثابت کر دیں تو اجراء نبوت اور وفاتِ مسیح علیہ السلام تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا مگر انہوں نے اس سے صاف انکار کر دیا اور حیات و ممات مسیح علیہ السلام کو ہی موضوع مناظرہ قرار دینے پر اصرار کیا۔ بالآخر حیاتِ مسیح علیہ السلام، ختمِ نبوت اور صداقتِ دعاوی مرزا ہر سہ امور پر مناظرہ ہونا قرار پایا۔

۳.....مرزائیوں نے تحریری مناظرہ پر اصرار کیا مگر اس سے عوام الناس کما حقہ مستفید نہ ہوسکتے تھے اس لئے بحث و مباحثہ کے بعد عبداللہ اعجاز سے طے پایا کہ رسالہ شمس الاسلام بھیرہ کیساتھ تحریری مناظرہ کے لئے اپنے کسی جریدہ کو آمادہ کرینگے اور عبداللہ صاحب نے رسالہ شمس الاسلام میں شائع شدہ مضامین کی تردید کا ذمہ لیا مگر انہوں نے آج تک اپنے وعدے کا ایفا نہیں کیا اور مناظرے کے بعد مبارک احمد صدر جماعتِ احمدیہ نے اس طریقہ سے تحریری مناظرہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

۴.....اہلسنت والجماعت عقائد کے بارے میں قرآن مجید واحادیث صحیحہ کو اصل قرار دیتے ہیں۔ عقائد کیلئے صحیح معیار قرآن مجید اور حدیث صحیح کے بغیر کوئی اور قرار دینا، کھلی گمراہی اور ضلالت ہے۔ ہمارے نزدیک بزرگ وہ ہے جسکا عقیدہ صحیح ہو مگر مرزائی ہم سے منوانا چاہتے تھے کہ عقیدہ صحیح وہ ہے جو کسی بزرگ کا ہو۔ ہم حیران تھے کہ استدلال کے طور پر اقوال بزرگان پیش کرنے سے مرزائیوں کا کیا مقصد ہے مگر حالات و واقعات نے بتادیا کہ

بزرگان کے عام لفظ سے فائدہ حاصل کرکے نتھو، پھتو اور مکوڑی شاہ وگنڈا شاہ کے اقوال پیش کرکے اور بعض مسلمہ بزرگ ہستیوں کے اقوال کو توڑ موڑ کر اور بعض صوفیاء کرام کے شطحیات پیش کرکے یہ جماعت عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے حالانکہ عقائد کے بارے میں قرآن وحدیث صحیح کے سوا اور کسی چیز کا ذکر ہماری کتب عقائد میں نہیں ہے۔ عقیدہ وہی صحیح ہوسکتا ہے جو کسی معصوم کا ہو۔ ہم اولیاء اللہ کو معصوم قرار نہیں دیتے اور شطحیات کی بناء پر کوئی عقیدہ قائم کرنا مرزائیوں کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ امام الصوفیاء حضرت مجدد الفِ ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا کشف حجت نہیں بلکہ فرمایا ''ما رانص درکار است نہ فص''، بعض بزرگانِ دین سے حالتِ سکر میں بعض کلمات سرزد ہوئے مگر ہوش میں آنے کے بعد فرمایا کہ جب ہم ایسے الفاظ کہیں تو ہمیں روک دیا کرو۔

فقہ میں امام ابوحنیفہ اور تصوف میں صوفیائے کرام اور منطق میں شیخ الرئیس وغیرہ کے اقوال پیش ہوسکتے ہیں مگر عقائد کے بارے میں کسی کا قول اہلسنت پر حجت نہیں ہوسکتا، جب تک اس قول کی تائید ہمیں قرآن اور حدیث صحیح سے نہ ملے۔ مرزائیوں نے تین گھنٹہ اسی بحث میں ضائع کردیئے۔ وہ چاہتے تھے کہ قرآن وحدیث اور اقوال بزرگاں ہر سہ سے استدلال کرنے کا موقع مل سکے مگر انہیں کہا گیا کہ اگر تم تحریر کردو کہ ''قرآن وحدیث ہمارے دعاوی کے اثبات کیلئے کافی نہیں ہیں تو ہم تمہاری یہ استدعا قبول کرسکتے ہیں'' مگر ایسا لکھنا ان کے لئے پیام موت ثابت ہورہا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ حنفیوں کے لئے اپنے امام کا قول حجت ہے۔ ہم نے کہا کہ فقہ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مقلد ہیں مگر عقائد کے بارے میں آپ اُنکا کوئی قول کسی قرآنی یا حدیثی دلیل کی تائید میں پیش کریں تو ہم تسلیم کرنیکے لئے تیار ہیں۔ مرزائیوں نے کہا کہ اقوال بزرگان تمہیں منظور نہیں تو تم کو اقوال مرزا پیش کرنے کا بھی حق نہیں ہوسکتا۔ خاکسار نے اُن کی غلط فہمی رفع کرنیکے لئے کہا کہ ''آپ اگر تحریر کردیں کہ مرزا صاحب صرف بزرگ تھے نبی نہ تھے تو

ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان کی کتب سے کوئی حوالہ پیش نہ کرینگے اور اگر وہ نبی تھے تو نبی کا قول اپنی امت پر حجت ہوتا ہے اس لئے آپ کو اُن کے اقوال تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہونا چاہئے''۔ اس پر مرزائی مبہوت ہوگئے

۵..... آخری شرط میں مرزائیوں کے پیش کردہ الفاظ یہ تھے:

''آخری تقریر کے اختتام سے پہلے فریقین میں سے جو فریق اُٹھکر چلا جائے گا وہ شکست خوردہ سمجھا جائیگا'' مگر اس سے پہلے مناظرہ ''مجوکا'' میں اس شرط کی حقیقت آشکار ہوچکی تھی مسلمانوں کے مجمع میں سے کچھ دیہاتی جو دور دراز سے آئے تھے اپنے گھروں کو واپس جانے کے لئے بے قرار تھے، سورج غروب ہونے والا تھا مگر مرزائیوں کا یہ اصرار تھا کہ اگر آپ کی جماعت کا ایک آدمی بھی چلا گیا تو آپ کی شکست سمجھی جائیگی۔ صدر جلسہ حضرت علامہ مُعین الدین اجمیری نے بار بار کہا کہ یہ لوگ ثالث کی حیثیت رکھتے ہیں اور فریق سے حضرت علمائے کرام ہی مراد ہوسکتے ہیں مگر مرزائیوں نے کہا کہ شرط میں ذمہ دار کا لفظ موجود نہیں ہم نے بھیرہ میں سابقہ تجربہ کی بناء پر ''ذمہ دار اصحاب'' کے الفاظ اس شرط میں درج کرالئے۔

۵ ستمبر کی صبح

۵ ستمبر ۱۹۳۲ء صبح آٹھ بجے سے پہلے اہل اسلام میدانِ مناظرہ میں پہنچ گئے۔ وہاں ہیڈ کانسٹیبل صاحب ایک پروانہ لئے ہوئے پہنچے جس میں مناظرہ کے التوا کا حکم درج تھا۔ میرے استفسار پر ایم، ڈی کریم صاحب اور تمام مجمع کے سامنے ہیڈ کانسٹیبل صاحب نے اعلان کیا کہ احمدی صاحبان ہمارے پاس صبح سویرے یہ استدعا لیکر گئے تھے کہ ہمیں نقض امن کا خطرہ ہے۔ اس لئے پولیس اپنی کارروائی کیلئے مجبور ہے۔ مرزائیوں میں باہمی تو تو میں میں شروع ہوگئی۔ ایم، ڈی صاحب کا رنگ فق ہوگیا اور مجمع بادل نخواستہ منتشر ہوگیا اور

ذمہ دار حضرات کا ایک وفد سب انسپکٹر صاحب سے ملا اور انہوں نے حالات سے مطلع ہوکر مناظرے کی اجازت دیدی اور اس طرح مرزائی اپنی سازش میں ناکام رہے۔

پہلا مناظرہ

۵ رتمبر ۱۹۳۲ء بعد نماز ظہر ساڑھے تین بجے حضرت سبحان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے سامنے بنگلہ حضرت پیر انور امیر شاہ صاحب کے چبوترہ پر ہر دو فریق کے لئے اسٹیج تیار کئے گئے اور سامعین کیلئے وسیع میدان موجود تھا مگر مرزائیون نے چبوترہ سے نیچے میدان میں اپنا اسٹیج منتقل کرلیا۔ اس طرح اُن کا زیرِ نظر ہو جانا نیک علامت سمجھی گئی مرزائیوں کی طرف سے صدر، حافظ مبارک احمد صاحب، پروفیسر مدرسہ احمدیہ قادیان، منتخب ہوئے اور اہل اسلام نے خاکسار کو صدر منتخب کیا۔ حافظ مبارک احمد صاحب نے کھڑے ہوکر کہا:

مبارک احمد: اہلسنّت کی طرف سے مناظرہ کون کریگا؟

خاکسار: ہماری طرف سے حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب مناظر ہونگے۔

مبارک احمد: ہماری دیرینہ آرزو تھی کہ مولوی ظہور احمد صاحب کے ساتھ ہوتا کیونکہ انکی علمی حیثیت مسلمانوں میں مسلّمہ ہے اور ان کے ساتھ مناظرہ کرنے سے حق و باطل میں امتیاز ہوجاتا مگر کیا وجہ ہے کہ مولوی صاحب مناظرہ سے گریز کر رہے ہیں؟

خاکسار: ہماری بھی یہ دیرینہ آرزو تھی کہ میاں محمود احمد صاحب کیساتھ مناظرہ ہوتا کیونکہ وہ جماعتِ قادیان کے مسلّمہ خلیفہ ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرنے سے احقاقِ حق میں مدد ملتی۔ کیا آپ اُنکو میدانِ مناظرہ میں لاسکتے ہیں؟

مبارک احمد: (نہایت غصہ کی حالت میں) آپ کو کیا حق ہے کہ پچاس[1] لاکھ احمدیوں کے مسلّمہ خلیفہ کو اپنے مقابلہ میں بلائیں؟

---

[1] مبارک احمد نے اپنی تقریر و تحریر میں مرزائیوں کی تعداد و مناظرہ بھیرہ میں پچاس لاکھ بتائی ہے مرزائیوں کی صحیح مقدار کے متعلق گذشتہ صفحات پر لکھا جاچکا ہے۔ قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرزائی مناظر جھوٹ بولنے میں کیسے مشاق ہوتے ہیں۔

خاکسار: آقائے نامدار، فخرِ موجودات، سید المرسلین ﷺ کے غلاموں کی خاکِ پا ہونیکی حیثیت سے میرا رتبہ اس قدر بلند ہے کہ مرزا محمود بھی میرے مقابلہ میں کھڑا ہونیکی جرأت نہیں کرسکتا۔ ابوجہل کو قتل کرنیوالے دو کم سن لڑکے تھے، رستم ایرانی کو قتل کرنے والا ایک بدوی تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ امتِ اسلامیہ کا ہر فرد کفر کے علمبرداروں کے لئے پیامِ موت ثابت ہوسکتا ہے۔

اِس پر مبارک احمد صاحب نے کچھ کہنا چاہا مگر ان کے مرزائی دوستوں نے انہیں خاموشی کی تلقین کی اور تین بجکر چالیس منٹ پر حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے حیاتِ مسیح علیہ السلام پر تقریر شروع کی۔ مولانا کی تقریر اس قدر واضح، مدلل اور دلچسپ تھی کہ تمام حاضرین فرطِ مسرت سے جھوم رہے تھے۔ مولانا کی چھ تقریریں ہوئیں اور مرزائی مناظر مولوی محمد سلیم کی پانچ ہوئیں۔ تمام تقاریر کا خلاصہ اسی کتاب میں بطورِ ضمیمہ درج ہے۔ محمد سلیم قادیانی کی آخری تقریر میں آندھی کا طوفان آیا مگر خدا کے فضل و کرم سے اسلامی اسٹیج اس کے اثر سے محفوظ رہا۔ مرزائیوں کے چہرے گرد آلود ہوگئے اور اُن کے مناظر کا منہ مٹی سے بھر گیا، ان کا سائبان اکھڑ گیا، ان پر بدحواسی کا عالم طاری تھا۔ حاضرین نے جنگِ خندق والا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ۷ بجے شام مرزائی اپنی سر و سینہ اور منہ سے گرد جھاڑتے ہوئے گھروں کو سدھارے۔ مرزائیوں نے تمام رات دعا اور عبادت میں گذاری تھی اور صدقہ و خیرات سے بھی کام لیا مگر آج کی واضح شکست اور اُن کے مایۂ ناز مسئلہ کی حقیقت واضح ہونے پر اُن کی کمرِ ہمت ٹوٹ گئی۔ مسجد مرزائیہ میں مغرب و عشاء کی اذان بھی دینے کی توفیق نہ ہوئی اور تمام رات نہایت کرب و اضطراب سے بسر کی۔ حاضرین پر مرزائی مذہب کی حقیقت واضح ہوگئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، قرآن و حدیث اور مسلّمات مرزائیہ سے مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے اس قدر وضاحت

سے ثابت کی کہ ان کے دلائل کا مرزائی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔ مناظرہ کے اختتام پر ایم، ڈی کریم اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن مرزائیہ بھیرہ نے اقرار کیا کہ حیاتِ مسیح ثابت کرنے میں مولانا کو زبردست کامیابی ہوئی ہے اور اس نے مولانا کو اس کامیابی پر مبارک باد دی۔

دورانِ مناظرہ صدر جماعتِ مرزائیہ نے لفظِ مرزائی کے استعمال سے اسلامی مناظر کو روکنا چاہا مگر مولانا نے فرمایا کہ تم مرزائی ہو۔ تمہارے نبی کا نام خدا نے الہام میں مرزا بتایا ہے، اسے الہام ہوا تھا ''سنفرغ لک یامرزا''۔ مرزائی مناظر قرآن کی آیات غلط پڑھتا تھا اور اس کی آخری تقریر نہایت ہی مہمل تھی۔ بدحواسی کے آثار اس کے چہرہ پر رونما تھے خدائی قہر کا نشان یعنی آندھی، مٹی سے اسکے منہ کو پُر کرنے میں مصروف تھی، چہرہ خاک آلود تھا۔ مرزائی مناظر نے ریشمین پگڑی سر پر باندھ رکھی تھی اور داڑھی کٹی ہوئی تھی۔ اس کا رویہ نہایت ہی دل آزار تھا۔ اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کیا بلا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ توہین سن کر قریب تھا کہ مجمع جوش غضب سے بے قابو ہو جاتا مگر خاکسار نے لوگوں کو صبر و تحمل کی تلقین کی۔

دوسرا مناظرہ

مورخہ ۶ ستمبر صبح ساڑھے آٹھ بجے ختم نبوت پر مناظرہ کا آغاز ہوا۔ اسلامی مناظر مولانا ابوالقاسم صاحب نے ۱۸ آیات قرآنیہ، دس احادیث صحیحہ اور دو اقوال مرزا سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ مرزائی مناظر کی امداد کیلئے اسی روز ملک عبدالرحمٰن خادم قادیان سے پہنچ گیا تھا۔ مرزائی چاہتے تھے کہ کسی طرف کوئی فرار کا راستہ نکالیں مگر مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی نے دلائل کے زبردست شکنجہ میں انہیں جکڑے رکھا۔

مبارک احمد نے دعویٰ کیا کہ میں نحوِ مجسم ہوں۔ یہ سن کر مولانا مولوی اسمٰعیل صاحب دامانی کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ تمام مرزائی مولوی مل کر اس عبارت کی ترکیب کردیں ورنہ دعویٰ علم سے مجمع کے سامنے توبہ کریں جاء رجل علی باب نحوی فقرع الباب فخرج الصبی فقال اباک ابوک ابیک قال لالولی۔ تمام مرزائی اس کے جواب سے عاجز آگئے اور اپنا سامان سروں پر اٹھاتے ہوئے اپنے گھروں کو چل دیئے۔

تیسرا اور آخری مناظرہ

مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۳۲ء بعد نماز ظہر مرزائیوں کی طرف سے آخری اور فیصلہ کن مناظرہ ''دعاویٔ مرزا'' کے متعلق تھا۔ اس میں مرزائی مدعی تھے۔ اس لئے پہلی اور آخری تقریر کا حق انہیں حاصل تھا۔ محمد سلیم صاحب کی کمر ہمت ٹوٹ چکی تھی اور مرزائیوں نے ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی کو اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا۔ اہل اسلام کی طرف سے حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب نے حسب سابق نہایت قابلیت سے حق نمائندگی ادا کیا۔ عبدالرحمٰن خادم نے فحش کلامی، دریدہ دہنی اور گندہ مذاقی کا ثبوت دیا اور حقائق کا منہ چڑانے اور جی بھر کر گالیاں دینے سے اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہا۔ اُسے کئی دفعہ روکا گیا مگر وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔ اس نے تمام سامعین کو جن میں معززین بھی موجود تھے، بھانڈ اور میراثی کہہ دیا۔ اس پر مجمع میں اشتعال پیدا ہوا اور ہیڈ کانسٹیبل پولیس نے عبدالرحمٰن گجراتی کو ان الفاظ کے واپس لینے پر مجبور کیا۔ یہ آخری مناظرہ مرزائیت کے لئے پیام موت ثابت ہوا۔ حق کا نور چمکا اور باطل بھاگ نکلا۔ مناظرہ کے اختتام پر فقیر آزاد بھیروی نے خوش الحانی سے اپنی فی البدیہہ[1] نظم سنائی جس کے پہلے دو شعر یہ تھے: شعر

[1] یہ نظم اور مولوی محمد از ہر صاحب از ہر بھیروی و مولوی عبدالمجید صاحب مجید کی نظمیں طبع ہو چکی ہیں اور مولوی محمد از ہر صاحب تاجر کتب بھیرہ کی دوکان سے بقیمت ۱/ ملتی ہے۔

ہو مبارک مومناں نوں آج خوش ایام دی
ہے لابھ سب برکت خدادی تے خدادی نام دی
لاکھ مرزائی کرن توڑے پئے ڈھنگ بازیاں
بجھ نہیں سکدی کدی نوری شمع اسلام دی

علمائے اسلام شاندار جلوس کے ساتھ جامع مسجد پہنچے اور مرزائی کرسیاں سر پر رکھے ہوئے گھروں کو سدھارے۔

شہر بھیرہ کے اندر پیر و جواں بلکہ ہر بچہ کا دل بھی جذبہ مسرت سے لبریز تھا۔ کئی روز تک حق کی عظیم الشان فتح اور باطل کی نمایاں ہزیمت کا تذکرہ ہر مسلم و غیر مسلم کے وردِ زبان رہا۔

لوگ مرزائیوں کی ڈھٹائی و بے حیائی اور اُن کی ضد پر حیران تھے۔ مرزائیوں کی کثیر تعداد تذبذب کا شکار ہو چکی تھی۔ اس لئے دوسرے روز مرزائیوں نے جلسہ کیا۔ جس میں محمد سلیم وعبدالرحمٰن نے اپنی جماعت کو ثابت قدم رکھنے کیلئے کذب بیانی، تدلیس و تلبیس سے کام لیا اور بزرگانِ دین کی طرف غلط حوالے واقوال منسوب کئے اور علمائے کرام کے خلاف سبّ و شتم سے کام لیا۔

اس کے باوجود ایک مرزائی فضل داد صاحب کو مرزائیت سے توبہ کرنیکی توفیق ہوئی اور اُس نے حسب ذیل اشتہار طبع کرا کر تقسیم کیا۔

میں کیوں مرزائیت سے تائب ہوا

عرصہ سے کفر وضلالت کے گڑھے میں پڑا ہوا صراط مستقیم کا متلاشی تھا، جب دیکھتا تھا کہ روحانی موت قریب آ رہی ہے اور قادیانی بھول بھلیّوں سے نکلنا دشوار نظر آ رہا ہے تو تائیدایزدی شامل حال ہوئی اور خضر راہ نے دستگیری کی، کہ سرزمین بھیرہ میں عظیم الشان مناظرہ ہوا اور مولانا محمد حسین صاحب فاتح قادیان کی بصیرت افروز اور قادیانیت

شکن تقریر نے میرے دل کے قفل کو کھول دیا اور میں نے اس کے بعد کھلے بندوں اعلان کرنے مصمم ارادہ کر لیا تا کہ اور بھائیوں کو بھی ہدایت ہو لیکن مرزائی پسو میرے پیچھے پڑ گئے اور ہر جائز و ناجائز طریقہ سے مجھے اسلام قبول کرنے سے باز رکھا۔

میں یہ سمجھتا تھا کہ جب تک مرزائیت کا جوا اُتار نہ پھینکوں گا شفاعت محمد ﷺ سے محروم رہوں گا۔

پس میں نے بغیر کسی لالچ کے محض خوفِ خدا اور رسول کی وجہ سے جامع مسجد میں جا کر صراط مستقیم اختیار کیا۔

مرزائیوں کے مغالطے کو دور کرنے کیلئے اصل کارڈ بیعت کی نقل پیش کرتا ہوں۔

نقل مطابق اصل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کی درخواست بیعت موصول ہوئی، خلیفۃ المسیح الثانی نے اُسے قبول فرما کر آپ کی استقامت کے لئے دینی، دنیاوی بہتری کے لئے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آپ اس پر عمل کریں احمدیوں سے میل جول رکھیں ان شاء اللہ رشتہ بھی مل جائے گا۔

دستخط:

پرائیوٹ سیکرٹری المشتہر فضل داد (عفی اللہ عنہ)

مناظرۂ بھیرہ پر غیر مسلم اصحاب کی آراء

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مناظرہ جو کہ احمدی صاحبان کی طرف سے بھیرہ میں مورخہ ۳۲۔۹۔۶، ۳۲۔۹۔۷ کو مولوی صاحب محمد سلیم احمدی اور مولوی محمد حسین صاحب جماعتِ اہلسنّت کی طرف سے مقرّر تھے، ذیل کے مضامین پر ہوا:

۱.....حیات ومماتِ مسیح علیہ السلام

۲.....ختم نبوت

۳.....صداقتِ مرزا

بہ دلائل ثابت کیا اور مولوی سلیم صاحب کو ان دلائل کے توڑنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ ((پادری) سندر داس۔ بھیرہ)

احمدی، سنی مناظرہ

مؤرخہ ۵ اور ۶ ستمبر کو پیر صاحب کے متبرک روضہ پر علمائے سنی اور احمدی صاحبان کے درمیان چند مذہبی مسائل پر مناظرہ منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد کئی ہزار اشخاص پر مشتمل تھی۔ جن میں ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ ہر فرقہ کے اصحاب شامل تھے۔

مضمون مباحثہ

۱.....حضرت مسیح کی موت

۲..... مسئلہ نبوت

۳..... اور صداقت مرزا

احمدی صاحبان کی طرف سے قادیان وغیرہ سے پانچ یا چھ مولوی بغرضِ شمولیت

تشریف لائے تھے اور سنی صاحبان کی طرف سے مولوی ظہور احمد صدرِ مناظرہ کے علاوہ مولوی محمد حسین و دیگر حضرات مضامین پر بحث کر رہے تھے۔ چونکہ بندہ عربی زبان سے ناواقف تھا اس لئے تمام دلائل کو کماحقہ سمجھنے سے قاصر رہا۔

البتہ مولوی محمد حسین صاحب جو سنی حضرات کی طرف سے سوالات کا جواب دے رہے تھے۔ اپنا حق نہایت قابلیت سے ادا کر رہے تھے۔ میرے خیال میں تمام سوالات اور اعتراضات کا پُر دلائل، پُر تاثیر اور پُر تہذیب پیرایہ سے جوابات دے رہے تھے۔ مجھے ان کے جوابات سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک نہایت ہی فاضل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ بچ کے وکالت کر رہے ہیں۔ بھیرہ پبلک پر ان کے دلائل کا گہرا اثر ہوا۔

میں نے مناظرہ میں چند شرمناک، قابل اعتراض واقعات کو دیکھا جن کو بطور [illegible] ملاحظہ شدہ ہوتے کے اور اپنے مسلمان بھائیوں کا ہم وطن ہونے کے دل سے محسوس کیا ہوں اور ان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں سب سے زیادہ قابل اعتراض بات پیر احسن تھا وہ پیر صاحب کے متبرک روضہ پر لٹھ بند پولیس کی نمائش تھی، جو ہر وقت موجود رہتی تھی۔

میرے استفسار پر ایک پولیس کے آدمی نے بتایا کہ کسی احمدی نے درخوست دے کر ان کو طلب کیا ہے، میں نے مولوی دلپذیر، ماسٹر خادم حسین و دیگر احمدیوں نے خاص طور پر دریافت کیا لیکن مجھے جواب دیا گیا کہ یہ ہمارے خادم ہیں ان سے مذہبی مجالس میں کام لینا کیا حرج ہے۔ سوال کا دوسرا حصہ کہ پیر صاحب کے روضہ پر یہ ناواجب ہے، اس کا جواب خاموشی میں تھا۔ الغرض ہمارے مذہبی تبادلہ، خیالات میں پولیس کی مداخلت اور ان کی ہماری متبرک درسگاہوں میں میرے خیال میں نہایت قابل اعتراض ہے۔ جس کیا کہ اپنے احمدی بھائیوں سے (اگر واقعی درخواست انکی طرف سے تھی یا ان کے ایما پر

بلائی گئی تھی) موزوں شکایت ہے، مجھے امید ہے یا تو وہ اپنے مذہبی تبادلۂ خیالات میں ضرور ان باتوں کا خیال رکھیں گے یا وہ ایسی مجالس کو بند کر دینگے، جو بغیر پولیس کے ڈنڈے کے سرانجام نہ پاسکیں، ایسے قوموں پر پولیس کی امداد اپنے دلائل کی کمزوری کا اعتراف ہے۔

۲..... میرا دوسرا اعتراض احمدیوں کے مولوی صاحب کے چند کلمات پر ہے، جن میں انہوں نے بھیرہ کی مہذب پبلک کو لفظ میراثی اور بھنڈ سے مخاطب کیا اور باوجود ہمارے اعتراض کے واپس لینے سے انکار کر دیا، مولوی محمد حسین صاحب نہایت تہذیب اور شرافت سے بھیرہ پبلک کو دونوں دن مخاطب کرتے رہے اور آداب مجلس کو پوری طرح ملحوظ رکھا لیکن میرے احمدی بھائیوں میں یہ کمی دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا میرے خیال میں آئندہ ان باتوں کا ضرور خیال رکھا جائیگا۔ الراقم جوندہ رام بی۔ اے، ایل ایل بی اسٹوڈنٹ۔ بھیرہ

مرزائیوں کی شرمناک کذب بیانی

مسلمانانِ بھیرہ مرزائیوں کے صحیفہ ''الدجل'' قادیان کے منتظر تھے، اس واضح و بین شکست کو فتح قرار دینے میں مرزائیوں کے دلائل کا نہایت بے تابی سے انتظار کیا جا رہا تھا، الدجل نے کامل ڈیڑھ ماہ خاموشی سے کام لیا اور مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ ابھی مرزائیوں میں کسی قدر شرم وحیا کا جوہر موجود ہے، مگر ۲۰؍ اکتوبر ۱۹۳۲ء کے الفضل میں ''احمدیت کی عظیم الشان فتح'' کے عنوان سے بھیرہ کے مناظرہ کا حال پڑھ کر لوگوں کے غیض وغضب کی انتہا نہ رہی عوام الناس حیران تھے کہ اس قدر سیاہ جھوٹ سے کام لینا مرزائیوں کا ہی کام ہوسکتا ہے، صحیفہ ''الدجل'' میں دجالیت کا مظاہرہ حسب ذیل طریقہ سے کیا گیا۔

۱..... ''پہلی شکست غیر احمدیوں کو یہ ہوئی کہ انہوں نے اس بات سے انکار کر دیا کہ علماءِ سلف اہلِ سنت والجماعت کی کتب اور ان کی تحریریں ان کے خلاف پیش ہوسکیں، گویا اپنے

بزرگوں کی تحریروں سے انکار کر دیا۔''

حالانکہ ''الدجل'' کے اِن الفاظ ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائی قرآن وحدیثِ صحیح سے اپنے دعاوی کو ثابت کرنے سے عاجز تھے اور گمنام وبعض غیر معروف اشخاص کو بزرگ ظاہر کر کے ان کے اقوال پیش کر کے عوام کو مغالطہ دینا چاہتے تھے، مرزائی مناظر محمد سلیم نے سلانوالی کے مناظرہ میں ایک بزرگ سردار گنڈا سنگھ کے اشعار بطور استدلال وفات مسیح پر پیش کئے تھے اور مرزائیوں کی حدیث کی کتاب سیرۃ المہدی میں ان کے کئی معتبر راوی سردار جھنڈا سنگھ جیسے ہیں مرزائیوں کی اصلی غرض یہ تھی کہ غیر معتبر کتب سے بعض اقوال بیان کر کے اُن کتب کے معتبر ہونے یا ان اشخاص کے بزرگ ہونے کے غیر متعلق بحثوں میں ہی وقت ضائع ہو جائے مگر اُن کا یہ دجل وزور بھیرہ کے مناظرہ میں کامیاب نہ ہوسکا اور قرآن وحدیث کے دائرہ کے اندر رکھ کر ان کے لئے موت کا سامان فراہم کیا گیا، بھیرہ میں طے شدہ شرائط کی تلخی انہیں ہمیشہ یاد رہے گی، خوشاب، سرگودہ، سلانوالی، چک نمبر ۳ غرض کسی جگہ بھی انہوں نے شرائط بھیرہ پر مناظرہ کرنا گوارا نہ کیا اور ان شاء اللہ کسی جگہ بھی اُنہیں ان شرائط کے ماتحت مناظرہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن وحدیث سے انہیں کوئی دلیل نہیں مل سکتی۔

آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

۲..... ''ہم نے چیلنج دیا کہ اگر فریق مخالف قرآن کریم میں حضرتِ عیسیٰ کے واقعہ کے ساتھ آسمان کا لفظ اور لفظ جسد عنصری اور زندگی کا ثابت کر دے تو مقرر شدہ انعام لے، یہ مطالبہ آخر تک کیا گیا، لیکن فریقِ مخالف اس کی تردید نہ کرسکا۔''

حیاتِ مسیح علیہ السلام کا اثبات قرآن سے سمجھانے کا تعلق جہاں تک زبان سے

ہے وہاں تک تو اسلامی مناظر نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا، مگر قلندر کے بندر کی طرح سر ہلا کر بار بار یہ کہنا کہ ''میں نہ مانوں'' اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں، اس کا بہترین جواب ہم ان کو کہاں دے سکتے تھے یا قبر کے اندر منکر ونکیر سے مرزائیوں کو مل سکے گا۔ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی کے دلائل اسی کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ قارئین خود فیصلہ فرمالیں کہ مولانا نے اس سوال کا جواب کس خوبی سے دیا اور ''الدجل'' کا یہ بیان کس قدر کذب وافتراء سے مملو ہے۔

۳......پھر لکھتا ہے کہ:

''اس دفعہ ایک نیا رنگ تھا جو اثبات حیاتِ مسیح میں فریق مخالف نے اختیار کیا کہ سارا دارو مدار کتب مسیح موعود پر رکھا۔''

اس میں شک نہیں کہ اسلامی مناظر نے کتب مرزا کے حوالوں سے ثابت کیا کہ قرآن دانی کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی مرزا حیات مسیح کا معتقد رہا اور مرزا کا دعویٰ ہے کہ اس نے اس عقیدہ میں تبدیلی قرآن کی بنا پر نہیں کی، بلکہ اس تبدیل کی بنا الہام و وحی بیان کی ہے، اسلامی مناظر نے اس سے ثابت کیا کہ قرآن مجید میں کسی جگہ وفاتِ مسیح کا ذکر نہیں ورنہ مرزا صاحب ضرور ہی وفات مسیح علیہ السلام کے قائل پہلے سے ہی ہوتے، مولانا کے اس اچھوتے طرز استدلال سے مرزائی مناظر اپنا رٹا ہوا سبق بھول گیا اور اسے سخت پریشانی لاحق ہوئی، مگر مولانا نے اس کے علاوہ بھی متعدد آیاتِ قرآنیہ واحادیث سے اپنا دعویٰ ثابت کیا جس کا جواب مرزائی مناظر سے بن نہ سکا۔

۴......الدجل لکھتا ہے کہ

''اس پہلے مناظرہ کا پبلک پر ایک خاص اثر تھا اور پبلک نے غیر احمدی مناظر کی ناکامی کو

محسوس کرلیا۔''

خاص اثر ہونے میں شک نہیں، مگر وہ خاص اثر ہی تھا جس کی بنا پر آپ کی جماعت اسسٹنٹ سیکرٹری ایم، ڈی کریم صاحب نے صاف الفاظ میں اسلامی مناظر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''میں آپ کے طرز استدلال سے بہت محظوظ ہوا، آپ دلائل دینے اور اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اس پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں، مگر فی الحال میرا نام ظاہر نہ کیا جائے۔''

ایم ڈی کریم صاحب اگر اس سے انکار کریں تو مؤکد بعذاب حلفیہ اشتہار شائع کریں مگر امید نہیں کہ انہیں ایسا کرنے کی ہمت ہو سکے۔

۵......''الدجل'' لکھتا ہے کہ:

''ختم نبوت کے مناظرہ میں دوسرے دن مولوی محمد حسین کے چیلنج کے جواب میں کہ توفی کے متعلق ایک ہزار روپیہ چیلنج پورا کرنے کو تیار ہوں۔ اُن کے چیلنج کو منظور کرلیا گیا اور نقد ایک ہزار روپیہ پیش کیا گیا''۔ (لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین)

مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کا مطالبہ تھا کہ مرزائی مناظر میاں محمود احمد سے سندِ نمائندگی حاصل کر کے مسئلہ توفی کے متعلق شرائط مناظرہ طے کریں، مگر مسئلہ حیاتِ مسیح علیہ السلام پر مناظرہ ہوجانے کے بعد ختم نبوت کے مسئلہ پر مناظرہ کرتے ہوئے مرزائی مناظر نے جیب سے کچھ کاغذ نکال کر کہا تھا کہ یہ ایک ہزار روپیہ موجود ہے۔ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے اسی وقت فرمایا کہ کسی غیر جانبدار آدمی کے پاس رکھو۔ مگر فوراً ہی مرزائی مناظر نے وہ کاغذ جیب میں ڈال لئے۔ پبلک کو معلوم بھی نہ ہوسکا کہ ان کاغذات میں کیا چیز لپٹی ہوئی تھی۔ دراصل اسلامی مناظر کا منشا ایک ہزار روپیہ

حاصل کرنے کا نہ تھا، بلکہ بانی مذہب مرزائیت کی تحدّی کو توڑنا چاہتے تھے اور اس کے لئے ضروری تھے کہ ان کا مدمقابل میاں محمود احمد خلف وخلیفہ مرزا کا مصدقہ نمائندہ ہو، مگر مرزائیوں نے آخری دم تک ان شرائط کو قبول نہ کیا نیز حیات مسیح کے مناظرہ میں مرزائیوں نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا اور ختم نبوت کی بحث میں اس غیر متعلق امر کا ذکر کر کے خلطِ مبحث سے کام لینا چاہا۔

۶..... ''الدجل'' لکھتا ہے کہ:

''ختم نبوت کے متعلق ''فریق مخالف نے ادھر اُدھر کی باتوں میں ڈالا اور کوئی دلیل ختم نبوت کے متعلق پیش نہ کی۔''

اس کے جواب میں ہم چیلنج دیتے ہیں کہ ۱۸ آیات قرآنیہ اور ۱۰ احادیث، اور ۲ اقوالِ مرزا کل تیس ۳۰ دلائل جو ختم نبوت پر مولانا نے پیش کئے تھے ان کا جواب مرزائی دنیا مل کر بھی قیامت تک نہیں دے سکتی۔

۷..... الدجل دعوی کرتا ہے کہ:

'' ہماری طرف سے اسلامی مناظر کی انتہائی بدتہذیبی کا شرافت ومتانت کیساتھ جواب دیا گیا۔''

مرزائی لغت میں شرافت ومتانت سے مراد فحش کلامی ہوگی، معزز حاضرین کو میراثی اور بھانڈ کہنا اور منہ چڑانا اور مرزائی مناظر کی قابلِ نفرت حرکات سے تمام سامعین بیزار ہو رہے تھے۔ شہر بھیرہ کے ایک ہندو لالہ جوندہ رام صاحب بھاٹیہ بی۔اے کی شہادت اس بارے میں قابلِ غور ہے۔

۸..... ''الدجل'' کہتا ہے کہ:

''اس مناظرہ کا ہی اثر تھا کہ کئی لوگ ہماری مسجد احمدیہ میں آکر ہمارے مبلغین سے گفت و

شنید عقائد احمدیت کے متعلق کرتے رہے اور کئی لوگوں نے کتب احمدیہ کے پڑھنے کا وعدہ کیا ہے''۔

ان الفاظ کو دراصل اس طریقہ سے قلمبند کرنا چاہئے تھا:

''اس مناظرہ کا ہی اثر تھا کہ شہر بھیرہ کا بچہ بچہ ہمارے بڑے بڑے مبلغین سے بحث کرنے پر تیار ہو چکا ہے۔ نوجوانوں نے ہمارے مبلغین کو ہر جگہ پریشان کیا۔ چھوٹے بچوں نے گلی وکوچہ میں اعتراضات کی بوچھاڑ کردی۔ اور کئی لوگوں نے ہمارے مذہب کی تردید کیلئے ہماری کتابوں کا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''الدجل'' کی ایک بدحواسی قابل داد ہے لکھتا ہے کہ مناظرہ ۱۵ ستمبر کو ہوا۔ حالانکہ مناظرہ ۵، ۶ ستمبر کو ہوا تھا۔

مرزائیوں سے خط وکتابت

مناظرہ کے بعد یاددہانی کی غرض سے مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی نے شیخ مبارک احمد مرزائی کو لفظ توفی کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے خط [۱] لکھا۔ جس کے جواب میں مرزائیوں نے مرزا محمود احمد کی سند نمائندگی حاصل کرنے سے انکار کیا اور لکھا کہ مولانا ابوالقاسم صاحب عالم اسلام کے علماء سے سند نمائندگی حاصل کرلیں۔ اس کے بعد ہم سے سند نمائندگی دکھانے کا مطالبہ کریں۔ اس کے جواب میں مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے حسب ذیل آخری خط مبارک احمد کے نام بھیجا جس کے جواب میں انہوں نے کامل خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

از بھیرہ۔ ۸ر ستمبر ۳۲ء

[۱] مرزائیوں نے کسی طرح بھی تحریری مناظرہ کی یہ صورت قبول نہ کی۔ اور اگر اب بھی مرزائیوں کو ہمت ہو تو تحریری مناظرہ پر اپنا کسی جریدہ کو آمادہ کریں۔ افسوس ہے کہ مولوی اعجاز نے وعدہ کا ایفا نہ کیا۔ ورنہ دنیا پر حق وباطل آشکارا ہو جاتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی مولوی مبارک احمد صاحب!

السلام علی من اتبع الھدیٰ ! آپ کا رقعہ میرے رقعہ کے جواب میں پہنچا، آپ وقت کو ضائع نہ فرمائیں، براہِ مہربانی پہلے آپ مرزا صاحب کے چیلنج کو ملاحظہ فرمائیں اوراس کے مطابق عمل کریں اس چیلنج میں کہیں بھی یہ نہ پائیں گے کہ جواب دینے والا رُوئے زمین کے مسلمانوں کا یا کسی مرکزی جماعت کا نمائندہ ہو، پھر آپ کا یہ شرط زیادہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

باقی رہا یہ امر کہ میں نے جناب کو سند نیابت نمائندگی حاصل کرنے کی کیوں تکلیف دی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے چیلنج کا جواب دینا ہے نہ آپ کے کسی احمدی کا۔ اگر آپ کی تعدّی اصالتاً ہوتی تو سند نمائندگی ونیابت کی ضرورت نہ تھی، لیکن جبکہ آپ مرزا صاحب کی طرف نیابت کے طور مقابلہ میں آنے والے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ اس صورت میں سند نیابت ازبس ضروری ولازم ہے ورنہ بصورت دیگر ممکن بلکہ اغلب ہے کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب خلف وخلیفہ جناب مرزا صاحب فرمائیں کہ یہ فیصلہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ پس آپ اس صورت میں ''ماں نہ ماں میں تیرا مہمان'' کا مصداق قرار پاتے ہیں، لہذا سند نیابت حاصل کرنا ازبس ضروری ہے ورنہ فیصلہ ناطق نہیں ہوسکتا اور جب کہ آپکو سند نیابت کے حصول کا پُورا اعتماد ہے، تو آپ اس سے پہلوتہی کیوں کرتے ہیں اوراس میں آپ کا کیا نقصان ہے؟

براہِ مہربانی تضیع اوقات اور ٹال مٹول چھوڑ کر تحریر فرمائیں کہ میں سند نیابت حاصل کرونگا، بعدہٗ آج ہی بقیہ شرائط طے کر کے تیار ہوجائیں۔ سند نیابت آجانے پر گفتگو شروع ہوجائیگی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اوراگر آپ اس ضروری شرط سے بھی پہلوتہی کریں اور سیدھی راہ پر نہ آئیں تو پھر فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے خاموشی بہتر ہے، میری طرف سے اتمام حجت ہوچکی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ ﷺ (ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی)

مرزائیوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، مرزائیوں کو تحریری مناظرہ کا بہت شوق تھا مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کردیا۔ خاکسار کی حافظ مبارک احمد کے ساتھ تحریری مناظرہ کے متعلق حسب ذیل خط وکتابت ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسُولہ الکریم

جناب مولوی مبارک احمد صاحب!

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ! جناب کی جماعت تحریری مناظرہ کرنے کی خواہشمند تھی۔ اس کیلئے میں نے آپ کے نمائندوں ایم، ڈی۔ کریم صاحب اور مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز کو لکھا تھا کہ رسالہ شمس الاسلام کے صفحات اس کے لئے وقف ہوسکتے ہیں۔ جناب کے ہر سوال پر اعتراض یا ہر مضمون کا حامل المتن جواب رسالہ میں شائع ہوا کریگا بشرطیکہ جناب بھی اپنے کسی مدیر جریدہ کو اس پر آمادہ کرسکیں کہ وہ ہمارے مضامین یا اعتراضات کا حامل المتن جواب شائع کرنے کا حتمی وعدہ کرے، عام پبلک پر اس طرح حق

واضح ہو جائیگا، مولوی اعجاز صاحب نے اس چیلنج کو قبول کرلیا تھا، اب آپ کا فرض ہے کہ اس وعدہ کا ایفاء کریں اور بہت جلدی کسی مرزائی اخبار کے مدیر کی تحریر میرے پاس بھجوادیں۔ تاکہ اس سے تبادلہ کیا جاسکے، اور ماہ اکتوبر سے تحریری مناظرہ شروع کردیا جائے، اگر آپ کی جماعت نے ایسا نہ کیا تو ثابت ہوجائیگا کہ تحریری مناظرہ سے صرف تضیع اوقات مقصود تھا، ورنہ آپ کو تحقیق حق مطلوب نہیں۔ آپ کا یہ گریز بھی مشتہر کردیا جائیگا۔

ظہور احمد بگوی

مدیر جریدہ شمس الاسلام وصدر جماعت تبلیغ اسلامیہ بھیرہ

مرزائیوں کے نام حسب ذیل آخری تحریر غیرت دلانے کے لئے بھیجی گئی مگر اس پر بھی ان کو آمادگی کی جرأت نہ ہوسکی۔ از جامع مسجد بھیرہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرّحیم .

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

۸ ستمبر ۳۲ء

جناب مولوی مبارک احمد صاحب:

السلام علی من اتبع الھدیٰ! جناب کا رقعہ کل ملا، پڑھ کر تعجب ہوا، آپ اپنے اخبارات کے صفحات کو باطل سے ہی مملو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے لغو، لایعنی اور مغالطوں سے بھرپور تحریروں کے سوا اور کسی مضمون کا شائع ہونا آپ کو منظور نہیں ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جماعت مرزائیہ صرف خرافات کیوجہ سے ان اخبارات کی خریدار ہے، تحقیق حق سے انہیں غرض نہیں، حق کے اندراج سے آپکو قیمتیں کم ہونے کا خطرہ لاحق ہورہا

ہے شمس الاسلام کے سامنے شپرہ چشموں کا ٹھہرنا ناممکن ہے۔ اپنے شمس الاسلام کے مضامین کو پادر ہوا لکھا ہے۔ حالانکہ شعر

نہ شبم نہ شپ کہ حدیثِ خواب گویم چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

شمس الاسلام کی ظلمت شکن کرنیں مرزائی ظلمت وضلالت کی گھٹاؤں کیلئے پیغام موت ثابت ہورہی ہیں، ہمت ہے تو اپنے قادیانی چیتھڑوں اور رسوائے عالم جرائد کو سامنے لانیکی جرأت کریں، آپ کبھی بھی نہ لاسکیں گے اور یہ ایک پیشین گوئی ہے، جو پوری ہوکر رہے گی۔

ظہور احمد بگوی

(صدر جماعت اسلامیہ بھیرہ)

تیسرا معرکہ...... خوشاب

بھیرہ میں شرمناک ہزیمت حاصل کرنے کے بعد مرزائی مبلغین مولوی احمد خاں وعبداللہ اعجاز رات کی تاریکی میں بھیرہ سے فرار ہوکر جھاوریاں چلے گئے، حزب الانصار کے کارکنوں کو ان کے فرار کا علم نہ ہوسکا، جھاوریاں میں مسلمانانِ قصبہ نے ان کی تقریر سننے سے انکار کردیا، وہاں سے مرزائی وفد مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۲ء کو خوشاب میں وارد ہوا، خوشاب بھیرہ سے شمال مغربی جانب ۳۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے مسلمانانِ خوشاب کی درخواست پر حزب الانصار کا تبلیغی وفد ۱۰ ستمبر کی صبح کو بھیرہ سے روانہ ہوکر اسی روز دن کے گیارہ بجے خوشاب پہنچا، ریلوے اسٹیشن پر مولانا محمد شفیع صاحب کی سرکردگی میں مسلمانانِ خوشاب نے شاندار استقبال کیا اور جلوس کی شکل میں علمائے کرام کو فرودگاہ پر پہنچایا گیا، مرزائیوں کی امداد کیلئے قادیان سے مولوی غلام رسول آف راجیکی بھی اسی گاڑی سے وارد خوشاب ہوا، مگر

اسلامی قافلہ کا رعب مرزائیوں پر غالب ہو چکا تھا۔ انہوں نے خلیفہ قادیان سے بذریعہ تار مزید کمک طلب کی۔

مؤرخہ ۱۰، ۱۱ ستمبر ہر دو روز عیدگاہ میں شاندار اسلامی جلسے منعقد ہوتے رہے۔ جن میں مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب، خاکسار، اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب میانوی، مولانا محمد شفیع صاحب، مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دامانی کی مرزائیت شکن تقریریں ہوئیں۔ مرزائیوں کے جلسے ناکام رہے اور انھیں مناظرہ کا چیلنج قبول کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ مورخہ ۱۱ ستمبر ۳۲ء ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی مرزائیوں کی امداد کیلئے قادیان سے پہنچ گیا۔ شرائط مناظرہ کے تصفیہ کے لئے مجلس منعقد ہوئی، بھیرہ میں طے شدہ شرائط پر مرزائیوں نے مناظرہ کرنا گوارا نہ کیا اور ملک عبدالرحمٰن خادم نے خاکسار کیساتھ گفتگو کرنے یا شرائط مناظرہ طے کرنے سے صاف انکار کر دیا، مرزائیوں نے کئی گھنٹے شرائط مناظرہ طے کرنے میں صرف کر دیئے۔ ۵ گھنٹے کی مسلسل بحث وتمحیص کے بعد بالآخر حسب ذیل شرائط طے ہوئیں۔

شرائط مناظرہ

۱.....موضوع مناظرہ :

(۱) حیات مسیح علیہ السلام

(۲) ختم نبوت

(۳) صداقت مرزا صاحب

۲.....پہلے ہر دو مناظرہ میں مدعی جماعتِ اسلامیہ ہوگی، آخری مناظرہ میں مدعی جماعتِ احمدیہ ہوگی۔

۳.....دلائل قرآن کریم واحادیثِ صحیحہ بحوالۂ کتب حدیث پیش ہوں گی۔ نیز اجماع امت بقول مستند بلفظہ اجماع حجت ہوگا۔ نیز اقوالِ جناب مرزا صاحب جماعتِ احمدیہ پر حجت ہوں گی۔

۴.....دلائل خاص کے مقابلہ پر دلیل خاص پیش ہوگی اور اس کی خاص تائید میں عام دلیل بھی پیش ہو سکے گی۔

۵.....ہر ایک مسئلہ پر مناظرہ پونے تین تین گھنٹہ ہوگا۔ جس کے درمیان میں (۱۰) دس منٹ کا وقفہ ہوگا۔ اگر نماز کا وقت درمیان میں آئے تو آدھ گھنٹہ وقفہ ہوگا۔ لیکن یہ وقت مناظرہ میں شامل نہ ہوگا۔ پہلی ہر دو تقاریر نصف نصف گھنٹہ اور بعد کی تقاریر پندرہ پندرہ منٹ ہوں گی۔

۶.....ہر ایک دلیل پر جو مناظر اثبات دعوی کے لئے پیش کرے مستقل بحث ہوگی خلطِ ادلّہ نہ ہوگا۔ تاکہ حاضرین بخوبی قوت دلیل کا موازنہ کر سکیں۔

۷.....خلافِ تہذیب وتوہین آمیز کلمات ایک دوسرے کے خلاف کوئی مناظر استعمال نہ کرے گا اور ہر مناظر دوسرے کے متعلق ذاتیات کی بحث سے پرہیز کرے گا۔

۸.....ہر ایک فریق کی طرف سے ایک صدر ہوگا جو حفظ امن کا ذمہ دار ہوگا اور مناظر کو پابند شرائط کرے گا۔

۹.....آخری تقریر میں مناظر کوئی نئی بات پیش نہ کر سکے گا۔

۱۰.....پہلی وآخری تقریر مدعی کی ہوگی۔

منجانب: جماعت احمدیہ خوشاب تحصیل ایضاً ضلع سرگودہا عمر خطاب احمدی سیکرٹری تبلیغ حال خوشاب

تصفیہ شرائط کی خبر سن کر تمام شہر میں مسرت وخوشی کے نعرے بلند کئے گئے، حق

باطل کے امتیاز کی توقع پیدا ہوگئی مگر مرزائیوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ ملک عبدالرحمن اور اس کے رفقاء نے عمر خطاب کو لعنت و ملامت کی اور انہوں نے ان شرائط کو بھیرہ والی شرطوں سے بھی زیادہ تباہ کن سمجھا، تمام رات مسلمانانِ خوشاب نے اسٹیج وجلسہ گاہ کی آرائش وتزئین میں صَرف کی مگر مرزائی اپنے بستروں پر بے چینی سے کروٹیں بدلتے ہوئے فرار کے حیلے تراشتے رہے۔ صبح سویرے مرزائی نمائندے تھانہ دار صاحب کے ہاں پہنچے اور وہاں مناظرہ بند کرنے کی درخواست دی، اور بیان کیا کہ ہمیں نقضِ امن کا اندیشہ ہے، لہذا مناظرہ بند ہونا چاہئے۔ مؤرخہ ۱۳ر ستمبر ساڑھے ۷ بجے صبح کو شیرانِ اسلام عالیشان سایہ بان کے نیچے میدانِ مناظرہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ ہزار ہا اشخاص دور دراز مقاموں سے جمع ہوئے مرزائیوں کا رنگ زرد، حواس گم تھے۔ عین وقت پر سب انسپکٹر صاحب پولیس نے جلسہ گاہ میں آکر مناظرہ روک دیا، اور ہجوم کو منتشر ہونے کا حکم دیا۔ سب انسپکٹر صاحب نے کہا کہ مرزائی مناظرہ نہیں کرنا چاہتے، انہوں نے اپنی حفاظت طلب کی ہے اس لئے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ حکیم حافظ چن پیر احمد صاحب وسیٹھ عبدالرسول صاحب میونسپل کمشنر نے اہل اسلام کی طرف سے پانچ پانچ ہزار روپیہ کی ضمانتیں داخل کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور مرزائیوں کو حفظِ امن کا یقین دلانے کیلیے ہر ممکن کوشش کی مگر مرزائی مناظر جلسہ گاہ سے چلے گئے۔ اور انہوں نے فرار ہی میں اپنی مصلحت دیکھی، اور تانگہ پر سوار ہوکر مجوکہ کی طرف چل دیئے۔

رات کو جامع عیدگاہ میں اہل اسلام نے شاندار فتح منائی، علماءِ کرام کی بصیرت افروز تقریریں ہوئیں شعراء نے مبارکباد کے قصیدے پڑھے، مرزائیوں کے اس واضح فرار سے ان کے مذہب کی حقیقت ظاہر ہوگئی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

چوتھا معرکہ...... مجوکہ

خوشاب سے چالیس میل کے فاصلہ پر دریائے جہلم کے دائیں کنارہ پر مجوکہ آباد ہے، سردارانِ مجوکہ کسی زمانہ میں علاقۂ تھل کے روسا میں شمار ہوتے تھے، مجوکہ کی آبادی، زراعت پیشہ ہے۔ پچیس سال ہوئے ایک غیر مقلد مولوی نے وہاں اپنے چند متبعین پیدا کئے علیحدہ مسجد تیار کرائی اور احناف کو مشرک قرار دیا۔ چند سال کے بعد مجوکہ کے غیر مقلدین نے کل جدید لذیذ پر عمل پیرا ہوکر مذہب مرزائیت قبول کرلیا، تحصیل خوشاب میں مجوکہ مرزائیوں کا گڑھ سمجھا جاتا ہے، آبادی کا تہائی حصہ مرزائی ہو چکا ہے۔

فروری ۳۲ء میں وہاں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا جس میں مرزائیوں کو شاندار شکست ہوئی تھی، اور ۷ مرزائی تائب ہوئے تھے۔ مناظرہ کے بعد وہاں مرزائیت کا سدباب ہو چکا ہے، خوشاب سے فرار ہوکر مورخہ ۱۳ر ستمبر ۳۲ء کو مرزائیوں کا قافلہ تانگہ ولاری کے ذریعہ شام کو مجوکہ پہنچا، اسلامی وفد سے خلاصی پانے کی خوشی میں مرزائیوں نے رات آرام سے بسر کی، مولوی محمد سلیم بھی قادیان سے وہاں پہنچ گیا۔

خوشاب میں رات کے ایک بجے جشن فتح سے فارغ ہوکر مجاہدین اسلام کا قافلہ بذریعہ کشتی عازم مجوکہ ہوا، دریا میں پانی کم تھا اس لئے کشتی کی رفتار سست رہی کشتی میں خاکسار کے ہمراہ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب و ابوسعید مولانا محمد شفیع صاحب خوشابی، مولوی عبدالرحمن میانوی، سیٹھ عبدالرسول صاحب میونسپل کمشنر خوشاب و دیگر سوار تھے۔ سفر کی دلنواز اور عجیب کیفیت بیان کرنے سے قلم عاجز ہے۔ صبح کی نماز دریا کے کنارے خوشاب سے دس میل کے فاصلہ پر ادا کی گئی بھر کہ سے گذرنے کے بعد خورشید کی سنہری کرنوں کی ضوریزی نے پانی میں اپنا عکس ڈال کر کشتی والوں کے صبر واستقامت کا

امتحان لینا چاہا ہوا بند تھی، گرمی کی شدت نا قابل برداشت تھی، دن کے ۱۱ بجے موضع ھنٹی کے کنارہ پر چند منٹ آرام کیا، خدا کے فضل سے جنگل میں کھانے کا انتظام ہوگیا، کھانا کھانے کے بعد کشتی پر سوار ہو کر چپو چلانے کی مشق کی۔ مرزائیوں کے جلسہ کی کامیابی کا خیال ہمارے لئے دھوپ سے زیادہ تکلیف دہ تھا علماء کرام خصوصاً مولانا محمد شفیع صاحب کئی گھنٹے اپنے ہاتھ سے چپو چلاتے رہے بوقتِ عصر موضع جوڑہ کے قریب ایک پرندہ دیکھا گیا جس نے ایک بہت بڑی مچھلی کو دم سے پکڑ کر کنارہ پر پھینک دیا کشتی کے قریب پہنچنے پر پرندہ اڑ گیا مچھلی کو دادِ خدا سمجھ کر مجاہدین اسلام نے کشتی میں رکھ لیا۔ کشتی سے اتر کر نمازِ مغرب مجوکہ سے دو میل کے فاصلہ پر ادا کی گئی یہ فاصلہ پیدل طے کیا گیا۔

مجوکہ میں مرزائیوں کا جلسہ ہو رہا تھا۔ مولوی محمد سلیم قادیانی پر جوش لہجہ میں تقریر کر رہا تھا، مجوکہ کے مرزائی وہاں کے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دے رہے تھے، ۹ بجے شام نعرہائے تکبیر کے ساتھ مجاہدین اسلام مجوکہ میں وارد ہوئے، مرزائی لیکچرار کی آواز پست ہوگئی، مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اسی وقت مسجد کی چھت پر خاکسار نے تقریر کی مرزائی لیکچرار نے اپنی تقریر بند کردی۔ خاکسار نے مرزائیوں کو ثابت قدم رہنے کی تاکید کی اور ان کے چیلنج کو قبول کر کے مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی اہل قصبہ کو کہا کہ صبح مرزائیوں کو بھاگنے کا موقع نہ دینا اور انہیں مجبور کرو کہ بغیر مناظرہ کئے یہاں سے ہرگز نہ جائیں۔

مؤرخہ ۱۵؍ستمبر ۳۲ء بعد نماز صبح مسمّٰی رمضان مرزائی مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بیان کیا کہ ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی کے زمانہ میں کسوف وخسوف ہوگا اور وہ چودھویں صدی میں ہوگا ان احادیث کی موجودگی سے مرزا صاحب کے دعاوی تسلیم کرنے میں کیا عذر

ہوسکتا ہے۔ ہر دو نشان مرزا صاحب کے زمانے میں پورے ہوئے ہیں اور آج تک کوئی اور مدعیٔ مہدویت ظاہر نہیں ہوا۔ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے حسب ذیل تحریر لکھ کر رمضان مذکور کو دی اور اُسے کہا کہ اس کا جواب ان سے تحریر کرا کے لے آؤ۔

باسمہٖ سبحانہ

۱..... دارقطنی میں روایت خسوف وکسوف کی ہے وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔

۲..... چودھویں صدی میں مسیح آئے گا اور وہ مہدی ہوگا یہ بھی حدیث نہیں ہے۔

۳..... مرزا غلام احمد اپنی کتاب چشمۂ معرفت جلد دوم ص ۱۰ پر لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کانَ فی الهند نبیًّا اَسْوَدُ اللَّوْنِ اِسْمُهُ کاهنا یہ بھی حدیث نہیں ہے۔

مرزائی صاحبان ان کا حدیث ہونا ثابت فرمائیں، اور کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے بیان کریں یا کسی حدیث کی کتاب ملتزم الصحۃ سے یہ حدیث دکھائیں۔

ابوالقاسم محمد حسین عفی عنہ مجوکہ۔ ۱۵؍ستمبر ۳۲ء

اس کا جواب جو مرزائیوں کی طرف سے موصول ہوا، وہ بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے قارئین مرزائیوں کی حق پسندی کا اندازہ کر سکتے ہیں:

۱..... ماں بہن وغیرہ محرمات ابدیہ کے ساتھ اپنی مرضی سے نکاح جائز ہے۔

۲..... حیوان سے بدفعلی یا مردہ سے بدفعلی کرنے والے پر ضروری نہیں کہ وہ غسل کرے اور اس کا روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔

۳..... استمتاع بالید (جلق) سے انسان گنہ گار نہیں ہوتا۔ یہ تین عقائد صحاح ستہ یعنی حدیث کی کسی صحیح کتاب سے بسند صحیح و مرفوع سے فرمانِ نبی کریم ﷺ ثابت کرو ورنہ خدا سے ڈرو۔

جب کہ تین مندرجہ امور کا آپ جواب دے دیں گے تو آپ کے سوالوں کا اس الزامی جواب کے علاوہ بھی دے دیا جائے گا ...... محمد نذیر

قادیانی مولوی فاضلوں کی ذہنیت کا اظہار اس تحریر کے ہر لفظ سے ہوتا ہے جلسہ عام میں یہ تحریر سنائی گئی۔ لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا مگر انہیں صبر وسکوت سے کام لینے کی تاکید کی گئی اور مرزائیوں کو جواب تحریر کیا گیا کہ ''اِن ہر سہ مسائل کے جائز کہنے والے کو ہم کافر اور ملعون سمجھتے ہیں اِس لئے ہم سے جواز کی سند طلب کرنے سے آپکا کیا مطلب ہے؟'' مرزائیوں نے اس کے بعد کامل خاموشی اختیار کر لی۔ گاؤں کے باہر درختوں کے سائے میں علمائے اسلام نے مرزائیت کو سراسر باطل ثابت کیا اور مجوکہ کے مرزائیوں کو انصاف سے کام لینے کی اور حق قبول کرنے کی دعوت دی۔ دو مرزائی طیش میں آ کر کھڑے ہوئے انہوں نے خاکسار کو کہا کہ بھاگ نہ جانا ہمارے مولوی مناظرہ کے لئے آرہے ہیں ایک گھنٹہ کے انتظار کے بعد مرزائی مبلغین سامان اٹھائے ہوئے کھیتوں کے کنارہ پر نمودار ہوئے، محمد سلیم، محمد نذیر، عبداللہ اعجاز، احمد خان وغیرہم کو دیکھ کر مجاہدین اسلام نے سمجھا کہ مناظرہ کرنے کیلئے آرہے ہیں مگر مرزائی مبلغین خاموشی سے سر جھکائے ہوئے موضع نتھوکا کی طرف چلدیئے اور آہستہ آہستہ نظروں سے غائب ہوگئے۔

جَآءَ الحقّ وَزَهَقَ البَاطِل انَّ البَاطِلَ كانَ زهوقا

ظَفَرَ الْمُسلم وهَرِبَ المرزا ان المرزا كان كذوبا

اسلامی جلسہ نماز مغرب تک قائم رہا، اور رات کو بھی مولانا محمد شفیع صاحب کی ختم نبوت پر معرکۃ الآراء تقریر ہوئی۔

پانچواں معرکہ ...... سلانوالی

مجوکہ سے مرزائیوں کا قافلہ نتھوکا وساہیوال سے ہوتا ہوا سلانوالی پہنچا۔ مجاہدین اسلام نے ان کا تعاقب جاری رکھا اور ان کے قدم کسی جگہ جمنے نہ دیئے۔ ساہیوال جاتے ہوئے سیال شریف میں حضرت مخدوم العالم قبلہ حافظ مولانا مولوی محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین ادام اللہ تعالی برکاتھم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، حضرت ممدوح حزب الانصار کے اس قابل فخر کارنامے سے بہت خوش ہوئے اور مجاہدین کی کامیابی کیلئے دعا فرمائی۔

ضلع شاہ پور میں سلانوالی ایک نو آباد منڈی ہے، مولوی محمد دلپذیر صاحب مرزائی کا لڑکا ڈاکٹر منظور احمد کے ذریعے سے وہاں مرزائیت کا کافی اثر پھیل چکا ہے، مرزائی مفروروں نے وہاں پہنچ کر جلسے کے انعقاد کا اعلان کر دیا مقامی مرزائیوں نے وہاں کی انجمن محمدیہ کو مناظرہ کا چیلنج بھی دے دیا اور اپنے جلسہ کا اعلان کر دیا۔ کارکنان انجمن محمدیہ انتہائی پریشانی کے عالم میں اس ناگہانی مصیبت کا علاج سوچ رہے تھے رات کے دس بجے مجاہدین اسلام بذریعہ لاری وہاں پہنچے اور جاتے ہی شہر میں منادی کرائی گئی کہ مرزائیوں کا فرض ہے کہ بغیر مناظرہ کئے ہرگز یہاں سے کسی جگہ نہ جائیں، مرزائیوں کی تمام تجاویز خاک میں مل گئیں ان کی امیدوں کا سرسبز باغ پامال ہوگیا ان کی طبیعتیں سرد ہوگئیں۔ دوسرے دن مرزائیوں سے حسب ذیل خط وکتابت ہوئی۔

خط وکتابت

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ سلانوالی!

السّلام علی من اتبع الھُدیٰ! قادیانی مبلغین ہمارے ساتھ خوشاب میں مناظرہ کے شرائط طے کر کے آخری وقت پر بغیر مناظرہ کئے مجوکہ کی طرف چلے گئے تھے۔ مجوکہ میں بھی انہوں نے مناظرہ نہیں کیا بلکہ وہاں جو تین سوال ان پر کئے گئے تھے ان کا جواب ہمیں موصول نہیں ہوا اس لئے اگر آپ تحقیق و اظہارِ حق کے خواہشمند ہوں تو اپنے مبلغین کو ہمارے مجوکہ والے سوالات کا جواب دینے پر آمادہ کریں نیز خوشاب میں طے شدہ شرائط پر سلانوالی میں مناظرہ کرنے پر تیار کریں۔

امید ہے کہ جناب ہمارا اور اپنا قیمتی وقت فضول خط وکتابت میں ضائع نہ فرمائیں گے ہماری اس تحریر کے جواب میں ہمارے مجوکہ میں پیش کردہ سوالات کے جوابات اور مناظرہ پر آمادگی کی تحریر اپنے مبلغین سے بھجوادیں گے۔ وما علینا الا البلاغ

ظہور احمد بگوی عفی عنہ، ۱۷ ستمبر ۳۳ء

اس خط کے جواب میں ڈاکٹر منظور احمد نے مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی جس کے جواب میں حسب ذیل خط ہماری طرف سے بھیجا گیا۔

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ سلانوالی!

السلام علی من اتبع الھدیٰ! مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ اپنے مولویوں کو بھیرہ کی شرائط پر یا خوشاب کی شرطوں پر مناظرہ کرنے کیلئے آمادہ کرنا چاہتے ہیں، اگر مناظرہ ہوا تو ہماری کئی دن کی آرزو پوری ہوگی، آپ نے نقل شرائط طلب کی ہے، خوشاب میں طے شدہ شرائط کی نقل ارسال خدمت ہے، مہربانی کر کے آج ہی وقت اور مقام کا تصفیہ

فرما کر ممنون فرمائیں، نیز جناب نے ہمارے پیش کردہ سوالات کا جواب اپنے مبلغین سے نہیں دلوایا، شاید آپ کو علم نہ ہو، مجوکہ میں حسب ذیل سوالات بھیجے گئے تھے۔

۱..... مہدی کے زمانہ میں کسوف وخسوف کا نشان رمضان میں ہونا حدیث نہیں ہے۔

۲..... چودھویں صدی میں مسیح ومہدی پیدا ہوگا، حدیث نہیں ہے۔

۳..... کان فی الھند نبیا اسود اللون اسمہ کاھنا حدیث نہیں ہے۔ مرزائی صاحبان ان کا حدیث ہونا ثابت کریں بسند صحیح مرفوع متصل یا کسی حدیث کی کتاب ملتزم الصحۃ سے دکھائیں۔

مہربانی کر کے ان کے جوابات بھی مناظرہ سے پہلے تحریر کر کے بھجوادیں، اس میں صرف چند منٹ صرف ہوں گے۔

ظہور احمد عفی عنہ، صدر تبلیغ جماعت اسلامیہ ضلع شاہ پور از سلانوالی ۱۷ ستمبر ۳۳ء

اس خط کے جواب میں ڈاکٹر منظور احمد نے خوشاب میں طے شدہ شرائط پر مناظرہ کرنے سے انکار کردیا اور لیت ولعل سے کام لینا چاہا۔ مجبور ہوکر انہیں یہ آخری خط بھی بھیجا گیا۔

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعتِ احمدیہ سلانوالی!

السلام علی من اتبع الھدیٰ! آپ نے مناظرہ سے پہلو تہی کر کے افسوسناک روش اختیار کر رکھی ہے۔ تحقیق حق کی غرض سے میں خدا اور رسول کا واسطہ دیکر آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ فضول باتوں کو چھوڑ کر کل کے دن مناظرہ کا انتظام کریں، اگر بھیرہ یا خوشاب میں طے شدہ شرائط سے آپ کو انکار ہو تو پھر وقت اور مقام مقرر

فرمائیں خاکسار آپ کے پاس حاضر ہوکر تصفیۂ شرائط کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہے، شاید اس ملاقات کا نتیجہ اچھا نکل آئے۔

جواب جلد دیں

جماعتِ اسلامیہ کی طرف سے خاکسار اور مولانا محمد شفیع صاحب نمائندے ہوں گے، آپ بھی اپنی جماعت کی طرف سے دو نمائندوں کا انتخاب کر کے ان کے اسماء سے مطلع فرمائیں، کسی تیسرے شخص کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔ ظہور احمد بگوی، مورخہ ۱۷ ستمبر ۳۳ء

مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے مکان پر تین گھنٹہ بحث و تمحیص کے بعد حسبِ ذیل شرائط طے ہوئیں۔

شرائط مناظرہ

۱..... مضامین مناظرہ

(۱) حیاتِ مسیح ناصر علیہ السلام

(۲) ختمِ نبوت بمعنی امکانِ نبوت

(۳) ختمِ نبوت بمعنی انقطاعِ نبوت

(۴) صداقتِ حضرت مرزا صاحب

۲..... پہلے اور تیسرے مضمون میں مدعی جماعتِ اسلامیہ حنفیہ ہوگی اور دوسرے اور چوتھے مضمون میں مدعی جماعتِ اسلامیہ احمدیہ ہوگی۔

۳..... ہر مضمون پر پونے تین گھنٹہ وقت ہوگا پہلی دو تقریریں نصف، نصف گھنٹہ کی اور باقی سب تقریریں پندرہ منٹ کی ہوں گی، آخری تقریر پندرہ منٹ کی مدعی کی ہوگی۔

۴..... پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوگی۔

۵..... ہر مناظرہ کے دوران میں دس منٹ کا وقفہ ہوگا، اور اگر دوران مناظرہ میں نماز کا وقت آجائے تو نصف گھنٹہ لیکن یہ وقت اور اس کے .... پریذیڈنٹوں اور مناظروں وغیرہ کی تکرار میں صرف ہوگا، وقت مناظرہ میں شامل نہیں کیا جائیگا بلکہ منہا کر دیا جائیگا، اور اس طرح سے مناظرے کا وقت پونے تین گھنٹہ پورا کیا جائے گا۔

۶..... استناد قرآن مجید واحادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ہوگا، اور تحریرات حضرت مرزا صاحب جماعت احمدیہ پر حجت ہونگی۔

۷..... دلیل خاص کے مقابلہ میں دلیل خاص پیش کرنی ہوگی اور اس کے بعد اُس کی تائید میں دلیل عام بھی پیش کی جائیگی۔

۸..... فریقین کے مناظر نہایت تہذیب، متانت، شائستگی اور شرافت سے گفتگو کرینگے۔

۹..... کوئی مناظر دوسرے مناظر کی تقریر کے دوران میں نہ بولے گا، ہاں حوالہ مانگ سکتا ہے، لیکن دوسرے مناظر کی پیش کردہ باتوں کا جواب وہ اپنے وقت ہی میں دے سکے گا۔ مناظر اور پریذیڈنٹ کے سوا کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۱۰..... حفظِ امن وغیرہ کے متعلق جو شرائط ہیں ان کا تصفیہ مقامی ذمہ دار نمائندگان کل صبح کرینگے۔

۱۱..... مدعی اپنی آخری تقریر میں کوئی بات نئی نہ پیش کر سکے گا۔

۱۲..... فریقین کی طرف سے ایک ایک پریزیڈنٹ ہوگا، جن کا کام فریقین سے صرف شرائط کی پابندی کرانا ہوگا۔

احقر ملک عبدالرحمٰن خادم بی۔ اے گجراتی نمائندہ جماعت اسلامیہ احمدیہ سلانوالی ۳۲-۹-۱۷

محمد سلیم عفی عنہ (مولوی فاضل) نمائندہ جماعت احمدیہ اسلامیہ سلانوالی ۳۲-۹-۱۷!
ظہور احمد بگوی کان اللہ لہ۔ ابوسعید محمد شفیع عفی عنہ نمائندہ جماعتِ اسلامیہ حنفیہ (سلانوالی)

کیفیت مناظرہ

مورخہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ ستمبر ہر دو روز مرزائیوں کے ساتھ فیصلہ کن مناظرہ ہوا، حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو کر رہا، آفتابِ صداقت کے طلوع سے کذب و افترا کی تاریکیاں دور ہو کر رہیں، حیاتِ مسیح علیہ السلام پر مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کے دلائل کا کوئی معقول جواب مرزائی مناظر محمد سلیم نہ دے سکا، اجراء نبوت پر ملک عبدالرحمٰن خادم مدعی تھا، اسلامی مناظر مولانا ابوسعید محمد شفیع صاحب نے اس کے دلائل کے پرخچے اڑا دیئے۔ مورخہ ۱۹ ستمبر بعد دوپہر ختم نبوت پر مولانا ابوالقاسم صاحب کے ساتھ محمد سلیم کا مناظرہ ہوا، مرزائی مناظر نے خلطِ مبحث اور خلاف ورزی شرائط سے کام لینا چاہا، مرزائی صدر ملک عبدالرحمٰن خادم فحش کلامی پر اُتر آیا، اُس نے معزز حاضرین کو غلیظ اور گندی گالیاں دیں، ملک عباس خان ہیڈ کانسٹیبل پولیس نے مداخلت کر کے امن قائم کر دیا، ورنہ لوگوں کا مشتعل ہو جانا یقینی تھا، ہیڈ کانسٹیبل صاحب نے ملک عبدالرحمٰن کو شرافت اور انسانیت کا واسطہ دیا اور اُسے بدزبانی سے باز رہنے کا مشورہ دیا،

مورخہ ۲۰ ستمبر کو صبح ۹ بجے دعاوی مرزا پر مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی کیساتھ ملک عبدالرحمٰن کا مناظرہ ہوا، اس میں مرزائی مناظر کو شرمناک ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، مرزائی مولوی فاضلوں کی علمیّت بے نقاب ہوگئی، مولانا ابوالقاسم صاحب نے مرزا غلام احمد کی کتاب سے انا مھلکو بَعْلِهَا پڑھا، محمد سلیم وغیرہ نے شور مچایا کہ لام کو مکسور پڑھنا جائز نہیں، اس پر ان کو چیلنج دیا گیا اس جگہ بَعْلِهَا جائز ثابت کر دیں، مرزائی یہ سن کر مبہوت ہوگئے اور کوئی جواب نہ دے سکے، خادم مرزائی قرآن مجید کی آیات صحیح نہ پڑھ سکا،

اس مناظرہ نے مرزائیوں کا رہا سہا وقار خاک میں ملا دیا، فریقین کے دلائل اسی کتاب میں دوسری جگہ درج ہیں، قارئین وہاں مرزائیوں کے دلائل کا بودا پن معلوم فرمائیں۔
الحمدللہ کہ نواح سلانوالی میں مرزائیت کا خاتمہ ہوگیا، اوران کی ترقی کی رفتار رُک گئی۔

چھٹا معرکہ ...... سرگودھا

سلانوالی میں مجاہدین اسلام نے مرزائیوں کی نقل و حرکت کی نگرانی نہایت سعی و اہتمام سے کی، مورخہ ۲۱ ستمبر ۳۲ء کی صبح کو مرزائی مبلغین ریلوے اسٹیشن پر پہنچے، اور سرگودہ کا ٹکٹ خرید کر ٹرین پر سوار ہوگئے، مجاہدین اسلام بھی اسی ٹرین پر سرگودھا کے ٹکٹ خرید کر روانہ ہوئے، راستہ میں اسٹیشن پر مرزائیوں کی نگرانی کی گئی، سرگودھا کے ریلوے اسٹیشن پر مرزائیوں نے اپنا سامان اتارا، مجاہدین اسلام بھی پلیٹ فارم پر گاڑی کی روانگی کا انتظام کرتے رہے، گاڑی کے وِسل دینے پر مجاہدین اسلام پلیٹ فارم سے باہر چلے گئے، گاڑی آہستہ چلنے لگی، مرزائی مولوی میدان خالی دیکھ دوڑ کے گاڑی کے پائیدانوں پر کھڑے ہوگئے، ان کا سامان ریلوے پلیٹ فارم سرگودھا پر پڑا رہا۔ مجاہدین اسلام نے بصد حسرت و یاس اس منظر کو دیکھا اور کف افسوس ملتے ہوئے شہر سرگودھا کی جامع مسجد میں ڈیرہ لگا دیا۔

سرگودھا سے مرزائی چک نمبر ۹ شمالی تحصیل بھلوال میں گئے۔ اور وہاں مرزائیت کی علی الاعلان تبلیغ کی، عبدالرحمٰن خادم قادیان چلا گیا، اور بقایا قافلہ مورخہ ۲۳ ستمبر کو واپس سرگودھا میں وارد ہوا، سرگودھا میں ان کے جلسہ کا اعلان بذریعہ اشتہارات ہو چکا تھا، اس لئے ان کی واپسی ضروری تھی۔ ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ تاریخوں میں روزانہ گول چوک میں مسلمانوں کے شاندار جلسے منعقد ہوتے رہے، مرزائی مبلغین کو کھلے میدان میں جلسے منعقد کرنے کا حوصلہ نہ ہوا، ان کے جلسوں میں حاضرین کی تعداد ۲۰، ۲۵ سے زیادہ نہ ہوسکی،

جماعتِ اسلامیہ سرگودھا نے انہیں مناظرہ کا چیلنج دیا مگر مرزائیوں نے تقریری مناظرہ سے صاف انکار کر دیا۔

انہوں نے نقضِ امن کا اندیشہ بھی ظاہر کیا، اہل اسلام کی طرف سے حافظ محمد سعید صاحب مستند مدرسہ طیبہ دہلی نے پانچ ہزار روپیہ کی نقد ضمانت پیش کرنے پر آمادگی ظاہر کی مگر مرزائیوں نے فرار ہی میں اپنی بہتری سمجھی، مرزائی جانتے تھے کہ سرگودھا کی تعلیم یافتہ پبلک میں مناظرہ کے بعد ان کا تمام اثر و اقتدار زائل ہو جائیگا، اس لئے انہیں مناظرہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا، علمائے اسلام کی تقریروں نے مسلمانانِ سرگودھا میں بیداری کی حیرت انگیز روح پھونک دی اور سیکڑوں مذبذب راہ راست پر آ گئے۔ الحمدللہ علی ذلک

مورخہ ۲۵ ستمبر کو صبح ۹ بجے سے بارہ بجے تک کمپنی باغ سرگودھا میں شاندار جشن فتح منایا گیا، جس میں شرفاء و معززین کی کثیر تعداد موجود تھی، مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کی حیات مسیح علیہ السلام کے اثبات میں معرکۃ الاراء تقریر ہوئی، خاکسار نے تمام خط وکتابت کا خلاصہ سنا کر لوگوں سے فیصلہ طلب کیا، تمام حاضرین نے مرزائیوں کے واضح فرار اور ان کے مفسد و دجال ہونے کا اقرار کیا، مرزائیت مردہ باد، اسلام زندہ باد اور اللہ اکبر، کے غلغلہ انداز نعروں کے درمیان جلسہ برخواست ہوا۔

خط وکتابت کا خلاصہ

سیکرٹری جماعت مرزائیہ کے نام پہلا خط

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الھدی! جناب کی جماعت کے مبلغین کل سے شہر سرگودھا میں اپنے عقائد کی اشاعت کر رہے ہیں، اس سے پہلے آپ کی جماعت کے ممتاز رکن حافظ عبدالعلی صاحب نے مسلمانوں کو اپنے مولوی منگوانے کا چیلنج دیا تھا، آج صبح کے

جلسہ میں بھی آپ نے مناظرہ پر آمادگی کا اظہار کیا ہے، اس لئے قلمی ہے کہ کل صبح بتاریخ ۲۵ ستمبر ۱۹۳۲ء بروز اتوار ۸ بجے اپنے مبلغین کو مناظرہ کرنے پر آمادہ کر کے اطلاع دیں، مناظرہ کمپنی باغ میں ہونا مناسب ہوگا۔ شرائط جو بھیرہ یا خوشاب میں طے ہوئی تھیں ان پر ہی مناظرہ کر لیا جائے، تاکہ تصفیہ شرائط میں وقت ضائع نہ ہو اگر آپ نے دوبارہ تصفیہ شرائط پر زور دیا، یا کسی قسم کے حیلے تلاش کئے تو مناظرہ سے صریح فرار سمجھا جائیگا۔

مناسب یہ تھا کہ بحالات موجودہ آپ کی جماعت اپنی تفرقہ انداز پالیسی سے مجتنب رہتی، لیکن آپ کی جماعتی تبلیغ کا مؤثر جواب دینے پر اہل اسلام مجبور ہو چکے ہیں۔

حکیم محمد مظہر، سیکرٹری جماعتِ اسلامیہ سرگودھا، ۳۲_۹_۲۴

مرزائیوں کا جواب

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعت اسلامیہ سرگودھا

السلام علی من اتبع الھدی! آپ کی چٹھی بتاریخ آج مورخہ ۲۴ ستمبر ۳۲ء کو بوقت ساڑھے ۴ بجے شام کے جبکہ ہمارے آج کے جلسہ کا وقت تھا موصول ہوئی، جواباً عرض ہے کہ حافظ عبدالعلی صاحب کے بیان کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں، اور نہ ہی آج تک کی کسی تقریر میں مناظرہ کے لئے ہماری طرف سے کوئی چیلنج دیا گیا ہے اور آپ کی یہ چٹھی بھی ہمیں ایسے تنگ وقت میں پہنچی ہے، کہ جس کے بعد ہمارے جلسے کا صرف ایک ہی دن بموجب پروگرام کے باقی رہ جاتا ہے، جس کا نتیجہ ہمیں یہی نظر آ رہا ہے، کہ آپ ایسے تنگ وقت میں اس قسم کی چٹھی بھیج کر شرائط وغیرہ کی الجھنوں میں باقی ماندہ وقت صرف مناظرہ سے بچنے کی پیش بندی کر رہے ہیں۔

لیکن باوجود اس کے ہم آپ کے چیلنج مناظرہ کو اس شرط پر منظور کرتے ہیں کہ

مناظرہ تحریری ہو، جو بعد میں اسی ترتیب سے پبلک کو سنایا جائے، سب سے پہلی اور بنیادی شرط اس مناظرہ کی یہ ہوگی کہ مناظرہ تحریری ہو۔ محمد عبداللہ، سیکرٹری انجمن احمدیہ سرگودھا

دوسرا خط

بخدمت جناب سیکرٹری جماعتِ احمدیہ سرگودہا

السلام علی من اتبع الهدیٰ! آپ کی چٹھی ہماری تحریر کے جواب میں ۲۴ر ستمبر رات کے ۹ بجے موصول ہوئی، جناب نے شاید ہماری تحریر کا بغور مطالعہ نہیں کیا، شرائط وغیرہ کی الجھنوں سے بچنے کے لئے بھیرہ یا خوشاب میں طے شدہ شرائط پر ہی مناظرہ کرنے پر ہم نے آمادگی ظاہر کی تھی، آپ کے مبلغین اور ہمارے علماء کرام وہی ہیں جو بھیرہ میں تھے، اس لئے شرائط کے متعلق جو تصفیہ ان کا باہمی بھیرہ میں ہوا تھا وہی کافی ہے، آپ اپنی چٹھی کے آخر میں شرائط کا تصفیہ کرنے کی دعوت دے کر خود نئی الجھنیں پیدا کر رہے ہیں، اس طرح مناظرہ سے پہلو تہی کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ مناظرہ پر آمادہ ہوں تو آج بمقام کمپنی باغ ۸:۳۰ بجے صبح بھیرہ یا خوشاب والی شرائط پر مناظرہ کرنے کے لئے اپنے علماء کو لائیں، وقت اور مقام کے متعلق اگر کوئی بات بحث طلب ہو، تو حامل رقعۂ ہذا سید ولایت شاہ صاحب ہماری طرف سے مختار اور مجاز ہیں، اگر آپ ایسا نہ کریں تو آپ کی مرضی۔

وما علینا الا البلاغ۔

ولایت شاہ بقلم خود برائے سیکرٹری جماعت اسلامیہ سرگودھا ۳۲-۹-۲۵

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعتِ اسلامیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الهدیٰ! میری شب گذشتہ کے ساڑھے ۸ بجے لکھی ہوئی چٹھی کا جواب آج صبح ساڑھے ۸ بجے موصول ہوا، جبکہ ہمارے جلسہ کا وقت تھا، آپ نے اس میں میرے متعلق شکایت کی ہے کہ میں نے آپ کی تحریر کا بغور مطالعہ نہیں کیا، لیکن

مجھے تعجب ہے کہ آپ نے میرے خط کو سرسری نظر سے بھی نہیں دیکھا، کیونکہ میں نے اپنی چٹھی میں پہلی اور بنیادی شرط یہ رکھی تھی، کہ مناظرہ تحریری ہو جو بعد میں بصورتِ تقریر پبلک کو سنا دیا جائے، لیکن آپ نے اس ضروری امر کا اپنی چٹھی میں ذکر تک نہیں کیا، اور بغیر اس ضروری امر کو منظور کرنے کے وقت اور مقام کا فیصلہ کرنے تک آ پہنچے، اگر آپ نے پہلے میرے خط کی طرف توجہ کی نہیں تو میں اب آپ کو کھول کر لکھ دیتا ہوں کہ ہمیں آپ کا چیلنج مناظرہ منظور ہے بلکہ ہم دوہرا مناظرہ منظور کر رہے ہیں، ایسی حالت میں خواہ مخواہ آپ ہمارے ذمہ عذر رکھ کر اپنے لئے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں، اگر اس مناظرہ میں آپ کو کوئی مشکل یا تکلیف نظر آتی ہے تو ہمارے لئے بھی وہ مشکل مساوی صورت میں موجود ہے، باقی شرائط کے متعلق میں اس قدر عرض کر دیتا ہوں کہ اگر آپ کو تحریری و تقریری مناظر منظور ہے تو باقی شرائط سلانوالی کے مناظرہ والے ہمیں منظور ہیں جو کہ بھیرہ اور خوشاب کے بعد ہوا ہے، مناظرین بھی وہی ہیں، اس واسطے سلانوالی کے مناظرہ والی شرائط کی منظوری میں آپ کو کوئی عذر یا حیلہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

خاکسار محمد عبداللہ سیکرٹری انجمن احمدیہ سرگودھا بتاریخ ۳۲-۹-۲۵ بوقت ساڑھے ۹ بجے دن

مرزائیوں کی یہ چٹھی جلسۂ عام میں پڑھ کر سنائی گئی، مسلمانان سرگودھا نے تحریری مناظرہ اور اس میں وقت کی ضائع ہونے اور مناظرہ کے طوالت پکڑنے کا اندیشہ ظاہر کیا اس لئے مرزائیوں کو حسب ذیل تحریر بھیجی گئی۔

تیسرا خط

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الهدیٰ! شکر ہے کہ جناب نے مناظرہ پر آمادگی ظاہر

کی ہے، اب دیر نہ فرمائیں فوراً اپنے علماء کو لے کر کمپنی باغ پہنچ جائیں، ہم بالکل تیار ہیں، باقی سلانوالی کے شرائط میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا بحث کا دروازہ کھول دے گا، ہمیں سلانوالی والی تمام شرطیں منظور ہیں، کسی قسم کا عذر نہیں، آپ بھی تحریری کی نئی قید نہ بڑھائیں، اگرچہ وہ شرائط ہمارے لئے نامنصفانہ تھیں مگر ہمیں منظور ہیں۔ ۳۲-۹-۲۵

ولایت شاہ بقلم خود برائے سیکرٹری جماعتِ اسلامیہ۔ سرگودھا

مرزائیوں کا جواب

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعتِ اسلامیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الهدی! آپ کی چٹھی موصول ہوئی، ہم نے تو اپنے پہلے ہی خط میں آپ کے چیلنج مناظرہ کو منظور کرلیا تھا، مگر اس شرط پر کہ مناظرہ تحریری ہو، جو بعد میں اسی ترتیب سے پبلک کو سنا دیا جائے ماسوائے اس کے ہم نے اپنی طرف سے کوئی الجھن مزید شرائط کے متعلق نہیں ڈالی، بلکہ وقت کی تنگی اور جلدی تصفیہ کرنے کی خاطر سلانوالی والے طے شدہ شرائط کو ہی منظور کرلیا تھا، لیکن آپ نے اب تک ہماری بنیادی ضروری شرط کو منظور نہیں کیا، حالانکہ یہ شرط جانبین کیواسطے یکساں واجب العمل تھی، اور اس کے وجوہات بھی عرض کئے جاچکے ہیں، لیکن آپ نہ تو اس کو منظور ہی کر رہے ہیں اور نہ ہی انکار کی وجہ پیش کر سکے ہیں گویا لفظی آمادگی تک ہی آپ کا جواب محدود ہے لیکن عملی قدم مناظرہ کی آمادگی کا نہ اٹھایا، مختصر یہ کہ اگر آپ بواپسی تحریری مناظرہ کی منظوری کا دوحرفی جواب لکھ بھیجیں تو پھر یہ معلوم قریباً طے شدہ سمجھا جاسکتا ہے، ورنہ دوسرے معنوں میں آپ کا فرار سمجھا جائیگا۔

خاکسار محمد عبداللہ سیکرٹری انجمن احمدیہ۔ سرگودھا ۳۲-۹-۲۵

چوتھا خط

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن، سرگودھا!

السلام علی من اتبع الهدی! افسوس آپ فضول خط وکتابت میں وقت ضائع کر رہے ہیں، آپ دوحرفی جواب دیں کہ آپ تقریری مناظرہ کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں؟ سرگودھا کی پبلک فضول چٹھا بازی یعنی تحریری مناظرہ کی اجازت نہیں دیتی، اگر آپ نے جواب نہ دیا تو آپ کا صریح و بین فرار سمجھا جائیگا۔ (۳۲-۹-۲۵)

ولایت شاہ بقلم خود برائے سیکرٹری جماعتِ اسلامیہ سرگودھا

پانچواں خط

بخدمت جناب سیکرٹری انجمن احمدیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الهدی! ۱۹۳۱ء اپریل میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پروفیسر جامعہ احمد قادیان نے میرے ساتھ تحریری مناظرہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اور اخبار فاروق قادیان کے مدیر کو رسالہ شمس الاسلام بھیرہ میں مطبوعہ مضامین کے جواب لکھنے پر آمادہ کرنے کا ذمہ لیا تھا، چنانچہ آٹھ ماہ رسالہ مولوی صاحب مذکور کے نام جاری بھی رہا، مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا، بعد ازاں للیانی کے ایک مرزائی پٹواری نے بھی اخبار فاروق کے مدیر کو اس پر آمادہ کرنے کا ذمہ لیا، مگر "صدائے برنخواست"، بھیرہ میں بھی آپ کے مولویوں خصوصاً مولوی مبارک احمد صاحب کو تحریری مناظرہ کا چیلنج دیا گیا تھا مگر انہوں نے انکار کر دیا، ان کی تحریر یہاں میرے پاس موجود ہے، تعجب ہے کہ اب آپ پھر تحریری مناظرہ پر اصرار کر رہے ہیں پہلے اپنے مولویوں سے مشورہ کرلیں، جو صورت میں نے عرض کی ہے وہ فیصلہ کن ہے، اس وقت صرف تقریری مناظرہ ہو جائے سرگودھا کی پبلک حق وباطل کا فیصلہ کریگی، بعد ازاں آپ اخبار فاروق یا الفضل کے مدیر کو تحریری مناظرہ پر آمادہ کر کے اطلاع دیں،

آپ کے مضامین ''رسالہ شمس الاسلام'' میں بلا معاوضہ شائع ہوا کرینگے، بشرطیکہ ان مضامین کے جوابات آپ کی جماعت کا کوئی اخبار مکمل شائع کرنے کا ذمہ لے، پرچوں کی تعداد مقرر کرلیں، اور اگر آپ چاہیں تو جلسہ کر کے پبلک میں وہ مضامین سنائے بھی جاسکتے ہیں، اس طریقہ سے کثیر التعداد قارئین فائدہ حاصل کرسکیں گے، اس سے بہتر کوئی طریقہ تحقیق حق کا نہیں ہوسکتا، مگر افسوس ہے کہ آپ نہ تحریری مناظرہ کرنا چاہتے ہیں نہ تقریری۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ.

ظہور احمد بگوی (مدیر شمس الاسلام، ۳۲-۹-۲۵)

آخری اتمام حجت

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الھدیٰ! آپ کا رقعہ پانچ بجے شام ملا، میں نے صرف دو حرفی جواب طلب کیا تھا، آپ نے خوشنما الفاظ کی آڑ لے کر راہ فرار اختیار کیا ہے، ہمیں پہلے بھی یقین تھا کہ آپ اپنے علماء کو میدان مناظرہ میں نہ لاسکیں گے، حق کے سامنے انہیں کھڑے ہونے کی جرأت نہیں، کیا اب ان کی زبانیں گونگی ہو چکیں، کیا اب تقریری مناظرہ کرنے کی ہمت نہیں رہی، کیا بھیرہ، خوشاب، سلانوالی میں شاندار شکست حاصل کر کے تجربہ کار ہو چکے ہیں، کیا بھیرہ وغیرہ میں انہیں ہوش نہ تھا، ہمیں صرف سرگودھا کی پبلک کی تسلی درکار ہے، جس کے لئے تحریری مناظرہ میں تضیع اوقات ہمیں گوارا نہیں، کتب ورسائل مطبوعہ موجود ہیں، ہر شخص مطالعہ کرسکتا ہے، اگر تحریری مناظرہ کا طبع کرانا مقصود ہوتو مناظرہ ہریا کافی ہے، افسوس کیا یہی صداقت تھی جس کا پرچار کرنے کے لئے آپ نے اپنے مبلغین کو بلایا ہے آپ کا فرض تھا کہ میدان میں آکر اپنی صداقت ثابت کرتے، مگر اب آپ کی شکست اور فرار اور مغلوبیت دنیا پر آشکارا ہوچکی ہے، اب آپ کا آئندہ مسلمانوں کو خطاب

کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا، اور اب آپ کی کسی لغو تحریر کا جواب نہ دیا جائے گا۔

ولایت شاہ بقلم خود برائے سیکرٹری جماعتِ اسلامیہ سرگودھا

ساتواں معرکہ...... چک نمبر ۳۷ جنوبی

ہماری آخری تحریر کا جواب دیئے بغیر مرزائی مبلغین مورخہ ۲۵ ستمبر کی شام کو سرگودھا سے بذریعہ موٹر لاری روانہ ہوگئے، مجاہدین اسلام کا قافلہ بھی ان کے تعاقب میں روانہ ہوا، مرزائیوں نے چک نمبر ۳۷ جنوبی میں جاکر قیام کیا، اور وہاں اپنے تبلیغی جلسہ کا اعلان کردیا، ۲۶ ستمبر کو مجاہدین اسلام کے ورود سے مسلمانانِ چک کے حوصلے بڑھ گئے، اور مرزائیوں کو سخت پریشانی لاحق ہوئی، باشندگانِ دیہہ نے مجاہدین اسلام سے مشورہ کئے بغیر مرزائیوں کی نامنصفانہ شرائط منظور کر کے مناظرہ کا فیصلہ کرلیا، مرزائیوں نے سادہ لوح مسلمانوں سے اپنے حسب منشاء شرطیں طے کرالیں، مولوی لال حسین صاحب اختر سابق مبلغ جماعتِ مرزائیہ لاہور، اور مولوی احمد دین صاحب گکھڑوی مسلمانانِ علاقہ کی درخواست پر پہنچ گئے، اور اسلامی کیمپ میں تازہ کمک سے مرزائیوں کے رہے سہے حوصلے بھی جاتے رہے، مگر دیہات کی سادہ لوح آبادی اور حاضرین تعلیم یافتہ کی عدم موجودگی سے ان کی ڈھارس بندھی رہی، حیرت ہے کہ سرگودھا جیسے تعلیم یافتہ شہر میں ان کی زبانیں گونگی رہیں، مگر دیہات میں تقریری مناظرہ کرنے پر آمادہ ہوگئے، مرزائی جانتے تھے کہ طبقۂ جہلاء میں ان کی ذلت ورسوائی پوری طرح آشکارا نہ ہوگی۔

شرائط مناظرہ

جونمائندگانِ ہر دو جماعت جن کے دستخط نیچے ثبت ہیں فیصل ہوئے، جن پر کار بند ہونا ہر ایک جماعت کا فرض ہوگا، جو جماعت اس فیصلہ پر کاربند نہ ہوگی وہ شکست خوردہ

سمجھی جائیگی، مضامینِ مناظرہ حسبِ ذیل ہوں گی۔

۱......حیات ووفاتِ مسیح ناصری — مدعی جماعۃ حنفیہ

۲......اجرائے نبوت بعداز آنحضرت ﷺ — مدعی جماعۃ احمدیہ

۳......ختم نبوت...... — مدعی جماعۃ حنفیہ

۴......صداقت مسیح موعود...... — مدعی جماعۃ احمدیہ

ہر ایک مدعی کی پہلی وآخری تقریر بموجب پروگرام ہوگی، ہر ایک جماعت کی طرف سے ایک ایک اپنا پریذیڈنٹ ہوگا، جو انتظام جلسہ کا ذمہ دار ہوگا، کہ اختتام جلسہ تک کسی قسم کی کوئی تالی، تمسخر یا نعرہ یا جلوس وغیرہ کسی قسم کی کوئی کارروائی ناجائز نہیں کی جائیگی، اور اہل جلسہ خاموشی سے تا اختتام جلسہ، جلسہ گاہ میں بیٹھے رہیں گے اور جلسہ ختم ہونے کے بعد جلسہ گاہ سے خاموشی کیساتھ چلے جائیں گے اگر کوئی ایسی حرکت کریگا تو جلسہ گاہ سے فوراً نکالا جائے گا۔ صداقت مسیح موعود کے مناظرہ کے وقت علاوہ اپنے اپنے پریذیڈنٹ کے چوہدری منظور حسن وچوہدری خوشی محمد چک نمبر ۳۶ جنوبی کو اس بات کا اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر کوئی فریق دوسرے کے مسلمہ پیشوا وبزرگ کے حق میں کوئی ناواجب وتوہین آمیز کلمات کہے تو ہر دو اشخاص کو اختیار ہوگا کہ اس کی تقریر کو فوراً روک دے، ہر ایک فریق احادیثِ صحیحہ آنحضرت ﷺ واقوال بزرگان سلفِ مسلمہ فریقین وکتب مرزا صاحب سے اپنے اپنے دعویٰ وجواب دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرسکتے ہیں، اگر فریق مخالف حوالہ کتب طلب کرے تو کرسکتا ہے، پروگرام حسب ذیل ہوگا:

مورخہ ۳۲-۹-۲۷ حیات ومماتِ مسیح ناصر اڑھائی بجے شام سے شروع ہوکر ساڑھے پانچ بجے شام تک تین گھنٹہ۔

مورخہ ۳۲-۹-۲۷ اجرائے نبوت بعداز آنحضرت ﷺ آٹھ بجے شام سے گیارہ بجے رات تک تین گھنٹہ۔

مورخہ ۳۲-۹-۲۸ ختم نبوت آٹھ بجے صبح سے گیارہ بجے دن تک تین گھنٹہ

مورخہ ۳۲-۹-۲۸ صداقتِ مسیح موعود دو بجے شام سے پانچ بجے شام تین گھنٹہ

دستخط: نمائندۂ جماعتِ احمدیہ شاہ محمد، چک نمبر ۳۳

دستخط: نمائندۂ جماعتِ حنفیہ ولیداز بقلم خود

تنبیہ: ان شرائط میں چار صدر تجویز کئے گئے تھے، اور سادہ لوح حنفیوں نے ''صداقتِ مسیح موعود'' جیسے الفاظ پر دستخط کردیئے، ہمارے نزدیک حضرت مسیح ابن مریم ناصری علیہ السلام کے سوا اور کوئی مسیح موعود نہیں ہے، مسیح موعود کوئی شرعی اصطلاح نہیں، استدلال میں اقوالِ بزرگان سلف مسلمہ فریقین تسلیم کرنا مسلمانوں کی خطرناک وشدید غلطی ہے، مرزائیوں کو اس میں فراڈ کا موقعہ ملتا ہے، عقائد کے بارے میں سوائے قرآن وحدیث اور کسی کا قول ہم پر حجت نہیں ہوسکتا۔ غیر معتبر اقوال وغیر معتبر اشخاص کی تصانیف مرزائی نقل کرکے بحث کو طوالت دینے کے عادی ہیں اور سامعین کو خلطِ ادلہ سے دھوکہ دیتے ہیں۔ اس لئے مناظرین اسلام کا فرض ہے کہ مرزائیوں کی چالبازی اور دھوکا دہی سے بچیں، مسلمانوں کو چاہئے کہ کسی جگہ بھی اسلامی مناظرین کے مشورہ کئے بغیر شرائط طے نہ کیا کریں۔

کیفیت مناظرہ

مورخہ ۲۷ ستمبر ۳۲ء بعد نماز ظہر تین بجے حیاتِ مسیح علیہ السلام پر مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کا مولوی محمد سلیم قادیانی سے مناظرہ ہوا، حضرت عبداللہ بن

مسعودؓ کی روایت سے حدیث معراج مسند امام احمد کے حوالے سے پیش کی گئی اس حدیث کا کوئی جواب نہ دے سکے پر محمد سلیم نے کہا کہ یہ روایت عبداللہ[1] بن مسعود سے مروی ہے اس لئے غیر معتبر ہے، عبداللہ بن مسعود غیر معتبر اور جھوٹا اور مفتری تھا۔ (نعوذ باللہ من هذه الهفوات) مسلمانوں کے تمام مجمع میں غیظ وغضب کی لہر دوڑ گئی، رسول اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی کی شان میں یہ گستاخی مسلمانوں کے لئے ناقابلِ برداشت تھی، مگر افسوس کہ شرائط کے مطابق مرزائی صدر نے اپنے مناظر کواس دریدہ دہنی سے نہ روکا مسلمانوں کے قلوب مجروح ہوگئے آج تک کسی شیعہ کو بھی ایسی تبرا بازی کی مجمع عام میں ہمت نہیں ہوئی، اہلسنت والجماعت کے فیصلے کے مطابق صحابہ تمام جرح وغیرہ سے پاک و بری اور راوی ہونے کے لحاظ سے ثقہ اور عادل ہیں صحابہ پر جرح وغیرہ کر کے دراصل مرزائیوں نے تمام احادیث کا انکار کردیا۔

مورخہ ۲۸ رستمبر ۱۹۳۲ء صبح نو بجے سے بارہ بجے تک مولوی احمد دین صاحب گکھڑوی کے ساتھ مولوی محمد نذیر ملتانی کا اجراء نبوت پر مناظرہ ہوا مولوی احمد دین صاحب کے ظرافت آمیز طرز بیان سے لوگ بہت محظوظ ہوئے مولوی صاحب نے مرزائیوں کے دلائل کا نہایت عمدگی سے رد کیا جسکا اثر یہ ہوا کہ مرزائیوں نے دوسرے وقت میں ختم نبوت پر مناظرہ کرنے سے انکار کردیا۔

بعد دوپہر تین بجے مولانا لال حسین صاحب اختر کا محمد سلیم قادیانی کیساتھ دعاوی

[1] صحابہ کرام میں چار حضرات ایسے ہیں جنھیں عبادلہ کہا جاتا ہے۔ ان چاروں کی جلالت شان دنیا پر آفتاب کی طرح روشن ہے۔ ان کی وجہ سے دنیا میں حدیث، تفسیر اور فقہ کے علوم پھیلے حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضوان اللہ علیہم۔ انکا وجود اسلام کے لئے باعث فخر ہے۔ عبداللہ بن مسعود آنحضرت ﷺ کے خاص خدام میں سے تھے۔ فقہ حنفی کا دارومدار تمام تر آپ کی روایات پر ہے۔

مرزا پر زبردست مناظر ہوا، قادیانی مناظر اختر صاحب کے ۳۶ اعتراضات کا آخر وقت تک کوئی جواب نہ دے سکا۔

مرزائیوں کی اس شاندار ہزیمت کا تمام علاقہ پر نہایت اچھا اثر ہوا، کئی مذبذب تائب ہوگئے، بعد نماز عصر مسجد میں جشن فتح منایا گیا۔

خاکسار اور مولوی لال حسین صاحب کی مرزائیت شکن تقریریں ہوئیں رات کو بھی مولوی عبدالرحمٰن صاحب میانوی کا وعظ ہوا، ان تقریروں نے مرزائیت کے زہریلے جراثیم کیلئے تریاق کا کام کیا۔

رات کے وقت شیخ محمد دین صاحب رئیس سرگودھا نے مرزائیوں کے پاس جاکر انہیں سرگودھا کی دعوت دی شیخ صاحب نے کہا کہ سرگودھا میں ایک ایسے مناظرہ کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہاں کے لوگ حق و باطل میں امتیاز کرسکیں شیخ صاحب نے مبلغ ایک سو روپیہ قادیانی مناظرین کو بطورِ سفرخرچ دینا قبول کرلیا، مگر مرزائیوں نے سرگودھا میں مناظرہ کرنے سے انکار کردیا، اور اسلامی مناظرین کو قادیان میں مناظرہ کرنے کی دعوت دی، خاکسار نے یہ دعوت ان کی قبول کرلی اور شرائط وتاریخ کا فیصلہ کرنا چاہا مگر محمد سلیم نے آئیں بائیں شائیں میں ٹال دیا اور کہا کہ اپنے خلیفہ کی منظوری کے بغیر ہم کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے۔

آٹھواں معرکہ...... مڈھ رانجھا

مرزائیوں کی طرف سے مورخہ ۲۹، ۳۰ ستمبر کی تاریخوں میں بمقام چھنی رہان جلسہ کرنے کا اعلان مطبوعہ اشتہاروں کے ذریعہ ہوچکا تھا، مگر اسلامی مجاہدین کی ہیبت ان کے دلوں پر ایسی مستولی ہوئی کہ چھنی کا پروگرام منسوخ کر کے واپس سرگودھا کی طرف چل

دیئے۔ مورخہ ۲۹ ستمبر کی صبح کو ان کی موٹر سرگودھا کی سڑک پر جاتے ہوئے دیکھ کر مجاہدین اسلام حیران رہ گئے، بالآخر مجاہدین اسلام بھی موٹر میں سوار ہو کر ان کے تعاقب میں سرگودھا پہنچے، سرگودھا میں مرزائی مبلغین غائب ہو گئے، محمد سلیم صاحب اسی روز قادیان چلے گئے اور محمد نذیر احمد خان، عبداللہ اعجاز وغیرہ دوسرے روز مڈھ رانجھا کی طرف روانہ ہو گئے۔

چھنی رہان کے مرزائیوں کے اشتہار کی نقل درج ذیل ہے:

از چھنی تاجہ رہاں

بحوالۂ اشتہارات تبلیغی جلسہ واقعہ ۳۰ ستمبر و یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء عرض ہے کہ چونکہ بعض امورات ایسے پیش آ گئے ہیں کہ اندیشہ فساد کا نظر آتا ہے، اور ہماری برادری کے حالات ناپسندیدہ معلوم ہوئے ہیں اس لئے کوئی جلسہ تبلیغی بمقام چھنی تاجہ رہاں نہ ہوگا، جس صاحب کو مناظرہ کرنے یا سننے کا شوق ہو وہ چک نمبر ۳۷ جا سکتا ہے، یا تقاریر سننا ہوں تو مڈھ رانجھا جہاں جلسہ ہوگا یکم اور دوم اکتوبر ۳۲ء کو جا سکتے ہیں۔ ۲۳-۹-۳۲

خاکسار حسین خاں رہاں بقلم خود از چھنی تاجہ رہاں

مرزائیوں کی حرکت مذبوحی

حزب الانصار کی پے در پے فتوحات اور مرزائیوں کی متواتر ہزیمتوں سے مرزائیوں کے گھروں میں سرگودھا سے قادیان تک صفِ ماتم بچھ گئی دلائل سے غلبہ نہ پا کر مرزائی اوچھے اور کمینہ ہتھیاروں پر اتر آئے مرزائیان سرگودھا نے سپرنٹنڈنٹ کے پاس جا کر شکایت۔ کی خلیفہ محمود نے اپنی وفاداری کا راگ گا کر اور جہاد حرام قرار دینے کی اجرت طلب کر کے گورنمنٹ سے مدد مانگی ایک ماہ کے دورہ میں کسی جگہ مرزائیوں کا بال تک بیکا نہ

ہوا، مگر مڈھ رانجھا میں نقضِ امن کا اندیشہ ظاہر کر کے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ضروری کارروائی کرنے پر مجبور کیا سپرنٹنڈنٹ پولیس نے سب انسپکٹر پولیس متعینہ تھانہ مڈھ کو خاکسار کی گرفتاری کے لئے احکام بھیج دیئے میاں خدا بخش صاحب رئیس و نمبردار جلہ مخدوم یہ خبر سن کر بذریعۂ موٹر سرگودھا پہنچے، انہوں نے مجاہدین اسلام کو مڈھ رانجھا جانے سے روکا اور کہا کہ ہم اپنے علمائے کرام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے سب انسپکٹر پولیس افسرانِ بالا کے احکام کی تعمیل کیلئے مجبور ہوگا۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ مڈھ رانجھا کا دورہ ملتوی کیا جائے۔

مجاہدین اسلام نے مجلس شوریٰ مرتب کی۔ قرآن مجید سے تفاؤل کیا گیا تو یہ آیت نکلی: اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ، فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ ذُوْفَضْلٍ عَظِیْمٍ ، اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (پارہ۴۔ع۹) ترجمہ: ”یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے۔ سو تم کو اُن سے اندیشہ کرنا چاہئے تو اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کیلئے اچھا ہے، پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی، اور وہ لوگ رضائے حق کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے، اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم اُن سے مت ڈرنا، اور مجھ ہی سے ڈرنا، اگر تم ایمان والے ہو۔“

اِن آیات کا ایک ایک لفظ مجاہدینِ اسلام کے لئے مسرت وشادمانی کا پیغام ثابت ہوا، ہمتیں بندھ گئیں، عزم راسخ ہوگیا، مورخہ ۳۰ ستمبر بعد نماز ظہر سرگودھا سے موٹر پر سوار ہوکر قریباً ۳۰ میل کا سفر کرکے عصر کے وقت مڈھ رانجھا میں مجاہدین اسلام کا ورود ہوا مرزائیوں کے کیمپ میں کھلبلی پڑگئی لوگ خاکسار کی گرفتاری کے منتظر تھے مسلمانوں کے چہروں پر خوف وہراس نمایاں تھا۔

تائید غیبی کا ظہور

سب انسپکٹر صاحب پولیس کے پاس جو حکم پہنچا تھا اس میں یہ الفاظ لکھے تھے کہ ''ظہور احمد جو احمدی ہے اس کو مڈھ رانجھا پہنچتے ہی گرفتار کرلیا جائے''۔ چونکہ موجودہ زمانے میں مرزائی فرقہ احمدی کہلاتا ہے اس لئے پولیس کو مرزائیوں کے کیمپ میں ظہور احمد کی تلاش رہی کوئی ظہور احمد احمدی وہاں نہ پہنچا اس لئے پولیس اس کو تلاش میں ناکام رہی مرزائی اپنی تجاویز میں ناکام رہے اور خادم اسلام کی توہین کا نظارہ دیکھنے کی حسرت ان کے دل میں ہی رہی اور قرآن کریم کی پیشگوئی پوری ہوکر رہی۔

مڈھ میں مرزائیت کا استیصال

مورخہ یکم اکتوبر کو بعد نماز ظہر کھلے میدان میں شاندار اسلامی جلسہ منعقد ہوا مولوی عبدالرحمن صاحب میانوی، ابوالقاسم مولانا محمد حسین صاحب ومولانا محمد شفیع صاحب کی زبردست معرکہ آراء تقریروں نے مرزائیت کی بیخ کنی کردی۔ رات کو بھی جلسہ ہوا مڈھ کے ذمہ دار حضرات نے حفظ امن کا ذمہ لے کر مرزائیوں کو مناظرہ کی دعوت دی انہیں ہر طرح اطمینان دلا کر ان کی پیش کردہ شرائط بھی تسلیم کرلی گئیں مگر مرزائیوں کو مناظرہ کا نام لینے کا

بھی حوصلہ نہ ہوا۔

مڈھ چونکہ مرزائیوں کا اس ضلع میں آخری مقام تھا اس لئے وفد اسلامی کے اراکین نے بھی اپنے گھروں کو جانا چاہا مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب مڈھ رانجھا سے ہی رخصت ہوگئے۔ مڈھ رانجھا سے واپسی پر ایک شب جلہ مخدوم میں قیام ہوا۔ وہاں سے سرگودھا پہنچ کر مولانا محمد شفیع صاحب خوشاب چلے گئے خاکسار مع مولوی عبدالرحمن صاحب سرگودھا سے بھلوال پہنچا۔

معرکۂ نہم ...... کوٹ مومن

بھلوال میں سنا گیا کہ مرزائی مبلغین کوٹ مومن میں پہنچنے والے ہیں۔ خاکسار مع مولوی عبدالرحمن صاحب تانگہ پر سوار ہوکر کوٹ مومن پہنچا۔ ہمارے جانے کے ایک گھنٹہ بعد مولوی محمد نذیر وغیرہ مرزائی مبلغین وہاں پہنچے خاکسار کے ورود کا ذکر سن کر فوراً قصبہ سے باہر نکل کر اڈے پر پہنچے۔ سب اسسٹنٹ سرجن صاحب انچارج شفاخانہ کوٹ مومن ودیگر حضرات نے انہیں قیام کرنے اور تقریر کرنے کی دعوت دی۔ مگر مرزائیوں نے وہاں قیام کرنا گوارا نہ کیا فوراً تانگہ پر سوار ہوکر بھلوال کی طرف چل دیئے۔

مورخہ ۴ر اکتوبر ۳۲ء کوٹ مومن میں بعد نماز ظہر جامع مسجد میں اسلامی جلسہ منعقد ہوا۔ خاکسار نے ختم نبوت، حیات مسیح علیہ السلام، اور دعاوی مرزا پر مدلل تقریر کی مولوی عبدالرحمن صاحب میانوی نے بھی وعظ فرمایا مسلمانان کوٹ مومن پر مرزائیوں کی واضح فرار کی حقیقت ظاہر ہوگئی۔ الحمد للہ علی ذلک

دسواں معرکہ ...... چک ۹ شمالی

بھلوال سے مرزائی مبلغین ریلوے ٹرین پر سوار ہوکر کسی نامعلوم مقام کی طرف

چل دیئے۔ خاکسار بھی سوا مہینہ کی غیر حاضری کے بعد بھیرہ پہنچا، بھیرہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ چک ۹ شمالی میں مرزائیت ترقی پذیر ہے، سرگودھا میں مجاہدین اسلام کو دھوکہ دے کر مرزائی مورخہ ۲۲ ستمبر ۳۲ء کو چک میں پہنچے تھے، ان کی تبلیغ سے چار اشخاص مرزائی مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے، یہ خبر سن کر مورخہ ۸ اکتوبر کو بھیرہ سے روانہ ہوکر وہاں پہنچا، دو روز متواتر تقریریں ہوئیں، مرزائیوں کا ایک مبلغ وہاں رہتا ہے اس نے بیماری کا بہانہ کر کے گھر سے باہر نکلنا گوارا نہ کیا۔ الحمدللہ کہ چاروں اشخاص نے مرزائیت سے توبہ کی اور کئی مذبذب راہ راست پر آگئے اور مرزائیوں کا اثر اس علاقہ سے جاتا رہا۔

ضلع شاہ پور میں مرزائیت کا استیصال

الحمدللہ کہ حزب الانصار کے عاجز و درماندہ کارکنوں کی مساعی جمیلہ بار آور ثابت ہوئیں اور ضلع بھر میں مرزائیوں کے اس بینظیر تعاقب نے مرزائیوں کے حوصلے پست کردیئے ہیں حزب الانصار کے اس قابل فخر کارنامہ اور تاریخی حیثیت رکھنے والے اقدام عمل پر تمام ملک میں مسرت کا اظہار کیا گیا۔ اخبارات نے اطلاعات کو نہایت فراخ دلی سے شائع کیا۔ سینکڑوں خطوط مبارک باد کے موصول ہوئے حضرت استاذ العلماء مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ ریاست بہاول پور کا حسب ذیل نوازشنامہ موصول ہوا۔

از بہاول پور مہر منزل محلہ گنج ۳۰ ستمبر ۳۲ء

''این کار از تو آید مرداں چنیں کنند''

مکرمی و معظمی جناب مولانا ظہور احمد صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...... مزاج گرامی

آپ کے مساعی جمیلہ جو طائفہ طاغیہ قادیانی کے برخلاف آپ نے مبذول

فرمائی ہیں اخباروں میں پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ بالخصوص تعاقب جناب نے اس جماعت کا کیا اور کہیں بھی انہیں اطمینان سے بیٹھنے نہ دیا یہ کام اپنی نظیر آپ ہیں اس قسم کی کوششیں ہی اس جماعت کو نیچا دکھا سکتی ہیں۔ الحمدللہ اس کامیابی پر میں جناب کو دلی مبارکباد عرض کرتا ہوں قبول فرما کر متشکر فرمائیں۔ والسلام

غلام محمد گھوٹوی۔ حال ساکن بہاولپور

اس قسم کے خطوط علمائے کرام وروسائے عظام کی طرف سے موصول ہوئے ضلع شاہ پور سے فارغ ہونے کے بعد حزب الانصار کے کارکنوں نے ضلع سے باہر فتنۂ مرزائیت کے انسداد کیلئے کام کرنے کا پروگرام بنایا چنانچہ بیسیوں مقامات پر تبلیغ کی گئی اور کئی مناظرے بھی ہوچکے ہیں بعد کی کارروائیوں کا خلاصہ بھی کتاب ھذا میں درج کیا جاتا ہے۔

گیارہواں معرکہ ...... کلکتہ

بنگال میں مرزائیوں کی تبلیغی سرگرمیاں کئی سال سے جاری ہیں ان کی انجمن کا صدر دفتر بمقام کلکتہ بینٹنگ اسٹریٹ میں واقع ہے شہر کلکتہ میں عرصہ سے مرزائیت کی تبلیغ ہورہی ہے، البرٹ ہال میں ان کے کئی تبلیغی جلسے منعقد ہوچکے ہیں کئی سادہ لوح اشخاص ان کے دام تزویر میں پھنس چکے ہیں۔

خاکسار مورخہ ۱۱ مارچ کو وہاں پہنچا اور ۲۴ مارچ کو ناخدا کی مسجد جامع میں ختم نبوت پر تقریر کی مرزائیوں کے ساتھ چار مرتبہ تبادلۂ خیالات کا موقع ملا۔

۱..... مولوی فضل کریم مبلغ بنگال کیساتھ لیکھرام کی پیشگوئی کے متعلق گفتگو ہوئی فضل کریم کا دعویٰ تھا کہ لیکھرام کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ خاکسار نے مرزا صاحب کے الہام کے مطابق پیشگوئی کا پورا نہ ہونا ثابت کردیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے

"له نصب و عذاب عجل له جسد خوار" اور مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ لیکھرام پر چھ سال کے اندر خارق عادت عذاب نازل ہوگا جو انسانی ہاتھ سے بالا ہوگا اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہوگا مگر لیکھرام پر ایسا کوئی عذاب نہیں آیا جس کو خارق عادت انسانی ہاتھ سے بالا اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھنے والا کہا جاسکے۔ سرحد و پنجاب میں سینکڑوں قتل کے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور کئی ایسے واقعات ہیں جن میں قاتلوں کی سراغ رسانی میں پولیس ناکام رہتی ہے آخر فضل کریم صاحب لاجواب ہوکر تشریف لے گئے۔

۲...... دولت احمد صاحب پلیڈر مبلغ جماعتِ مرزائیہ کیساتھ حیاتِ مسیح علیہ السلام پر ایک گھنٹہ گفتگو ہوئی جس میں پلیڈر صاحب میرے پیش کردہ دلائل کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ اور ان دلائل پر غور کرنے کا وعدہ کرکے چلے گئے۔

۳...... مسٹر دوست محمد صاحب گھپ سیکریٹری جماعتِ مرزائیہ کلکتہ کیساتھ اڑہائی گھنٹہ دعاوی مرزا کے متعلق گفتگو ہوئی دوست محمد صاحب نے آیت "لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا...... الآیۃ پیش کی۔ خاکسار نے ثابت کیا کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے لئے خاص ہے، نیز جھوٹے مدعیوں کے لئے دوسرے مقام پر قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔ موت کے بعد فرشتے انہیں کہتے ہیں ﴿الیوم تجزون عذاب الھون﴾ اسی گفتگو کے نتیجے میں چار اشخاص مرزائیت سے تائب ہوئے۔

۴...... مسٹر عبدالسبحان صاحب مالک فرم ظہور علی اینڈ کو، کے ساتھ تین گھنٹہ دعاوی مرزا پر گفتگو ہوئی الحمد للہ کہ صاحب ممدوح کی حق پسند طبیعت نے میرے پیش کردہ دلائل کی صداقت کو تسلیم کرلیا اور آپ نے مرزائیت سے بیزاری کا اعلان کردیا۔

علاوہ ازیں خاکسار نے ایک ٹریکٹ "مرزائیت کی حقیقت" تالیف کیا جو کہ ایک ہزار کی تعداد میں طبع کرا کر حزب الانصار کی شاخ کلکتہ نے مفت تقسیم کیا اس ٹریکٹ کے

انگریزی و بنگالی زبان میں ترجمے کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

بارہواں معرکہ...... ممبو (ملک برہما)

ملک برہما میں پنجاب کے مرزائی ملازمت پیشہ اشخاص کے ذریعہ مرزائیت کی تبلیغ ہوتی رہتی ہے برہما میں مرزائیوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے مگر تبلیغی لحاظ سے ان کی جماعت کو نمایاں اقتدار حاصل ہو رہا ہے۔ خاکسار کے ساتھ مورخہ ۹، ۱۰، اپریل ۳۳ء بمقام ممبو مولوی سید عبداللطیف مبلغ جماعتِ مرزائیہ رنگون کا فیصلہ کن مناظرہ ہوا جس میں عبداللطیف صاحب قبل اختتام مناظرہ کتابیں بغل میں دبا کر بھاگ نکلے اور ممبو کے علاقہ میں مرزائیت کا اثر زائل ہوگیا۔

شرائط مناظرہ (مقام ممبو، ملک برما جامع مسجد ممبو)

۱...... موضوع مناظرہ

(۱) حیاتِ مسیح علیہ السلام، اس میں مدعی غیر احمدی صاحبان ہونگے۔

(۲) ختم نبوت بعد خاتم النبیین ﷺ اس میں مدعی غیر احمدی صاحبان ہونگے۔

(۳) صداقتِ دعاوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس میں مدعی احمدی صاحبان ہونگے۔

۲...... اوقات:

مورخہ ۹ راپریل ۱۹۳۳ء صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک اور بعد دوپہر دو بجے سے پانچ بجے تک، مورخہ ۱۱ راپریل ۱۹۳۳ء صبح آٹھ بجے سے لے کر گیارہ بجے تک۔

ہر مناظرہ کے لئے وقت تین گھنٹہ دس منٹ ہوگا کل تقریریں سات ہوں گی جن میں چار مدعی کی اور تین مجیب کی۔ پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوگی۔

۳...... کوئی مناظر اپنی آخری تقریر میں کوئی نئی بات نہ پیش کرسکے گا اگر کوئی بات نئی پیش کی تو

فریق ثانی کو جواب دینے کا موقع دیا جائیگا۔

۴......استدلال صرف قرآن مجید سے ہوگا اور کسی کتاب یا کسی شخص کا قول پیش نہ ہوسکے گا۔ اگر کوئی مناظر سوائے قرآن مجید کے کوئی حوالہ پیش کرے گا تو اس کی شکست سمجھی جائیگی۔

۵......فریقین کے مسلمہ صدر جلسہ جناب بابو علی محمد صاحب ہوں گے ان کا فرض ہوگا کہ فریقین سے شرائط کی پابندی کرائیں۔

۶......کوئی مناظر ایک دوسرے کے خلاف کوئی خلاف تہذیب لفظ نہ استعمال کرے گا۔

۷......دلائل کی تفہیم کے لئے علوم عربیہ اور لغت عربیہ کا لحاظ رکھا جائے گا اور خاص دلیل کے مقابلہ میں خاص دلیل اور عام دلیل کے مقابلہ میں عام دلیل پیش ہوسکیں گی۔

سید محمد لطیف منجانب: جماعت احمدیہ۔ ممبو ۳۳-۴-۸

کیفیت مناظرہ

مورخہ ۹ راپریل ۱۹۳۳ء صبح آٹھ بجے بمقام جامع مسجد مناظرہ کا آغاز ہوا خاکسار نے ۱۳ر آیاتِ قرآنیہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کی مرزائی مناظر نے اپنے فرسودہ اعتراضات کو دہرایا مگر خاکسار کی جوابی تقریر نے اس کا ناطقہ بند کر دیا۔

بعد نماز ظہر ۳ بجے ختم نبوت پر مناظرہ ہوا خاکسار نے ۲۳ آیات قرآنِ مجید سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو عہدہ نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا اس مناظرہ میں مرزائی مناظر مبہوت ہوگیا اور وہ کسی ایک دلیل کا بھی جواب نہ دے سکا۔

مورخہ ۱۰ راپریل ۳۳ء دعاوی مرزا پر مناظرہ ہوا عبداللطیف نے مرزا غلام احمد کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ایڑی سے لیکر چوٹی تک زور لگایا مرزا کو بشارت اِسْمُهٗ اَحْمَد کا مصداق ظاہر کیا۔ ''لبثت فیکم عمرا من قبلہ'' الایہ اور ''لو تقول علینا

(الایہ) کو مدعیان نبوت کی صداقت کے لئے معیار ثابت کرنا چاہا۔

خاکسار نے جوابی تقریر میں مرزائی مناظر کے بودے استدلال کی قلعی کھول دی اور چودہ آیاتِ قرآنیہ سے جھوٹے ملہموں کی نشانیاں بیان کر کے مرزا کا کاذب ہونا ثابت کر دیا اور پچیس[1] ایسے مطالبات پیش کیے جن کا جواب مرزائی مناظر سے بن نہ سکا اور اختتام مناظرہ سے قبل میدانِ مناظر سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگیا۔

تیراہواں معرکہ......اینا جاؤں (برما)

مسلمانانِ مگوئی کی درخواست پر خاکسار ممبو سے روانہ ہوکر ۱۳ راپریل کو مگوئی پہنچا مگوئی میں مرزائیت کے ابطال اور ختم نبوت پر اڑھائی گھنٹہ تقریر ہوئی وہاں سے سیٹھ عبداللہ صاحب بملا آف اولا کمپنی کی دعوت پر ''اینا جاؤں'' جانیکا موقع ملا۔ عبداللطیف ممبو سے بھاگ کر وہاں پناہ گزیں ہوا تھا اینا جاؤں میں عبداللطیف نے ظاہر کیا کہ مجھے ممبو میں فتح ونصرت حاصل ہوئی ہے اس لئے اس کی مزید سرکوبی ضروری سمجھی گئی۔

مورخہ ۱۵ر ستمبر ۱۹۳۳ء سید علی شاہ صاحب رئیس کے مکان پر معززین وشرفاء کی موجودگی میں عبداللطیف صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان سے یوں گفتگو کا آغاز ہوا:

خاکسار: سنا ہے کہ آپ نے یہاں آکر بیان کیا ہے کہ مجھے ممبو میں فتح ونصرت حاصل ہوئی ہے؟

عبداللطیف: نہیں، ہرگز نہیں۔ میں نے کسی سے نہیں کہا۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب ایلوی: نہیں! تم نے کہا ہے اور تمہارے کہنے کے گواہ موجود ہیں۔

[1] تمام دلائل کا خلاصہ اس کتاب کے جلد دوم میں درج کیا گیا ہے۔ قارئین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

خاکسار: (مولوی محمد ابراہیم صاحب سے) مولوی صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔

عبداللطیف شریف آدمی ہیں اس قدر غلط بیانی اور کذب وافترا کا اظہار ان سے نہیں ہوسکتا ممبو اور اینا جاؤں میں صرف ۴۰ میل کا فاصلہ ہے اس قدر سفید جھوٹ کی انہیں کیسے جرأت ہوسکتی تھی۔ عبداللطیف صاحب جیسے باحیا انسان سے ایسی توقع نہیں ہوسکتی۔ یہ ایسے باحیا ہیں کہ انہوں نے مناظرہ میں لاجواب ہوکر دوسرے مرزائیوں کی طرح بے حیائی سے کھڑا رہنا پسند نہ کیا اور میدان سے چلے آئے۔

عبداللطیف: آپ کچھ بھی کہیں میں نے یہاں آکر کسی سے اپنی کامیابی کا ذکر نہیں کیا۔

خاکسار: آپ کر بھی کیسے سکتے تھے آپ کی فطری شرافت ایسی شرمناک کذب بیانی سے مانع تھی۔

تمام حاضرین پر اس گفتگو کا نہایت عمدہ اثر ہوا اور عبداللطیف صاحب کا رنگ زرد ہوگیا حواس باختہ ہوگئے جن لوگوں کے سامنے انہوں نے لاف زنی کی تھی۔ ان سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہوسکتی تھی۔

سید علی صاحب رئیس وسیٹھ عبداللہ صاحب کی تحریک پر اینا جاؤں میں بمقام اولا ہال ایک مناظرہ قرار پایا جس کے لئے حسب ذیل شرائط طے ہوئیں۔

مناظرہ انا جاؤں مابین جماعت اسلامیہ و جماعت مرزائیہ

مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۳۳ء بمقام اولا ہال اینا جاؤں

شرائط مناظرہ

۱۔۔۔۔مناظرہ کل مورخہ ۱۶/اپریل ۱۹۳۳ء بروز اتوار صبح آٹھ بجے سے پونے بارہ بجے تک

ہوگا۔

۲۔۔۔۔موضوع مناظرہ: صداقتِ دعاوی مرزا غلام احمد قادیانی۔ اس میں مدعی جماعتِ مرزائیہ ہوگی۔

۳۔۔۔۔تقسیم اوقات: مدعی کی تقریر آخری و پہلی ہوگی اپنی آخری تقریر میں کوئی مناظر نئی بات پیش نہ کرسکے گا۔ اگر وہ پیش کرے تو جواب کیلئے بھی دوسرے مناظر کو وقت دیا جائیگا جو فریق اختتام مناظرہ سے قبل میدان سے چلا جائیگا اُس کی شکست سمجھی جائیگی۔ دورانِ تقریر میں کسی کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔ ایک مناظر دوسرے مناظر سے حوالہ طلب کرسکتا ہے اور شرائط کی پابندی کی طرف پریذیڈنٹ کو توجہ دلانے کا اُسے حق حاصل ہوگا۔ پہلی ہر دو تقریریں پندرہ منٹ کی ہوں گی۔ بعد کی دو تقریریں نصف نصف گھنٹہ۔ بعد کی تقریریں پندرہ پندرہ منٹ کی ہوں گی۔ کل نو تقریریں ہوں گی۔

۴۔۔۔۔استدلال کے متعلق قرآن وحدیث صحیح کے سوا مولوی عبداللطیف صاحب کا اصرار تھا کہ اقوال بزرگانِ سلف بھی حجت سمجھے جائیں۔ خاکسار نے کہا کہ اہلسنت کی کتب اصول عقائد میں سوائے قرآن وحدیث کے عقائد کے بارے میں اور کسی چیز کا ذکر موجود نہیں۔

عبداللطیف: کیا آپ بزرگوں کو نہیں مانتے؟

خاکسار: ہم تمام اولیاء اللہ کو مانتے ہیں مگر ماننے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ان کے ہر امر میں مقلد سمجھے جائیں ہم حضرت امام شافعی امام احمد و امام مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جلالتِ شان کے معترف ہیں مگر مسائل واحکام میں ان کے فتووں پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اس طرح خاندانِ چشت کے متوسلین تمام سلاسل کے بزرگوں کو اپنا ہادی و رہنما سمجھتے ہیں۔ مگر اپنے طریقہ اور اپنے شیخ کے بتائے ہوئے وظائف واعمال پر ہی عمل کیا کرتے ہیں۔ ہم اس شخص کو بزرگ سمجھتے ہیں جس کا عقیدہ صحیح ہو مگر آپ ہم سے تسلیم کرانا چاہتے ہیں کہ عقیدہ

صحیح وہ ہے جو کسی ایسے شخص کا ہو جس کو بعض افرادِ امت بزرگ مانیں۔

عبداللطیف: میں چاہتا ہوں کہ قرآن مجید و حدیثِ صحیح کا وہی مطلب بیان کیا جائے جس کو آج سے پہلے بزرگانِ دین نے سمجھا ہو۔

خاکسار: چشمِ ماروشن و دلِ ماشاد۔ قرآن مجید کی جو آیت بھی پیش کی جائے اس کا وہی ترجمہ صحیح سمجھا جائیگا جو آج سے پہلے کسی بزرگ نے کیا ہو۔

عبداللطیف: میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ قرآن مجید کا غلط ترجمہ کر کے حاضرین کو دھوکہ دیا کرتے ہیں کیا آپ سے پہلے اور کسی نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا؟

خاکسار: آپ کا ارشاد صحیح ہے لہٰذا شرائط میں یہ الفاظ لکھ دیئے جائیں کہ آج سے پہلے جن بزرگوں نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے ان میں جو اُردو لفظ ترجمہ کے لکھے ہوئے ہوں وہ دونوں مناظروں کو آیات پیش کرتے وقت بیان کرنے ہوں گے۔

عبداللطیف: مجھے یہ ہرگز منظور نہیں ترجمہ سب نے غلط کیا ہے۔

خاکسار: کیا آپ سے پہلے کسی نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا؟ کیا وجہ ہے کہ اب آپ بزرگانِ دین سے منحرف ہو رہے ہیں؟

عبداللطیف: دو لفظی جواب دیں اگر آپ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو اقوال بزرگان ضرور پیش ہوں گے۔ اگر آپ کو یہ منظور نہ ہو تو میں مناظرہ کرنا نہیں چاہتا۔

خاکسار: آپ جس جس بزرگ کا قول پیش کرنا چاہتے ہوں اُن کے اسماء تحریر کرا دیں نیز جن کتب سے ان بزرگوں کے اقوال نقل ہوں گے وہ بھی تحریر کرا دیں ورنہ نتھو شاہ و پکوڑے شاہ کے اقوال پیش کر کے آپ حاضرین کو دھوکہ دے سکتے ہیں۔ لہٰذا مناظرہ سے پہلے دو باتوں کا فیصلہ ہو جانا ضروری ہے۔

۱۔ اقوال بزرگ کون کون ہیں؟ ۲۔ کتب معتبرہ کونسی ہیں؟

عبداللطیف: مجھے لمبی گفتگو سے نفرت ہے اقوالِ بزرگان کا لفظ لکھ دینا ہی کافی ہے۔

خاکسار: میں آپ کا کوئی عذر باقی نہیں رہنے دوں گا آپ کو اختیار ہے کہ قرآن مجید، حدیث صحیح کے علاوہ اپنے دلائل کی تائید میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے کسی صحابی کا فرمان، ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام کا اجتہاد، اہلسنت کے مفسرین میں سے کسی مفسر کی تفسیر اور سلاسل اربعہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کے مشائخ میں سے کسی شیخ کا قول پیش کر سکتے ہیں۔

عبداللطیف: مجھے یہ تحدید گوارا نہیں میرے لئے صرف یہ نام کافی نہیں ہیں اقوال بزرگان کا الفاظ شرائط میں رہنا چاہئے۔

اس موقع پر سید علی شاہ صاحب رئیس نے فرمایا کہ شرائط کی بحث فی الحال ملتوی کی جائے اور میری تسلّی واطمینان کیلئے صداقتِ مرزا صاحب اسی وقت ڈیڑھ گھنٹہ مناظرہ ہو تاکہ احقاقِ حق ہو سکے۔ خاکسار نے اسی وقت مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی جناب مرزا احمد ایک صاحب رئیس و تاجر ملگوئی صدر جلسہ قرار پائے، پندرہ پندرہ منٹ تقریر کیلئے مقرر ہوئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی مختصر گفتگو نے حاضرین پر مرزائی مذہب کی حقیقت کھول دی، مرزا احمد ایک صاحب اپنے غصہ کو ضبط نہ کر سکے، انہوں نے عبداللطیف کو کہا کہ اگر اثباتِ دعوی کیلئے تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کرو، ورنہ ہمارا اور اپنا وقت ضائع نہ کرو، عبداللطیف اپنی ہر تقریر میں اپنے ایک دعوے کی تائید میں دوسرا دعوی اور دوسرے دعوے کی تائید میں تیسرا دعوی پیش کرتا گیا۔ خاکسار نے اس کی تمام تقاریر میں ۲۶ دعاوی شمار کئے مگر اپنے کسی دعوے کی تائید میں ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکا۔ بعد ازاں پبلک کیلئے اولا ہال میں مناظرہ قرار پایا۔ خاکسار نے عبداللطیف کی تمام شرائط تسلیم کر لیں شام کو سید علی شاہ صاحب کو رقعہ

بھیجا گیا کہ عبداللطیف کو کل صبح دس بجے اولا ہال میں پیش کریں اس کی تمام شرائط منظور ہیں۔رات کے گیارہ بجے سید علی شاہ صاحب کا رقعہ موصول ہوا جو بجنسہ درج ذیل ہے۔

جناب عبداللہ صاحب السلام علیکم۔

آپ کا رقعہ موصول ہوا مولوی محمد لطیف صاحب تو رفو چکر ہوگئے بڑی خوشی کی بات ہوئی کہ مولانا صاحب یہاں پر تشریف لائے اور ہم سب پر حالات ظاہر ہوگئے۔ میں ان شاء اللہ نو یا ساڑھے نو بجے حاضر ہوں گا۔ کیونکہ اتوار کے دن مجھے فرصت بہت کم ہوتی ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا کا لیکچر ہوگا جس سے مسلمانوں کو ہدایت ہوجائیگی۔ امید ہے کہ مولوی صاحب یہاں پر دو تین روز ٹھہرینگے اور قادیانیوں کے جال میں پھنسنے سے لوگ بچ جائیں گے۔ یہ بات مجھے پسند ہوئی جب مولوی صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب مسلمان بھی ہیں پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا۔ازحد آداب آپکا دعا گو سید علی شاہ

دوسرے دن بمقام اولا ہال شاندار جلسہ منعقد ہوا جس میں ختم نبوت وصداقت اسلام پر خاکسار کی اڑھائی گھنٹہ تقریر ہوئی۔

چودھواں معرکہ......لکھا نوالی ضلع سیالکوٹ

یہ مناظرہ ۱۳/۱۴ اپریل کو خاکسار کی عدم موجودگی میں ہوا۔حزب الانصار کی طرف سے مولانا محمد نصیر الدین صاحب بگوی ومولوی عبدالرحمن صاحب میانوی نے مناظرہ کے جملہ انتظامات کئے لکھا نوالی کے علاقہ میں مرزائیوں کی تبلیغی سرگرمیاں زوروں پر تھیں کئی اشخاص صراط مستقیم سے مذبذب ہوچکے تھے مولانا محمد مسعود صاحب الہزی نے صدارت کے فرائض سرانجام دیے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر مولا حافظ محمد شفیع صاحب سنکھتروی کا دل محمد قادیانی کیساتھ مناظرہ ہوا۔ دل محمد مسلمانوں کے دلائل کا جواب میں

کامیاب نہ ہوسکا۔مولانا کے زبردست دلائل نے انکا ناطقہ بند کردیا۔دعاوی مرزا پر مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کا مولوی علی محمد قادیانی کیساتھ فیصلہ کن مناظرہ ہوا سب انسپکٹر صاحب پولیس وتحصیلدار صاحب انتظام کے لئے جلسہ گاہ میں موجود تھے مولانا نے مبلغ پانچ روپیہ تحصیلدار صاحب کے حوالہ کردیا اور کہا کہ مرزائی مناظر رسول اللہ ﷺ کا فرمان کسی صحیح حدیث سے دکھادے کہ مہدی کے زمانہ میں کسوف وخسوف ہوگا تو یہ انعام اس کے حوالہ کردیا جائے۔دل محمد نے دارقطنی سے محمد ابن علی کا قول پیش کیا تحصیلدار صاحب نے دریافت کیا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا قول ہے؟ اس پر مرزائی مناظر مبہوت ہوگیا۔مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے مرزائیوں کے تمام دلائل توڑ کر رکھ دئے اور مناظرہ کا اختتام نہایت خیر وخوبی کے ساتھ ہوا۔

لکھا نوالی میں مولانا ابوسعید محمد شفیع صاحب خوشابی، مولوی محمد اسمعیل صاحب دامانی، مولوی محمد مسعود صاحب الھزوی، ومولانا نصیر الدین صاحب بگوی، ومولوی عبدالرحمن صاحب میانوی کی زبردست تقاریر نے مرزائیت کا خاتمہ کردیا ہے اب اس علاقہ میں مرزائیوں کا دجل وزور کامیاب نہیں ہوسکتا۔

لکھا نوالی کے مناظرہ کا تمام اہتمام ومصارف وغیرہ کا ذمہ چوہدری خدابخش صاحب پٹواری نے کیا تھا جس کے لئے جملہ مسلمانان علاقہ کو شکر گذار ہونا چاہئے۔

پندرھواں معرکہ...... میعادی تحصیل نارووال

مورخہ ۱۴،۱۵ مئی ۱۹۳۳ء بمقام میعادی تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ خاکسار کی صدارت میں مرزائیوں کے ساتھ شاندار مناظرہ ہوا مرزائیوں کی طرف سے مولوی ظہور الحسن ومولوی عبدالغفور ومولوی دل محمد نے مناظرہ کیا مولوی غلام رسول آف راجیکے بھی ان

کی امداد کے لئے وہاں موجود تھا، ہر سہ (۳) مسائل پر دو روز مناظرہ ہوا۔ اسلامی مناظر مولانا حافظ محمد شفیع صاحب سنکھتر وی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور مرزائے قادیانی کا کاذب و مفتری ہونا ثابت کیا مولوی غلام رسول صاحب مجاہد موضع گلہ بہاراں نے مسئلہ ختم نبوت پر مرزائی مناظر دل محمد کو لاجواب و ساکت کیا مرزائی معلمین کو قادیان میں بے حیائی و ڈھٹائی کی تعلیم دی جاتی ہے اور وہ اس فن میں کامل ماہر ہو جاتے ہیں ورنہ اگر ان میں حیا کا مادہ موجود ہوتا تو کبھی مناظروں میں شامل نہ ہوتے۔

برقِ آسمانی
برخرمنِ قادیانی

(سنِ تصنیف: 1932ء)

جلد دوم

جس میں دوران مناظرہ فریقین کی جانب سے پیش کردہ دلائل، اسلامی مناظروں کے دلائل پر مرزائیوں کے اعتراضات، نیز مرزائیوں کے پیش کردہ دلائل اور جو جوابات اسلامی مناظروں نے دیئے تھے، ان کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔

تصنیفِ لطیف

مناظر الاسلام
حضرت علامہ ظہور احمد بگوی

باب اوّل

حیاتِ مسیح علیہ السلام

پہلی دلیل

اسلامی مناظر: وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا. (پارہ۶ع۱) ترجمہ: ’’اور (یہود کے) اس کہنے کی وجہ سے کہ قتل کیا مسیح عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا، اللہ کا (حالانکہ انہوں نے) نہ ان کو قتل کیا، اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہیں۔‘‘

اول: ان آیات میں خداوند کریم نے یہود کے عقائد باطلہ کا رد فرماتے ہوئے ان کے زعم قتل مسیح کا رد فرمایا، اور قتل مسیح علیہ السلام کے بجائے رفع مسیح علیہ السلام کا اثبات کیا، رفع اجسام میں حقیقی طور پر اوپر کی طرف انتقال مکانی مراد ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (سورہ یوسف) نیز ﴿ماقتلوہ وماصلبوہ﴾، و﴿ما قتلوہ یقینا﴾ میں ہر سہ ضمیریں منصوب متصل ہیں ان کا مرجع المسیح ہے جس پر بزعم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے اور یہ امر واضح ہے کہ قتل کے قابل زندہ انسان ہوتا ہے نہ فقط روح یا جسم۔ پس رفع جس چیز

کا ہواوہ المسیح یعنی وہ زندہ انسان کے روح وجسم میں یہود بذریعہ قتل جدائی کرنا چاہتے تھے پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العصری اٹھائے گئے، مرزائیوں کو یہ تسلیم ہے کہ جس چیز کا رفع ہوا، وہ آسمان کی طرف ہوا جیسے مرزا صاحب ازالۂ اوہام ص ۱۴۵ پر لکھتے ہیں، ''صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن شریف سے ثابت ہورہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی''۔ پس جب ہم نے ثابت کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسم مع الروح ہوا، اس لئے مرزا صاحب کی تصدیق واقرار کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کیطرف اٹھائے گئے۔

مرزائی مناظر: بل رفعه الله اليه میں رفع روحانی مراد ہے خدائے تعالیٰ جب کسی کا رفع کرتے ہیں تو اس سے رفع روحانی مراد ہوتا ہے جیسے يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات اور فی بیوتٍ اذن الله ان تُرفَعَ میں درجات کا رفع مراد ہے، کیا اینٹوں سمیت مکان اٹھایا جاتا ہے؟ کیا سب ایماندار آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں؟ لسان العرب میں ہے: وفی اسماء الله الرافع الذی یرفع المومنین بالاسعاد و اولیاء بالتقریب اس کے سوا اور کوئی معنی خدا تعالیٰ کے نام رافع کے نہیں جبکہ مفعول ذی روح انسان ہو اور رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو پس مسیح کے لئے بھی رفع روحانی ثابت ہوتا ہے۔

اسلامی مناظر: تاج العروس شرح قاموس ص ۳۵۹ ج ۵ مصری میں مذکور ہے کہ امام راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ لفظ رفع جب ایسے اجسام میں مستعمل ہو کہ وہ اجسام زمین پر

موجود ہوں تو اس وقت رفع سے مراد زمین سے اٹھالینا ہوگا، جیسا کہ بنی اسرائیل پر کوہ طور زمین سے اٹھا کر کھڑا کیا گیا: ورفعنا فوقكم الطور تاکہ وہ شرارت سے باز آجائیں قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے رفع السموٰت بغير عمد کہ'' آسمان بغیر ستونوں کے کھڑا کردیا''۔ اور اگر لفظ رفع تعمیرات میں مستعمل ہو تو اس وقت تطویل بناء مراد ہوگی جیسے کہ: اذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت اور اگر اس کا متعلق ذکر یا درجہ ہو تو اس وقت اس سے رفع مراتب مراد ہوگا جیسے: ورفعنا لک ذکرک اور دوسری جگہ پر ہے: رفعنا بعضهم فوق بعض درجات یعنی بعض کو بعض پر فضیلت۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس جگہ لفظ رفع کا مورد اور مفعول جسمانی شے ہو، تو اس جگہ یقیناً رفع جسمانی مراد ہوگا اور اگر اس کا مفعول ذکر یا درجہ یا منزلہ ہو تو اس وقت رفع مرتبہ مراد ہوگا۔ رفع روحانی یا عزت کی موت اس کا پتہ لغت عرب میں نہیں ملتا قرآن مجید یا حدیث نبی کریم ﷺ میں یہ لفظ جب کبھی جسمانیات میں مستعمل ہوا ہے تو بلا کسی قرینۂ صارفہ کے اس سے رفع جسمانی مراد لیا گیا ہے آپ کے پیش کردہ نظائر بھی ہمارے مخالف نہیں رفعناه مكانا عليا میں خود مکان عالی قرینہ ہے: يرفع الله الذين امنوا...... الآیۃ میں خود بلندی درجات کا ذکر ہے، فی بیوت اذن الله میں بیوت کا لفظ موجود ہے آپ کوئی ایسی آیت دکھائیں جو قرائن سے خالی ہو اور جسم کا رافع اللہ تعالیٰ ہو، اور اس سے رفع روحانی مراد ہو، آپ قیامت تک کوئی ایسی آیت پیش نہ کرسکیں گے، جس سے آپ کا مدعا ثابت ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ثم رفعت الى سدرة المنتهى (صحیح بخاری جلد ۱) اس میں رفع کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے، اور اس سے مراد جسمانی رفع ہے۔

دوسری دلیل

اسلامی مناظر: ماقتلوه یقینا کی وجہ سے بل رفعه الله الیه میں کلمہ ''بل'' لایا گیا ہے زبان عرب میں لفظ بل جب نفی کے بعد آتا ہے، تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مضمون سابق جس کی نفی کی گئی ہے اس کے خلاف مضمون ''بل'' کے بعد بیان کیا گیا ہے، اور اٹھا لینا قتل کے منافی جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب زندہ مع جسم اٹھا لینا مراد لیا جائے ورنہ مرتبہ کا بلند کرنا جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں قتل کے منافی ہرگز نہیں بلکہ قتل فی سبیل اللہ تو بلندی رتبہ کا بہترین ذریعہ ہے اور کئی انبیاء راہ خدا میں قتل ہوئے جیسے قرآن مجید میں ہے ﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ (پارہ ۶ سورۃ النساء) پس قتل ہونا شان نبوت کے خلاف نہیں بلکہ قتل کے ذریعہ مراتب بلند ہوتے ہیں اس آیت میں جو کلمہ بل ہے اس کو کلام عرب میں بل ابطالیہ کہتے ہیں جو صفت مثبتہ اور صفت مبطلہ کے درمیان واقع ہوا ہے، صفت مبطلہ قتل المسیح اور صفت مثبتہ رفع المسیح ہے اور بل ابطالیہ میں ضروری ہے کہ صفت مبطلہ اور صفت مثبتہ کے درمیان تنافی وضدیت ہو جیسے قرآن مجید میں ہے، وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ اس جگہ ولدیت اور عبودیت میں تنافی وضدیت ہے اب اگر رفع المسیح کے معنی روحانی رفع کے لئے جائیں تو مطلق تنافی اور ضدیت نہیں رہتی کیونکہ شہداء یعنی خدا کے راہ میں مقتولین کی روحیں بھی عزت واحترام کے ساتھ آسمان کیطرف اٹھائی جاتیں ہیں، پس قتل اور روحانی رفع کا جمع ہونا ممکن ہے اس لئے تنافی وضدیت جب ہی متصور ہوگی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھایا جانا تسلیم کیا جائے آج تک کسی مناظرہ میں بھی کوئی مرزائی مناظر اس دلیل کا کوئی جواب پیش نہیں کرسکا۔

تیسری دلیل

اسلامی مناظر: وماقتلوه یقینا بل رفعه الله الیه میں قصر قلب ہے، قصر قلب میں ہو جب تحقیق اہل معانی یہ ضروری ہے کہ ایک وصف دوسرے وصف کو ملزوم نہ ہو، تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس متکلم متصور ہو اور یہ بات نہایت صاف طور پر ظاہر ہے کہ جو مقتول بارگاہ خداوندی میں مقرب ہو اس کے قتل کے ساتھ رفع روحانی لازم ہے پس بقاعدہ قصر قلب اس جگہ رفع روحانی مراد لینا کسی طرح جائز نہیں اور اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان کی طرف اٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے۔

مرزائی مناظرین نے ہر جگہ اس دلیل کے جواب میں خاموشی سے کام لیا اور کوئی غلط جواب بھی پیش نہ کرسکے۔

چوتھی دلیل

اسلامی مناظر: قرآن مجید اہل کتاب کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے، حق کی تائید اور باطل کی تردید کرتا ہے، وہ تفصیل لکل شی ہے یہود ونصاریٰ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کے متعلق اختلاف تھا قرآن کے نزول کا ایک مقصد لیحکم بینھم ہے (پارہ ۳ ع ۱۱) قرآن مجید نے اس اختلاف کا فیصلہ فرمادیا ہے یہودیوں کا دعویٰ تھا انا قتلنا المسیح ...... الایۃ، ہم نے مسیح کو قتل کردیا، اور عیسائیوں کا دعویٰ تھا، کہ مسیح [1] زندہ آسمان پر اٹھایا گیا

[1] عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح نے سولی پر جان دیدی (یوحنا ۱۹۔۳۰) اور اس کے بعد تیسرے دن قبر سے جی اٹھا۔ اور اپنے شاگردوں کے سامنے زندہ آسمان پر اٹھایا گیا (لوقا ۲۴۔۵۱) قرآن مجید نے ماصلبوہ کے ذریعہ واقعہ صلیب کی نفی کی ماقتلوہ، فرما کر یہود کے دعویٰ کا ابطال کیا اور رفعه الله الیه فرما کر زندہ آسمان پر اٹھائے جانیکی تائید فرمائی اسی طرح عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ کی بھی تردید فرمائی۔ صلیب دیئے جانے کا انکار کرکے عیسائیوں کے بنیادی مسئلہ کفارہ کا رد فرمایا مگر مرزائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی مگر وہ وہاں مرے نہ تھے۔ بلکہ غشی مردہ ہوگئے تھے مرزائیوں کا عقیدہ قرآن حدیث شہادت بائبل اور اہل کتاب کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ مرزا صاحب توضیح مرام ص ۲ پر لکھتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان کے طرف اٹھائے گئے۔

قرآن مجید نے ماقتلوه یقینا فرما کر یہود کے عقیدہ کی بطالت ظاہر فرمائی اگر نصاریٰ کا عقیدہ بھی باطل ہوتا تو قرآن مجید میں اس کی واضح تردید ہوتی مگر قرآن نے بل رفعه الله الیه فرما کر ان کے عقیدہ کی تائید کردی اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

مرزائیوں نے اس دلیل کا بھی کسی مناظرہ میں کوئی جواب نہیں دیا۔

پانچویں دلیل

اسلامی مناظر: رفع اس وقت ہوا کہ جب یہود قتل کرنا چاہتے تھے، قتل مسیح کی بجائے قرآن سے رفع مسیح ثابت ہے، اگر رفع کے معنی عزت کی موت یا رفع روحانی لئے جائیں تو یہود سچے قرار دیئے جاسکتے ہیں اور معاذ اللہ کلام خدا کی سچائی ثابت نہیں ہوتی موت کا سامان وہی تھا جو یہودیوں نے تیار کر رکھا تھا اس سے یہودیوں کا دعویٰ قتل مسیح ثابت ہوتا ہے۔ پس رفع سے مراد عزت کی موت لینا کسی طرح جائز نہیں۔ مرزائی اس کے جواب میں بھی ساکت وصامت رہے۔

چھٹی دلیل

اسلامی مناظر: قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (سورۃ مائدۃ پارہ ۶ ع ۶) ترجمہ: کہہ دیجئے کہ کون اختیار

---

[1] مرزائی کہتے ہیں کہ بائبل کے مطابق صلیبی موت سے مرنے والا لعنتی ہے حالانکہ بائبل میں صرف یہ ہے کہ ”اگر کسی نے گناہ کیا جس سے اس کا قتل واجب ہے اور وہ مارا جائے۔ اور تو اسے درخت پر لٹکائے۔ تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے۔ بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے۔ کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ وہ خدا کا ملعون ہے۔ (استثنا ۲۱-۲۲) اس میں صرف مجرم کا ذکر ہے۔ بے گناہ مصلوب کے لئے لعنتی ہونے کا حکم موجود نہیں۔ مرزائیوں کی تفسیر کے مطابق یہود کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ ہم نے مسیح کو لعنتی موت مارا ہے۔ مگر مسیح کے ملعون ہونے کے نصاریٰ بھی قائل ہیں۔ (گلتیوں ۳،۱۳) اس میں دونوں گروہ متفق ہیں۔ ان میں اختلاف صرف حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا تھا۔ اس مقدمہ میں قرآن نے نصاریٰ کی تائید کی۔ اور باقی مسائل میں دونوں کے باطل عقائد کی تردید کردی۔ (مولف)

رکھتا ہے، اللہ کے کام میں اگر چاہے کہ ہلاک کردے مسیح ابن مریم کو اور (جیسے کہ ہلاک کردیا) اس کی ماں کو اور وہ ان تمام لوگوں کو جو کہ زمین میں ہیں۔

عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود خدا ہیں، اس عقیدہ الوہیت کی تردید کے لئے حضور علیہ السلام سے کہا گیا ہے کہ آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ اگر خدا تمام باشندگان زمین کو اور مسیح علیہ السلام کو مار ڈالے تو کون اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور جب حضرت مسیح کی والدہ کو موت خدا نے دی تھی تو اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کا کیا بگاڑ لیا تھا۔

مراد یہ ہے کہ اگر آپ خدا ہوتے تو ضرور مقابلہ کرتے اس آیت سے یہ تو یقیناً ثابت ہو گیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو حضرت مسیح علیہ السلام اس وقت ضرور زندہ تھے ورنہ یہ دھمکی درست نہیں رہتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی بجائے اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابھی تک خداوند کریم نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مارنے کا ارادہ بھی نہیں کیا اگر حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہوتے تو قرآن مجید میں الوہیت کو باطل ثابت کرنے کیلئے صاف درج ہوتا کہ مسیح کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے مگر اس جگہ ان اراد اگر خدا ارادہ ہلاکت کا کرے کے الفاظ سے حیوۃ مسیح علیہ السلام ثابت ہے۔

مرزائی مناظر: اسی آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ماں کا بھی ذکر ہے لہذا ماں کو بھی زندہ مانو نیز من فی الارض جمیعا کے مطابق مولوی صاحب کے دادا اور والد کو بھی زندہ مانو گویا ابھی تک خدا نے کسی کی ہلاکت کا ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ آپ کے قول کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ ان کی والدہ اور تمام انسانوں کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا غلط ہونا ظاہر ہے نیز حرف شرط ان اس جگہ بمعنی اذ ہے جو فعل کو ماضی بنا دیتا ہے۔

اسلامی مناظر: حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ ان کی والدہ کو بھی زندہ مان لینے سے عقائد

اسلامیہ میں کوئی خلل واقعہ نہیں ہوتا ہمیں ان سے کوئی عداوت نہیں۔ لیکن اس آیت میں قَدْ اَھْلَکَ اُمَّۃً فعل محذوف ہے اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت ملتے ہیں جیسے کَذٰلِکَ یُوْحِیْ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ میں اوحی فعل محذوف ہے ورنہ پہلوں کی طرف وحی اسی وقت نہیں ہوتی تھی اور وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ کے درمیان وَاغْسِلُوْا فعل محذوف ہے۔ وَاَجْمِعُوْا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَاءَ کُمْ میں دراصل وادعوا شرکاء کم یعنی وادعوا فعل محذوف ہے۔ اوضح المسالک میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا کے مطابق تمام باشندگان روئے زمین کو اکٹھا ہلاک کرنے کا خدا نے اب تک ارادہ نہیں کیا۔ آپ نے جمیعا کے لفظ پر غور نہیں کیا ان اگرچہ قد کا معنی دے سکتا ہے اور اذا کا معنی نہیں دیتا مگر یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوسکتا کہ آیت کا بھی یہ معنی ہے کہ مسیح مرگئے اور ماں سمیت سارے مرگئے، کیونکہ ایک وقت معاً سب کا مرجانا کسی تاریخ سے ثابت نہیں۔

ساتویں دلیل

اسلامی مناظر: مَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ نہیں ہیں محمد ﷺ مگر پیغمبر تحقیق گذرے ہیں پہلے آپ سے کئی پیغمبر۔ (آل عمران پارہ۴) مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ (پارہ۶) نہیں ہیں مسیح ابن مریم مگر پیغمبر گذرے ہیں آپ سے پہلے کئی پیغمبر۔

ان آیات میں صرف اسماء کا اختلاف ہے جس طرح پہلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت نزول آیت محمد ﷺ زندہ تھے اسی طرح دوسری آیت کے نزول کے وقت

حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام زندہ موجود تھے ورنہ اگر دوسری آیت سے وفات مسیح ثابت کی جائے تو پہلی آیت کا نزول بھی بعد وفات نبی کریم ﷺ ماننا پڑیگا۔

مرزائی مناظر: آیت: ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کے نزول کے وقت نبی کریم ﷺ زندہ تھے اس لئے آپ کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ مگر دوسری آیت کے نزول کے وقت مسیح علیہ السلام کو زندہ ماننے کی آپ کے پاس کونسی دلیل ہے۔ ان آیات سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے کیونکہ الرسل میں الف لام استغراق کا ہے، اور خلت کا معنی ہے مرگئے پس اس کا ترجمہ یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے رسول فوت ہو چکے تھے۔

اسلامی مناظر: آپ میری تقریر کو نہیں سمجھے اور نہ ہی طرز استدلال پر غور کیا ہے میں نے بمقتضائے عربیت یہ بات ثابت کی ہے کہ جیسا کہ ما محمد الا رسول.....الایۃ کے نزول کے وقت حضور علیہ السلام کا زندہ ہونا ضروری ہے ایسا ہی ماالمسیح ابن مریم.....الایۃ کے نازل ہونے کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ضروری ہے کیونکہ دونوں آیتوں میں صرف اسماء مختلف ہیں ''خلت'' کے معنی فوت ہوگئے کرنا اور الف لام کو استغراقی بنانا۔ مرزا صاحب کی تصریح کے برخلاف ہے مرزا صاحب نے ''جنگ مقدس'' میں اس کے معنی یوں کئے ہیں ''اس سے پہلے رسول بھی آتے رہے ہیں'' نیز مولوی نورالدین صاحب نے جو مرزائیوں میں علم وفضل کے لحاظ سے سب سے افضل تھے، انہوں نے عیسائیوں کے مقابلہ میں اس کا ترجمہ کیا ہے ''پہلے اس سے بہت رسول آچکے''۔ (فصل الخطاب)

اخبار بدر ۲۲ مئی ۱۹۱۳ء ص ۱۴ پر مولوی نورالدین خلیفہ مرزا کا ارشاد ہے کہ لفظ جمع کا ہو تو اس سے مراد کلھم اجمعون نہیں ہوگا جب تک کہ تصریح نہ ہو، بلکہ مراد بعض سے ہوتی ہے۔

آٹھویں دلیل

اسلامی مناظر: ویکلم الناس فی المھد و کھلا (سورۃ آل عمران پارہ ۳ ع ۱۲) خداوند کریم فرماتا ہے! کہ مسیح لوگوں سے گہوارہ اور سن کہولت (بڑی عمر میں) کلام کریں گے۔ کلام مجید فصاحت و بلاغت سے مملو ہے اس میں کوئی بات ایسی درج نہیں جو بے معنی ہو کہولت میں کلام کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہمیشہ ہر شخص چھوٹی اور بڑی عمر میں کلام کیا کرتا ہے اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے کوئی خاص فضیلت پائی نہیں جاتی۔ قرآن میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سن کہولت کا کلام بھی اسی طرح کا خارق عادت ہوگا جس طرح گہوارہ کا کلام تھا قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا یہود نے حضرت مسیح کی حالت شیر خوارگی میں کلام کرنا تسلیم نہیں کیا تھا اور حضرت مریم علیہا السلام سے کہا تھا کہ ہم گہوارہ میں شیر خوار بچے سے کیسے کلام کریں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارہ سے جواب دیا تھا قال انی عبد اللہ.....الایۃ جس طرح کلام مہد بطور اعجاز تھا اسی طرح آخری زمانہ میں آسمان سے نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام خرق عادت میں داخل ہوگا۔ جس طرح یہود نے مہد میں بچے کے کلام پر اظہار تعجب کیا تھا اسی طرح زمانہ حال کے متبعین یہود کہتے ہیں کہ مسیح اتنے سو سال کیسے زندہ رہ سکتا ہے اور اتنے سو سال کے بعد نازل ہو کر دنیا میں کیا کام کرسکتا ہے۔ بقول قائلین وفات مسیح ۳۳ سال میں واقعہ صلیبی پیش آیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع سن کہولت سے پہلے ہوا۔ لہٰذا اس آیت سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہے ورنہ مرزائی ان کے بڑھاپے کا کلام بھی دکھائیں۔

مرزائی مناظر: مجمع البحار میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سن کہولت گذار چکے ہیں۔ اس لئے آپ کا دعویٰ باطل ہے۔

اسلامی مناظر: آپ نے مجمع البحار کی عبارت پڑھنے میں خیانت کی ہے مجمع البحار میں ہے ﴿ویکلم الناس فی المھد﴾ آیۃ ﴿وکھلا﴾ بالوحی والرسالۃ اواذا نزل من السماء فی صورۃ ابن ثلث و ثلثین (مجمع البحار ص ۲۳۶) اگر آپ کے نزدیک ۳۰ سال کی زندگی کہولت کی ہے تو آپ ان کا اعجازی کلام اس عمر میں ثابت کریں۔

نویں دلیل

اسلامی مناظر: وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ (پارہ ۶ ع ۱) ترجمہ: اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب (یہود) میں سے مگر ایمان لے آئے گا اس (عیسیٰ) پر پہلے اس (عیسیٰ) کی موت کے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بعیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ"۔

یہ آیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر روشن دلیل ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جب اس وقت کے تمام اہل کتاب ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو نازل ہوئے ہیں اور نہ سب یہود آپ کی رسالت پر ایمان لائے ہیں۔ اس لئے آپ کی وفات بھی واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس آیت میں صریح طور پر آپ کی موت سے پہلے ان امور کا واقع ہونا ضروری ہے۔ "لیومنن" میں نون تاکیدی ہے، اور نون تاکید مضارع کو استقبال کیساتھ خاص کردیتا ہے، اور ضمیر بہ اور موتہ ہر دو کا مرجع عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں کیونکہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے اگر موتہ کی ضمیر کا مرجع کتابی کا اقرار کردیا جائے تو جو ایمان نزع کی حالت میں لایا جائے وہ شریعت میں معتبر نہیں ہوتا لہٰذا ہر دو ضمیروں کا مرجع عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی ہوسکتے ہیں۔

۱؎ مرزا صاحب کے خلیفہ اول مولوی نورالدین نے کتاب فصل الخطاب میں اس آیت کے یہی معنی کئے ہیں۔

مرزائی مناظر: بیضاوی میں قرأت قبل موتھم کا ذکر ہے، جس میں ثابت ہے کہ کتابی کی موت مراد ہے، نون تاکید سے ہمیشہ استقبال مراد لینا جائز نہیں۔ ﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا﴾ کا آپ کیا ترجمہ کرینگے کیا خدا کے راستہ میں کوشش کرنے والے کسی آئندہ زمانے میں ہدایت یافتہ بنیں گے۔ نیز قیامت سے پہلے تمام لوگوں کا مسلمان ہوجانا عقلاً ونقلاً ممکن نہیں قرآن مجید میں ہے: ﴿واغرینابینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ﴾ اس سے ثابت ہے کہ قیامت تک یہود ونصاریٰ باہم دشمن رہیں گے، نیز ضمیر موتہ کا مرجع حضرت عیسیٰ کو قرار دینا صحیح نہیں۔

اسلامی مناظر: موتھم والی قرأت شاذہ ہے جو قرأۃ متواترہ کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ ''جو بھی اہل کتاب ہیں اپنی موت سے پہلے ان کو پورا انکشاف ہوجاتا ہے اور تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام نبی برحق تھے اور وہ زندہ ہیں اور پھر اخیر زمانہ میں نازل ہوکر اسلام کی خدمت کرینگے اور کسی یہودی یا مجوسی کو نہیں چھوڑینگے''۔ (درمنثور) لہٰذا اس قرأت سے بھی مرزائیوں کا مدعا پورا نہیں ہوتا اور آیت والذین جاھدوا......الایۃ میں الذین حرف موصولات سے ہے جو متضمن شرط ہے، اور جزا ہمیشہ متاخر ہوتی ہے۔ لہٰذا نون تاکید کا معنیٰ اپنے محل پر واقع ہے۔ یہودی باہمی عداوت کا الی یوم القیمۃ سے مراد طویل زمانہ ہے ورنہ یہ آیت متعارض ہوگی ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ. مرزا صاحب چشمۂ معرفت ص ۸۲ پر فرماتے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبۂ اسلام مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔

نیز ایمان اور عداوت باہمی میں منافات نہیں ہے۔ دونوں باہم جمع ہوسکتے ہیں۔ جیسے مرزائیوں کے دونوں گروہوں لاہوری وقادیانیوں میں باہمی عداوت موجود ہے، مگر مرزا پر

دونوں گروہ ایمان رکھتے ہیں، تفسیر ابن کثیر جلد۳ ص۱۲ پر ہے: وقال ابن جریر حد ثنی یعقوب حدثنا ابورجاء عن الحسن وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ لحی الان عند اللہ ولکن اذ انزل امنوا بہ اجمعون۔ پس رئیس المفسرین حضرت حسن کا یہ فیصلہ قطعی ہے۔

دسویں دلیل

اسلامی مناظر: وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا (پارہ۲۵ ع۱۱) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی علامت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں، ''ہر آئینہ عیسیٰ نشان ست قیامت راپس شبہ مکنید در قیامت'' ابن کثیر نے اس کے معنی یہی کیے ہیں۔ لہٰذا اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا ثابت ہے۔

مرزائی مناظر: (سلیم) اس آیت میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے نہ کہ مسیح۔ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ قرآن قیامت کی نشانی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جیسا جوانانِ بہشت کا سردار جو ترجمہ کرے اس کے مقابلہ کوئی ترجمہ مقبول نہیں ہوسکتا۔

اسلامی مناظر: (مولانا ابوالقاسم صاحب) آپ نے مجمع عام میں جھوٹ بولا ہے اور حاضرین کو سخت مغالطہ دیا ہے۔ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کا قول آپ کبھی دکھا نہ سکیں گے آپ کے نزدیک جہاں حسن کا لفظ آئے، اس سے مراد اگر امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما ہی ہوسکتے ہیں تو سنو ابن کثیر میں حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حدثنا الحسن انہ یعنی عیسیٰ حی الاٰن یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں، اب آپ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا فرمان تسلیم کرنے سے کیا عذر ہوسکتا ہے۔

گیارہویں دلیل

ویعلمه الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل (پارہ۳ع۱۳) ترجمہ ''اور سکھائے گا (خدا) اس (عیسیٰ) کو کتاب اور حکمت تورات اور انجیل۔''

اس آیت میں خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الکتاب والحکمة اور التوراة والانجیل سکھانے کا وعدہ کیا ہے انجیل تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، واتینه الانجیل۔ اسلئے انجیل کا صحیح مطلب ومفہوم سکھلانا ضروری تھا۔ تا ایسا نہ ہو کہ کسی آیت کے مفہوم ومطلب کے سمجھنے میں مسیح کو دقت ہو۔ تورات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کی نازل شدہ تھی۔ وہ اس لئے سکھلانا ضروری ہوا کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا اور بنی اسرائیل کے پاس کتاب تورات تھی۔ مگر وہ غلط معنی کرتے اور یحرفون الکلم عن مواضعه کے عادی تھے اور ناحق پر جھگڑا کرنے والے تھے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کو تورات نہ سکھاتا تو یہودی آپ کی کوئی بات تسلیم نہ کرتے اور مسیح علیہ السلام ان سے بحث میں مغلوب ہوجاتے۔ تیسری چیز جس کا علم حضرت مسیح علیہ السلام کو دیا گیا وہ الکتاب والحکمة ہے قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ اکٹھا آیا ہے اس سے مراد قرآن اور بیان قرآن یعنی تفہیم قرآن مجید یا تفسیر قرآن وغیرہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خداوند کریم حضرت مسیح علیہ السلام کو قرآن مجید اور اس کی تفسیر کی خود تعلیم دیگا۔ اور وہ اس میں کسی کے شاگرد نہ ہوں گے نیز حضرت مسیح کا نزول قرآن تک زندہ ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے ورنہ اگر نزول قرآن سے پہلے انہیں علم دیا گیا ہوتو ماننا پڑیگا کہ قرآن حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید سکھلانا اب اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور قرآن مجید پر عمل کرینگے۔

مرزائی مناظر: اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کو کتاب وحکمت عطا کی گئی لہٰذا اس سے قرآن مراد لینا جائز نہیں۔

۲..... فقد اتینا ابراهیم الکتاب والحکمة واٰتیناهم ملکاً عظیما سے ثابت ہے کہ ال ابرهیم کو الکتاب والحکمة دی گئی حالانکہ قرآن صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔

۳..... کسی مفسر نے آپ کے معنی کی تائید نہیں کی جلالین میں الکتاب سے مراد الخط ہے۔

اسلامی مناظر: اذ اخذ اللہ میثاق النبیین ..... الایة میں ''الکتاب والحکمة'' کا ذکر نہیں نیز من تبعیضه ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نبی کو کتاب وحکمت کا کچھ نہ کچھ علم دیا گیا ہے۔ فقد اتینا ال ابراهیم ... الایة میں آل ابراہیم سے مراد اہل اسلام ہیں، کیونکہ ماقبل ومابعد مسلمانوں کا ذکر ہے اور اہل کتاب کے حسد کرنے کا بیان ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ ایسے حاسدوں کو جلانے کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے آل ابراہیم کو ''الکتاب والحکمة'' اور ملک عظیم عطا کیا ہے، حضور ﷺ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اس لئے خداوند کریم نے اہل کتاب کو جتلایا کہ محمد ﷺ بھی آل ابراہیم میں ہیں پھر اس لئے بھی آل ابراہیم کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء کی تھی کہ یارب مکے والوں میں ایسا رسول پیدا کر جو ان کو الکتاب والحکمة سکھلائے یہاں اللہ تعالیٰ نے ال ابراهیم کو الکتاب والحکمة دینے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہونے کا ذکر فرمایا ہے، اس سے اگلی آیت میں ہے، فمنهم من امن به ومنهم من صد عنه یعنی بعض اہل کتاب تو اس الکتاب والحکمة پر ایمان لے آئے ہیں اور بعض خود بھی ایمان نہیں لاتے اور دوسرے لوگوں کو بھی روکتے ہیں اگر الکتاب والحکمة سے صحائف

سابقہ مراد لئے جائیں تو اہل کتاب تو ان کو مانتے ہیں پھر ان میں روکنے کو کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ مرزائے قادیان کے خاص مرید مولوی محمد علی لاہوری نے اپنی تفسیر بیان القرآن حصہ اول ص ۵۱۹ پر اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔ ''یہاں آل ابراھیم کو یعنی مسلمانوں کو دو چیزیں دینے کا ذکر کیا، کتاب اور حکمت اور ملک عظیم''۔

تفاسیر کے صدہا حوالے پیش کئے جائیں آپ تسلیم نہیں کرتے۔ کیا تفاسیر کو صحیح تسلیم کرتے ہو، اسی جلالین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ذکر موجود ہے، افسوس کہ مطلب کی بات لیکر باقی تمام امور کا انکار کردیتے ہیں تمام تفاسیر میں مفسرین کرام کا حیٰوۃ مسیح علیہ السلام پر اتفاق ہے مگر آپ ان تفاسیر کو تسلیم نہیں کرتے، قرآن مجید میں ''الکتاب والحکمۃ'' سے قرآن وبیان قرآن مراد ہے۔

بارہویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ تعالیٰ. **لن یستنکف المسیح ان یکون عبداللہ** (پارہ ۶ سورۃ نساء) ترجمہ: ''مسیح ہرگز خدا کا بندہ ہونے سے انکار نہیں کریگا''۔ اس آیت میں ''یستنکف'' مضارع کا صیغہ ہے اس پر بموجب قواعد عربیت حرف لَنْ ہونے سے ان کے معنی مستقبل کے لئے خاص ہو چکے ہیں، یعنی زمانہ آئندہ میں ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب مسیح اپنے عبد اور بندہ ہونیکا اظہار کریگا اس وقت دنیا میں مسیح کو معبود قرار دیا جاتا ہے اگر حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے تھے، تو قرآن میں اس کا ذکر بصیغہ ماضی ہونا چاہئے تھا مگر یہاں استقبال کے معنوں میں خاص ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کے نزول کے وقت زندہ تھے اور احادیث کے بموجب آخری زمانہ میں نازل ہوکر خدا کی عبودیت کا اقرار کرینگے۔

نوٹ: یہ دلیل میعادی کے مناظرہ میں مولانا محمد شفیع صاحب سنگھتروی نے پیش کی تھی، مگر مرزائی مناظر نے آخری وقت تک اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

تیرھویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ تعالیٰ: ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران) اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام دنیا وآخرت میں ذی وجاہت ہیں اور خدا کے مقرب فرشتوں میں داخل ہیں۔ فتح البیان اور تفسیر ابی السعود میں اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملکوتی زندگی یعنی آسمان پر زندہ موجود ہونا ثابت کیا گیا ہے آپ کی پہلی زندگی میں آپ کو سلطنت نہیں ملی اس لئے ماننا پڑیگا کہ آپ زندگی ہی میں بعد نزول صاحب سلطنت ہونگے۔ قرآن مجید میں مقربین سے مراد فرشتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش چونکہ نفخ جبرائیل سے ہوئی تھی، اس لئے آپ کو ملائکہ سے نسبت حاصل ہے۔

چودھویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ تعالیٰ ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ (سورۃ مائدۃ پارہ ۷، ع ۵) ترجمہ: ''اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے''

خداوند کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات کا ذکر فرماتے ہوئے بنی اسرائیل کے شر سے ان کو محفوظ رکھنے کا بھی ذکر فرماتا ہے۔ مرزائیوں کی تفسیر کے مطابق یہودیوں نے حضرت مسیح کو پکڑ کر ذلیل ورسوا کیا اور پھانسی پر لٹکا دیا حالانکہ اس جگہ خداوند

کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہودیوں کے شر کرنے کا ذکر فرمارہا ہے مرزائیوں کے عقائد کے مطابق پھر یہودیوں کو روک کونسی ہوئی یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء اور یہودیوں کے شر سے محفوظ رہنے کی زبردست دلیل ہے۔

نوٹ: یہ دلیل بھی بمقام ممبو پیش کی گئی تھی مگر مرزائی مناظر اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

پندرھویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ وتعالیٰ ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝﴾ (پارہ ۳ سورہ آل عمران) ترجمہ: ''تدبیر کی انہوں نے اور تدبیر کی اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔''

اس آیت میں خداوند کریم نے یہود کی تدبیر (توہین، صلیب وقتل مسیح) کے مقابلہ میں فرمایا کہ ہم نے بھی تدبیر کی۔ قواعد عربیہ میں یہ بات مسلّم ہوچکی ہے کہ جملہ خبریہ فعلیہ یا اسمیہ بحکم نکرہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جملہ نکرہ کی صفت میں واقع ہوتا ہے ورنہ اگر معرفہ کے حکم میں ہوتا تو نکرہ کی صفت واقع ہونا ممکن نہ تھا نیز باجماع اہل عربیہ جملہ خبریہ حال واقع ہوسکتا ہے جس کیلئے نکرہ ہونا شرط ہے لہٰذا جملہ مکروا و جملہ مکر اللہ کا بحکم نکرہ ہونا ثابت ہوا، اور قواعد عربیہ میں بھی ثابت ہوچکا ہے کہ جب نکرہ کا نکرہ اعادہ کیا جائے تو ثانیہ کے غیر اولیٰ مراد ہوتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی تدبیر ان کی تدبیر کے بالکل مغائر تھی اور مغائرات جب ہی ہوسکتی ہے کہ جب تدبیر الٰہی سے رفع جسمانی مراد ہو۔ ورنہ تدبیر الٰہی بقول مرزائیاں بمعنی رفع روحانی یا رفع عزت تدبیر قتل اور صلیب کے بالکل منافی نہیں۔ نیز مکر کے معنی تدبیر خفی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ قتل اور صلیب یا بقول مرزائیاں صلیب سے اتار لینا کوئی خفی تدبیر نہیں۔ مخفی تدبیر سوائے رفع جسمانی کے کچھ نہیں ہوسکتی، نیز حق تعالیٰ

نے اپنی صفت اس مقام پر ''خیر الماکرین'' ذکر فرمائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے حق تعالیٰ کی تدبیر سب سے بہتر تھی۔ اور صلیب سے اتار لینا یہ کوئی عمدہ تدبیر نہیں اس کو تو یہود بھی کرسکتے تھے حق تعالیٰ کا ''خیرا لماکرین'' کی صفت کو مقام حمد میں ذکر فرمایا ہے اس طرف مشیر ہے کہ یہ ایک نرالی تدبیر ہے اور ظاہر ہے کہ رفع جسمانی سے زائد اور کوئی نرالی تدبیر نہیں ہوسکتی۔ اگر مرزائیوں، یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح مانا جائے تو خدا کی حکمت عملی کا ثبوت نہیں ملتا۔

نوٹ: ممبو (برما) میں یہ دلیل پیش کی گئی تھی مرزائی مناظر مبہوت ہوگیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

سولھویں دلیل

اسلامی مناظر: مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا (پارہ ۵ ع ۱۴) ترجمہ: جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کریگا بعد اس کے کہ اس پر ہدایت ظاہر ہوچکی اور مومنوں کے راستے کے سوا رستے کی پیروی کریگا ہم اُسے اُسی طرف پھیرے رکھیں گے۔ جس طرف وہ پھرا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بری بازگشت ہے۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے طریقہ کی مخالفت کرنے والے گروہ کی ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے، وہ سبیل المومنین کے سوا کسی اور راستہ پر چلے گا ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم میں بتایا گیا ہے، مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے لے کر تیرہ سو سال تک کسی شخص نے بھی امت محمدیہ ﷺ میں سے وفات مسیح کا اقرار نہیں کیا، تمام امت محمدیہ ﷺ کا حیات مسیح پر اجماع رہا ہے، جیسا کہ سترھویں دلیل کے ضمن میں ان کی کتب کے حوالوں سے ثابت کیا گیا

ہے۔پس حیات مسیح کے خلاف عقیدہ رکھنے والے اس آیت کے مطابق گمراہ اور جہنمی ہیں۔

مرزائی مناظر: ابن حزم اور امام مالک وفات مسیح کے قائل تھے، حیات مسیح علیہ السلام پر اجماع امت کبھی نہیں ہوا، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

اسلامی مناظر: آپ کا کوئی حق نہیں کہ اس مسئلہ پر اجماع امت سے انکار کریں، مرزا صاحب اپنی کتاب التبلیغ ص ۵۵۲ پر اس کو تسلیم کر چکے ہیں، اس لئے مرزا صاحب کے قول کے مقابلہ میں آپ کا قول معتبر نہیں ہوسکتا، نیز ابن حزم حیات مسیح کے قائل تھے، ابن حزم اپنی کتاب کتاب الفصل جلد ۴ ص ۱۸۰ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار کرتے ہیں نیز حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور تمام مالکی حیات مسیح کے قائل ہیں، حضرت امام مالک کی طرف کوئی قول اگر وفات مسیح کا منقول ہو، تو اس کی سند پیش کرو، ورنہ ایسی بے دلیل باتوں سے آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا۔

سترھویں دلیل

اسلامی مناظر: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حسب ذیل بیانات قابل غور ہیں:

۱..... قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے، جس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہوگا، جس قدر طریق متفرقہ کے رو سے احادیث نبویہ اس بارے میں مدون ہو چکی ہیں، ان سب کو یکجا نظر کے ساتھ دیکھنے سے اس تواتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔ (شہادۃ القرآن ص ۲)

۲..... مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ (توضیح مرام ص ۲)

۳..... بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کیساتھ

آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے، وہ دو نبی ہیں، ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے، دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں، ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں، کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے۔ اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے، ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ (توضیح مرام ص ۳)

۴..... تبلیغ ص ۵۵۲، ص ۵۵۳ پر لکھتے ہیں کہ مجھے الہام کیا گیا کہ: ان لنزول فی اصل مفهومه حق ولكن ما فهم المسلمون مراده لان الله اراد اخفائه فغلب قضائه ومكره وابتلانه على الافهام فصرف وجوههم عن الحقيقة الروحانية الى الخيالات الجسمانية وكانوا بها قانعين وبقى هذا الخبر مكتوبا مستورا عندهم كالحب فى السنبلة قرنا بعد قرن حتى جاء زماننا فكشف الله حقيقة علينا فاخبرنى ربى ان النزول روحانى لاجسمانى۔

ترجمہ: نزول اپنے اصل مفہوم میں حق ہے لیکن مسلمانوں نے اس کی مراد کو نہیں سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اخفا کا ارادہ کیا پس اس کی تدبیر ابتلا و قضا فہموں پر غالب رہی اس نے انکے دلوں کو حقیقت روحانی سے خیالات جسمانی کی طرف پھیر دیا اور وہ اسی پر قانع رہی اور یہ خبر لکھی ہوئی ان کے پاس خوشہ کے اندر دانہ کی طرح مخفی رہی، کئی زمانوں تک حتی کہ ہمارا زمانہ آیا پس اللہ نے ہم پر حقیقت کھولدی اور مجھے میرے رب نے خبر دی کہ نزول روحانی ہے جسمانی نہیں۔

۵..... هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشینگوئی ہے، اور جس غلبہ

کاملۂ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئیگا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے، تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائیگا۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸)

۶..... وہ زمانہ بھی آنے والا ہے، کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا میں اُتریںگے۔

(براہین احمد حصہ چہارم ص ۵۰۵)

۷..... پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا، جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے، تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے، کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ (اعجاز احمدی ص ۷)

مندرجہ بالا عبارتوں پر غور کرنے سے حسب ذیل نتائج واضح ہوتے ہیں:

(الف) نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے لیکر مرزا کے زمانے تک تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ یہ رہا، کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، اور ان کا یہ عقیدہ انہی احادیث کی بنا پر تھا جنہیں تواتر کا درجہ حاصل تھا، بائیبل اور اخبار سے بھی اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے۔ (ملاحظہ ہو ۱،۲،۳)

(ب) حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ خداوند کریم نے مسلمانوں کے دلوں میں مستحکم کیا، کیونکہ اس کا ارادہ اخفاء کا تھا، اس کی قضا میں تدبیر غالب رہی، اس نے ان کے دلوں کو حقیقت روحانی کی طرف سے پھیر کر رفع جسمانی کی طرف کر دیا، اور مرزا صاحب کے زمانہ تک یہ حقیقت خوشہ کے اندر مخفی رہی۔ پھر مرزا صاحب کو الہام کے ذریعہ وفات مسیح کی

حقیقت سے مطلع کیا گیا۔ (ملاحظہ ہو ۴)

(ج) مرزا صاحب بھی ملہم ہونے کے بعد بارہ سال تک یعنی (۵۲) باون سال کی عمر تک مسلمانوں کے عقیدہ کے پابند رہے بلکہ قرآن مجید کی آیات سے بھی سمجھے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، اور مرزا صاحب تو حیات مسیح علیہ السلام کا استدلال قرآن سے دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے، پھر (۵۲) باون سال کی عمر میں ان کو تواتر سے الہام ہوا جسکی بنا پر انہوں نے عقیدہ تبدیل کر لیا۔ (ملاحظہ ہو ۵،۶،۷)

لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث، آثار صحابہ، اقوال سلف صالحین، اجماع امت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہوتی ہے اسی لئے تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا، اور مرزا[1] صاحب بھی قرآن وحدیث وآثار صحابہ، اقوال سلف صالحین اور اجماع امت کے ماتحت اسی عقیدہ کے پابند رہے، عالم قرآن ہو کر بھی انہیں قرآن سے بھی یہی عقیدہ صحیح معلوم ہوا، لہٰذا مرزائیوں کا کوئی حق نہیں کہ وفات مسیح علیہ السلام پر کوئی آیت، کوئی حدیث یا کوئی قول پیش کریں، مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ انہوں نے یہ عقیدہ صرف اپنے الہام کی بنا پر تبدیل کیا ہے اس کے سوا تبدیلی عقیدہ کسی اور چیز پر مبنی نہیں ہے، اور مرزا صاحب کا الہام ان کے مریدوں کے لئے حجت ہو سکتا ہے، مگر مسلمانوں کے لئے ان کا الہام حجت نہیں، جو آیات مرزائی پیش کیا کرتے ہیں یہ پہلے بھی موجود تھیں اگر ان کا تعلق کسی قسم کے وفات مسیح علیہ السلام سے ہوتا تو مرزا صاحب الرحمن علّم القران کا الہام پا کر قرآن مجید کی آیت کو حیات مسیح علیہ السلام کے لئے بطور دلیل پیش نہ کرتے۔

مرزائی مناظر: آپ کے لئے مرزا صاحب کی عبارتوں کا پیش کرنا مفید نہیں ہو سکتا مرزا

[1] مولوی نورالدین قادیانی بھی جب قرآن اور حدیث پر عامل تھے۔ ان کا عقیدہ حیٰوۃ مسیح علیہ السلام کا تھا۔ (ملاحظہ ہو فصل الخطاب حصہ دوم ص ۳۲)

صاحب لکھتے ہیں کہ پہلے میں مسلمانوں کے رسمی عقیدہ کا پابند تھا، آپ کا یہ عقیدہ الہام سے پہلے تھا الہام کے بعد وہ عقیدہ منسوخ ہوگیا، نبی کریم ﷺ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، لیکن جب وحی آگئی تو بیت اللہ کی طرف پڑھنے لگے، اسی طرح مرزا صاحب بھی الہام کے پابند تھے، مرزا صاحب الہام کے بعد بھی جو بارہ برس تک حیات مسیح کو مانتے رہے یہ سمجھ کی غلطی تھی اور ملہم الہام کے سمجھنے میں غلطی کر سکتا ہے، براہین احمدیہ دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہے، اس کے بعد مرزا صاحب کو الہام ہوا۔

اسلامی مناظر: آپ نے تسلیم کرلیا ہے، کہ قرآن، حدیث آثار صحابہ، اقوال سلف صالحین اور اجماع امت کی موجودگی میں مرزا صاحب حیات مسیح علیہ السلام کے قائل رہے اور ان کے ذریعہ انہیں وفات مسیح کا علم نہ ہوسکا۔ پس میرا مقصد یہی ہے۔ شکر ہے کہ آپ نے تسلیم کرلیا کہ مرزا صاحب کے عقیدہ کی تبدیلی قرآن یا حدیث کی بنا پر نہیں، بلکہ الہام کی بنا پر ہوئی پس مابہ النزاع امر صرف یہی رہا، کہ مرزا صاحب دعویٰ الہام میں سچے تھے، یا کاذب؟ نبی کریم ﷺ کامل و مکمل شریعت لے کر آئے تھے، آپ نے سابقہ شرائع کو منسوخ کردیا، سابقہ شریعتوں میں نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی تھی، فول وجهک شطر المسجد الحرام کی آیت نازل ہونے سے سابقہ احکام منسوخ ہوگئے آپ نے یہ مثال دیکر ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب ناسخ شریعت محمدیہ ﷺ تھے، جو امر شریعت محمدیہ ﷺ سے ثابت تھا، وہ ان کے الہام سے بدل گیا، دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا نسخ عقائد واخبار میں بھی ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پہلے زندہ تھے، اور مرزا صاحب پر الہام کے وقت فوت ہوگئے تھے، تیسرا امر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وہ نمازیں جن میں بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا، درست تھیں، اسی طرح آپ کو ماننا پڑیگا، کہ مرزا صاحب کا عقیدہ الہام سے پہلے

صحیح تھا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود تھے، اس کے بعد اگر ان کی وفات ہوئی تو اس کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے، بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا عملیات میں سے ہے، عقائد میں سے نہیں، ان میں تبدیلی ہوسکتی ہے، نیز مرزا صاحب کے نزدیک حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ مشرکانہ ہے۔ (دافع البلاء ص۱۵) مگر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شرک نہ تھا، لہٰذا یہ مثال بالکل بے محل ہے، براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت بقول خود مرزا قادیانی خدا کے نزدیک رسول اللہ تھے۔ (ایام الصلح اردو ص۷۵)

مرزا صاحب کا اپنا قول ہے کہ وہ انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس طرح بالکل خدا کے تصرف ہوتے ہیں جیسا کہ ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے...... انبیاء نہیں بولتے جب تک خدا ان کو نہ بولائے، اور کوئی کام نہیں کرتے جب تک خدا ان سے نہ کرائے...... ان سے وہ طاقت سلب کی جاتی ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی انسان کرتا ہے، وہ خدا کے ہاتھ میں ایسے ہوتے جیسے مردہ۔ (ریویو جلد۱، ص۷۵) اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے جو کچھ براہین احمدیہ میں لکھا تھا، وہ خدا کی مرضی کے مطابق تھا، اس میں اجتہادی غلطی کا اثر نہیں ہوسکتا نیز براہین احمدیہ کی تصنیف سے پہلے مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا، "الرحمن علم القران" یعنی خدا نے تمام علوم قرآن کا علم انہیں عطا کیا تھا، وہ بقول خود مؤلف نے ملہم و مامور ہوکر بغرض اصلاح تالیف کی۔

(اشتہار براہین احمدیہ ملحقہ آئینہ کمالات)

پھر یہ کتاب بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے دربار میں پیش ہوکر منظور ہوئی، اور اس کا نام عالم رؤیا میں قطبی رکھا گیا اس مناسبت سے کہ یہ کتاب قطب ستارے کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے (انتہی ملخصا) (حاشیہ براہین احمدیہ ص ۲۴۸، ۲۴۹) نیز بقول مرزا صاحب

علی ؓ نے انہیں کتاب تفسیر دی تھی۔

پس مرزا صاحب نے بقول مرزائیاں خدا سے علم قرآن سیکھ کر حضرت علی ؓ سے کتاب تفسیر لے کر ملہم، مامور اور رسول اللہ ہو کر، براہین احمدیہ کو تالیف کیا، اور بعد تالیف یہ کتاب حضرت محمد ﷺ کے دربار میں پیش ہو کر منظور ہو چکی، اس کا نام قطبی رکھا گیا، کیونکہ اس میں مندرجہ مسائل ایسے تھے جو قطبی ستارے کی طرف غیر متزلزل اور مستحکم تھے، پس تعجب ہے کہ حیوٰۃ مسیح علیہ السلام جیسا مشرکانہ عقیدہ اس میں کیسے باقی رہا، اور اس مشرکانہ عقیدہ کی تائید میں قرآن مجید سے آیات بھی نقل ہوئیں اور وہ آیات (جواب مرزائی وفات مسیح پر پیش کرتے ہیں) مرزا صاحب کی نگاہ سے غائب رہیں۔

مرزائیوں کے دو راستے ہیں، یا تو تسلیم کریں کہ مرزائی صاحب اپنے دعاوی الہام، علم قرآن وغیرہ میں کاذب تھے، یا حیوٰۃ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ قرآن مجید کی رو سے صحیح تسلیم کریں، کیونکہ اس عقیدہ پر قرآن، اور آنحضرت ﷺ کی تصدیق حاصل ہو چکی ہے، اور وہ اسماء اسی کتاب میں درج ہیں، جو بموجب الہام قطبی ستارے کی طرح ہیں۔

مرزا صاحب بارہ سال تک بقول خود مشرک رہے، حالانکہ لکھتے ہیں۔ ”یہ کیونکر ہو سکتا ہے، کہ جبکہ ان انبیاء کے آنے کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے احکام پر چلاویں، تو گویا خدا کے احکام کو عملدرآمد میں لانے والے ہوتے ہیں، اس لئے اگر وہ خود ہی خلاف ورزی کریں تو وہ عملدرآمد کرنے والے نہ رہے، یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ نبی نہ رہے، وہ خدا تعالیٰ کے مظہر اور اس کے افعال اقوال کے مظہر ہوتے ہیں، پس خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔“ (ریویو جلد اول ص ۷۱)

آپ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب رسمی عقیدہ کے طور پر حیات مسیح علیہ السلام کے قائل

رہے، یہ بھی دو وجہ سے باطل ہے۔

اول: اس لئے کہ مرزا صاحب نے براہین میں اپنا یہ عقیدہ ایک الہام کے ضمن میں بیان کیا ہے، اور اس الہام کا مفاد یہ بتایا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیاسی حیثیت سے ان منکروں کی سرکوبی کے لئے دوبارہ تشریف لائیں گے۔

دوم: اس لئے کہ مرزا صاحب نے رسمی عقیدے کے طور پر لکھدیا، تو جب یہ کتاب بقول مرزا صاحب آنحضرت کے دربار میں قبولیت حاصل کر رہی تھی، کیا اس وقت یہ تمام بیانات جن میں حضرت مسیح کی حیات اور رفع آسمانی اور نزول ثانی مرقوم تھے، ان کا اخراج عمل میں آیا تھا اور ان بیانات کی موجودگی میں یہ کتاب آنحضرت ﷺ سے تصدیق حاصل کر چکی ہے۔

اٹھارویں دلیل

مرزائی مناظر: قال سبحانہ وتعالیٰ: ﴿وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ﴾ (پارہ۱۴ رکوع۱۴) ترجمہ: اور ہم نے اُتاری آپ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنا دیں اُن کو کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں۔

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ﴾ (پارہ۱۴ ع۱۴) ترجمہ: اتارا ہم نے آپکی طرف قرآن تا کہ آپ بیان کر دیں لوگوں کو جو کچھ نازل کیا گیا ان کی طرف۔

خداوند تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دنیا میں اس لئے بھیجا، تا کہ ہر گمراہی و بدعت کا قلع قمع فرما دیں، قرآن مجید کی آیات کے مطالب واضح کر کے سمجھائیں، اس لئے ناممکن تھا نبی کریم ﷺ کوئی ایسی بات فرماتے جس سے کسی قسم کی غلط فہمی یا گمراہی پر چلنے کا خطرہ ہو سکتا، نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید میں مومنین کے لئے ﴿حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ﴾ اور ﴿رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ فرمایا گیا ہے۔ حضور ﷺ اپنی امت پر رفیق وشفیق تھے، اور ﴿عَلَّمَکَ مَالَمْ

تکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا﴾ کی آیت حضور علیہ السلام کے وسعت علم پر دال ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صدہا احادیث میں فرمایا کہ مسیح ابن مریم نازل ہوگا۔ احادیث میں مسیح ابن مریم، عیسیٰ ابن مریم یا ابن مریم تین الفاظ موجود ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ایک دفعہ بھی غلام احمد ابن چراغ بی بی نہیں فرمایا، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے تھے، تو کیا وجہ ہے کہ کسی ضعیف سے ضعیف حدیث بلکہ کسی موضوع حدیث میں بھی کسی صحابی کا یہ سوال ”کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں؟ نزول مسیح سے کیا مراد ہے“ منقول نہیں ہے۔ صحابہ کرام جو دین کے معاملہ میں بہت محتاط تھے، کیا وجہ ہے، کہ تمام عمر سنتے رہے، کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آخری زمانہ میں نازل ہونگے، اور کسی موقعہ پر انہیں اسکی حقیقت معلوم کرنے کا اشتیاق پیدا نہ ہوا، اس سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام صحابہ کرام کا عقیدہ یہی تھا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، اور وہی آخری زمانہ میں تشریف لائیں گے، دین ایک معمہ نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے امت کے سامنے معمے پیش نہیں کئے، بلکہ کھول کھول کر تمام مسائل بیان فرمائے ہیں۔

نوٹ: کسی مرزائی مناظر نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

انیسویں دلیل

اسلامی مناظر: علم معانی کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ ”لا استعارة فی الاعلام“ اعلام میں استعارہ نہیں ہوتا۔ لفظ مسیح علم (Proper noun) ہے۔ بموجب علم معانی اس سے استعارہ مراد لینا کسی طرح جائز نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے احادیث میں مسیح ابن مریم عیسیٰ ابن مریم یا ابن مریم کے آنے کی خبر دی ہے۔ لہٰذا مسیح ابن مریم سے کسی دوسرے شخص کو مراد لینا جائز نہیں۔ غلام احمد ابن چراغ بی بی مراد نہیں ہوسکتا۔ مختصر المعانی میں ہے: لاتکون

الاستعارة علما من انها تقتضی ادخال المشبه فی جنس المشبه به الا اذا تضمن العلم نوع وصفیة. اس کے حاشیہ دسوقی میں ہے: المتضمن نوع وصفیة هو ان یکون مدلوله مشهورا بوصف بحیث متی اطلق ذلک العلم فهم منه ذلک الوصف فلما کان العلم المذکور بهذه الحالة جعل کانه موضوع لذات المستلزمة.

بیسویں دلیل

عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة (ابن کثیر ص۲۳۰، ج۲ و ابن جریر)

روایت ہے حضرت حسن سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے ہیں، اور وہ ضرور قیامت سے پہلے تمہاری طرف آنے والے ہیں،

مناظر مرزائی: یہ حدیث نہیں، مرسل ہے۔

اسلامی مناظر: ابن کثیر اور ابن جریر جیسے جلیل القدر مفسرین نے اسکو نقل کیا ہے اور اس پر جرح نہیں کی۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ مرسلات حسن سب صحیح ہیں۔

اکیسویں دلیل

اسلامی مناظر: عن الربیع قال النبی ﷺ ألستم تعلمون ان ربنا حی لایموت وان عیسیٰ یاتی علیه الفناء (ابن جریر و ابن ابی حاتم) ترجمہ: حضرت ربیع سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (نجران کے) عیسائیوں سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے، وہ مریگا نہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی۔

نجران کے عیسائی حضور ﷺ سے مدینہ پاک میں مناظرہ کو آئے تھے، تو حضور

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدائی کی تردید میں بیان فرمایا تھا کہ خدا تو زندہ ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئیگی، تو پھر کیسے خدا ہوئے؟ مطلب یہ ہے کہ آپ ابھی زندہ ہیں اور پھر مرینگے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہوتے تو نبی کریم ﷺ الوہیت مسیح کے ابطال کے لئے مرجانے کا ذکر فرماتے، اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ تھے، اور مُردوں میں داخل نہ تھے۔

مرزائی مناظر: یہ حدیث مرسل ہے، اور قابل حجت نہیں۔

اسلامی مناظر: اس حدیث کا قابل استناد یا قابل حجت نہ ہونا کسی دلیل سے ثابت کرو، ورنہ صرف آپ کے کہنے سے ایسی حدیث جس کو مفسرین نے صدہا احادیث میں سند صحیح کیساتھ درج کیا ہے، وہ مجروح نہیں ہوسکتی۔

بائیسویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ وتعالی: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ (سورۃ ال عمران) ترجمہ: جس وقت کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو بھر لونگا، اور اٹھالونگا، اپنی طرف پاک کرونگا کافروں سے اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔

یہ آیت اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں کیونکہ آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح۔ بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ علیہ السلام۔ ہر چہار ضمیروں کے خطاب کے مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہے، کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے اور بوجہ

تقدیم عطف وتاخیر ربط اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ چاروں واقعات :

۱۔۔۔۔۔"توفی"۔

۲۔۔۔۔۔"رفع"۔

۳۔۔۔۔۔تطہیر۔

۴۔۔۔۔۔غلبہ تابعین۔

قیامت سے پہلے پہلے بعینہٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ کے ساتھ ہوجائیں گے، اور صیغہ اسم فاعل آئندہ زمانہ کیلئے بکثرت استعمال ہوتا ہے جیسے قرآن میں ہے: وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا (سورۃ کہف) یعنی ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اس آیت ﴿يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ کا الہام ہوا تھا۔ (براہین احمدیہ ص۵۱۹) حالانکہ مرزا صاحب اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے اور مرزا صاحب براہین احمدیہ ص۵۱۹ کے حاشیہ پر اس کا ترجمہ لکھتے ہیں، اے عیسیٰ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا۔ اور دوسری جگہ اسی براہین میں اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں اے موسیٰ میں تجھ کو کامل اجر بخشوں گا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے، کہ توفی کی تین نوعیں ہیں۔ ایک موت، دوسری نوم، تیسری اصعا دالی السماء یعنی آسمان پر اُٹھانا۔ اس جگہ پر آسمان پر اٹھانا مراد ہے۔

توفی کے حقیقی معنی ایک چیز کو پورا پورا لینا، اخذ الشیء وافیا، استیفاء شیء یا اتمام شیء ہے۔ جس جگہ بھی موت کے معنی لئے گئے ہیں وہ بطور کنایہ کے ہیں۔ قرآن میں جس جگہ بھی "توفی" کا لفظ موت کے معنوں میں آیا ہے، وہاں قرینہ موجود

ہے۔ توفی ایک جنس ہے۔ لہٰذا اس کے تعین اورازالۂ الابہام کے لئے کسی قرینہ کی حاجت ہوگی (سلم العلوم) اور پہلی دلیل کے ضمن میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا، اس جگہ خداوند کریم نے رفع مع توفی کا ذکر فرمایا ہے۔ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر ص ۶۸۵ جلد دوم پر فرماتے ہیں:

ان التوفی اخذ الشئ وافیا ولما علم اللّٰہ تعالیٰ ان الناس من یخطئ بباله ان الذی رفعه اللّٰہ تعالیٰ هو روحه ولاجسده وذکر هذا الکلام لیدل علیه السلام رفع الی السماء بتمامه وبروحه وبجسده۔ یعنی توفی کے معنی کسی شے کو بجمیع اجزائه لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ بعض لوگوں (جیسے مرزائیوں) کو یہ وسوسہ پیش آئیگا کہ حق تعالیٰ نے صرف روح کو اٹھایا اور بدن کو نہیں، اس لئے ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ بروحہ بجسدہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔

آگے چل کر امام ممدوح اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ جب توفی اور رفع جسمانی کا ایک ہی مصداق ہے، اور دونوں شے واحد ہیں، تو ﴿رَافِعُكَ﴾ ذکر کرنا تکرار ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ ''توفی'' ایک جنس کا مرتبہ ہے، تاوقتیکہ اس کے ساتھ کوئی قید منضم نہ کی جائے، اس وقت تک اس کی مراد نہیں معلوم ہوسکتی۔ اس لئے غور کیا گیا کہ وہ کونسی قید ہے کہ جو اس جنس کے ساتھ منضم ہوسکتی ہے، معلوم ہوا کہ قبض روح مع الارسال اور قبض روح مع الامساک اور اصعاد الی السماء۔ اول کا نام نوم ہے اور ثانی کا نام موت ہے اور ثالث کا نام رفع جسمانی ہے۔ چونکہ تینوں نوع اسی ایک جنس توفی کے تحت درج تھیں اس لئے ایک نوع متعین کرنے کے لئے لفظ ﴿رَافِعُكَ﴾ آیت قرآنی میں اضافہ کیا گیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ توفی کی کونسی نوع مراد ہے۔ اگر

توفی سے مراد نوم لی جائے تو اس کے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ اے عیسیٰ ہم تمہیں سلادیں گے اور آسمان کی طرف اٹھالیں گے۔

جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل اور درمنثور میں ہے کہ بوقت رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام حالت نیند میں تھے۔ علامہ زمخشری نے اساس البلاغۃ جلد دوم ص ۳۰۴ مطبوعہ مصر اور تاج العروس شرح قاموس جلد ۱۰ ص ۳۹۴ پر ہے کہ توفی سے مراد موت لینا معنی مجازی ہے: ومن المجاز ادرکته الوفاة اور معنی مجازی مراد لینا وہاں جائز ہے جہاں حقیقت متعذر ہو۔ مجاز کی طرف جب ہی رجوع کیا جاتا ہے کہ جب معنی حقیقی کا ارادہ ناجائز اور ممتنع ہوجائے، ورنہ جب تک حقیقت پر عمل ممکن ہوگا، اس وقت تک مجاز کی طرف ہرگز رجوع نہیں کیا جائیگا۔ (سلم العلوم)

شرح عقائد نسفی میں ہے: النصوص تحمل علی ظواهرها وصرف النصوص عن ظواهرها الحاد. ظاہر نص سے بلاکسی دلیل قطعی کے عدول کرنا ناجائز اور حرام ہے، بلکہ الحاد اور زندقہ ہے، لہٰذا اس آیت میں توفی کے حقیقی معنی لئے جائیں گے اور موت کے معنی میں اس جگہ یہ لفظ استعمال نہیں ہوسکتا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ عنصری زندہ آسمان پر اٹھالیا، اور قرآن میں رفع اور التوفی سے ان کے رفع جسمانی کو ظاہر فرمایا۔

مرزائی مناظر: ۱...... مرزا صاحب نے براہین میں ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ کے جو معنی کئے ہیں، وہ مامور و مرسل ہونے اور وفات مسیح علیہ السلام کے الہام سے پہلے کے ہیں، لہٰذا آپ انہیں ہمارے سامنے پیش نہیں کرسکتے۔

۲...... مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں اعلان کیا تھا، کہ اللہ فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو باب تفعل ہو، اور وہاں نوم کا قرینہ موجود نہ ہو، تو جو شخص لفظ ''توفی'' سے موت کے سوا کوئی اور معنی قرآن یا لغت عربیہ سے ثابت کر دیگا، اس کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا، اس چیلنج کو کئی سال گزر چکے ہیں، آج تک کسی کو یہ انعام حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا، آپ میں بھی ہمت ہے تو یہ انعام حاصل کریں۔

۳...... رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ''مُتَوَفِّیکَ'' کے معنی ''ممیتک'' کئے ہیں۔ (دیکھو تعلیقات بخاری) پس حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کسی کی تفسیر معتبر نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے دعا کی تھی اور صحیح بخاری اصح الکتاب ہے اس میں یہ قول موجود ہے۔

۴...... بعض مفسرین مثلاً ابن کثیر و فتح البیان وغیرہ نے بحث آیۃ ﴿مُتَوَفِّیکَ﴾ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین گھنٹہ یا سات گھنٹہ مر گئے تھے۔

اسلامی مناظر: ۱...... پہلے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ براہین کی تصنیف کے وقت مرزا صاحب ملہم مامور اور مجدد ہونے کے مدعی تھے اور ''الرحمن علم القران'' کا انہیں الہام ہو چکا تھا مگر آپ کے اطمینان کیلئے سراج منیر ص ۵۲۱ حاشیہ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ سراج منیر لکھنے کے وقت مرزا صاحب مدعی رسالت اور حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے۔ حاشیہ مذکور پر اس الہام ''یعیسی انی متوفیک'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''الہام کے یہ معنی ہیں کہ میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا''۔ پس ثابت ہوا کہ ''متوفیک'' کے معنی موت سے بچانے کے ہیں پس مرزائیوں کا کوئی حق نہیں کہ اس جگہ ''توفی'' کے معنی موت مراد لیں۔

۲...... (مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب نے جواب دیا کہ) سالہا سال سے میں مرزائے قادیان کی اس تحدی کو توڑنے کے لئے آمادہ ہوں۔ مرزائیوں کو چیلنج دیے گئے مرزا محمود کو رجسٹری کر کے خط لکھا گیا ''العدل'' میں مکتوب مفتوح شائع کیا۔

رسالہ شمس الاسلام میں اتمام حجت کیلئے کھلا چیلنج دیا۔ ہر مناظرہ میں اعلان کیا جاتا ہے، مگر مرزائی حلقوں میں موت کا سناٹا طاری ہے۔ کسی جانب سے کوئی آواز نہیں آتی۔ ہر مناظرہ میں للکار کر کہا جاتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو تحدی کرنے والے کے خلف و خلیفہ مرزا محمود کی سند نمائندگی و نیابت حاصل کر کے بعد تصفیہ شرائط میرے ساتھ فیصلہ کرو۔ مگر کیا وجہ ہے کہ طوطے کی طرح ہر جگہ ایک ہی سبق رٹنا آپ نے اپنا شعار بنالیا ہے عوام الناس کے سامنے اس چیلنج کا ذکر کر کے ان کو مغالطہ دینا آپ کا شیوہ ہو چکا ہے۔ مرزائیو! مرد میدان ہو۔ اگر کچھ شرم و حیا ہے تو اس چیلنج کا کبھی نام نہ لو یا اگر ہمت ہے تو میرے ساتھ آخری فیصلہ کر لو۔

نوٹ: مناظروں میں کسی جگہ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی کے چیلنج کو قبول کرنیکی مرزائیوں کو ہمت نہ ہوئی۔ اشتہار بھی طبع کرا کر تمام پنجاب میں تقسیم کیے گئے۔ ۱۹۳۲ء کے جلسہ قادیان پر کئی سو اشتہارات تقسیم ہوئے مگر مرزائی ساکت و صامت رہے۔

۳...... حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں۔ طبقات ابن سعد جلد ۱، ص ۲۶ پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان اللہ رفعہ بجسدہ وانہ حی وسیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکاً فیموت کما یموت الناس. ''اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم کے ساتھ اٹھالیا۔ اور وہ یقیناً زندہ ہیں۔ اور دنیا میں پھر آئیں گے۔ اور اس میں بادشاہی کریں گے پھر عام آدمیوں کی

طرح وفات پائیں گے''۔

ایسی ہی صحیح روایت تفسیر روح المعانی ص ۵۶ ،تفسیر الی العود ، جلد ا ، ص ۲۸۹ ، تفسیر فتح البیان جلد ا ص ۳۸۸ پر موجود ہے۔

پس مرزائیوں کا فرض ہے کہ رئیس المفسرین کی تفسیر کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہو جائیں۔ ''ممیتک'' والی تفسیر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ حافظ ابن جریر طبری نے اس قول کو جلد ۳، ص ۱۸۴ پر نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنیوالے راوی کا نام طلحہ ہے۔ جسکی نسبت (جس کے متعلق) میزان الاعتدال ص ۲۲۷، ج ۲ میں، تہذیب التہذیب ص ۳۳۹، ج ۷ میں ضعیف الحدیث لکھا ہے نیز ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہونے کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا سماع بھی ثابت نہیں۔ اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا بھی نہیں۔ پس یہ روایت روایات صحیحہ کے مقابلہ میں پیش نہیں ہوسکتی۔

بخاری کے اصح الکتب ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کتاب کی احادیث مرفوعہ نہایت صحیح اور قابل اعتماد ہیں اس پر اجماع ہے۔ مگر تعلیقات اور موقوفات کے متعلق یہ اجماع نہیں ہے۔ یہ روایت تعلیقات میں ہے پس یہ اس اجماع سے خارج ہے۔ حافظ ابن صلاح کے مقدمہ علم الحدیث ص ۳۰ میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔

۴.....مفسرین کرام نے تردید کی غرض سے عیسائیوں کا یہ قول نقل کیا ہے، جیسے تفسیر فتح البیان کے ص ۴۹، ج ۲ پر اس قول کے بعد درج ہے: ''وفیہ ضعف''۔ اور تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۹ جلد ۲ پر ہے، والنصاری یزعمون ان اللہ تعالیٰ توفاہ سبع ساعات ثم احیاہ۔ یعنی ''نصاریٰ کا یہ گمان ہے کہ حق تعالیٰ نے سات گھنٹہ (مسیح کو) مردہ رکھا اور پھر

زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔ اور تفسیر روح المعانی ص ۵۵۶ پر ہے، اس قول کے متعلق ہے کہ انها من زعم النصاری ''یہ نصاریٰ کے گمان میں ہے'' اور ماهو الافتراء وبهتان عظیم ''اور یہ افتراء اور بہتان عظیم ہے''۔ مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ:

والصحیح کما قال القرطبی: ان اللہ تعالیٰ رفعہ من غیر وفاۃ ولا نوم وهو اختیار الطبری و الروایۃ الصحیحۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (روح المعانی ص ۵۶، جلد اول)

''امام قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور نیند کے زندہ اٹھالیا''۔ اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا صحیح قول یہی ہے۔

قابل غور یہ امر ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے تھے۔ قتل کا سامان تیار تھا۔ اسی وقت خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی کے لئے ان سے ''توفی'' و ''رفع'' کا وعدہ فرمایا۔ اب اگر ''توفی'' کے معنی موت کے لئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہودی مارنے کے درپے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا سے التجا کی، خدا نے بھی فرمایا کہ میں تمہیں مارنے والا ہوں بتاؤ اس میں کونسی تسلی ہے، اور قرآن میں اس جگہ موت کے معنی کرنے سے کلام میں کونسی خوبی پیدا ہوتی ہے جبکہ محافظ حقیقی بھی مارنے پر آمادہ ہو چکا ہو تو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے تسلی واطمینان کا کونسا موقع ہوسکتا تھا؟ پس اس جگہ موت کے معنی لینا قواعد عربیت سیاق وسباق قرآن اور ''رافعک'' کی قید کے ہوتے ہوئے لینا کسی طرح جائز نہیں۔

نیز قرآن میں ''توفی'' کے ساتھ ''رفع'' کا ذکر ہے، اور آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے مطابق رفع فتنہ صلیبی کے وقت ہوا۔ اگر اس جگہ ''توفی'' کے معنی موت کے لئے جائیں تو یہود کا قول انا قتلنا المسیح سے ثابت ہوتا ہے موت کا سامان اس

وقت وہی تھا جو یہودیوں نے تیار کر رکھا تھا، اور اگر سوائے قتل کے موت کا اور ذریعہ تسلیم کیا جائے، تب بھی ماننا پڑیگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فتنہ صلیبی کے وقت فوت ہوگئے تھے۔ اس سے کشمیر کی زندگی کا قصہ باطل ثابت ہوتا ہے۔ مرزائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فتنہ صلیبی کے بعد کشمیر میں ۸۷ سال زندہ رہنے کے قائل ہیں۔ لہٰذا ان کے عقیدہ کے مطابق بھی اس جگہ "توفی" کے معنی موت کے نہیں لئے جاسکتے۔

تینتیسویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانه تعالیٰ: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ......الاية﴾ (سورۃ مائدۃ) ترجمہ: "میں ان پر نگہبان رہا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان پر مطلع رہا۔ (الخ)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن امت کے بارے میں سوال ہوگا، تو یہ ارشاد فرمائیں گے کہ جب تک میں زندہ رہا اس وقت تو میں نگہبان رہا، اور جب تو نے مجھے آسمان میں اٹھا لیا اس وقت آپ ہی نگہبان تھے۔ اس میں لفظ "توفیتنی" کا ترجمہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے "فرا گرفتی" اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "برگرفتی مرا" کیا ہے۔ تفسیر فتح البیان میں اس کا معنیٰ "فلما رفعتنی الی السماء" کیا گیا ہے۔ روح المعانی ص ۲۱۴، ج ۲ پر مذکور ہے: فلما توفیتنی ای قبضتنی بالرفع الی السماء۔ تفسیر خازن کے ص ۶۰۸، ج ۱ پر مرقوم ہے: فلما توفیتنی فلما رفعتنی فالمراد به وفاة الرفع لا وفات النوم. (الخ)

پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہے۔

مرزائی مناظر: اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی

کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کہونگا: فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم (صحیح بخاری) میں آنحضرت ﷺ نے اپنے لئے بھی حضرت مسیح کی طرف "توفیتنی" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کی "توفی" ہوئی، اسی طرح مسیح علیہ السلام کی بھی ہوئی۔ رفعِ آسمانی مراد لینا کسی طرح جائز نہیں۔

۲..... آیت ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ مجھے کسی نصاریٰ کا عقیدہ بگڑنے کا علم نہیں۔ بلکہ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں، ورنہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ کا جواب غلط ہوگا۔ کیونکہ بعد نزول وہ نصاریٰ کے عقیدہ سے مطلع ہوچکے ہوں گے۔

نیز اسی آیت سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی میں عیسائی نہیں بگڑے پس اب وجود تثلیث کے ہوتے ہوئے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں ہیں۔

۳..... آیت میں مسیح کی دو زندگیوں کا ذکر ہے، ایک ﴿مَادُمْتُ فِيهِمْ﴾ اور ایک بعد "توفی" جس کے متعلق فرمائیں گے ﴿كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ تیسری کسی زندگی کا اس آیت میں ذکر نہیں پس اس آیت کے مطابق جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہے اپنے حواریوں ہی میں موجود رہے۔ آسمان کی زندگی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اسلامی مناظر: "توفی" کی بحث بائیسویں دلیل کے ضمن میں ہوچکی ہے اس آیت سے ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ سے مراد "جبکہ تو نے مجھے ماردیا" لینا، ازروئے قواعد عربیت جائز نہیں۔ صحیح بخاری کی جو حدیث آپ نے پیش کی اس میں نبی کریم ﷺ نے اپنے قول کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور یہ نہیں فرمایا: فاقول ما قال العبد الصالح

اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کا ارشاد ہے کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے عہد میں اسلام ہی اسلام ہوگا۔ دوسرے مذاہب کا نشان تک نہ ہو گا۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸ پر اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔

مرزائی مناظر: یہ آیت مرزا صاحب کے حق میں پیشگوئی تھی۔ مرزا صاحب کے ذریعے دنیا کے تمام مذاہب پر اسلام کی فوقیت ظاہر ہوئی۔ دلائل و براہین اسلام کی صداقت میں جو مرزا صاحب نے لکھے ہیں ان کے ذریعے غلبہ اسلام کو ہوا۔

اسلامی مناظر: مرزا صاحب کے ذریعے جو کچھ اسلام کی فوقیت دنیا پر ظاہر ہوئی اس کی حقیقت ظاہر کرنے کا موقع نہیں۔ آپ کی یہ تفسیر مرزا صاحب کی تفسیر کے خلاف ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ”یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے“۔ بتائے مرزا صاحب کو سیاست ملکی میں کونسا غلبہ حصل ہوا۔ تمام عمر انگریزوں کی غلامی پر فخر وناز کرتے رہے۔ اس لئے یہ پیشگوئی مرزا صاحب پر چسپاں نہیں ہوسکتی۔

پچیسویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانه وتعالىٰ: ﴿عَسىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا﴾ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے لئے پیشگوئی موجود ہے۔ یعنی ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ مخلوق خدا ظلم وگمراہی کی انتہا کو پہنچ جائے گی۔ اس وقت کے لئے مرزا صاحب براہین احمدیہ ج ۴ ص ۵۰۵ کے حاشیہ پر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ”وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا میں

اتریں گے“۔

مرزائی مناظر: یہ پیشگوئی بھی مرزا صاحب کے ظہور سے پوری ہوچکی ہے۔

اسلامی مناظر: مرزا صاحب کی تصریح کے مطابق مسیح موعود کا جلالیت کے ساتھ آنا ضروری ہے اور اس کے ذریعے دنیا میں شدت، غضب، قہر وسختی کا ہونا ضروری ہے۔ مگر مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں جمالی رنگ میں آیا ہوں۔ پس مرزا صاحب اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

چھبیسویں دلیل

امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد اور ابن جریر نے حدیث نقل کی ہے۔ جس کے متعلق فتح الباری ص ۳۵۷، ج ۶ میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی اسناد سب صحیح ہیں وھو ھذا: **عن ابی هريرة قال النبی ﷺ الانبياء اخوة العلاة امهاتهم شتىٰ ودينهم واحد وانى اولىٰ الناس بعيسىٰ ابن مريم لانه لم يكن نبى بينى بينه وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوا رجل مربوع الى الحمرة والبياض عليه ثوبان مخضران كان رأسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويضع الجزئية ويدعوا الناس الى الاسلام ويهلك الله الملل الا الاسلام ويهلك الله فى زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة على الارض حتى ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذباب مع الغنم ويلعب الصبيان مع الحيات لا تضرهم فيمكث اربعين ثم يتوفىٰ ويصلى عليه المسلمون۔**

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ مائیں ان کی مختلف ہیں۔ دین (اصول) سب کا ایک ہے۔ اور میں اور عیسیٰ بہت ہی قریب

ہیں۔ کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور وہ ضرور قیامت کے دن نازل ہونگے۔ میانہ قد ہوں گے۔ سرخی اور سفیدی کے مابین ہوں گے اور ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے۔ گویا ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ کسی قسم کی تری نہیں پہنچی ہے۔ صلیب کو توڑ دیں گے جزیہ کو اٹھا دیں گے اور سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے اور حق تعالیٰ ان کے زمانے میں تمام ملتوں کو منسوخ فرمائے گا۔ پھر روئے زمین پر امن ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیل کے ساتھ اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چرنے لگیں گے۔ اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال ٹھہریں گے۔ اور اس کے بعد وفات پائیں گے۔ اور مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔''

ستائیسویں دلیل

اسلامی مناظر: مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض فیتزوج فیولد له ویمکث خمساً واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔ ترجمہ: ''حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے۔ اور نکاح کریں گے۔ اور ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال دنیا میں رہیں گے پھر فوت ہوں گے۔ پس میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔ پس میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر سے اٹھیں گے درمیان ابوبکر اور عمر کے''۔

اس حدیث میں صاف صاف مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں

گے۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص لاہور جائے گا تو اس وقت وہ شخص لاہور میں وارد شدہ سمجھا نہیں جاتا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر موجود نہیں ہیں اور آخری زمانے میں زمین پر نازل ہوں گے اور کئی سال دنیا میں رہ کر فوت ہوں گے۔ دنیا میں رہ کر نکاح کریں گے۔ صاحب اولاد ہوں گے۔ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس میں دفن کیے جائیں گے۔ ''ثم یموت'' کے لفظ سے ظاہر ہے کہ ابھی تک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔

ترمذی میں ابوداؤد سے روایت ہے: وقد بقی فی البیت موضع قبر۔ یعنی روضہ نبویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ اس ثابت ہوا کہ ''فی قبری'' سے موضع قبر یعنی مقبرہ مراد ہے۔

مرزائی مناظر: یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ کون بے غیرت مسلمان ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کا روضہ کھود کر آپ کی نعش مبارک کو ننگا کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دفن کرے گا۔ قبر بمعنی مقبرہ کسی لغت سے ثابت نہیں۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رؤیا میں صرف تین چاندوں کو روضہ میں دفن ہوتے دیکھا (مؤطا امام مالک) وہاں تین قبریں موجود ہیں۔ چوتھے چاند کا وہاں دفن ہونا اس رؤیا کے خلاف ہوگا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے یدفن فی الارض المقدسة اس سے ثابت ہوا کہ علامہ عینی کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں دفن ہوں گے۔ ''الی الارض'' کا لفظ آسمان سے اترنے کو مستلزم نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید میں بلعم باعور کی نسبت وارد ہے: ﴿ولٰکنه اخلد الی الارض﴾ کیا وہ بھی زمین پر تھا؟

اسلامی مناظر: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحت کی تصدیق مرزا صاحب بھی کر چکے ہیں۔

ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳ کے حاشیہ پر اس حدیث کے ایک جملہ "یتزوج یولد له" کو اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں اور اس سے مراد محمدی بیگم سے نکاح اور اس کے بطن سے اولاد حاصل ہونا مراد لیتے ہیں اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اسے ایک نشان قرار دیتے ہیں اس لئے مرزائیوں کا کوئی حق نہیں کہ اس حدیث کی صحت پر اعتراض کریں۔

قبر بمعنی مقبرہ مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ ملا علی قاری میں درج ہے۔ نیز مرزا صاحب نے بھی ان معنوں کو تسلیم کیا ہے لکھتے ہیں: "ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو"۔ (ازالہ اوہام کلاں ص ۱۹۶)

اس حوالے سے قبر بمعنی روضہ (مقبرہ) بھی مانا گیا ہے اور پاس دفن بھی مانا گیا ہے۔

"ینزل الیٰ الارض" کے بجائے "اخلد الی الارض" پیش کرنا بے محل ہے "اخلد الی الارض" میں تو "اخلد" خود موجود ہے کہ وہ شخص پہلے ہی زمین پر موجود تھا۔ اسی طرح علامہ عینی کا لکھنا بھی ہمارے خلاف نہیں۔ کیا روضہ نبویہ ارض مقدس نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو تین چاند دکھائے گئے تھے۔ اس کے مطابق تین چاند ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روضہ مبارک میں مدفون ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ چاند نہ تھے سورج تھے جس کی ضیاء سے یہ چاند روشن ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ کی زندگی میں صرف تین قبریں تیار ہونے والی تھیں اس لئے صرف تین چاند آپ کو دکھائی دیئے۔ چوتھے چاند حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ انکی زندگی میں نازل ہوئے اور نہ ہی دفن ہوئے اس لئے رؤیا میں وہ آپ کو نہ دیکھائے گئے۔

اٹھائیسویں دلیل

عن عبد اللہ ابن سلام یدفن عیسی ابن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعا (بخاری فی تاریخه) ثم قال مکتوب فی التوراة صفة

محمد ﷺ وعیسی ابن مریم یدفن معهٗ (ترمذی) ترجمہ: "عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں صحابیوں کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی"۔ (بخاری شریف)

نیز فرمایا کہ تورات میں محمد ﷺ کی صفت درج ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ان کے ساتھ دفن ہوں گے۔ (ترمذی) اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر روضہ اقدس میں چوتھی ہوگی۔

انتیسویں دلیل

عن عائشة قلت یارسول اللہ ﷺ انی اری ان اعیش بعدک فتاذن لی ان ادفن الی جنبک فقال انی لک بذلک الموضع ما فیه الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسیٰ ابن مریم۔ (احمد ابن عساکر اور کنز العمال)

ترجمہ: "حضرت عائشہ نے (مرض موت میں) عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے بعد زندہ رہوں تو مجھے اپنے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت عطا فرمایئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لئے اس موضع میں جگہ نہیں ہے۔ اس میں صرف میری قبر، ابوبکر، عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبر کی جگہ ہے"۔

تیسویں دلیل

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم الی انزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۰۱)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کیا حال ہوگا تمہارا جب عیسیٰ ابن مریم آسمان سے تم میں نازل ہوں گے اور حالانکہ تمہارا امام تم میں سے موجود ہوگا"۔

یعنی اِدھر دجال ہوگا اور اُدھر امام مہدی جماعت کو کھڑے ہوں گے۔ لڑائی تیار ہوگی اور اِس طرف نزول مسیح ہوگا تو یہ ایک عجیب کیفیت ہوگی۔ مرزا صاحب نے ''امامکم منکم'' کو ابن مریم پر معطوف بنا کر یوں معنی کیا ہے کہ جب ابن مریم اترے گا اور تمہارا امام جو تم میں سے ہوگا'' اس طرف ترجمہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ عیسیٰ بن مریم مسلمانوں میں پیدا ہوگا مگر معطوف معطوف علیہ دو الگ الگ ہوتے ہیں تو صحیح معنی یوں ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم بھی اتریں گے۔ اب اگر اترنے کا معنی بقول مرزا صاحب ''پیدا ہونا ہے'' تو مرزا صاحب سے امام مہدی کا پیدا ہونا ضروری ہوگا۔ مگر مرزا صاحب امام بھی خود بنتے ہیں۔ یہ کہنا کہ یہ عطف تفسیر ہے غلط ہے۔ کیونکہ عربی میں عطف تفسیری عطف بیان کو کہتے ہیں۔ وہاں حرف عطف ''و'' نہیں ہوتا اور ''و'' تفسیر کے لئے کبھی نہیں آئی۔ پس ثابت ہوا کہ محض خیالی تفسیر سے مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ یہ جملہ حالیہ ہے اس کا ترجمہ جو اوپر لکھا گیا ہے وہی صحیح ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم ناصری علیہ السلام نازل ہوں گے۔

اکتیسویں دلیل

اجماع امت سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ امت محمدیہ کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ اٹھائے گئے۔ اب تک زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں زمین پر نازل ہوں گے۔

تفسیر بحر المحیط ج ۳ ص ۴۷۳ پر ہے کہ: قال ابن عطیة واجمعت الامة علی ما تضمنه الحدیث المتواتر ان عیسیٰ فی السماء حی وانه ینزل فی آخر الزمان۔ ترجمہ: تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب نازل ہوں گے جیسا کہ

احادیث متواترہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی پارہ بائیس ص ۳۲ پر اس سوال کے جواب میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ختم نبوت کے بعد کیسے تشریف لا سکتے ہیں؟ فرماتے ہیں:

ولا یقدح ذلک ما اجتمعت الامة واشهرت فیه الاخبار ولعلّها بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق به الکتاب علی قول ووجب الایمان به واکفر منکر کالفلاسفة من نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان لانه کان نبیا قبل تحلیٰ نبینا ﷺ بالنبوّة فی هذه النشاة۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: نزول عیسیٰ من السماء حق کائن۔

شرح عقائد نسفی میں ہے: ونزول عیسیٰ من السماء فهو حق۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک دین کے چار ماخذ ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع امت اور قیاس ائمہ مجتہدین۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج تک امت محمدیہ کا اس پر اجماع چلا آرہا ہے۔

بتیسویں دلیل

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لن تهلک امة انا اولها وعیسی ابن مریم اخرها والمهدی اوسطها۔ (احمد وابونعیم) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے اول میں موجود ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم اور میرے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان مہدی۔

اس حدیث میں اس امت کے تین محافظ الگ الگ بیان کیے گئے ہیں:

اول: تو خود حضور ﷺ

دوم: عیسیٰ علیہ السلام

تیسرے: امام مہدی علیہ السلام جو پہلے دو کے درمیان آئیں گے۔

اب اگر ایک کو دوسرے میں داخل کریں جیسا کہ مرزائی از روئے بروز کرتے ہیں۔ تو تین ہستیاں الگ الگ نہیں رہ سکتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اور آخری زمانہ میں اس امت کی حفاظت کریں گے۔

تینتیسویں دلیل

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذلک اخی عیسٰی ابن مریم من السماء۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸) ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا ”نبی کریم ﷺ نے کہ اس حالت میں میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے“۔ اس حدیث میں آسمان سے نزول صاف طور پر مذکو ہے۔

چونتیسویں دلیل

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لیھلن عیسٰی ابن مریم بفج الروحا بالحج او بالعمرۃ او منھما جمیعا۔ (مسلم شریف) ترجمہ: صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فج روحا سے حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھیں گے۔ (مسلم)

اس حدیث میں مسیح ابن مریم علیہ السلام کے متعلق بیان کیا گیا کہ وہ حج کریں گے۔ نقلی مسیح (مرزا) نے تمام عمر حج نہیں کیا۔

پینتیسویں دلیل

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لایقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: ”قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے۔ پھر عیسائیت کی صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کرائیں گے اور جزیہ کو موقوف کریں گے۔ اور مال بکثرت لوگوں کو دیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال ومتاع سے اچھا معلوم ہوگا“۔

یہ حدیث امام بخاری اور مسلم نے اپنی صحاح میں روایت کی ہے۔ اس میں ابن مریم کے جو نشان بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک نشان بھی مسیح (کاذب مرزا) میں پایا نہیں جاتا۔

چھتیسویں دلیل

عن جابر بن عبد اللہ فینزل عیسٰی ابن مریم فیقول امیر الناس صل بھم فیقول لا فان بعضکم امام بعض۔ (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ”عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو لوگوں کا امیر انہیں نماز پڑھانے کے لئے کہے گا۔ پس وہ انکار کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم میں سے بعض بعض کے امام ہیں“۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امامکم منکم اور " امیر الناس" سے مراد امام مہدی ہیں اور امام مہدی کی موجودگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

سینتیسویں دلیل

عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ یوشک من عاش منکم ان یلقٰی عیسیٰ ابن مریم اماما مھدیا حکما عدلا۔ (مسند امام احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا "رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے گا جو امام ہوگا ہدایت یافتہ، منصف اور عادل۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ کیونکہ باتفاق محدثین آپ اس وقت تک زندہ تھے۔

اڑتیسویں دلیل

عن ابی ھریرة مرفوعا: لیھبطن ابن مریم حکماً عدلاً۔

ترجمہ: یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابن مریم حکم اور عدل ہو کر اترے گا۔

اس جگہ "ھبوط" کا لفظ ہے "نزول" کا لفظ نہیں۔ اس میں مرزائیوں کی کوئی دلیل نہیں چلے گی۔ ورنہ یہ ثابت کریں کہ "ھبوط" بمعنی ولادت ہے۔

انتالیسویں دلیل

مرزا صاحب نے اپنی تصانیف سرمہ چشم آریہ ص ۱۸۳ و ص ۱۸۶۔ کشف الغطاء ص ۲۶۔ حاشیہ مسیح ہندوستان میں ص ۱۸، ۱۹۔ تریاق القلوب ص ۵۰۔ چشمہ مسیحی ص ۶ پر انجیل برنباس کی تصدیق کی ہے اور اس کے حوالے دیئے ہیں۔ مرزا قادیانی کی اس مصدقہ انجیل شریف کے فصل ۲۱۵ میں فتنہ صلیبی کا حال اس طرح درج کیا ہے:

اور جبکہ سپاہی یہودا کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس جگہ یسوع تھا، یسوع نے ایک بھاری جماعت کا نزدیک آنا سنا۔ تب اسلئے وہ ڈر کر گھر چلا گیا۔ اور گیاروں شاگرد سو رہے تھے۔ پس جبکہ اللہ نے اپنے بندے کو خطرے میں دیکھا، اپنے سفیروں جبرائیل اور میخائل، رفائیل اور اوراایل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لیں۔ تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا۔ پس وہ اس کو اٹھا لے گئے اور تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا جو کہ اب تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔ نیز اس انجیل کے فصل نمبر ۲۱۶ اور ۲۱۷ میں ہے: یہودا اسخریوطی کا مسیح کا ہمشکل بن جانے اور پھانسی دیئے جانے کا ذکر ہے۔

چالیسویں دلیل

عن عبد اللہ ابن مسعود قال لما کان لیلة اسریٰ برسول اللہ ﷺ لقی ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ فتذاکروا الساعة فبدأو بابراھیم فسألوه عنھا فلم یکن عنده منھا علم ثم سألوا موسیٰ فلم یکن عنده منھا علم فرد الحدیث الی عیسیٰ ابن مریم فقال قد عھد الیّ فیما دون وجبتھا فاما وجبتھا فلا یعلمھا الا اللہ. فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتله.

(ابن ماجہ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج کو نبی کریم ﷺ کی ملاقات موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سے ہوئی۔ قیامت کا تذکرہ ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لاعلمی ظاہر کی۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ پھر بات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر آئی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے ظہور کا صحیح علم اللہ کو ہی ہے پھر دجال کے خروج کا ذکر کیا اور کہا کہ میں اتر کر

اسے قتل کروں گا۔ (ابن ماجہ باب نزول عیسیٰ ؑ)

اس حدیث میں اس کونسل یا میٹنگ کا ذکر کیا گیا ہے جو شب معراج ان چار اولوالعزم انبیاء، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور محمد ﷺ میں ہوئی۔ اس آسمانی چار کونسل کے فیصلہ کے مطابق عیسیٰ ؑ آخری زمانہ میں زمین پر اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ جس مسیح کا ذکر اس حدیث میں ہے وہی آخری زمانہ میں قاتلِ دجال ہے۔ اب اگر مرزائی ثابت کردیں کہ اس وقت مرزا صاحب آسمان پر موجود تھے تو ہم قائل ہو جائیں گے ورنہ اس حدیث سے روز روشن کی طرح آسمان پر مسیح ابن مریم ؑ کی زندگی اور آخری زمانہ میں زمین پر نزول ثابت ہے۔

مرزائی مناظر: یہ ابن مسعود کا قول ہے حدیث نہیں ہے۔ ابن مسعود نے ہرگز نہیں کہا کہ میں نے یہ ذکر رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ پس یہ حدیث قابلِ حجت نہیں۔

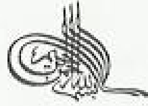
اسلامی مناظر: یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے۔ صحابی نے واقعہ معراج کا ذکر کیا ہے۔ معراج میں وہ ہمراہ نہ تھے۔ یقیناً انہوں نے جو کچھ بھی نبی کریم ﷺ سے سنا ہے وہی بیان کیا ہوگا۔ مگر آپ کا شک مٹانے کے لئے مسند امام احمد سے یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ مسند امام احمد ابن حنبل میں یہ حدیث اس طرح درج ہے:

عن ابن مسعود عن رسول اللہ ﷺ قال قال...... الخ

یعنی عبداللہ ابن مسعود نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔

مرزائی مناظر: (محمد سلیم بمقام چک نمبر ۳۵ جنوبی) یہ حدیث عبداللہ ابن مسعود کا بکواس ہے۔ وہ غیر معتبر راوی ہے۔ ہم اس کی روایت نہیں مانتے۔

نوٹ: حاضرین کی طرف سے پیہم لعنت وملامت پر محمد سلیم نے یہ الفاظ واپس لئے۔



فدائے ملت مولانا

سیّد حبیب (مدیر سیاست، لاہور)

- حالاتِ زندگی
- رَدِّ قادیانیت

حالات زندگی:

مولانا سید حبیب اللہ شاہ بن سید سعد اللہ شاہ کی ولادت ۵ ستمبر ۱۸۹۱ء کو جلالپور جٹاں ضلع گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ مشن ہائی اسکول وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے میٹرک کیا۔ مختلف اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ سے پہلے شمس العلماء مولوی سید محمد ممتاز علی (۱۸۶۰ء-۱۹۳۵ء) کے دارالاشاعت پنجاب لاہور سے بطور کلرک ملازمت کا آغاز کیا اور پھر ماہنامہ ''پھول'' اور ''تہذیب'' کے ایڈیٹر رہے۔ بعدازاں مشہور کشمیری مورخ منشی محمد دین فوق (۱۸۷۷ء-۱۹۴۵ء) کے ساتھ ''کشمیری میگزین'' سے وابستہ ہوگئے۔ اس کے بعد فوج کے کسی محکمے میں بھرتی ہوکر شنگھائی (چین) چلے گئے۔ ۱۹۱۷ء میں فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر کلکتے پہنچے اور اخبار ''رسالت'' میں ملازمت اختیار کرلی۔ بعدازاں اپنا ذاتی اخبار ''ترندی'' کے نام سے جاری کیا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ پنجاب میں گورنر سر مائیکل اڈوائر (۱۸۶۴ء-۱۹۴۰ء) کی سخت گیری کے باعث اخبارات بند ہو چکے تھے اور یہاں کے لوگوں کو جنگ کی خبروں کے لئے دوسرے صوبوں کے اخبارات دیکھنے پڑتے تھے۔ اس طرح ''ترندی'' بھی لاہور میں بکنے لگا۔ ''ترندی'' کے پنجاب میں داخلے پر پابندی لگی تو ''رہبر'' جاری کیا۔ اس کا داخلہ بند ہوا تو ''نقاش'' نکال لیا۔ اس کے بعد لاہور آکر ۱۹۱۹ء میں روزنامہ ''سیاست'' نکالا جو ۱۹۳۷ء تک باقاعدگی کے ساتھ اشاعت پذیر ہوتا رہا۔

فدائے ملت سید حبیب صحافی بھی تھے اور قومی رضا کار بھی۔ چنانچہ جب کوئی تحریک اٹھتی تو اس میں آپ کا جو کردار ہوتا، اس کی عکاسی ان کے اخبار ''سیاست'' میں ہوتی۔ آپ کو مشائخ عظام خصوصاً امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء-۱۹۵۱ء)

کا تعاون وسرپرستی حاصل تھی۔ آپ اعلیٰ درجے کے اخبار نویس، بہت اچھے مقرر اور اسلامی تاریخ سے خوب واقف تھے۔ شعر وشاعری سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گزرا۔ نہایت محنتی، جفاکش، باہمت، دوستوں کے مخلص دوست اور دشمنوں کے سخت دشمن تھے۔ بڑے سے بڑے آفیسر اور لیڈر سے ٹکرا جانے میں تامل نہ کرتے تھے۔

رد قادیانیت :

روزنامہ سیاست کے مالک ہونے کی وجہ سے ابتداءً یہ موقف قائم کر لیا تھا کہ کسی بھی مذہبی فرقہ کے متعلق مواد کو اس روزنامے میں شامل نہیں کریں گے۔ تحریک قادیانیت کے مقدمے میں اس کی وجہ خود بیان فرماتے ہیں کہ :

''مدیر و مالکان سیاست بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب سنی مسلمان ہیں۔ اور وہابی، چکڑالوی، قادیانی یا دوسرے ایسے فرقوں سے انہیں دور کا تعلق بھی نہیں۔ اسلئے کہ یہ تفریق اتحاد ملت کے لیے مضر ہے، نہ صرف یہ بلکہ فتنہ ارتداد کے زمانہ میں اور مظلومی حجاز کے موقع پر وہابی گروہ کی سینہ زوریوں کے خلاف ''سیاست'' دین حقہ کی ایسی خدمت بجالایا کہ اپنے بیگانے کے منہ سے صدائے آفریں بلند ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی سیاست یہ بھی خوب سمجھتا ہے کہ اس کا حلقہ عمل سیاسیات سے زیادہ نسبت رکھتا ہے''۔ لہٰذا یہ فرقہ وار جھگڑوں میں بادل ناخواستہ کم سے کم دخل دیکر جلد سے جلد ان سے اجتناب کرتا ہے''۔

پھر اپنے اس موقف سے برخواست ہوکر اسی روزنامے میں ایک بے نظیر قسط وار سلسلہ شروع کیا جس نے قادیانیوں کو لاجواب کر کے رکھ دیا۔ موقف میں تبدیلی کے محرکات اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

''لیکن ایک روز میں حسب معمول صبح دفتر میں پہنچا۔ اپنا اخبار دیکھا تو اس میں چیختے

مدیر سیاست سید حبیب

ہوئے عنوانات سے مرزائیوں کے خلاف ایک مضمون دیکھا۔ جو دلیل سے بالکل خالی تھا تحقیقات پر معلوم ہوا کہ ایک رات قبل دفتر میں مرزائیت کے متعلق کچھ بحث ہوئی۔ مولوی آزاد صمدانی صاحب نے جو انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کے سلسلے میں لاہور میں عارضی طور پر مقیم اور دفتر ''سیاست'' میں ازارہ کرم فروکش ہیں۔ اس مبحث پر کچھ لکھنے کا ذمہ لیا اور مولوی محمد اسحاق صاحب مدیر سیاست نے انہیں اجازت دی۔ انہوں نے رواروی میں مضمون لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا جو مدیر صاحب نے شائع کر دیا۔

ان حالات میں مولوی آزاد صاحب کا مرزائی گروہ کے متعلق بہتر مضمون سپرد قلم کرنے سے معذور ہونا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن یہ مضمون ایک قادیانی صاحب کیلئے اس بات کا بہانہ بن گیا کہ وہ مجھے آکر مرزائیت کا پیام دیں میری اور ان کی ملاقات اکبری دروازہ کے باہر ہوئی۔ اور ان کی باتوں کے جواب میں مجھے ناچار عرض کرنا پڑا کہ تحریک قادیان کے بطلان کے دلائل ایسے واضح ہیں کہ میری سمجھ ہی میں یہ نہیں آسکتا کہ کوئی شخص کیسے اس تحریک پر ایمان لاسکتا ہے۔ اس پر وہ چمکے اور فرمایا کہ تم دلیل پیش کرو۔ میں نے عرض کیا کہ سربازار بحث کرنے سے معذور ہوں۔ ''سیاست'' میں میرے دلائل مطالعہ فرمائیے گا۔ وہ مجھے قسم دے گئے کہ ضرور کچھ لکھو۔ میں اسی وقت لوٹ کر دفتر میں آیا۔ اور ''سیاست'' میں ایک شذرہ لکھا جس میں بے دلیل مضمون کی اشاعت پر اظہار افسوس کرنے کے بعد مبحث پر ایک سلسلہ لکھنے کا وعدہ کیا تھا اور یہ سلسلہ اسی عہد کے ایفا میں سپرد قلم ہوا''۔

کتاب تحریک قادیانی کے مقدمے میں مصنف مرحوم نے اس کتاب میں موجود دلائل کا خلاصہ اس طرح پیش کیا ہے جو انہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:

''اس خیال سے کہ ناظرین کرام کو میرے استدلال کے سمجھنے میں آسانی ہو، میں ان

دلائل کو جو تحریک قادیان کے متعلق میں نے پیش کئے ہیں ایک جگہ جمع کئے دیتا ہوں ۔ باقی تفصیلات ہیں جو ان دلائل کے ثبوت میں سپردِ قلم ہوئیں ۔ یہ دلائل ملاحظہ فرمائیے :

پہلی دلیل: مرزا صاحب کی تحریر مبتذل اور پیش پا افتادہ اغلاط سے پُر ہے۔ لہٰذا یہ الہامی عبارت نہیں ہوسکتی۔ جس کو خدا کی زبان کہتے ہیں۔

دوسری دلیل: میرا ایمان ہے کہ حضور شافع المذنبین کے دین کی تجدید کے لیے اگر کوئی مرسل آئے تو وہ جس طرح مجنون، کاہن اور ساحر نہیں ہوسکتا، اسی طرح شاعر بھی نہیں ہوسکتا اور مرزا صاحب شاعر تھے مگر کلام شاعری کے لحاظ سے ناقص ہے۔

تیسری دلیل: مرزا صاحب کے دعاوی کی کثرت وندرت اور انکے تنوع کا یہ حال ہے کہ انسان ان کی فہرست ہی کو دیکھ کر پریشان ہوجاتا ہے۔

چوتھی دلیل: مرزا صاحب فرزند خدا ہونے کے مدعی ہیں اور یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔

پانچویں دلیل: مرزا صاحب کا ایک دعوٰی الوہیت کا بھی ہے یعنی آپکو خود خدا ہونے کا دعوٰی ہے یہ بھی تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔

چھٹی دلیل: میرے عقیدہ کے مطابق احمد مجتبٰے محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مرزائی صاحبان بھی حضور ممدوح کی شان میں خاتم النبیین کے الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر مجھے علی وجہ شہادت علم ہے کہ خاتم النبیین کا جو مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن میں موجود ہے۔ وہ احمدی جماعت کے مفہوم ذہنی سے کوسوں دور ہے۔

ساتویں دلیل: تقریباً ہر پیغمبر کے معتقدین مرتد ہوئے۔ لیکن شاید تاریخ عالم میں مرزا صاحب کے سوا کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں کسی نبی پر ایمان لانے والوں میں اپنے نبی

کے دعوٰی نبوت کے متعلق اختلاف ہوا ہو۔ مرزا صاحب واحد مدعی نبوت ہیں جن کے دعاوی نبوت کے متعلق خود ان کے معتقدین میں اختلاف ہے۔

آٹھویں دلیل: مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور خدائے تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ بند کردیا ہے۔

نویں دلیل: مرزا صاحب نبوت کے مدعی بھی ہیں اور سے انکار بھی کرتے ہیں۔

دسویں دلیل: مرزا صاحب پر ایسے الہامات ہوئے ہیں جو خود انکی فہم میں نہیں آئے حالانکہ میرے علم ویقین کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر یا نبی ایسا نہیں گذرا جس پر خدائے تعالیٰ نے اسقدر بے اعتمادی کی ہو کہ اس کو پیام بھیجا ہو اور پھر اسکو پیام کے معنی نہ سمجھائے ہوں۔

گیارہویں دلیل: مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی وجہ سے جو خود مرزا صاحب نہیں سمجھ سکے، مدعیان نبوت کاذبہ کے لیے ایک وسیع میدان ہوگیا ہے۔ آئے دن ایک نبی علم نبوت بلند کیا کرے گا اور کہے گا کہ مرزا صاحب کے فلاں الہام کی وضاحت کے لیے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

بارہویں دلیل: مرزا صاحب نے مجدد ہونے کا دعوٰی کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے۔ لیکن وہ پہلے بارہ سو سال میں سے کسی مجدد کا نام نہیں بتاسکے۔ حالانکہ ہر پیغمبر نے اپنے سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء میں سے بعض کا نام ضرور لیا ہے۔

تیرہویں دلیل: مرزا صاحب نے الہامات کے نام سے قرآن وحدیث کی بعض آیات میں تصرف کیا ہے۔

چودہویں دلیل: مرزا صاحب کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں اور انہوں نے خود

پیشگوئی کی صحت کو معیار نبوت ٹھہرایا ہے۔

پندرہویں دلیل: مرزا صاحب کے بعض افعال واقوال پیغمبر تو کجا عام انسان کی شان کے شایان بھی نہ تھے۔

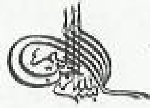
سولہویں دلیل: مرزا صاحب نے کوئی ایسا کام بطور نبی نہیں کیا جو انکے دعویٰ نبوت کو ضروری یا مسلمانوں کے لیے مفید ثابت کرے۔

سترہویں دلیل: مرزا صاحب کی بعض کارروائیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔

اٹھارہویں دلیل: مرزا صاحب نے کرشن کو نبی ظاہر کر کے خود ان کے اوتار ہونے کا دعویٰ کیا۔اور یہ دونوں باتیں تعلیم قرآن حمید کے خلاف ہیں۔

نوٹ: سلسلہ عقیدہ ختم نبوت میں کتاب تحریک قادیانیت سے قبل مصنف کی جانب سے مذکور، تمہیدات شامل نہیں ہیں۔

سید حبیب مرحوم نے تمام زندگی حق وصداقت کا پھریرا لہرایا۔کئی بار قید وبند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ہر ظالم وجابر سے ٹکرانے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کیا۔تمام زندگی لوگوں کی سفارشیں کرنے محتاجوں کی امداد کا جتن کرنے اور مظلوموں کی دادرسی کے لئے افسروں سے جھگڑنے والے اس بے لوث مرد مجاہد نے اپنے لئے غربت کی زندگی ہی کو ترجیح دی۔۲۳ فروری ۱۹۵۱ء بمطابق ۱۶ جمادی الاول ۱۳۷۰ھ بروز جمعۃ المبارک آپ اس دنیائے فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔آپ کی آخری آرامگاہ لاہور کے مشہور ومعروف قبرستان میانی صاحب میں ہے۔



تحریکِ قادیان

یہ عقیدہ ہمارے لئے کیوں قابل قبول نہیں؟

(سنِ تصنیف: 1933ء)

تصنیفِ لطیف

فدائے ملت مولانا سید حبیب

(مدیر سیاست، لاہور)

نہایت ضروری گذارش

مسئلہ قادیان پر قلم اٹھانے سے قبل میں دو ایک باتیں لکھ دینا چاہتا ہوں تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے۔

اول: مجھے اپنی علمی کم مائیگی کا احساس ہے۔ میں بدرجہ مجبوری اس موضوع پر قلم اٹھا رہا ہوں ورنہ یہ کام سیاسی اخبار نویسوں کا نہیں ہے۔ علمائے کرام کا کام ہے جنہیں قرآن پاک اور حدیث شریف وغیرہ پر کامل عبور ہے۔

دوم: مجھے کسی گروہ سے بحث کرنا مقصود نہیں۔ میں صرف یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میری دانست میں تحریک قادیان کیوں میرے لیے اور مجھ ایسے مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

سوم: اس مضمون میں احمدی مرزائی یا قادیانی الفاظ کے استعمال میں کسی خاص اہتمام سے کام نہیں لیا گیا اور نہ ان کے استعمال سے کسی کی ہتک یا دل آزاری ہی مقصود ہے۔ احمدی تو ایسا لفظ ہے جو مرزائی صاحب کے پیرو خود اپنے لیے بصد شوق استعمال کرتے ہیں کہ ان کے پیر طریقت نے یہی نام ان کے لیے تجویز کیا۔ قادیان وہ شہر ہے جسکے متعلق انکے ہادی کا اپنا شعر ہے کہ: شعر

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین اردو صفحہ۵۲)

لہٰذا کسی صاحب کو قادیان سے نسبت دینا ان کے لیے وجہ دل آزاری نہیں ہو سکتا مجھے اگر کوئی میرے اجداد کی نسبت سے مکی، مدنی، حجازی، عربی یا وطن کی نسبت سے بخاری کشمیری پنجابی، ہندوستانی، یا ایشیائی کہے تو مجھ پر ایسا خطاب ہرگز گراں نہیں گذر سکتا۔

نیز مجھے یہ بھی عرض کرنے دیجئے کہ مرزا صاحب خود کو غلام احمد قادیانی لکھا

کرتے تھے۔ چنانچہ ازالہ اوہام طبع اول کے صفحہ ۸۶ پر اور طبع ثانی کے صفحہ ۹۰ پر آپ لکھتے ہیں کہ: ''میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں''۔

اگرچہ اس حوالہ سے مقصود صرف اس حقیقت کا اظہار ہے کہ مرزا صاحب نے خود اپنے لیے قادیانی کا لفظ پسند فرمایا۔ لہٰذا ان کے کسی مرید کے لیے یہ لفظ نہ صرف ہتک آمیز ہی نہیں ہوسکتا بلکہ وجہ فخر ومباہات ہونا چاہیے۔ تاہم اس موقعہ پہ یہ عرض کر دینا بھی بے جا نہ ہوگا کہ مرزا صاحب کا یہ خیال صحیح نہ تھا کہ اس وقت کوئی شخص دنیا میں ایسا نہ تھا جو ''غلام احمد قادیانی'' ہو اس لیے کہ ضلع لودیانہ میں موضع قادیان موجود ہے۔ اور ضلع گورداسپور میں تین قادیان ہیں جن میں سے ایک میں مرزا صاحب رہتے تھے اور ایک قادیان میں ''غلام احمد قادیانی'' ایک اور شخص موجود تھا۔ جو قریشی قوم سے تھا اور مرزا صاحب کا ہم عمر تھا اور اگرچہ بعض اشخاص کے لیے مرزا صاحب کا یہی خیال ان کے دعاوی کے رد کرنے کے لیے کافی دلیل ہوسکتا ہے تاہم میں نے اس کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اس لیے کہ میرے پاس زیادہ وزن دار اعتراضات موجود ہیں۔ لہٰذا میں نے یہ واقعہ تذکرۃً سپرد قلم کیا ہے۔ اور بس......

رہا مرزائی کا لفظ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ بانی تحریک قادیان کی حیات میں ایک سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کی شان میں کسی نے مرزا صاحب کی موجودگی میں یہ شعر کہا تھا کہ شعر

کیا ہے رازِ طشت ازبام جس نے عیسویت کا　　یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں پکے مرزائی

اور مرزا صاحب آنجہانی نے اس شعر کی داد دی۔ یوں بھی انسان غور کرے تو اپنے مرشد سے کوئی نسبت اس کے لیے وجہ آشفتگی نہیں ہوسکتی۔ عیسائیوں نے عیسائی کے

لفظ کو مسلم سے کمتر جان کر مسلمانوں کیلئے محمدی کا لفظ تجویز کیا۔ لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ ایک سچے مسلمان کے لیے اس سے زیادہ اور کوئی وجہ مسرت و غرور بات ہو نہیں سکتی کہ اسے اس کے مرشد و ہادی کے اسم مبارک سے نسبت دی جائے نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہر مسلمان بہ زبان حال وقال فخر ومباہات سے نعرہ بلند کرنے لگا کہ

محمدی ہوں محمدی ہوں محمدی ہوں

اور عیسائی اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

چہارم: میری دلی خواہش ہے کہ اس تحریر میں کوئی کلمہ یا فقرہ اشارۃً یا کنایۃً ایسا نہ ہو جو کسی پر گراں گذرے۔ لیکن اگر ایسا ہو تو اسکو میری لغزش تصور کیا جائے اور اگر مجھے اس کی طرف متوجہ کیا گیا تو مجھے عذر تقصیر میں کوئی تامل نہ ہوگا۔

پنجم: میں نے کسی شخص سے اس مضمون کی تدوین میں سوائے ازیں کوئی امداد نہیں لی کہ بعض دوستوں سے کتابیں حاصل کی ہیں۔ استدلال تمام تر میرا اپنا ہے۔ لہٰذا اگر بالفرض دلائل سے میرے استدلال کو کوئی صاحب رد کر سکیں گے تو وہ شکست میری ذاتی شکست ہوگی۔ اس سے میرے ہم عقیدہ یا دوسرے علماء یا عوام پر کوئی اثر نہ ہوگا۔

ششم: حتی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ حوالے سچے ہوں اگر کوئی حوالہ غلط ہو یا اس کا مضمون یا کتاب کا صفحہ یا کتاب کا نام صحیح نہ ہو تو اس کو سہو کتابت یا لغزش قلم سمجھا جائے توجہ دلانے پر مجھے اس کی تصحیح شائع کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا......

(سید) حبیب

افتتاح اسباب بفاتحہ الکتاب

حمد و ثنا ہو تیری کون و مکان والے

الحمد للہ

یارب ہر دو عالم دونوں جہان والے

رب العالمین

بن مانگے دینے والے عرش و قرآن والے

الرحمٰن

گرتے ہیں تیرے در پر سب آن بان والے

بیشک رحیم ہے تو رحمت نشان والے

الرحیم

یوم جزا کے مالک خالق ہمارا تو ہے

ملک یوم الدین

سجدہ ہیں تجھ کو کرتے تیری ہی جستجو ہے

ایاک نعبد

امداد تجھ سے چاہیں سب کا سہارا تو ہے

وایاک نستعین

تیری ہی بارگاہ میں یہ بھی اک آرزو ہے

رستہ دکھادے سیدھا او آسمان والے

اھد نا الصراط المستقیم

وہ راستہ دکھا تو پروردگار عالم

صراط

جس پر چلا کئے ہیں پرہیزگار عالم

الذین

نعمت تھی جن کو ملتی تجھ سے نگار عالم

انعمت علیھم

اور نام جن کا اب تک ہے یادگار عالم

تیری نظر میں ٹھہرے جو عزو شان والے

عاجز حبیب کو تو ان کی نہ راہ چلانا

غیر

مغضوب ہیں جو تیرے اے خالق زمانہ

المغضوب علیھم

گمراہ ہوئے جو تجھ سے اے صاحب یگانہ

ولا الضآلین

ہے عرض تجھ سے اتنی اے قادر و توانا

مقبول یہ دعا ہو او لا مکان والے

امین

(سید) حبیب

قسط اول (۱)

ادعائے نبوت کوئی نئی بات نہیں۔حضور سرور کائنات فخر موجودات احمد مصطفےٰ محمد مجتبیٰ ﷺ کی شریعت کے ماتحت دعویٰ نبوت کرنے والوں کی ابتدا خود خواجہ دو جہان کے عہد ہی میں شروع ہوئی جو اب تک جاری وساری ہے۔اور یہ کہنا مشکل ہے کہ کب ختم ہوگی؟ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔علامہ اقبال کا ایک شعر کہ شعر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز   چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اس کی صداقت نا قابل انکار ہے مسیلمہ تو مرد تھا۔حضور ختم رسل (بِاَبِی اَنتَ وَ اُمِّی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ) کے زمانہ میں ایک سے زیادہ عورتوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔مسیلمہ اور ایک مدعیہ نبوت عورت کی ناکامی نے دونوں کو متحدہ ہونے پر مجبور کیا، مشاورت ہوئی، دونوں تنہا تھے۔انکے پیر ومرشد علیہ اللعنہ بھی آپہنچے۔شیطنت کے پینگ بڑھے بدکاری دمے خواری کے لطف اڑے اور بی پیغمبرنی صاحبہ مسیلمہ سے روزے اور نماز بطور حق مہر بخشوا کر اور اپنا منہ کالا کر کے گھر کو سدھاریں۔

اس وقت سے لیکر اب تک مسلمانوں کو راہ ہدیٰ سے منحرف کرنے کے لیے کئی خدا کئی اوتار کئی پیغمبر کئی فرزندان خدا اور کئی مہدی اس دنیا میں آچکے ہیں۔آغا خاں اپنے مریدوں کے لیے خود خدا ہے۔اس کے غسل کا وہ پانی جو یورپ کی غلیظ ترین ناپاکیوں کا حامل ہوتا ہے۔بطور تبرک بٹتا اور سونے کے بھاؤ بکتا ہے۔ہندوستان اور عرب میں ایسے گروہ موجود ہیں جو کسی داعی ظاہر یا باطن کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں۔یا جن کی دانست میں اب ہادی آچکا چنانچہ بلوچستان کے علاقہ مکران میں ایک قوم آباد ہے جس کو ذکری کہتے ہیں۔اس قوم کا خیال یہ ہے کہ (معاذ اللہ)

۱......کلمہ محمد رسول اللہ منسوخ ہو چکا اور اب یہ لوگ جو کلمہ پڑھتے ہیں وہ یوں ہے:

لا الہ الا اللہ محمد مہدی رسول اللہ۔

۲......ان کی دانست میں نماز موقوف ہو چکی ہے۔یہ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں ایک شخص بلند آواز سے ذکر شروع کرتا ہے اور باقی اسکا ساتھ دیتے ہیں۔

۳......ان کی رائے میں مہدی آچکے۔

غرض ان کے معتقدات عجیب وغریب ہیں۔جن مہدی حضرات یا ان کے پیروؤں کا پتہ چلتا ہے۔وہ کامیاب مہدی ہیں۔ناکام مہدیوں کی تعداد کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔مثلاً ضلع گجرات میں ایک گروہ ہے۔جو ماں کے ساتھ بیٹے، بہن کے ساتھ بھائی اور بیٹی کے ساتھ والد کے تعلقات کی حرمت کا قائل ہی نہیں۔ان کے مہدی کا حکم ہی یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ماں یا بہن کہہ کر پکارو۔

غرض اگر آپ تلاش کریں گے۔تو آپ کو ہر گلی میں کوئی نہ کوئی ایسا صاحب عزم مل جائے گا۔جو ملہم من اللہ ہونے کا دعویدار ہوگا۔اکثر صاحب قلم کامیاب ہوتے ہی پیری اور اس کے بعد ملہم ہونے کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں کلکتہ کے ایک بہت بڑے عالم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔اور اگرچہ وہ دعویٰ مہدیت سے باز آگئے۔تاہم اب تک ان کی تحریر کا رنگ وہی ہے۔جو کسی ایسے ہی شخص کا ہو سکتا جس کو یقین ہو کہ وہ کچھ بھی لکھ رہا ہے۔کسی قوت فوق العادۃ کے اشارے، حکم یا تائید سے لکھ رہا ہے۔

القصہ اسلام کی گذشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی زندگی میں جس قدر مدعی نبوت یا مہدیت یا مسیحیت پیدا ہوئے۔ان سب میں سے مرزا صاحب قادیانی بھی ایک ہیں۔مگر کہتے ہیں کہ یہ بہت کامیاب ثابت ہوئے ہیں حالانکہ یہ سچ نہیں۔قلت مطالعہ یا عدم

واقفیت اسی اثر کا سبب ہے۔ مدعیان نبوت میں سے مرزا صاحب کامیاب بھی شمار نہیں ہوسکتے۔ ان کو جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہی ہے یعنی یہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ جہاں بے کار علماء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے ان کی مخالفت کو اپنا پیشہ بنالیا اور یوں ان کا پروپیگنڈہ بڑھ گیا۔ جن علمائے کرام نے دلیل سے اور اظہار حق کے لیے ان کی مناسب مخالفت کی، میں ان کی عزت کرتا ہوں۔ اور ان کے حق میں میرے منہ سے دعائے خیر نکلتی ہے۔ مگر ایسے بزرگوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

پس مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت، مجددیت، مسیحیت و مہدیت میں کوئی نئی بات نہیں۔ البتہ کرشن کا اوتار بن کر ایک بت پرست و کرشن کو پیغمبر بنا دینا ضرور ایک نرالی بات ہے۔ اور انکی یہ جدت طرازی ان کیلئے ایک شان امتیاز پیدا کرتی ہے اور بس۔

بعثت سرور کونین و صاحب قبلتین ﷺ کے وقت سے لیکر اب تک جن لوگوں نے مہدویت کے دعاوی پیش کیے یا نبوت کے منصب پر قبضہ ثابت کرنے کی سعی کی۔ ان میں سے بعض نہایت کامیاب مدعیان نبوت کا حال بطور مثال سن لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ مرزا صاحب کی ظاہری کامیابی مقابلۃً کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ و ھوھذا۔

ابن تومرت

فتوحات اسلامیہ میں بحوالہ تاریخ کامل وغیرہ لکھا ہے کہ پانچویں صدی کے شروع میں محمد بن تومرت ساکن جبل سوس نے دعویٰ کیا کہ میں سادات حسینی میں سے ہوں، مہدی موعود ہوں۔ اس کے حالات میں مذکور ہے کہ اس نے امام غزالی وغیرہ اکابر علماء سے تحصیل علوم کے بعد رمل و نجوم میں بھی مہارت بہم پہنچائی۔ اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کا علم و فضل اور زہد و تقویٰ دیکھ کر اور اس کی جادو بھری تقریریں سن کر

لاکھوں آدمی اس کے شاگرد و مرید بن گئے۔ اور ایک لشکر لڑنے مرنے والا تیار ہوگیا۔ بادشاہ وقت کو بھی اس نے شکست دی۔ جس کی اس نے پہلے سے پیشگوئی کردی تھی۔

مناسبت معنوی وطبعی کے لحاظ سے عبداللہ ونشریسی اور عبدالمومن وغیرہ اس کے معتمد علیہ قرار پائے۔ عبداللہ ایک بڑا فاضل شخص تھا۔ اس کے علوم وفنون کو ابن تومرت نے کچھ عرصہ تک ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ اس کو ایک مجذوب کی مانند نہایت میلے اور گندے حال میں گونگا بنائے رکھا۔ جب لوگوں میں اس مدعی مہدویت کا خوب چرچا ہوگیا تو اپنی پہلے سے سوچی ہوئی چال چلا یعنی فاضل عبداللہ ونشریسی سے کہا کہ اب اپنا کمال علم وفضل ظاہر کرو۔ چنانچہ اس کی بتائی ہوئی تدبیر کے موافق ایک دن صبح کے وقت عبداللہ نہایت مکلف لباس پہنے اور خوشبوئیں لگائے مسجد کی محراب میں دیکھا گیا۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ فرشتہ نے آسمان سے آکر میرا سینہ شق کیا اور دھوکر قرآن اور موطا وغیرہ کتب آسمانی واحادیث وعلوم سے بھر دیا۔ مکار مہدی موعود اس بات کو سن کر رونے لگا کہ میری جماعت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی بھی پیدا کیے ہیں جن پر حضرت محمد ﷺ کی طرح فرشتے اترتے ہیں اور جس طرح آنحضرت ﷺ کا سینہ شق کیا گیا تھا۔ اسی طرح اس عاجز کی جماعت کے ایک ذلیل شخص کا سینہ فرشتوں نے شق کرکے قرآن وحدیث اور علوم لدنیہ سے بھر دیا ہے۔ غرض یہ کہ اس حکیم الامۃ ونشریسی کے طفیل اسکو بہت کچھ فروغ حاصل ہوا۔

بعض لوگ اس جھوٹے مہدی کے دعووں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے جن کی فہرست اسم وار اس نے عبداللہ کو دیدی تھی جب عبداللہ کا سینہ شق ہونے اور علوم لدنی اس کو عطا ہونے کا معجزہ تسلیم کرالیا۔ تو اس عبداللہ سے ہی کہلوایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کی شناخت کا بھی نور عطا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسی متبرک ریاست میں دوزخیوں کا رہنا

ٹھیک نہیں۔ لہٰذا ان دوزخیوں کو قتل کر دینا چاہیے۔ میرے اس بیان کی تصدیق کے لیے تین فرشتے آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔ جو فلاں کنوئیں میں موجود ہیں (اور خفیہ طریق سے تین مخلص مرید ایک سنسان مقام پر ایک چاہ میں اتار بھی دیئے) حسب الحکم مہدی کاذب ساری جماعت اس چاہ پر پہنچی۔ جہاں مکار مہدی نے اول دو رکعت نماز پڑھی بعد ازاں کنوئیں میں آواز دی کہ

"عبداللہ ونشریسی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دوزخیوں کی شناخت کا علم دے کر حکم دیا ہے کہ دوزخی قتل کر دیئے جائیں کیا یہ سچ ہے؟ چاہ میں سے آواز آئی:

سچ ہے سچ ہے! سچ ہے!"

اس تصدیق کے بعد بدیں خیال کہ یہ عالم تحتانی کے فرشتے اوپر آ کر افشائے راز نہ کر دیں، ان کو عالم بالا پر ہی پہنچا دیا جائے، تو مناسب ہے۔ مہدی موعود نے ونشریسی وغیرہ سے متوجہ ہو کر کہا کہ یہ چاہ اب نزول ملائکہ سے متبرک ہو گیا ہے۔ اس میں نجاست وغیرہ گرنے اور اس سے قہر الٰہی نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے اس کو بند کر دینا مناسب ہے۔ چنانچہ سب کی رائے سے فوراً اس چاہ کو بند کر دیا گیا۔

بعدہ ونشریسی کے بتلانے کے موافق سب مخالف چن چن کر قتل کر دیئے گئے یہ کام کئی دن میں سرانجام ہوا۔ اس طرح مہدی کاذب اپنے مخالفین کا قلع قمع کر کے فتنہ وفساد اور ملک گیری میں مشغول ہوا۔ اور ۲۴ سال تک مدعی مہدویت رہ کر عبدالمومن کو جانشین کر کے مر گیا۔

عبدالمومن

محمد ابن تومرت نے مرنے سے پیشتر اس کو امیر المومنین کا لقب دیکر اپنا جانشین کر دیا تھا۔ اور اس کے حق میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ بہت سے ملک فتح کرے گا۔ عبدالمومن چار (۴) برس تک لوگوں کے ساتھ سخاوت واحسان کے سلوک کرتا رہا اور چونکہ جوانمرد اور بہادر تھا اس لیے ملک فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ جس طرف کو گیا اسکی فتح ہوئی اندلس اور عرب کو بھی اس نے فتح کیا ۵۵۱ھ میں اپنے بیٹے محمد کو ولیعہد کر کے اپنے مریدوں سے بیعت کرائی۔ آخر ۳۳ سال تک مہدی کا خلیفہ اور امیر المومنین کہلا کر اور بڑی شان وشوکت سے بادشاہت کر کے ۵۵۸ھ میں مر گیا۔ اور اپنی اولاد کو بادشاہت دے گیا۔ بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا اور مدت العمر محمد بن تومرت کی تعلیم مہدویت پھیلاتا رہا۔

طریف ابوصبیح وصالح بن طریف

دوسری صدی کے شروع میں اس نے حکومت کی بنیاد قائم کی اور نبوت کا دعویٰ کر کے نیا مذہب اپنی قوم میں رائج کیا اور پانچویں صدی کے آخر تک اس کی اولاد میں سلطنت رہی۔ چنانچہ صالح بن طریف شروع ہی میں اپنے باپ کا مرید ہوا۔ یہ شخص اپنی قوم میں عالم و دیندار تھا۔ باپ کی طرح اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں مہدی اکبر ہوں اور عیسیٰ بن مریم میرے ہی وقت میں نازل ہوں گے۔ اور میرے پیچھے نماز پڑھیں گے اس نے اپنا نام خاتم الانبیاء بھی رکھا۔ مفصل حال ابن خلدون میں موجود ہے۔

یہ ایک جدید قرآن کے اپنے اوپر نازل ہونے کا دعویدار تھا۔ جس کی سورتیں اس کے مرید نماز میں پڑھتے تھے۔ چند سورتوں کے نام یہ ہیں۔ سورۃ الدیک، سورۃ الحمر، سورۃ الفیل، سورۃ آدم، سورۃ نوح، سورۃ ہاروت و ماروت، سورۃ ابلیس، سورۃ غرائب الدنیا وغیرہ

وغیرہ ۔ ۴۷ سال تک نہایت استقلال اور کامیابی سے اپنے مذہب کی اشاعت اور بادشاہت کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کے خاندان میں حسب ذیل مشہور بادشاہ ہوئے

نام بادشاہ	مدت سلطنت
الیاس بن صالح	۵۰ سال
یونس بن الیاس	۳۳ سال
ابوغفیر محمد صالح کا پڑوتا	۲۹ سال
ابوانصار عبداللہ بن ابوغفیر محمد	۴۴ سال

ان لوگوں نے بڑی شان وشوکت سے حکومت کی۔ اور ایسے صاحب اقبال و شوکت وجلال تھے کہ بڑے بڑے بادشاہ اور خلفاء بھی ان سے ڈرتے تھے۔

عبداللہ مہدی صاحب افریقہ

یہ شخص ۲۹۶ھ میں مہدویت کا مدعی ہوا۔ اگلے سال افریقہ میں جاکر وہاں کا فرمانروا ہوگیا اور مہدویت کا زور وشور سے اعلان کیا۔ ۶۳ سال کی عمر پائی اور ۳۲۲ھ میں اپنے بیٹے ابوالقاسم کو ولی عہد کر کے اپنی موت سے مرگیا۔ گویا ۲۷ سال دعویٰ مہدویت کے ساتھ زندہ رہا۔ اسکی اولاد میں ۵۶۳ھ تک سلطنت رہی اور ۱۳ فرمانروا اس کے خاندان میں ہوئے۔ (مفصل دیکھو ابن خلدون جلد چہارم وتاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم)

ایسے اور بہت سے نام پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن میں مندرجہ بالا مثالوں کو اپنے مقصود کے لیے کافی سمجھتا ہوں۔

قسط دوم (۲)

دعویداران مسیحیت ومہدویت کی جماعت کثیر میں سے صرف تین اشخاص کے حالات اس لیے اوپر درج کیے گئے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ مفلوک الحال کے مقابلہ میں ہم برادران تحریک قادیان کی ثروت وجاہت وتمکنت بھی ان کی صداقت کی ایک دلیل سی بن گئی ہے، اس کا ازالہ ہوسکے۔ اس لیے کہ جن مدعیان نبوت کا مختصر حال اس سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کی شوکت ثروت وتمکنت اوران کا جاہ وجلال قادیان سے لاکھوں گنا بڑھا ہوا تھا وہ صاحب تخت وتاج وحامل شمشیر وعلم ہوگذرے ہیں لہٰذا ظاہری شان وشوکت سے مرعوب ہونا درست نہیں۔ اس کو خداوند کردگار نے اپنے کلام میں ''متاع قلیل'' کا نام دیا ہے۔ لہٰذا اس سے مرعوب ہونا دانشمندی سے بعید ہے۔

تاہم اس سے مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب نہیں ہوتی اس کے لیے زیادہ قوی دلائل کی ضرورت ہے۔ میں جن دلائل کی بنا پر تحریک قادیان سے اتفاق نہیں کرسکتا وہ ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی دلیل

قرآن مجید فرقان حمید کے ماننے والوں کو اس حقیقت پر ناز ہے۔ اور اس بات پر مسلمان بجاطور پر فخر ومباہات کا اظہار کرتے ہیں کہ دنیا میں الہامی کتابوں کے ماننے والوں میں صرف مسلمان ہی ایسے ہیں جن کا ایمان ایک ایسی کتاب پر ہے۔ جس میں کوئی تبدیلی نہ اب تک ہوئی ہے، نہ آئندہ ہوگی اور نہ ہوسکتی ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ جس طرح اس کتاب کا مصنف لاشریک وبے مثال ہے۔ اسی طرح یہ کتاب بھی عدیل

و بے نظیر ہے اور اس کتاب مقدس کے مقابلہ میں بھی کوئی اور کتاب تصنیف نہیں ہو سکتی۔ پوری کتاب تو بڑی بات ہے قرآن پاک کا اپنا دعویٰ ہے کہ اس کی سورتوں کی طرح کی ایک سورۃ بھی کوئی لکھ نہیں سکتا خواہ لکھنے والا ایک ہو یا دنیا جہان کے تمام عالم و فاضل و عام انسان حیوان فرشتے دیوی اور دیوتا جمع ہو کر بھی ایسی کوشش کیوں نہ کریں۔ اسلام دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اس کو غلط ثابت کرنے کے لیے امریکہ اور یورپ کے قارونوں کا روپیہ پانی کی طرح بہہ چکا اور پادریوں نے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی مگر اس کی ایک للکار کا جواب نہ دے سکے۔ وہ للکار کیا ہے: ان كنتم في ريب مما نزلنا علىٰ عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقين ○

یعنی محمد رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن ہم نازل کر رہے ہیں اس کے بارے میں تم کو کچھ شک ہو تو اگر تم سے ہو سکے تو اس کی ایسی ایک ہی سورۃ تیار کر لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کو چاہو اپنی امداد کے لیے بلا لو۔

غور کیجئے ساڑھے تیرہ سو سال میں اس دنیا میں کتنے آدمی آئے اور چلے گئے۔ ہر لمحہ کی آبادی کئی سو کروڑ کی ہے۔ یہ صرف انسانوں کی تعداد ہے۔ غیر انسان مخلوق اس کے علاوہ ہے۔ اتنی بڑی تعداد سے چند آیتیں قرآن پاک کے مقابلہ میں تیار نہ ہو سکیں۔ یہ قرآن پاک کی صرف زبان کا اعجاز ہے۔ دوسری خوبیوں کا تو ذکر ہی کیا۔

پس جس مسلمان کی نگاہوں میں قرآن پاک کی یہ خوبی کھب چکی ہو۔ وہ کسی مدعی الہام کی تائید نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ مدعی الہام ایسا بیان اور ایسی زبان نہ لائے جس کا دنیا میں جواب نہ ہو۔

مرزا صاحب کی تحریروں کو میں نے بغور پڑھا ہے میں اس کتاب میں بار ہا اپنی

علمی فرومائیگی کا اعتراف کر چکا ہوں اور پھر اس کا اقرار کرتا ہوں لیکن مجھ ایسا ہیچمداں بھی یہ دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کی تحریر مبتذل اور پیش پا افتادہ اغلاط سے پر ہے۔ ان کی تحریروں میں عربی اور فارسی اور اردو کو استعمال کیا گیا ہے۔ جو لوگ عربی سے آگاہ ہیں (اور میں یہاں دم مارنے کی قدرت نہیں رکھتا) وہ ان کی عربی میں فاش غلطیاں دکھا سکتے ہیں۔ فارسی کا بھی یہی حال ہے لیکن میں اردو کے متعلق وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ سہو کتابت وغیرہ کے لیے ہر ممکن موقعہ دینے کے بعد بھی ان کی تحریر کو نہایت غیر معمولی اغلاط سے مملو پاتا ہوں اور من حیث الکل بھی ان کی تحریر نہ معجز نما ہے اور نہ پر زور مثلاً ان کی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳۳ میں انہوں نے (اپنی قلم) کے الفاظ استعمال کر کے تذکیر و تانیث کی ایک نہایت ہی پیش پا افتادہ غلطی کی ہے۔ حقیقۃ الوحی میں صفحہ ۲۵۵ ”پر سرخی کی قلم“ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور ایک اور موقعہ پر ”ہوش آئی“ کے الفاظ لکھ کر آپ نے اپنی ادبی کمزوری کا بدترین نمونہ پیش کیا ہے۔

میں ہر بات مختصر طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا عبارت کے طویل نمونے مبتذل طرز تحریر کے ثبوت میں پیش کرنا نہیں چاہتا۔ ورنہ مرزا صاحب کی تحریر سے ایسے متعدد نمونے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ساری تحریر کا معیار ادب بہت ادنیٰ ہے۔ اور ادبی لحاظ سے تحریر کی خوبی کا نمونہ کہیں شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن پاک کے بے مثال طرز تحریر پر ایمان لانے کے بعد میں یقین نہیں کر سکتا کہ خدائے قرآن مجید نے جب ایک اور نبی تجدید دین محمد کے لیے بھیجا تو خدا (معاذ اللہ) طرز تحریر کو بھول گیا یا عربی کی بجائے اردو کے اختیار کرتے ہی اس کی زبان میں فرق آ گیا لیکن یہاں تو عربی بھی غلط ہے۔

شاید کہا جائے کہ ادبی چٹخاروں سے مذہب کو کیا واسطہ؟ لہٰذا میں پھر عرض کروں گا کہ قرآن پاک نے جب ہمارے مذہب کی بنا ہی اس بات پر رکھی ہے کہ زبان کو معیار صداقت قرار دیا اس بات کا دعویٰ کیا کہ اس کی زبان لاجواب ہے تو اب کسی وجہ سے اس کی اہمیت کو گھٹانا قرآن پاک کے ایسے اصول کو نظر انداز کرنا ہے جو خدائے قرآن الحکیم نے مدعیان نبوت کی تکذیب یا تصدیق کے لئے ہمیں عنایت کیا ہے۔

اگر مرزا صاحب کا دعویٰ یہ نہ ہوتا کہ ان کی زبان کا ذمہ دار بھی خود خدا ہے۔ تو شاید اس اعتراض کی اہمیت کچھ کم ہو جاتی لیکن ایسا نہیں ہے۔ مرزا صاحب بہ بانگ دہل کتاب نزول المسیح کے صفحہ ۵۶ پر فرماتے ہیں۔

"یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر لکھتے ہیں۔ "ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے عربی تحریروں کے وقت میں صدہا فقرات وحی متواتر کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے۔"

غرض مرزا صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی تحریر اعجاز خداوندی کا ایک نمونہ ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تحریر مبتذل ہوتی ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کی اسی محولہ بالا تحریر سے ظاہر ہے۔ جو اعجاز تحریر کے متعلق نزول المسیح سے لی گئی ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن پاک کے نازل کرنے والے خداوند قدوس نے مرزا صاحب کو مبعوث یا مقرر فرما کر اعجاز تحریر دکھایا تو سوائے ازیں کہ اس کے لیے دعائے ہدایت کی جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

دوسری دلیل

بعثت خاتم النبیین کے زمانہ میں کفار نے حضرت امی لقب (فداہ امی وابی) پر جو الزام لگائے ان میں آپ کو ساحر کاہن مجنون اور شاعر بھی کہا گیا خداوند محمد ﷺ نے ان سب الزامات کی بڑے زور سے تردید کی۔ اور الزام شاعری کی تردید میں قدرے زیادہ زور سے کام لیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ حضور شافع المذنبین کے دین کی تجدید کے لیے اگر کوئی مرسل آئے تو وہ جس طرح مجنون کاہن یا ساحر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح شاعر بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب نے شاعری کے میدان میں بھی جلوہ نمائی کی ہے۔ مگر ان کی نثر کی طرح ان کی شاعری بھی نہایت مبتذل ہے۔ خواہ وہ شاعری اردو کی ہو یا فارسی کی۔ سارا کلام اس کا نمونہ ہے۔ لہٰذا میں اس دلیل کو طول دینے سے گریز کرتا ہوں۔

قسط سوم (۳)

جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی سب سے بڑی خوبی سادگی ہے حضور کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول اور نبی ہیں اور اسکے بندے ہیں اور بس۔ ان کے دعویٰ میں کوئی اینچ پینچ نہیں۔ برعکس اس کے مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

تیسری دلیل

یہ ہے کہ ان کے دعاوی کی کثرت ندرت اور ان کے تنوع کا یہ حال ہے کہ انسان ان کی فہرست دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے نمونۃً آپ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں کہ شعر

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا   منم محمد احمد کہ مجتبیٰ باشد

یہ شعر کتاب تریاق القلوب کے صفحہ۳ پر موجود ہے۔ پھر براہین احمدیہ کے حصہ پنجم میں درثمین کے صفحہ۱۰۰ پر ارشاد ہوتا ہے ۔ شعر

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں   نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

ایسے اشعار کو شاعرانہ تخیل یا تعلّی پر محمول کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آپ کے دعاوی کی فہرست ماشاء اللہ بہت ہی طویل ہے۔ ان کی مختصر سی روداد ملاحظہ فرمائیے۔

۱...... اللہ تعالیٰ ہونے کا دعویٰ

مرزا صاحب اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحات ۵۶۴، ۵۶۵ میں لکھتے ہیں کہ "رأیتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو فخلقت السموٰت والارض وقلت زینا السماء بمصابیح" ترجمہ: میں نے نیند میں خود کو ہو بہو اللہ دیکھا۔ اور مجھے یقین ہوگیا کہ میں وہی اللہ ہوں پس میں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور کہا کہ ہم نے آسمان کو ستاروں سے سجایا۔

۲...... اللہ تعالیٰ کے فرزند ہونے کا دعویٰ

حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۸۶ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انت منی بمنزلة ولدی" ترجمہ: تم میرے بیٹے کی جگہ ہو۔

اور پھر البشریٰ جلد دوم صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب کر کے کہا کہ "انت منی بمنزلة اولادی"

۳...... کرشن ہونے کا دعویٰ

مرزا صاحب نے سیالکوٹ میں لیکچر دیا۔ یہ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کی بات ہے۔ یہ لیکچر قادیان کی جماعت کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس لیکچر میں آپ نے کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد آپ البشریٰ کی جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر خود کو

"ہے کرشن جی رودر گوپال"

فرماتے ہیں۔

۴...... اوتار ہونے کا دعویٰ

ہندوؤں کو مخاطب کر کے جناب مرزا صاحب کتاب البشریٰ کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۱۶ پر لکھتے ہیں کہ "برہمن اوتار (یعنی مرزا صاحب) سے مقابلہ اچھا نہیں۔"

۵...... آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ

کتاب البشریٰ ہی کی جلد اول میں صفحہ ۵۶ پر مرزا صاحب نے آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۶...... نبوت کا دعویٰ

یہ بہت اہم دعویٰ ہے اس کے وجود سے مرزائیوں کی ایک جماعت نے انکار کیا ہے۔ یہ طویل بحث کا محتاج ہے یہاں اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے۔ آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا جس کے ثبوت میں متعدد حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں۔

۷...... ابن مریم ہونے کا دعویٰ

اپنی کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۳۴ پر مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”یہ دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ ہونے کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے“ نیز اس دعویٰ کے الفاظ آپ کی کتاب ازالہ اوہام میں ملتے ہیں جس کے صفحہ ۶۵۸ پر آپ لکھتے ہیں کہ ”نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے کہ جس نے عیسیٰ بن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ ولد روحانی کو نہ پایا۔ جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔ تب خدا تعالیٰ اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا۔ اور اس اپنے بندہ کا نام ابن مریم رکھا۔“

نیز کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۶۵ پر آپ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو طبع اول)

نیز سیالکوٹ میں مرزا صاحب نے ایک لیکچر دیا تھا جس کا حوالہ میں قبل ازیں دے چکا ہوں۔ اس میں بھی آپ نے یہ دعویٰ کیا چنانچہ مطبوعہ لیکچر کے صفحات ۳۳،۳۲ پر اس دعویٰ کا ذکر موجود ہے۔

۸...... محمد ہونے کا دعویٰ

لیکن اسی پر اکتفا نہیں۔ خدا اور عیسیٰ ابن مریم ہونے کے مدعی ہونے کے علاوہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ خود محمد بھی ہیں۔ چنانچہ آپ اپنی تحریرات موسومہ خطبہ الہامات کے صفحہ ۱۷۱ پر لکھتے ہیں کہ

”خدا نے مجھ پر اس رسول کا فیض اتارا اور اس کو پورا کیا اور مکمل کیا اور میری طرف اس رسول کا لطف اور جود بھرا یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہوگیا۔“

(اصل عبارت عربی میں ہے میں نے آسانی کے خیال سے اس کا ترجمہ پیش کر دیا ہے)

۹...... ظلی محمد ہونے کا دعویٰ

اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۱ پر آپ نے ظلی طور پر محمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۰...... احمد ہونے کا دعویٰ

آپ نے اپنے احمد ہونے کا دعویٰ پیش کیا۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت شریفہ ہے کہ ”ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد“

مرزا صاحب اپنی کتاب ازالہ اوہام کی طبع اول کے صفحہ ۶۷۳ پر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ احمد میں ہی ہوں۔

۱۱...... ظلی احمد ہونے کا دعویٰ

تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۱ پر آپ نے ظلی احمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۲...... مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

اس کا ثبوت ابن مریم کے دعویٰ کی دلیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳...... محمد مفلح ہونے کا دعویٰ

بشریٰ نامی کتاب کی جلد دوم کے صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے کہ

”حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے میرا ایک اور نام رکھا ہے جو پہلے کبھی سنا بھی نہیں۔ تھوڑی سی غنودگی ہوئی اور یہ الہام ہوا کہ تمہارا نام محمد مفلح رکھا گیا ہے۔“

۱۴...... مجدد ہونے کا دعویٰ

آپ کتاب نشان آسمانی صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ

''اس عاجز کو دعویٰ مجدد ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارھواں برس جاتا ہے۔''

اور درثمین فارسی صفحہ ۱۲۲ پر فرماتے ہیں شعر

رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم کہ اومجدد ایں دین و رہنما باشد

۱۵...... محدث ہونے کا دعویٰ

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ پر آپ لکھتے ہیں کہ میں محدث ہوں۔ نیز توضیح مرام صفحہ ۱۷ تا ۱۹ میں بھی یہ دعویٰ موجود ہے۔

۱۶...... مہدی ہونے کا دعویٰ

معیار الاخبار میں مرزا صاحب صفحہ گیارہ پر لکھتے ہیں۔

''میں مہدی ہوں۔''

۱۷...... جزوی وظلی نبی ہونیکا دعویٰ

تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۱ پر آپ نے بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اسی طرح ظلی اور جزوی نبی ہونے کا دعویٰ آپ نے توضیح مرام کے صفحہ ۱۷ تا ۱۹ پر بھی کیا ہے۔

۱۸...... صور ہونے کا دعویٰ

چشمہ معرفت کا صفحہ ۷۶ ملاحظہ فرمائیے تو اس میں لکھا ہے کہ

''اس جگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہیں۔''

۱۹...... سنگ اسود ہونے کا دعویٰ

البشریٰ جلد اول صفحہ ۴۸ پر لکھا ہے کہ

''ایک شخص نے میرے پاؤں کو بوسہ دیا میں نے کہا کہ سنگ اسود میں ہوں۔''

۲۰ ...... عجیب ترین دعویٰ

لیکن سب سے عجیب دعویٰ وہ ہے جو البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۱۱۸ پر یوں درج ہے

''ایمن الملک جے سنگھ بہادر''

دعاوی کی تو انتہا نہیں کہاں تک لکھتا چلا جاؤں۔ اب انسان عقیدہ لائے تو کس دعویٰ پر؟

قسط چہارم (۴)

اختصار کے ساتھ اور شدید انتخاب کے بعد میں نے مرزا صاحب کے بیس دعاوی گنوائے ہیں ان دعاوی میں سے جن کا تعلق اوتار یا کرشن وغیرہ سے ہے۔ ان کے متعلق مجھے جو کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ میں کسی آئندہ قسط میں ناظرین کرام کے گوش گزار کروں گا۔ خدا اور فرزند خدا ہونے کے متعلق آپ کے دعاوی ایسے ہیں کہ ان کے خلاف اگر تفصیلی بحث کی جائے تو برسوں یہ سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ اس لیے کہ توحید باری تعالیٰ اسلام کا اصل الاصول ہے اور قرآن پاک تولید و ولادت حق عز اسمہ کے خلاف دلائل سے بھرا پڑا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مرزا صاحب کے عقیدتمند عوام کو مرزا صاحب کے ان دعاوی سے آگاہ تک نہیں کرتے لوگوں کو ایک مجدد اور خادم دین محمد ﷺ کی بیعت کے لیے دعوت دیجاتی ہے۔ اور جب فریب خوردہ انسان عقل کو کھو بیٹھتا ہے۔ تو اسکے لیے ایسے

خلاف عقل دعاوی کے متعلق ان توضیحات کو تسلیم کر لینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی جو ایک دانش مند کے لیے لایعنی ہوتی ہیں۔ کسی مسلمان سے بلا تکلف و بلا اطلاع پوچھ کر دیکھ لیجئے کہ کیا تم تسلیم کر سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا ہوا یا کسی کو اس کی فرزندی کا رتبہ حاصل ہے۔ تو وہ معاذ اللہ کہہ کر ایسے کلمات کے سننے تک سے انکار کر دے گا۔ مگر عقیدت وہ شے ہے کہ جہاں ایک دفعہ یہ جذبہ پیدا ہوا۔ موحد ترین انسان اپنے پیر کی ہر خلاف شرع حرکت کو عین شریعت سمجھتا اور اپنے مرشد کے کفر نواز کلمات کو توحید کی دلیل واضح گردانتا ہے۔

قادیانی کہیں گے اور اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں کہ یہ باتیں راز و نیاز کی ہیں۔ جو شخص فنافی اللہ ہو چکا وہ خود کو فرزند خدا سمجھنے لگے تو کیا۔ لیکن یہ شریعت نہیں۔ حضرت منصور نے دعویٰ ''انا الحق'' کیا۔ تو شریعت نے ان کی کھال کھینچ دی۔ قرآن الحکیم کی تعلیم کی رو سے ایسا دعویٰ خارج از اسلام ہے۔ اور ایک نبی کے لیے وہ گفتگو شایان شان نہیں جو کسی مجذوب کی زبان پر جاری ہو سکتی ہو۔

اور یوں عیسائیوں سے بھی پوچھ لیجئے وہ کہیں گے کہ ''ابتداء میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا کلام خدا تھا۔''

ایک پاکیزہ تثلیث ہے جس میں تولید وولادت کی آلائش کا ذکر تک نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسی کلام کو کلمہ کہہ کر کہ وہ مسیح کا نام دیتے اور مسیح کو خدا کا فرزند مانتے ہیں اور یوں محولہ بالا اصول ''باپ، بیٹا اور روح القدس'' کی تثلیث میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہایت وضاحت سے حکم دیا کہ وہ ہرگز ہرگز یہ نہ کہیں کہ ''خدا تین میں سے ایک ہے''۔ (قرآن الحکیم)

بلکہ سورہ اخلاص میں ارشاد ہوتا ہے: لم یلد ولم یولد○

یہ کلیہ بیان کر کے ایسے عقائد باطلہ کی ترویج کا دروازہ ہمیشہ کیلئے اور کلیۃً بند کر دیا گیا ہے۔ کسی زمانہ میں جب کہ بیکاری تھی مجھے بھی یہ شوق پیدا ہوا تھا کہ شاعری کے جسم زار کو مجروح تر کیا جائے۔ چنانچہ میرا اپنا ایک شعر ہے شعر

بیکاری میں حبیب بھی شاعری کے لطف
لیتے ہیں خوب وقت کا ہرجانہ سمجھ کر

اس زمانہ میں تین نظمیں ایسی بھی قلم سے ٹپک پڑیں جو قابل تعریف تھیں۔ ان میں سے ایک الحمد شریف کا ترجمہ ہے۔ جو اس کتاب میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔ دوسری علامہ اقبال کے ترانہ کی تخمیس ہے اور تیسری میں قل شریف کا ترجمہ ہے۔ آخری نظم کے دو شعر ہیں شعر

تا کہ رب خود نگوید کس تر یا رب ما
لم یلد اندر قرآں خود گفتی وصف خویش را
زانکہ از آلائش تولید ہستی پاک تو
لم یولد شانت شدہ مشہور مولا سو بکو

پہلے شعر میں اب اور رب کے عقائد کا مقابلہ موجود ہے۔ مسیحی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بنی نوع انسان کا تعلق اب اور ابن کا ہے۔ یعنی باپ اور اولاد کا۔ لیکن اسلام کا عقیدہ اس کے برعکس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خلقت کا پروردگار یعنی رب ہے۔ اور ان دو عقائد میں بعد المشرقین ہے۔ باپ پیدا کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا، وہ خالق کا منصب ہے خالق کی اجازت اور اس کے حکم سے باپ نے اولاد پیدا کی۔ لیکن وہ اس کو پال نہیں سکتا پالنے والا پروردگار ہے۔ چنانچہ باپ کی موت اولاد کی پرورش کو ناممکن نہیں بنا دیتی۔ پس باپ ایک آلہ کار ہے۔ جس کا فعل بہت عارضی ہے۔ برعکس ازیں رب وہ خدائے قدوس ہے جو خود باپ کو پال کر اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ اور پھر اس اولاد کی پرورش کرتا ہے پروردگار یا رب کے بغیر زندگی ہی خارج از امکان ہے۔

اسلام کے اس عقیدہ نے مسیحیت پر فتح پائی۔ مگر مرزا صاحب پھر مسیحی عقیدہ کی طرف لوٹ گئے۔ جواز بس اندوہناک ہے۔

کہا جائے گا کہ مرزا صاحب کو خدا کے فرزند ہونے کا جو دعویٰ ہے وہ معنوی ہے، نہ کہ جسمانی۔ اگر بالفرض اس توضیح کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ عیسائی بھی یہ نہیں کہتے کہ خدانخواستہ حضرت مریم اور خداوند تعالیٰ میں جسمانی لحاظ سے زن و شوہر کے تعلقات تھے جس سے حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ اور اگر عیسائیوں کے اس دعویٰ کو خداوند اسلام نے گوارا نہیں کیا کہ معنوی لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے۔ تو مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیوں اس کلیہ سے ایک استثنیٰ کو جائز رکھے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے عیسائیوں سے آگے بڑھ کر قدم رکھا ہے۔ چنانچہ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدائے تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلا دے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا۔ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۳)

پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب سے فرمایا "انت من ماء نا وھم من فتل"

ترجمہ: اے مرزا تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے ہیں۔

(ملاحظہ ہو اربعین جلد ۳ صفحہ ۳۴)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ باقی لوگ خشکی سے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ البتہ اگر یہاں ماء کے معنی نطفہ کر لیے جائیں تو لغواً صحیح ہوگا مگر بات بدل جائے گی۔

اور ماء سے مراد نطفہ لینا خارج از جواز نہیں۔ اس لیے کہ مرزا صاحب کے مرید خاص قاضی یار محمد صاحب نے اپنے ٹریکٹ موسوم بہ اسلامی قربانی میں ایک ایسا فقرہ لکھا ہے۔ جس میں خدائے تعالیٰ کی معاذ اللہ قوت رجولیت کا ذکر بھی موجود ہے۔ اب غور کیجئے جب رجولیت کا ذکر بھی موجود ہو۔ عورت بننے کا دعویٰ بھی موجود ہو۔ نطفہ کا قصہ بھی موجود ہو تو اس مضمون پر ٹھنڈے دل یا تہذیب سے بحث کیسے اور کیونکر کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس پر بھی اکتفا نہیں۔ مرزا صاحب کشتی نوح کے صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں کہ

"مریم کی طرح موسیٰ علیہ السلام کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور کئی ماہ بعد جو دس ماہ سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔"

اور اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

"پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دردِ زہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی۔"

زبان کے لحاظ سے درد کو مؤنث لکھنا شاید اعجاز خداوندی ہو۔ لیکن تمام مراحل حمل کے موجود ہونے پر دعویٰ فرزند خدا کو معنوی تسلیم کر لینا ایک لقمہ ہے، جس کو مجھ ایسے گنہگار بھی آسانی سے نگل نہیں سکتے۔

قسط پنجم (۵)

پس تحریک قادیان کے خلاف میری

چوتھی دلیل

یہ کہ مرزا صاحب نے فرزند خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مخلوق خدا میں سے کسی کو بداہۃً صراحتاً کنایۃً اشارۃً یا استعارۃً خدا کا بیٹا مانا جائے۔ اس معاملہ میں تو اللہ تعالیٰ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس کے پیغمبر محترم ﷺ کو بھی کوئی مرد اپنا باپ بنائے یا سمجھے اور جب کسی مرد کا رسول خدا کو اپنا باپ سمجھنا بھی خدائے برتر و توانا کو گوارا نہیں تو خود اللہ تعالیٰ کو باپ کہنے اور سمجھنے والے کے لئے اسلام کے وسیع حلقہ میں داخلہ کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

محمد تم مردوں میں سے کسی ایک کا بھی باپ نہیں ہے بلکہ وہ خدا کا بھیجا ہوا رسول اور خاتم النّبیین ہے۔

پانچویں دلیل

مرزا صاحب کے ان دعاوی پر نظر دوڑائیے جن کو میں نے قسط سوم میں جمع کر دیا ہے ان میں ایک دعویٰ الوہیت کا بھی ہے یعنی آپ کو خود خدا ہونے کا دعویٰ ہے۔ میں اس دعویٰ کے متعلق کچھ لکھ کر عامۃ المسلمین کی فراست و دانش کی ہتک کرنا نہیں چاہتا بلکہ جیسے کہ میں عرض کر چکا ہوں میری سمجھ کے مطابق قرآن پاک کی تعلیم ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ استعارۃً و کنایۃً بھی کسی مخلوق کو خالق تسلیم کیا جائے۔ کیا فنافی اللہ کے بہانہ سے کسی کو اللہ ماننے والے فنافی الرسول کو رسول خدا مان لیں گے اور اگر ایسا ہو تو خدا اور رسول ہونے کے مدعی صاحبان کی تعداد شاید ہزاروں سے بھی متجاوز ہو جائے۔ پس مرزا صاحب کے دعاوی کو تسلیم کرنے سے مجھے اس لیے بھی انکار ہے کہ ان کے دعاوی میں الوہیت کا دعویٰ بھی موجود ہے۔

چھٹی دلیل

میرے عقیدہ کے مطابق احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النّبیین تھے۔ مرزائی صاحبان بھی حضور ممدوح کی شان میں خاتم النّبیین کے الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر مجھے علیٰ وجہ شہادت علم ہے کہ خاتم النّبیین کا جو مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن میں موجود ہے۔ وہ احمدی جماعت کے مفہوم ذہنی سے کوسوں دور ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ سرور کائنات فداہ امی و ابی کے بعد کوئی ظلی بروزی صاحب شریعت یا بغیر شریعت نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ اسکے برعکس احمدی جماعت مرزا صاحب کی نبوت کے قائل ہے۔ اور خود مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں لہٰذا میرے لیے تحریک قادیان قابل قبول نہیں۔ مجھے علم ہے کہ مرزا صاحب کے وہ مرید جو لاہوری جماعت کے نام سے معروف ہیں۔ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے۔ لیکن یہ مسئلہ جداگانہ بحث کا طالب ہے۔ اس موقع پر صرف اتنا عرض کرنا کافی ہے۔ مرزا صاحب کے معتقدین کی اکثریت غالب ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرتی ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ یہ اکثریت خاتم النّبیین کے الفاظ کے وہ معنی تسلیم نہیں کرتی۔ جو عام مسلمانوں کے ذہن میں محفوظ ہیں۔ مجھے علم ہے کہ مرزائی صاحبان خاتم النّبیین کے متعلق لفظی نزاع اور بحث کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں لیکن میں اس جھگڑے کو غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ اور اس پر بحث کرنا گناہ جانتا ہوں۔ حضرت امام الاعظمؒ کا ارشاد ہے کہ کسی مدعی نبوت سے دلیل یا ثبوت طلب کرنا کفر ہے۔ اسلئے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سائل مفتخر بنی نوع آدم و باعث تخلیق عالم ﷺ کے بعد امکان نبوت کو صحیح سمجھتا ہے۔

خاتم النّبیین کے الفاظ پر اس لیے بھی بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ حضور کے

بعد بعثت انبیاء کے انقطاع کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج تک کوئی نبی مبعوث ہی نہیں ہوا۔ اور جن اشخاص نے ایسا دعویٰ کیا وہ بہت کچھ عروج پانے کے بعد ایسے ناکام ہوئے کہ ان کا انجام ختم نبوت کی توفیق و تائید کیلئے بجائے خود ایک دلیل بن گیا ہے۔

مرزا صاحب کے معاملہ میں خاتم النبیین کے مسئلہ پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ مرزا صاحب کے دعاوی متعدد ہیں۔ اور اگر ان کے دوسرے دعاوی اور ان کے اپنے پیش کردہ دلائل نبوت سے ان کی تکذیب ہوجائے تو اس سوال پر بحث کرنا غیر ضروری ہو جاتا ہے کہ حضرت مکی مدنی العربی (فداہ امی و ابی) کے بعد کسی نبی کے مبعوث ہونے کا امکان بھی ہے یا نہیں ہیں۔ مرزا صاحب کے دعاوی کے خلاف خاتم النبیین کے مسئلہ پر بحث کئے بغیر پانچ دلائل پیش کر چکا ہوں اور متعدد مزید دلائل پیش کرنے والا ہوں۔ یہ دلائل ان شاءاللہ ناقابل تردید ہیں۔ لہٰذا میرے لیے یہ ضروری نہیں کہ میں سید المرسلین ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے مسئلہ پر زیادہ تفصیل سے بحث کروں۔

ساتویں دلیل

تقریباً ہر پیغمبر کے بعض معتقدین مرتد ہوئے لیکن شاید تاریخ عالم میں مرزا صاحب کے سوا اور کوئی ایسی مثال موجود نہیں جس میں کسی نبی کے دعویٰ نبوت کے متعلق اختلاف ہوا ہو مرزا صاحب وہ واحد مدعی نبوت ہیں جن کے ادعائے نبوت کے متعلق خود ان کے معتقدین میں اختلاف ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے مریدوں کے دو حصے ہیں ایک حصہ کا نام احمدی جماعت لاہور ہے اور دوسرا گروہ قادیانی کہلارہا ہے۔ لاہوری جماعت کے عقائد کی فہرست اس جماعت کے امیر مولانا محمد علی کی تصنیف تحریک احمدیت کے آخری

صفحہ پر موجود ہے اس میں عقیدہ نمبر ۲ کے الفاظ ہیں۔

''ہم آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ (یعنی مرزا صاحب قادیان) جو لکھتے ہیں کہ اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا جو شخص ختم نبوت کا منکر ہوا سے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔ ہم نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔''

اسی جماعت کے عقیدہ نمبر ۷ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا کہ

''میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

برعکس ازیں جماعت قادیان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے انکار کرنے والا کافر ہے میں ان دو جماعتوں کے اختلاف کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ مرزا صاحب متضاد باتیں فرما گئے۔ لہٰذا ان کی تحریک پر ایمان لانا خارج از بحث ہے انکے تضاد پر ان شاءاللہ تعالیٰ جداگانہ بحث بھی ہوگی۔

قسط ششم (۶)

تحریک قادیان پر مجھے سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس کو ایک نبی کی تحریک مانا جاتا ہے اور جیسے کہ میں آگے چل کر ثابت کروں گا، مرزا صاحب نے ادعائے نبوت کا ایک ایسا دروازہ کھولدیا ہے جو کبھی بند ہوتا نظر ہی نہیں آتا۔ پس مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

آٹھویں دلیل

یہ ہے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ اور خدائے اسلام نے نبوت کا دروازہ بند کردیا ہے اسلیئے کہ اس نے پیغمبر آخرالزمان ﷺ کو ایک کامل دین دیا۔ اور اس دین کو ایک کتاب میں منضبط کر کے فرمادیا کہ ہم نے اسے (قرآن کو) نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ حضور امی لقب (فداہ روحی) کے بعد اگر کوئی نبی آئے تو کیوں؟ اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ نبی آئے گا ......

۱...... اسلام کی تنسیخ کے لیے ۲...... اسلام کی تردید کے لیے

۳...... اسلام کی تکمیل کے لیے ۴...... اسلام کی تشریح کے لیے

۵...... اسلام کی تفسیر کے لیے ۶...... اسلام کی تصحیح کے لیے

۷...... اسلام کی تجدید کے لیے

میں ادب سے عرض کروں گا کہ اسلام کی تردید، تنسیخ و تکمیل و تجدید تو خارج از امکان ہے اور نہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہی یہ ہے کہ وہ ان اغراض سے آئے۔ لہٰذا ان پر بحث کرنا فضول ہے۔ قرآن اور اسلام مرادف ہیں۔ لہٰذا اسلام یا قرآن کی تشریح اور تفسیر کرنے والوں کو اگر پیغمبر مان لیا جائے تو شاید ایسے پیغمبروں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور ابھی کروڑوں مفسر اور شارح ان شاء اللہ تعالیٰ پیدا ہو کر رہیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ اسلام کو کسی جدید نبی کی ضرورت ہی نہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت ایک ایسا دعویٰ ہے جسکو کوئی سلیم العقل مسلمان تسلیم نہیں کرسکتا۔

اگرچہ میں اس بات کا ذمہ دار نہیں کہ یہ ثابت کروں کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے یا نہیں لیکن چونکہ امکان ہے کہ جماعت لاہور میری تحریر کے جواب میں کچھ لکھے اور اس

جماعت کو یقیناً میرے دلائل کی مخالفت میں قلم اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو بھی واضح کردیا جائے ورنہ اس جماعت کے لوگ اتنا لکھ کر تمام ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ سید (حبیب) کا تمام استدلال ہی غلط ہے۔ اس لیے کہ اس نے مرزا صاحب کو مدعی نبوت مان کر بحث کی ہے۔ اور مرزا صاحب سرے سے اس بات کے دعویدار ہی نہ تھے کہ وہ نبی ہیں۔

میں پہلے بھی عرض کرچکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ مرزا صاحب وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور ان کے معتقدین میں انکی بعثت کے مقدمے کے متعلق اختلاف ہے لہٰذا یہ کام بہت مشکل ہو جاتا ہے کہ انسان مرزا صاحب کے مقاصد بعثت کے متعلق ان کے مریدوں کے دوگروہوں میں کس گروہ کے استدلال کو صحیح تسلیم کرے۔ اندریں حالات میں مصروف اس بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کے ادعائے نبوت وانکار دعویٰ نبوت کے متعلق دونوں قسم کے اقوال جمع کردوں۔ اس کے بعد یہ فرض احمدی جماعت لاہور اور مرزائی احباب قادیان پر عائد ہوگا کہ وہ اپنے رہنما کے دعویٰ کے متعلق قلم اٹھا کر مقاصد بعثت میں جو تضاد ہے اس کی تاویل کریں۔ جو اصحاب اس بات کے قائل ہیں کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا وہ ان کے دعاوی نبوت کی تردید میں دلائل پیش کریں اور جو اصحاب ان کے دعویٰ نبوت کے قائل ہوں وہ ان کے انکار کی مدلل تاویل پیش کر کے ممنون فرمائیں۔

مجھے اتنا اور عرض کرنے دیجئے کہ مرزا صاحب کے جو مرید اس بات کے قائل ہیں کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔ چنانچہ اس خیال کے مرید حضرات کے سردار مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی کتاب

تحریک احمدیت کے صفحہ ۳۰ پر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''چنانچہ اسی (یعنی مرزا صاحب مدعی نبوت تھے یا نہیں) بناء پر مارچ ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ کے دو گروہ ہوگئے۔ فرق اول یعنی اس فریق کا جو مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد دروازہ نبوت کو کھلا مانتا ہے ہیڈ کوارٹر قادیان رہا، اور دوسرے فریق نے اپنا ہیڈ کوارٹر لاہور میں قائم کیا۔ فریق قادیان کی قیادت اس وقت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور فریق لاہور کی مصنف کتاب ہذا کے ہاتھ میں اور اب یہ دونوں جماعتیں اپنے اپنے طور پر الگ الگ کام کر رہی ہیں اور گو بلحاظ تعداد کثرت فریق قادیان کو حاصل ہے۔ لیکن اثر اور رسوخ کے لحاظ سے عام مسلمانوں میں فریق لاہور غالب ہے۔''

ظاہر ہے کہ مسلمان جب مرزا صاحب کے متعلق یہ فیصلہ کرنے بیٹھیں گے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے یا نہیں تو وہ اکثریت کے قول کو اپنے لیے دلیل تسلیم کریں گے اور اقلیت کے معتقدات کو رد کرنے پر مجبور ہوں گے۔

قبل ازیں کہ مرزا صاحب کے اقوال سے یہ واضح کرنے کی کوشش کروں کہ وہ مدعی نبوت تھے میں ان کے ادعائے نبوت سے انکار کرنے والوں کے سردار مولانا محمد علی صاحب ایم۔اے کی ذاتی تحریروں سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خود اس بات کے قائل رہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب نبی تھے۔ مولوی صاحب اپنے ان اقوال کا مطالعہ کریں اور پھر بتائیں کہ انکے خیالات میں جو تبدیلی ہوئی وہ کب اور کیونکر پیدا ہوئی۔ آپ کے محولہ بالا اقوال درج ذیل ہیں۔

۱..... سلسلہ احمدیہ اسلام کے ساتھ وہی تعلق رکھتا ہے جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھا۔

(ریویو جلد ۵ صفحہ ۱۶۳)

۲..... دنیا میں جتنے بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں وہ سب آخری زمانہ میں ایک مصلح، شفیع، مہدی یا مسیح کی آمد کے منتظر ہیں۔ اس انتظار کی بنا ان پیشگوئیوں پر ہے جو خود بانی مذہب کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں۔ یہ تمام پیشگوئیاں اس امر میں متفق ہیں کہ پیغمبر آخرالزمان کا نزول ایسے زمانے میں ہوگا جب کہ دنیا پرستی اور طرح طرح کے مفاسد کی افواج ایسے زور و شور سے جمع ہو جائیں گی جس کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں نہ گذری ہو۔ اور ہر ایک مذہب بیان کرتا ہے کہ موعود پیغمبر کے نزول کے ساتھ نیکی اور بدی اور خدا پرستی اور دنیا پرستی کے درمیان اس وقت ایک سخت خطرناک جنگ ہوگی اور آخر کار حق پرستی اور راستی کی افواج فتح پائے گی۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۸۱)

۳..... چونکہ فتنہ ہر چہار اکناف میں پھیل چکا ہے۔ اسلئے یہی وہ آخری زمانہ ہے۔ جس میں موعود نبی کا نزول مقدر تھا۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۸۳)

۴..... آیت کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے آخرین کہا گیا ہے اور یہی وہ لفظ ہے جو بجنسہ یا جس کے مترادف الفاظ ان تمام پیشگوئیوں میں لکھے ہوئے ہیں جو مسیح موعود کے متعلق ہیں۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۶)

۵..... پیشگوئی کے بیان میں اوپر یہ ذکر آ چکا ہے کہ نبی آخرالزمان کا ایک نام رجل من ابناء فارس بھی ہے (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۰)

۶..... ان ابتدائی اور خارجی امور کے فیصلہ سے اب ہم اس حالت میں ہو گئے ہیں کہ اس نبی آخرالزمان کی تصدیق کو سمجھنے کیلئے اندرونی شہادت پر غور کریں۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۹)

۷..... قرآن شریف اور حدیث نبوی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دو بعثت یا دو ظہور ہیں۔ اور آپ کے دو ناموں محمد اور احمد ﷺ میں انہی دو بعثتوں کی طرف

اشارہ ہے۔ (ریویو جلد ۸ صفحہ ۱۸۴)

۸..... جب ہم کسی شخص کو مدعی نبوت کہیں گے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ وہ صرف نبوت کا مدعی ہے یا با الفاظ دیگر کامل نبوت کا مدعی ہے۔ (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۲۸۸)

۹..... قرآن شریف نے جو امتیازی نشان سچے اور جھوٹے کے درمیان قائم کیا ہے۔ اس کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو پرکھو۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے کہ ایک مدعی نبوت میں کسی امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے۔ (ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۴)

۱۰..... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی صداقت کو پرکھنے کیلئے منہاج نبوت پر اگر کوئی شخص چلے تو ایک لحہ کیلئے بھی اس کے دل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا گذشتہ مذہبی تاریخ پر نظر ڈال کر غور کرو کہ جن لوگوں نے کسی مدعی نبوت کو قبول کیا اور جنہوں نے انکار کیا ان کا انکار کس بناء پر تھا۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۲۷)

۱۱..... ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے دو باتوں پر زور دیا ہے اول یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں۔ اور دوسرا یہ کہ اس کی نبوت کو اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کریں۔ ان میں اول الذکر امر تو اس کے مشن کا اصل مقصد ہوتا ہے اور ثانی الذکر کا تسلیم کرنا اس واسطے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ خدا پر زندہ ایمان بغیر نبی کے ماننے کے پیدا نہیں ہوسکتا۔ جس طرح آج نادان معترض اعتراض کررہے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپکو نعوذ باللہ خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی ہمارے نبی ﷺ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ نے اپنے آپکو نعوذ باللہ خدا کے

برابر بنانا چاہا بعینہ اسی قدیم سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے۔ (ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۶)

۱۲..... باقی رہا یہ امر کہ اس دعویٰ میں کہاں تک یہ سلسلہ سچا ہے سو اس کو اسی طریق پر پرکھو جس طریق پر انبیاء سابقین کے نشانات کو پرکھتے ہیں اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرو جو پہلے انبیاء علیہم السلام سے کفار نے کیا۔ پہلے انبیاء سے خدا کی کیا سنت رہی۔ اب بھی وہ اسی سنت کے مطابق کام کررہا ہے یا نہیں۔ (ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۹)

لیکن اسی پر اکتفا نہیں ایسے حوالے بیسیوں دیئے جاسکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں۔

۱۳..... تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں ہم یہ نظارہ دیکھتے ہیں کہ نبی کو اس کے دعویٰ کے وقت تک ایک بڑا راست باز اور برگزیدہ انسان عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور کوئی شخص نہیں ہوتا کہ اس پر کچھ بھی عیب لگا سکے۔ لیکن دعویٰ کے بعد جو الزام نبی پر لگائے جاتے ہیں کہ ان کی کوئی حد نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون ٥

پس جس طرح قرآن شریف نے کفار کو ملزم کہا۔ اسی طرح آج وہ لوگ بھی ملزم ٹھہرتے ہیں جو جانتے ہیں کہ اگر جانتے نہیں تو تحقیق کرسکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی قبل از دعویٰ مسیحیت ایک بالکل بے لوث اور اعلیٰ درجہ کی راستبازی کی زندگی تھی اور عجیب تر یہ کہ آپ کے الہامات میں بعینہ وہی عبارت پائی جاتی ہے جو وحی قرآنی میں آنحضرت ﷺ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ الہام کے یہ لفظ ہیں: ولقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون ٥

اب کوئی خدارا غور کرے کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی قبل از دعویٰ مسیحیت

بعینہ اسی قسم کی بے لوث زندگی ہے یا نہیں جیسے انبیاء کی ہوتی ہے۔ (ریویو جلد ۵ صفحہ ۲۴۳)

۱۴..... افسوس مسلمانوں پر جو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اندھے ہو کر انہی اعتراضوں کو دوہرا رہے ہیں جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں بعینہ اسی طرح جس طرح عیسائی آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں اندھے ہو کر ان اعتراضوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور دوہرا رہے ہیں جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے تھے۔ سچے نبی کا یہی ایک بڑا بھاری نشان ہے کہ جو اعتراض اس پر کیا جاوے گا وہ سارے نبیوں میں پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے مامور من اللہ کو رد کرتا ہے۔ وہ گویا کل سلسلہ نبوت کو رد کرتا ہے۔ (ریویو جلد ۵ صفحہ ۳۱۸)

۱۵..... یا آخری زمانہ میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ نہیں دیا گیا۔ وہ خدا کی طرف سے تھا۔ اور انکو ہندوستان کے مقدس نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں پورا کر دکھایا۔ (ریویو جلد ۳ صفحہ ۱۱)

۱۶..... حضرت مسیح کے وقت کے یہودی اور ہمارے نبی کے وقت کے یہودی اور عیسائی بھی تو اپنے آپ کو ایماندار ہی ظاہر کرتے تھے لیکن ان لوگوں کا ایمان اس زمانہ کی طرح مردہ ہو چکا تھا۔ ایسے وقتوں میں اللہ تعالیٰ اور نبی بھیج کر از سر نو آسمانی نشان دکھاتا رہا اور آخیر پر طالبان حق کو ہم یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ ایسا ایک نشان نما اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ اس کا قدیم سے وعدہ تھا۔ ہاں اس کے پیچھے لگ کر جو دنیا میں مسیح موعود ہو کر ظاہر ہوا ہے ہم اس کامل اور یقینی ایمان کو پھر حاصل کر سکتے ہیں۔ پس ہمارا آخری جواب اس سوال کا کہ آیا ہم ایمان رکھتے ہیں؟ یہ ہے کہ ہم اسی وقت ایمان کا دعویٰ کر سکتے ہیں جب کہ ہم آسمانی نشانوں کو دیکھ کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کی وساطت سے اس

زمانہ میں ظاہر فرمائے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین رکھتے ہوں۔ اگر یہ نہیں تو پھر ہمارا ایمان ہمارے منہ کی بات ہے۔ جو محض لاف ہی لاف ہے اور جس کی اصلیت کچھ نہیں۔ (ریویو جلد ۳ صفحہ ۱۱)

۱۷..... فارسی الاصل (رجل من ابناء فارس) کے متعلق جو پیشگوئی وارد ہوئی ہے۔ اس کی جڑ قرآن شریف میں ہے۔ چنانچہ سورۃ الجمعہ میں آیا ہے **ھو الذی بعث..... تا ..... العزیز الحکیم** ٥ ترجمہ: خدا تو وہ ہے کہ جس نے امی لوگوں میں سے یہ رسول مبعوث کیا کہ انہیں اس کی آیات سنائے اور انہیں پاک بنائے۔ اور کتاب و حکمت کی انہیں تعلیم دے گو وہ پہلے عیاں طور پر غلطی میں پڑے ہوئے تھے اور نیز آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی۔ جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئی۔ وہ قوم بھی انہیں لوگوں کے ہمرنگ ہوگی۔ اور ان میں بھی اسی طرح نبی مبعوث ہوگا جو انہیں خدا کی آیات سنائے گا اور انہیں پاک بنائے گا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا اور خدا غالب اور حکمت والا ہے۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۶)

۱۸..... ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ایک اور یگانہ یقین کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کو خاتم الانبیاء اور قرآن کریم کو خاتم الکتب دل سے مانتے ہیں۔ اور فرشتوں حشر و نشر قیامت اور مسئلہ تقدیر پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادمین الاولین میں سے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوئے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لیے دنیا میں نازل ہوئے اور آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں۔ اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضل تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے۔ (پیغام جلد نمبر ۲۵ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء)

۱۹......معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈالا ہے کہ اخبار ہذا و (پیغام صلح) کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا وہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کے مدارس عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت میں اخبار پیغام صلح سے تعلق ہے (یعنی جناب مولوی محمد علی صاحب، جناب خواجہ کمال الدین صاحب، جناب مولانا غلام حسن صاحب پشاوری، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، جناب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب وغیرہ) خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی محض بہتان ہے ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور جو درجہ حضرت نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے کم وبیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اب دنیا کی نجات حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے بغیر نہیں ہوسکتی۔ (پیغام صلح جلد ا نمبر ۳۳ مورخہ ۱۱۶ کتوبر ۱۹۱۳ء)

قسط ہفتم (۷)

مولوی محمد علی صاحب کے معتقدات کے متعلق بحث کو ختم کرنے سے پیشتر میں ایک اور حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا اس حقیقت تلخ سے آگاہ ہے کہ مرزا صاحب کے مرید عام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کو تسلیم ہے کہ تکفیر اسی صورت میں ممکن ہے کہ مرزا صاحب کو نبی مانا جائے اور اس کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو کافر جاننے والے مرزائی ان کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے چنانچہ اپنی کتاب تحریک احمدیت کے صفحہ ۲۹ پر مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ

بالآخر حضرت مولوی (نورالدین) صاحب کے انتقال کے بعد جماعت احمدیہ کے دو فریق ہوگئے۔ ایک فریق کا عقیدہ یہ رہا کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی خواہ وہ انہیں مسلمان ہی نہیں مجدد اور مسیح موعود بھی جانتے ہوں اور خواہ وہ انکے نام سے بھی بے خبر ہوں وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور دوسرے فریق کا عقیدہ یہ رہا کہ ہر کلمہ گو خواہ وہ اسلام کے کسی فرقے سے بھی تعلق رکھتا ہو مسلمان ہے اور کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ جب تک وہ خود رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار نہ کرے۔ مسئلہ نبوت مسیح موعود جو آج کل فریقین کے درمیان اختلاف کا اہم مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ در حقیقت اسی مسئلہ تکفیر سے پیدا ہورہا ہے **کیونکہ تکفیر بغیر اس کے صحیح نہیں ہوسکتی تھی کہ حضرت مرزا صاحب کو منصب نبوت پر کھڑا کیا جائے۔**

جلی الفاظ کو بغور ملاحظہ فرمایئے۔ مولوی محمد علی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی تکفیر صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ مرزا صاحب کو نبی مانا جائے اور تکفیر کی علامت یہ ہے کہ ایسے مسلمانوں کے پیچھے نماز ادا نہ کی جائے چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے پچھلے دنوں اپنی جماعت کے عقائد کے متعلق ایک اعلان لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ہم مکفر مسلمانوں کے سوا سب کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب کی جماعت کے آدمی کسی غیر احمدی مسلمان کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے۔ میں خود اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کی جماعت کے ارکان مسلمانوں کو کافر نہیں جانتے اور وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز ادا کر لیتے ہیں اسلئے میں نے تین مختلف مواقع پر مولوی صاحب کے پیچھے نماز ادا کی۔ لیکن ایک دفعہ جب یہ بحث چھڑی تو مولوی صاحب نے کہا کہ ہم تو سید صاحب (حبیب)

کے پیچھے نماز پڑھنے پر تیار ہیں۔ لیکن پھر خود ہی فرمایا کہ ہم سمجھ لیتے کہ ایک نماز نہیں ہوئی۔ اس ایک فقرہ نے وہ کام کیا جو ہزاروں دلیلیں اور لاکھوں تحریریں نہ کرسکتیں۔ میری آنکھوں کے سامنے سے ایک پردہ ہٹ گیا۔ میں نے تینوں نمازیں دہرائیں اور توبہ کی۔ (مولانا محمد علی صاحب نے میرے اس بیان کو سیاست میں پڑھ کر جواب دینے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ ناکام رہے.....مصنف)

مولوی محمد علی صاحب کی جماعت کے عام مسلمانوں کو کافر سمجھنے کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اگر احمدی جماعت لاہور کے احباب غیر مرزائی مسلمانوں کو کافر نہ جانتے تو جداگانہ نماز کا بندوبست ہی نہ کرتے۔ بلکہ ہم انہیں ہر روز دوسرے مسلمانوں کی طرح مختلف مساجد میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے۔ علی الخصوص عیدین اور نماز جمعہ یہ شاہی مسجد میں ادا کرتے۔ لیکن صورت واقعہ یہ ہے کہ ان کی علیحدہ مسجد موجود ہے اور یہ اسی میں نماز ادا کرتے ہیں۔

دنیا میں معدلت گستری کا اصول اول یہ ہے کہ کسی شخص کو بلا ثبوت جرم مجرم تسلیم نہ کیا جائے لیکن جماعت احمدیہ لاہور کا اصول اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ وہ ہر مسلمان کو بلا ثبوت مرزائیوں کی تکفیر کا مجرم قرار دیکر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں حالانکہ مناسب یہ تھا کہ وہ ہر مسلمان کو تکفیر احمدیت سے بری سمجھ کر اسکے پیچھے نماز ادا کرتے۔ اور جس کو اس جرم کا مجرم مسلم الثبوت جان لیتے۔ اسکی قیادت میں نماز ادا کرنے سے انکار کرنے میں حق بجانب ہوتے چونکہ میں احمدی جماعت لاہور کے متعلق اس سلسلہ میں اور کچھ لکھنا نہیں چاہتا لہٰذا اس موقعہ پر دو باتیں سپرد قلم کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اول: یہ کہ مرزا صاحب کے دعاوی کا حلقہ دعویٰ نبوت تک محدود نہیں۔ لہٰذا احمدی جماعت لاہور کے ارباب حل وعقد کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو یہ بتائیں کہ مرزا صاحب نے خدا،

فرزند خدا، کرشن کلغی والا وغیرہ کے نام سے چوبیس دعاوی کئے ہیں ان کے متعلق اس جماعت کا عقیدہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر مرزا صاحب کے گوناگوں دعاوی میں سے ایک کا اعلان ہو جائے تو ان کو محدث یا بروزی نبی ماننے کا حق بھی باطل ہو جاتا ہے۔

دوم: یہ کہ میں ذاتی طور پر مولانا محمد علی ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب اور ان سے کہیں زیادہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کو جانتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ ایسے سیاسی آدمی کو مذہبی بحث میں کود کر ان کی جماعت کے معتقدات پر لے دے کرنا پڑی۔ لیکن عقائد کے معاملہ میں مداہنت کو دخل نہیں۔ لہٰذا میں مجبور ہوں کہ اپنی صحیح رائے سپرد قلم کروں۔ خدا کرے کہ میری تحریر میرے ان جاننے والوں کے لیے باعث ہدایت بن جائے جس سے مجھے بے انتہا مسرت حاصل ہوگی۔

اب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا

اخبار بدر مجریہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب نے خود لکھا کہ

''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔''

پھر آپ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۵ حاشیہ پر فرماتے ہیں:

''میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت، ایک وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔''

اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے

میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔''

تجلیات الٰہیہ کے صفحہ ۲۶ پر ارشاد ہوتا ہے

''میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام حقیقی وقطعی بکثرت نازل ہو، جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لیے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔''

۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء کو بدر میں مرزا صاحب کی ڈائری شائع ہوئی جس میں تحریر ہوا کہ

''ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو توراۃ میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گذرے ہیں جنہیں تم لوگ سچا مانتے ہو۔''

۵/ مارچ ۱۹۰۸ء کے بدر میں مرزا صاحب کی ڈائری شائع ہوئی۔ اسمیں آپ لکھتے ہیں

''ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان میں ڈرنا نہیں چاہیے۔ اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں ہماری دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے۔ خدائے تعالیٰ جس کے ساتھ مکالمہ ومخاطبہ کرے جو بلحاظ کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں۔ اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔''

اس ڈائری میں آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ

''ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اس لیے ہم نبی ہیں امر حق کو پہچاننے میں کسی قسم کا اخفا نہ رکھنا چاہیے۔''

اخبار عام مجریہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کا آخری مکتوب شائع ہوا تھا اس میں آپ نے لکھا کہ

''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ دنیا سے گذر جاؤں۔''

دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ پر ارشاد ہوتا ہے

''تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے۔ گو ستر برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔''

اسی دافع البلاء کے صفحہ گیارہ پر لکھتے ہیں

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

البشریٰ جلد دوم صفحہ ۵۶ پر قرآن پاک کی ایک آیت ان کے متعلق درج ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے

''کہہ دے اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول ہو کر آیا ہوں۔''

حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۷ پر قرآن پاک کی ایک آیت کو اپنے الہام کی صورت میں پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''(اے مرزا) تو بے شک رسولوں میں سے ہے۔''

غرض مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کے ثبوت میں متعدد مثالیں پیش کی

جاسکتی ہیں۔لیکن مجھے اختصار مدنظر ہے۔لہٰذا امثلۂ بالا پر اکتفا کرتا ہوں۔

لیکن مرزا صاحب نے اس دعویٰ کو اس خیال سے کہ مسلمان اس دعویٰ کو سنتے ہی ان سے اغماز کریں گے، بھول بھلیاں بنادیا۔

قسط ہشتم (۸)

مرزا صاحب کے اپنے ادعائے نبوت کو بھول بھلیاں بنانے کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔لیکن میں ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔آپ نے ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار دیا تھا جو ہو بہو درج ذیل ہے:

ایک غلطی کا ازالہ

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں جو واقعہ کے سراسر خلاف ہوتا ہے۔اس لیے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ میں دیا گیا۔حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ

ایسے الفاظ موجود ہیں۔اور براہین احمدیہ میں بھی جسکو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ان میں ایک وحی اللہ ہے **ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھره علی الدین کله** ٥ (دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ)

اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے: **جری اللہ فی حلل الانبیاء** یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلول میں۔(دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴)

پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے: **محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔**

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے۔دنیا میں ایک نذیر آیا۔اسکی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔ سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت تو خاتم النّبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آسکتا ہے۔اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں۔اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں۔ بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے۔اور آیت **ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین** اور حدیث **لا نبی بعدی** اس عقیدہ کفر صریح ہونے پر کامل شہادت ہے لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف

ہیں۔اور ہم اس آیت پر کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین. اوراس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جسکی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں۔اوروہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کردیئے گئے۔اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کرسکے۔نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اسلیئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لیے بلکہ اسی کے جلال کے لیے اسلیئے اسکا نام آسمان پر محمد واحمد ہے۔اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو پس یہ آیت کہ

﴿ماکان محمد ابا احمد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین﴾

اس کے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احمد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ۔

غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے، نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بہ حیثیت فنافی الرسول مجھے ملا۔لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔لیکن عیسیٰ کے اترنے سے ضرور فرق آئے گا اور جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے

علم غیب پایا ہے، رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں پس اسطور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد ہی نبی رہا، نہ اور کوئی یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلمیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے۔جو آنحضرت کی نبوت پر لگ گئی ہے۔اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واخرین منھم لما یلحقوا بھم اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے۔بلکہ محمد مصطفیٰ ہے۔اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔پس نبوت اور

رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ (خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان، ۵ نومبر ۱۹۰۱ء)

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے نبوت کی قسمیں کی ہیں۔ ایک بلا واسطہ دوم بالواسطہ۔ اور اپنے لئے فرمایا کہ میں بواسطہ نبوت محمدیہ نبی ہوں مطلب یہ کہ میری نبوت کا ذریعہ پہلے نبیوں کے ذریعہ سے الگ ہے۔ مگر مقصود میں سب برابر ہیں۔ چنانچہ اسی مضمون کو دوسری جگہ یوں فرماتے ہیں۔

''ایک اور نادانی یہ ہے کہ (میرے مخالف) جاہل لوگوں کو بھڑکانے کیلئے کہتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت ﷺ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہوں''۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

اس قسم کے بہت سے حوالہ جات ہیں جن میں مرزا صاحب نے نبوت کا صاف صاف دعویٰ کیا ہے مگر بواسطہ نبوت محمدیہ علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام لیکن آپ بعد حصول نبوت دوسرے نبیوں سے کسی طرح کم نہیں رہے۔

قسط نہم (۹)

غرض ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ مرزا صاحب نے بعض مقامات پر اپنی نبوت کا اعلان نہایت واضح غیر مشکوک اور پرزور الفاظ میں کیا ہے۔ لیکن دوسری تحریروں میں اس کو مشکوک بنادیا ہے۔ واضح اور بھول بھلیاں اعلان نبوت ہر دو قسم کی

تحریکِ قادیان

مثالیں پیش کر چکا ہوں۔ لیکن اب مجھے یہ ناگوار فرض ادا کرنا ہے کہ میں یہ بتاؤں کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے سے بالکل انکار بھی کیا ہے چونکہ احمدی جماعت لاہور ان کی دعاوی نبوت سے انکاری ہے۔ لہٰذا یہ فرض قادیان پر عائد ہوتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کے اقوال میں جو تضاد ہے اسکی توضیح کریں۔ ورنہ یہ اقرار وانکار نبوت بجائے خود مرزا صاحب کے دعاویٰ کو باطل ٹھہراتا ہے اور مرزا صاحب کے دعاوی صحیح تسلیم کرنے سے میرے انکار کی

نویں دلیل

یہ ہے کہ وہ نبوت کے مدعی بھی ہیں اور اس سے انکار بھی کرتے ہیں ادعائے نبوت سے آپ کے انکار کا ثبوت ملاحظہ فرمائیے

۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے ایک اعلان شائع کیا تھا۔ جس میں آپ نے لکھا کہ

''اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی، ملائکہ کا منکر، بہشت دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبریل، لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بھی منکر ہے لہٰذا میں بغرض اظہار الحق عام وخاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا مولانا حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام

عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔

ایسا ہی آپ نے اپنی تقریر مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں جو جامع مسجد دہلی میں ہوئی اور جو تقریر واجب الاعلان کے نام سے شائع ہوئی، فرمایا (ملاحظہ ہو دین الحق صفحہ ۹)

''دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے۔ اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے۔ یہ سارے الزامات دروغ اور باطل محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور میری کتاب توضیح المرام اور ازالہ اوہام سے جو ایسے امراض نکالے گئے ہیں۔ یہ نکتہ چینوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔

پھر اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۲۱ میں تحریر کیا کہ

سوال: رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

اما الجواب: ''نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں رؤیائے صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے۔ جس

کے لیے صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے۔ تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا؟''

پھر ۱۸۹۲ء میں آپ میں اور مولوی عبدالحکیم صاحب میں ایک مباحثہ بمقام لاہور ہوا۔ دوران مباحثہ میں جب مولوی عبدالحکیم نے یہ اعتراض کیا کہ آپ دعویٰ نبوت کرتے ہیں۔ تو آپ نے ذیل کی تحریر دی۔ جس پر ۳ فروری ۱۸۹۲ء تاریخ ہے۔ اور آٹھ گواہوں کے دستخط ہیں اور اس تحریر کو آپ کی طرف سے ایک اقرار نامہ تسلیم کر کے بحث کا خاتمہ کر دیا گیا۔ میں اس کے صرف چند فقرات یہاں نقل کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ

''جس حالت میں ابتداء سے میری نیت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت نے مکلم مراد لئے ہیں۔ تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لیے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اسکو (یعنی لفظ نبی) کو کاٹا ہوا خیال فرمائیں۔''

نہ صرف آپ نے بار بار دعویٰ نبوت سے انکار کیا۔ بلکہ صاف طور پر یہ بھی بتا دیا کہ آپ نے لفظ نبی کا استعمال محدث کیلئے جو آپ کا دعویٰ ہے صرف بطور مجاز کیا ہے۔ ایسے حوالہ جات سے آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ میں صرف تین چار حوالہ جات پر اکتفاء کرتا ہوں۔

''آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔'' (ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۴۹)

''محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے تو کیا اس سے دعویٰ نبوت لازم آ گیا۔'' (ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۴۲۲)

''مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ اگر کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔'' (سراج منیر مطبوعہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳)

''اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔'' (حاشیہ انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۸ء صفحہ ۲۷)

''اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجازاً اور استعارہ کے طور پر ہے۔''

(حاشیہ اربعین نمبر ۳، مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۵ وضمیمہ تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۴)

''اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں بلکہ فصیح استعارہ ہے۔''

(حاشیہ ضمیمہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۴)

''سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ''

(استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۶۵)

چند اور ثبوت ملاحظہ فرمایئے۔ آپ لکھتے ہیں

''ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۴)

''میں سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ (اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔'' (تقریر واجب اعلام بمقام دہلی)

''مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں۔''

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۷)

''کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا وہ شخص جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت کے بعد رسول اور نبی ہوں۔'' (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷)

چند اور حوالے بھی دیکھ لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے

''نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔''

(ازالہ اوہام صفحہ ۴)

''ابتداء سے میری نیت میں اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت نے مکلم مراد لئے ہیں۔''

(مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۹۸)

''اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا ہاں محدث آئیں گے۔ جو اللہ جل شانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں۔'' (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

''میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تا کہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں۔'' (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۳)

''میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی۔ اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔ میں نے لوگوں سے سوائے جو انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے۔ جس طرح محدثین سے۔'' (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

''ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔

اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوۃ نہ بالفعل پس محدث بالقوۃ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا۔'' (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱)

''میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرے وہ نبی بھی ہو جاتا ہے۔''

(جنگ مقدس صفحہ ۶۷)

''ہمارے سید رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔''

(شہادت القرآن صفحہ ۲۷ دوسرا ایڈیشن)

قسط دہم (۱۰)

القصہ انکار و ادعائے نبوت کے متعلق مرزا صاحب کی تحریریں دیکھ کر انسان انگشت بدندان ہو کر پکار اٹھتا ہے کہ:

ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

لیکن قادیان لوگوں کو یہ کہہ کر بہلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب شریعت کے بغیر نبی مبعوث ہوئے۔ ایسا نبی ظلی اور بروزی نبی ہوتا ہے۔ اسی کو محدث کہتے ہیں۔ اور محدث اور مجدد نبی ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ تحریک قادیان کا یہ جزو مسیحی حضرات کے تین میں ایک اور ایک میں تین خداؤں کے اصول سے کچھ کمتر معمہ نہیں۔ جو لوگ صریح، واضح اور پیچ و خم سے مبرا دین مبین کی موجودگی میں ایسے گورکھ دھندوں میں الجھنا پسند کرتے ہیں۔ ان کی جدت اور دقت پسندی انہیں مبارک ہو۔ لیکن اس خیال سے کہ دنیا پر واضح

ہو جائے کہ مرزا صاحب کا بروزی یا ظلی نبی ہونے کا دعویٰ ادعائے نبوت کی تلخ گولی پر شکر (چینی) کا ایک پردہ تھا جس سے مدعا یہ تھا کہ لوگ ادعائے نبوت کی ناخوشگوار گولی کو نگل لیں اور بس۔ میں مرزا صاحب کی تقریروں سے یہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ اپنی شان ایسی بتا گئے ہیں جو بروزی ظلی نبی تو ایک طرف رہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی بالاتر ہے۔ اور خود سردار امی لقب صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی کسی طرح کمتر نہیں۔

ملاحظہ فرمایئے اپنے فرزند ارجمند مرزا بشیر الدین محمد احمد صاحب کی شان میں مرزا صاحب کی تحریر کتاب (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۲۱، ۱۲۴) پر عربی میں یہ لکھی ہے کہ

ترجمہ: میرا پیدا ہونے والا بیٹا گرامی وار جمند ہوگا۔ اول و آخر کا مظہر ہوگا اور وہ حق اور غلبہ کا مظہر ہوگا۔ گویا اللہ تعالیٰ خود آسمان سے اترے گا۔

جب بیٹا خود اللہ ہو تو پھر تا بہ پدر چہ رسد۔ اس کے بعد مرزا صاحب کا اپنے اسی فرزند ارجمند کے متعلق یہ کہنا موجب حیرت نہیں کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا۔ اور اس الہام میں ان کے لڑکے کی شان میں انہیں کسی کا یہ شعر سنایا گیا شعر

اے ختم رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ

یہ شعر تریاق القلوب صفحہ ۴۲ پر درج ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آج دنیا میں زندہ ہیں۔ محمد مصطفی (فداہ ابی وامی) ان سے پہلے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اگر آج یہ کہا جائے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فخر رسل ہیں۔ تو اس کے صاف معنی یہ ہوتے ہیں کہ آپ احمد مجتبیٰ (فداہ روحی) سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اور جب بیٹے کی یہ شان ہے۔ تو باپ کو صرف بروزی اور ظلی نبی ماننا کیسا ممکن ہے۔

لیکن مرزا صاحب کی شان خود ان کی زبان سے سنئے۔ صاحب البشریٰ جلد دوم

صفحہ۶۱ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بذریعہ الہام خبر دی کہ

''اے مرزا تو میرا سب سے بڑا نام ہے''۔

پھر الہام ہوا

''خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔ اور تیری طرف چل کر آتا ہے''۔

یہ الہام کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۵۵ پر موجود ہے۔ کتاب البشریٰ کی جلد دوم صفحہ ۸۹ پر لکھا ہے کہ

''میں خدا کی باڑ ہوں''۔

انجام آتھم کے صفحہ ۷۸ پر آپ لکھتے ہیں کہ آیت وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ۝ ان مرزا صاحب کی شان میں نازل ہوئی نہ کہ رسول امی لقب (فداہ ابی) کی شان میں۔ اسی طرح اربعین کے صفحہ ۲، ۵ پر لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو داعیا الی اللہ و سراجا منیرا کے خطاب دیئے گئے تھے وہ مجھے مرزا صاحب کو بھی عطا ہوئے۔ پھر خطبہ الہامیہ کے صفحات ۸۔ ۱۹۔ ۳۰۔ ۳۵۔ ۱۵۸ اور ۱۷۱ پر لکھا ہے کہ

مرزا صاحب اپنے رتبہ کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں

''میں نور ہوں، مجدد مامور ہوں۔ عبد منصور ہوں مہدی معہود اور مسیح موعود ہوں۔ مجھے کسی کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ۔ میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں اور سورج ہوں جس کو دھواں چھپا نہیں سکتا۔ اور ایسا کوئی شخص تلاش کرو جو میری مانند ہو۔ ہرگز نہیں پاؤ گے۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہو اور میرے عہد پر ہوگا...... اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جس پر

ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔ بس خدا سے ڈرو اور مجھے پہچانو اور نافرمانی مت کرو۔ میرے بعد ہوا اور دوسرے مسیح کے لیے میرے زمانہ کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ پس جو میری جماعت میں داخل ہوا، درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین (محمد رسول اللہ) کے صحابہ میں داخل ہوا۔'' (یعنی میرے مرید صحابہ کے برابر ہیں)

درثمین فارسی صفحہ ۱۶۳ پر لکھتے ہیں شعر

انچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بہ تمام

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بہ عرفاں نہ کمترم زکسے

ایک جگہ فرمایا

''میں وہ تھیلہ ہوں کہ جس میں تمام نبی بھرے پڑے ہیں''۔ ظاہر ہے کہ تمام میں محمد ﷺ بھی شامل ہیں۔ مصنف

براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفحہ ۹۰ پر ارشاد ہوتا ہے

''اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر راستباز اور مقدس نبی گذر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں۔ سو وہ میں ہوں''۔

معیار الاخیار کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں

''میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن شیریں سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر کے درجہ پر ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر تو کیا؟ وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے''۔

البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۹ میں مرزا صاحب کا اپنی شان میں ایک الہامی شعر درج ہے۔ ملاحظہ ہو: شعر

مقام او مبیں از راہ تحقیر — بدورانش رسولاں ناز کردند

دافع البلاء صفحہ ۲۰ پر شعر ہے: شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ

"اے عیسائی مشنریو! ابن المسیح مت کہو۔ دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔"

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۸ پر لکھا ہے: شعر

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ پر لکھا ہے:

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا۔ تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں، ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھا سکتا۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۵ پر لکھتے ہیں کہ:

"یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔"

درثمین فارسی صفحہ ۱۶۳ پر لکھتے ہیں۔ نزول المسیح صفحہ ۹۹ مصنفہ مرزا۔ شعر

کربلا نیست سیر ہر آنم — صد حسین است در گریبانم

یعنی آپ کو سید الشہداء سے بھی افضل تر ہونے کا دعویٰ ہے۔

پھر البشریٰ کی جلد دوم صفحہ ۱۱۹ پر آپ کی شان میں لکھا ہے کہ

"میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں اور قریب ہے کہ میرے ہاتھ سے یہ ظاہر

ہوگا، جو کچھ کہ قرآن سے ظاہر ہوا" آپ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ارشاد ہوتا ہے:

آں چہ من بشنوم زوحی خدا — بخدا پاک دانمش زخطا
ہم چو قرآن منزہ اش دانم — از خطاہا ہمیں ست ایمانم
آں یقینی کہ بود عیسیٰ را — ہر کلامے کہ شد برو القا
واں یقین کلیم بر تورات — واں یقین ہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

خطبہ الہامیہ کے صفحہ ۲۳ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

"مجھ کو فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔"

لیکن مرزا صاحب کی تعلّی کی انتہا یہ ہے کہ آپ لکھتے ہیں کہ انہیں الہام ہوا تھا کہ "انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون"

یہ الہام کتاب البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۹۴ پر درج ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ خداوند کریم نے مرزا صاحب سے کہا کہ:

"اے مرزا تحقیق تیرا ہی حکم ہے۔ جب تو کسی شے کا ارادہ کرے تو اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔"

مجھ گناہ گار کا یہ عقیدہ ہے کہ کن فیکون کا دعویٰ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی کے شایان شان نہیں۔ اور سید ہاشمی نسب امی لقب (فداہ روحی) نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر یہ حال بروزی نبی کا ہے تو مستقل نبی کا کیا ہوگا۔

میری رائے یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی نبوت کے مدارج اسلئے قائم کر دیے کہ ذرا سا پھسلنے والا انسان بھی پھسل کر اس طرف آ جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قسط یازدہم (۱۱)

مختصر یہ کہ مرزا صاحب ایک مقام پر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ خدا کے نبی اور رسول ہیں اور تمام انبیاء سے (جن میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ شامل ہیں) افضل ہیں اور اس دعویٰ پر خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ وہ بروزی اور ظلی نبی ہیں۔ جو بہ الفاظ دیگر محدث ہوتا ہے۔ لیکن اپنا مقام تمام انبیاء علیہم السلام سے ارفع و اعلیٰ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد اچانک ادعائے نبوت سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا اسلام سے خارج ہے وغیرہ وغیرہ۔ ادعائے نبوت کی بھول بھلیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے بعض الہامات ایسے ہیں جو خود ان کی سمجھ میں نہیں آئے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ایسے الہامات کی تفہیم کے واسطے خدا تعالیٰ مزید نبی مبعوث کرے۔ گویا مرزا صاحب نے احیائے نبوت کا ایک سلسلہ جاری کر دیا ہے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ کتنے نبی آئیں گے جو ان الہامات کے معانی دنیا پر واضح کریں گے۔ پس

دسویں دلیل

جو مجھے مرزا صاحب کی تحریک کے قبول کرنے سے مانع ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب پر ایسے الہامات ہوئے جو خود ان کے فہم میں نہیں آئے حالانکہ میرے علم و یقین کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر یا نبی ایسا نہیں گذرا جس پر خدا نے اس قدر بے اعتمادی کی ہو کہ اس کو پیام بھیجا ہو اور پھر اس پیام کے معنی نہ سمجھائے ہوں۔ معاذ اللہ۔ اس سے تو خدا پر بخل کا الزام ثابت ہوتا ہے یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے کسی کو منتخب کر لیتا ہے اور پھر اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ اور یہ بات خدائے علیم و حکیم کی شان کے خلاف ہے۔ میں اپنی اس دلیل کو

مرزا صاحب کے مقرر کردہ معیار پر جانچتا ہوں۔ آپ کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۰۹ پر لکھتے ہیں کہ

یہ تو بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصلی زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہو۔

لیکن اس معیار کے قائم کرنے کے بعد آپ کتاب نزول المسیح کے صفحہ ۵۷ پر لکھتے ہیں کہ

زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوئے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں ہے جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔

اس کے بعد کون ایسا صاحب عقل سلیم ہوگا جو تسلیم نہ کرے گا کہ مرزا صاحب نے خود جو معیار مقرر کیا تھا وہ اس پر پورے نہیں اترے۔

آپ کو جو الہامات ایسے ہوئے جن کے معانی آپ پر واضح نہیں ہوئے انکے نمونے ملاحظہ فرمائیے: البشریٰ جلد اول صفحہ ۲۶ پر ارشاد ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا: ”ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی اوس“

مرزا صاحب اس کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ حصہ اول کے معنی یہ ہیں کہ:

اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑا لیکن آخری فقرہ اس الہام کا یعنی ایلی اوس اس وقت تک مشتبہ رہا ہے اور اسکے کچھ معنی نہ کھلے۔

حبیب عرض کرتا ہے کہ پہلے فقرہ کے معنی مرزا صاحب کو اس لیے معلوم تھے کہ یہ فقرہ انجیل میں موجود ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ صلیب پر حضرت عیسیٰ نے یہ فقرہ استعمال کیا

مرزا صاحب نے جو اضافہ کیا وہ ہی ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔

ایک اور مثال سنئے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ پر ارشاد ہوتا ہے :

''خدا نے فرمایا ہو شعنا نفسا، یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور اس کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔''

مکتوبات احمدیہ جلد اصفحہ ۶۸ پر مرزا صاحب ایک الہام لکھتے ہیں کہ

''پریشن عمر پراطوس یا پلاطوس''۔

نوٹ: آخری لفظ پراطوس ہے یا پلاطوس ہے۔ بہ باعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا اور نمبر ۲ میں عمر عربی لفظ ہے۔ اس جگہ براطوس اور پریشن کے معنی دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا ہیں اور کس زبان سے یہ الفاظ ہیں:

ایک اور الہام البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۱۹ پر یوں بیان کرتے ہیں ''پیٹ پھٹ گیا''۔ اور لکھتے ہیں کہ یہ دن کے وقت کا الہام ہے معلوم نہیں کہ یہ کس کے متعلق ہے۔

اسی کتاب البشریٰ کی اس جلد دوم کے اسی صفحہ ۱۱۹ پر ایک اور الہام لکھتے ہیں کہ

''خدا اس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا۔''

اور خود ہی فرماتے ہیں کہ نہ معلوم کس کے حق میں یہ الہام ہے۔

ایک اور پرلطف الہام اسی صفحہ پر درج کرتے ہیں۔ الہام کے الفاظ ملاحظہ ہوں

''۲۴ دسمبر ۱۹۰۶ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۴۰ھ بروز پیر موت تیرہ ماہ حال کو۔''

اس پر مرزا صاحب اپنے قلم سے نوٹ لکھتے ہیں کہ

قطعی طور پر معلوم نہیں کہ کس کے متعلق ہے۔

اسی کتاب البشریٰ کی جلد دوم کا صفحہ ۱۲۵ دیکھیں۔ تو یہاں تحریر موجود ہے:

بہتر ہوگا کہ اور شادی کر لیں۔

مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ

معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہے۔

اس کتاب کی اسی جلد کا صفحہ ۶۵۔۶۶ دیکھیے ایک نہایت حیرتناک الہام ہے

''بعد ۱۱۔ انشاء اللہ''

خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

اس کی تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے گیارہ دن گیارہ ہفتے یا کیا؟

یہی ہندسہ ۱۱ دکھایا گیا۔

اگر ہم کتاب البشریٰ کی دوسری جلد کا صفحہ ۵۰ نکال کر دیکھیں تو الہام درج ہے :

''غثم غثم غثم''

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب واضح نہیں ہوا۔

اسی کتاب البشریٰ جلد دوم کے نیچے صفحہ ۱۱۷ پر مرزا صاحب کے الفاظ موجود ہیں کہ

''آج رات مجھے الہام ہوا کہ 'ایک دم میں رخصت ہوا' اس کے پورے الفاظ یاد نہیں رہے۔ اور جس قدر یاد رہا یقینی ہے مگر معلوم نہیں کہ کس کے حق میں ہے لیکن خطرناک ہے۔ یہ الہام ایک موزوں عبارت میں ہے مگر ایک لفظ درمیان میں سے بھول گیا۔''

کتاب البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۹۴ پر فرماتے ہیں :

''ایک عربی الہام تھا۔ الفاظ مجھے یاد نہیں رہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ مکذبوں کو نشان دکھایا جائے گا۔''

البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۱۰۷ پر الہام درج ہے:

"ایک دانہ کس کس نے کھایا۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۶ پر الہام درج ہے۔

"لاہور میں ایک بے شرم ہے۔"

ایک اور الہام البشریٰ جلد اول کے صفحہ ۴۲ پر ہے۔

"ربنا عاج"

مرزا صاحب ان کے بھی کوئی معنی بیان نہیں فرما سکے۔

کیا ایسے الہامات جن کے الفاظ مبہم ہوں اس خداوند کریم کی طرف سے ہو سکتے ہیں جس نے قرآن پاک ایسی کتاب نازل کی، محمد ﷺ جیسا فہیم وحکیم رسول بھیجا اور جو دنیا کو دعوت دیتا ہے کہ عقل سے کام لو۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔

گیارہویں دلیل

پس تحریک قادیان کے خلاف میری گیارہویں دلیل یہ ہے کہ مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی وجہ سے مدعیان نبوت کے لیے ایک میدان وسیع پیدا ہو گیا ہے آئے دن ایک نبی علم نبوت بلند کرے گا اور کہے گا کہ مرزا صاحب کے فلاں الہام کی وضاحت کیلئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے اب میری

بارہویں دلیل

سنئے مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کے متعلق مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا۔ وہ ختم ہوا۔ لیکن مرزا صاحب کی تحریک پر ایک اعتراض اور ایسا وارد ہوتا ہے۔ جس کا تعلق اسی ادعائے نبوت سے ہے۔ ہذا وہ اسی وقت بیان کئے دیتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب

امتی نبی ہیں جس نبی ﷺ کے یہ امتی ہیں اس پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں متعدد انبیاء کے اسمائے گرامی موجود ہیں۔ لیکن مرزا صاحب پر جو الہام نازل ہوئے ان میں کسی ایسے امتی نبی کا نام نہیں آیا۔ جو حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد مبعوث ہوا ہو۔ نیز مرزا صاحب نہایت فصاحت سے کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر لکھتے ہیں کہ

"تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔"

جس کے معنی یہ ہیں کہ مرزا صاحب واحد امتی نبی ہیں جو تیرہ سو سال میں مبعوث ہوئے پھر صدی میں مجدد کا آنا کیسا اور مرزا صاحب کا مجدد الف ہونا لایعنی یہ دونوں امور تو پیشرو کے طالب ہیں۔

قسط دوازدہم (۱۲)

مرزا صاحب کے ادعائے نبوت پر کافی بحث ہو چکی لیکن بعض امور میں جو اعلان نبوت کا جزو لاینفک ہیں۔ مثلاً الہام اور پیشگوئی اس کے علاوہ مسئلہ تکفیر اہل قبلہ اور تنسیخ جہاد کا معاملہ بھی دو ایسے کوائف ہیں۔ جن کا مرزا صاحب کے ادعائے نبوت سے بہت بڑا تعلق ہے نیز اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہوتے ہوئے بعض ایسی باتیں لکھ جائے یا کہہ دے جو صحیح نہ ہو تو وہ بھی اس کے ادعائے نبوت کے خلاف جاتی ہیں۔ اور اگر مدعی نبوت کی تحریر میں ثقاہت نہ ہو تو اس سے بھی اسکے دعویٰ کی تردید لازم آتی ہے۔

جہاں تک الہامات کا تعلق ہے میں عرض کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب کے بعض الہامات ایسے ہیں جن کو وہ خود سمجھ نہیں سکے۔ وہ خود لکھ چکے تھے کہ الہام وہی ہے جو نبی کی زبان میں ہوتا کہ وہ اس کو سمجھ سکے جو الہام سمجھ میں نہ آئے اسکے نزول سے کوئی فائدہ نہیں۔ اسکے باوجود وہ تسلیم کرتے ہیں کہ انہیں ایسی غیر زبانوں میں بھی الہام ہوئے جن سے وہ

نا آ گاہ تھے اور جن کو وہ سمجھ نہیں سکے بعض الہامات اردو میں ہوئے مگر وہ ایسے مبہم تھے کہ مرزا صاحب خود تحریر چھوڑ گئے ہیں کہ وہ ان کے فہم میں نہیں آئے۔ اور بعض الہام ایسے بھی ہوئے جو دنیا کی کسی مروجہ زبان میں نہیں ہیں۔ اور جن کو آج تک مرزا صاحب یا کوئی اور سمجھ نہیں سکا۔ یہ تمام بحث قسط گذشتہ میں موجود ہے۔ لہٰذا میں اسکے تکرار کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ پس مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف

تیرہویں دلیل

یہ ہے کہ وہ اپنے الہام خود سمجھنے سے قاصر ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں قدرت کی طرف سے ایسا علم نہیں دیا گیا جو ان کے مقصدِ بعثت کے لیے کافی ہوتا۔ پس وہ نبی مبعوث نہ تھے ورنہ اللہ تعالیٰ جو الہام نازل فرماتا۔ اس کا فہم انہیں ضرور عطا کرتا۔

نیز مرزا صاحب کے الہامات میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ ان پر بعض اوقات قرآن شریف کی پوری آیات اور حدیث شریف کے پورے کے پورے فقرے بطور الہام نازل ہوئے۔ مثلاً

اول: البشریٰ جلد دوم صفحہ ۶۱ پر آپ کا ایک الہام درج ہے: ''انت مدینۃ العلم'' یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مرزا تو علم کا شہر ہے۔

اب دنیا جانتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ انا مدینۃ العلم و علی بابھا

ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

مرزا صاحب کا الہام اس حدیث شریف کا ملخص ہے اور بس۔

دوم: کتاب البشریٰ کی جلد دوم کے صفحہ ۱۰۶ پر مرزا صاحب کا الہام درج ہے کہ ''انا اعطینک الکوثر''

دنیا جانتی ہے کہ یہ قرآن شریف کی ایک مشہور آیت ہے۔ جو رسول ہاشمی و نبی مطلبی ﷺ کے حق میں نازل ہوئی۔

سوم: انجام آتھم کے صفحہ ۷۸ پر الہام درج ہے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین اور سب کو معلوم ہے کہ یہ بھی قرآن کریم کی ایک مشہور آیت کریمہ ہے جو سرور کائنات ﷺ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔

چہارم: اربعین کے صفحہ ۲،۵ پر مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ''داعیا الی اللہ وسراجا منیرا'' کے خطابات دیئے۔

حالانکہ یہی خطاب قرآن پاک میں رسول اللہ ﷺ کو عطا ہو چکے تھے۔

پنجم: اسی کتاب اربعین کے صفحات ۳۶،۳ پر آپ نے ایک اور الہام کے نزول کا دعویٰ کیا ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں: ''وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی ثم دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ''

یہ بھی قرآن شریف کی آیات بینات ہیں۔ جو پیغمبر آخرالزمان کی شان کی مظہر ہیں۔

اگر اس قسم کے الہامات کو صحیح مان لیا جائے تو یہ حسن عقیدت کی انتہا ہے۔ اس کے معنی تو ہونگے کہ جس کا جی چاہے وہ قرآن شریف کی چند آیات لیکر اعلان کر دے کہ یہ اس کی شان میں بذریعہ وحی نازل ہوئی ہیں۔ لہٰذا وہ پیغمبر ہے۔ تعجب ہے کہ ایک انسان تو اپنے دس نوکروں کو دس اسناد ایسی دے سکتا ہے جس میں حسن خدمات کا ذکر ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ لیکن (معاذ اللہ) خداوند علیم وحکیم یہ نہیں کرسکتا کہ وہ اپنے ایک نئے نبی کو سند دیتے ہوئے نئے الفاظ استعمال کر سکے۔ پس مرزا صاحب کے خلاف میری

چودھویں دلیل

یہ ہے کہ انہوں نے الہامات کے نام سے قرآن وحدیث کی بعض آیات پر تصرف کیا اور وہ تصرف مجھ عاجز کی رائے ناقص میں صریحاً تصرف بے جا ہے۔

اب میں پیشنگوئیوں کی طرف رجوع کرتا ہوں چونکہ یہ بحث طویل ہے لہٰذا میں ابتداہی میں لکھ دینا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کے خلاف میری

پندرھویں دلیل

(یہ ہے کہ ان کی اکثر پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئیں)

قبل ازیں کہ میں مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کی طرف رجوع کردوں۔ میں ان کے چند مقولے نقل کرنا چاہتا ہوں۔ جو پیشین گوئیوں کی اہمیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱.....آپ کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۸۸ پر لکھتے ہیں کہ

''ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشین گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔''

۲.....شہادت القرآن کے صفحہ ۶۵ پر فرماتے ہیں:

''سو پیشین گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقت کا انتظار کرے۔''

ایسے مقولے متعدد پیش کیے جاسکتے ہیں۔ مگر نمونہ یہی کافی ہیں۔ ورنہ متعدد پیش گوئیوں کو آپ نے اپنے صدق وکذب کا معیار ٹھہرایا۔ مثلاً انجام آتھم کے صفحہ ۲۴۳ پر رقم فرماتے ہیں:

''ومن ایں (پیش گوئی) را برائے صدق وکذب خود معیار می گردانم''

اس کے علاوہ بعض پیش گوئیوں کے سلسلہ میں آپ نے اعلان کیا کہ اگر یہ درست ثابت نہ ہوں تو میں جھوٹا۔ مثلاً آتھم کی موت کے متعلق پیش گوئی کرتے ہوئے آپ نے ایک اشتہار انعامی چار ہزار بمرتبہ چہارم ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو شائع کیا۔ اس اشتہار کے صفحہ ۱۶ پر آپ لکھتے ہیں کہ

''اے خداوند اگر یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں۔ تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہوں تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کردے۔ اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا۔''

اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ یہ واضح کیا جائے کہ مرزا صاحب پیش گوئی کو صداقت نبوت کی جانچ کے لیے ایک معیار سمجھتے تھے اور بس۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب اس معیار پر پورے اترتے ہیں یا نہیں؟ مجھے ادب سے عرض کرنے کی اجازت دی جائے کہ مرزا صاحب اپنے اس معیار پر پورے نہیں اترے۔ میں طویل بحث کرنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا صرف چند مثالیں پیش کر کے ثابت کروں گا کہ مرزا صاحب کی اہم اور ایسی پیشین گوئیاں جن کو انہوں نے خاص طور پر اس غرض سے منتخب کیا کہ ان کو مرزا صاحب کے صدق وکذب کا معیار سمجھا جائے غلط اور بالکل غلط ثابت ہوئیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

اول: ایک فرزند کی آمد اور موت:

۲۰ فروری ۱۸۷۶ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا کہ اس غرض سے انہیں ایک نشانی ملی ہے۔ اور انہیں خداوند قدوس نے بشارت دی ہے کہ ان کے ہاں ایک فرزند

ارجمند پیدا ہوگا، جو وجیہہ اور پاک اور ذکی ہوگا۔ اسکا نام عنوائیل اور بشیر ہے۔ اسکو مقدس روح دی گئی ہے وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک ہے وہ آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے، وہ صاحب شکوہ و عظمت و دولت ہوگا وغیرہ وغیرہ اس قدر تعریفیں درج ہیں کہ میں ان کے تکرار سے قاصر ہوں۔

اس اشتہار کے شائع ہونے پر بعض مخالفین نے لکھا کہ مرزا صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہو چکا ہے اور اشتہار اب دیا گیا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں مرزا صاحب نے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں اعلان کیا کہ ہمارے مرزا صاحب کے ہاں دو لڑکے بیس اور بائیس سال کی عمر کے ہیں اور کوئی لڑکا موجود نہیں لیکن لڑکا ضرور پیدا ہوگا۔ اشتہار بہت طویل ہے لیکن ملخص اس کا یہی ہے۔

اس پر بھی لوگوں نے اعتراض کیے تو مرزا صاحب نے ۱۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں پھر اپنے دعویٰ کی تجدید کی۔

ان تمام اشتہارات میں مرزا صاحب نے یہ لکھ دیا تھا کہ لڑکا نو سال کے اندر ہوگا آخری اشتہار میں یہ بھی لکھا کہ حمل تو ہو گیا ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ لڑکا جو آنے والا ہے وہ یہی ہوگا یا کبھی بعد کو پیدا ہوگا۔

اگر مرزا صاحب اسی پر اکتفا کرتے تو اس پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کے متعلق ہمارے احمدی دوست جو توجیہات پیش کرتے ہیں ان میں ضرور وزن ہوتا۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جب آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو اگست ۱۸۸۷ء کو اعلان کر دیا کہ وہ لڑکا پیدا ہو چکا۔ چنانچہ اس اشتہار کے الفاظ یہ ہیں:

اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لیے میں

نے اشتہار ۱۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے کہ اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہو جائے گا آج ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ء مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ **الحمد للہ علی ذالک**

مگر افسوس ہے کہ خداوند قدیر کی قدرت غالب آئی اور لڑکا ۴ نومبر ۱۸۸۶ء کو سولہ ماہ کی عمر کے بعد فوت ہو گیا۔

اس پر جب ایک شور پیدا ہوا تو مرزا صاحب نے اشتہار دیکر توجیہات پیش کیں مگر وہ معتقدین کے لیے مفید ہوں تو ہوں۔ آپ کے محولہ بالا اشتہار کے بعد میرے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اس لیے کہ آپ نے خود اشتہار دیکر تسلیم کیا تھا کہ یہی لڑکا وہ تھا جس کی خدائے تعالیٰ نے انہیں بشارت دی تھی۔

قسط سیزدہم (۱۳)

دوم: آتھم کا انجام۔

اس کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئی خاص طور پر قابل غور ہے۔ ماہ مئی جون ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کا ایک مناظرہ عیسائیوں کے ساتھ امرتسر میں ہوا جس میں مرزا صاحب کے مقابل ڈپٹی عبداللہ آتھم (پادری) تھے۔ پندرہ روز تک مباحثہ ہوتا رہا جس میں فریقین کے پچاس پچاس آدمی بذریعہ ٹکٹ داخل ہوتے رہے۔ مباحثہ الوہیت مسیح پر تھا۔ مرزا صاحب نے ابطال الوہیت مسیح پر بہت سی دلیلیں پیش کیں۔ یہ مباحثہ جنگ مقدس کے نام سے چھپ چکا ہے۔ مگر چونکہ لفظی بحثیں علمائے ظاہری کا حصہ ہوتی ہیں اور مرزا صاحب

ایک روحانی درجہ لے کر آئے تھے، لہذا آپ نے ان لفظی دلائل کو خود ہی ناکافی جان کر آخر میں ایک روحانی حربہ سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ آخری روز خاتمہ پر آپ کے جو الفاظ تھے۔ وہ کتاب جنگ مقدس کے صفحہ ۱۸۸ پر ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:

’’آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر کا فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بناتا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک حاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اسی وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے ہو جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لیے تھا میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ یعنی وہ فریق جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کو اٹھانے کے لیے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین و آسمان مل جاویں پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی۔‘‘

اس روحانی حربہ کا مطلب صاف ہے کہ عیسائی مناظر وجود الوہیت مسیح کا قائل ہے، پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر کر واصل جہنم ہوگا۔

لیکن ڈپٹی آتھم بجائے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو فوت ہوئے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ان کے مرنے پر رسالہ انجام آتھم لکھا۔ جس کے شروع میں لکھا ہے۔

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہوگئے۔

اس حساب سے ڈپٹی آتھم اپنی مقررہ میعاد پندرہ ماہ سے متجاوز ہو کر ایک سال پونے گیارہ ماہ تک زیادہ زندہ رہے۔ اس پر اعتراض ہوئے تو مرزا صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا۔ گو آتھم پندرہ ماہ میں نہیں مرا لیکن مرا تو سہی۔ اس میں کیا حرج ہے۔ میعاد کومت دیکھو کہ مرتو گیا۔ چنانچہ آپ کے اصلی الفاظ جو کتاب سراج منیر کے صفحہ ۶۲ پر ہیں۔ وہ قابل دید ہیں۔ فرماتے ہیں:

اگر کسی کی نسبت یہ پیشگوئی ہو کہ وہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائے گا اور اسکے ناک اور تمام اعضاء گر جائیں تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔

حقیقت الوحی صفحہ ۱۸۵ حاشیہ اس کی تائید میں دوسری جگہ لکھا ہے:

ہمارے مخالفوں کو اس میں تو شک نہیں کہ آتھم مر گیا ہے۔ جیسا کہ لیکھرام مر گیا اور جیسا کہ احمد بیگ مر گیا۔ لیکن اپنی نابینائی سے کہتے ہیں کہ آتھم میعاد کے اندر نہیں مرا اے نالائق قوم جو شخص خدا کی وعید کے بموجب مر چکا۔ اب اس کی میعاد غیر میعاد کی بحث کرنا کیا حاجت بھلا دکھاؤ کہ اب وہ کہاں اور کس شہر میں بیٹھا ہے۔

عقیدت مند دماغ جو عذر چاہیں قبول کریں۔ اور مریدوں کے دل جہاں چاہیں سرِ تسلیم خم کردیں۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ آتھم بے چارہ دوامی زندگی لے کر نہیں آیا تھا۔ مرنا تو اسے تھا ہی مرزا صاحب کی پیش گوئی تب پوری سمجھی جاتی کہ وہ مرزا صاحب کی بتائی ہوئی میعاد کے اندر فوت ہوتا۔ یوں فوت تو مرزا صاحب بھی ہوئے لہٰذا آتھم کے بعد از میعاد مرجانے کو اپنی پیش گوئی کی صداقت کی دلیل ٹھہرانا حسن عقیدت کا حد سے متجاوز امتحان لینے کی کوشش کرنا ہے۔ اور راقم الحروف بلاخوف لومۃ لائم اعلان کرنے پر تیار ہے کہ اس عاجز کی رائے میں مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔

قسط چہاردہم (۱۴)

مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی مولوی ثناء اللہ امرتسری کے متعلق تھی۔

سوم: مولوی ثناءاللہ کی موت۔

مولوی صاحب اپنی کتاب تاریخ مرزا میں لکھتے ہیں:

جب میری عمر کوئی ۱۷۔ ۱۸ سال کی تھی۔ میں بشوق زیارت بٹالہ سے پا پیادہ تنہا قادیان گیا۔ ان دنوں مرزا صاحب ایک معمولی حیثیت میں تھے مگر باوجود شوق اور محبت کے میں نے جو وہاں دیکھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے دل میں جو ان کی نسبت خیالات تھے؟ وہ پہلی ملاقات میں مبدل ہوگئے جس کی صورت یہ ہوئی کہ میں ان کے مکان پر دھوپ میں بیٹھا تھا۔ وہ آئے۔ آتے ہی بغیر اس کے کہ السلام علیکم کہیں یہ کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ کیا کام کرتے ہو؟ میں ایک طالب علم علماء کا صحبت یافتہ اتنا جانتا تھا کہ آتے ہی السلام علیکم کہنا سنت ہے۔ فوراً میرے دل میں آیا کہ انہوں نے مسنون طریق کی پرواہ نہیں کی کیا وجہ

ہے۔ مگر چونکہ حسن ظن غالب تھا اسلئے یہ وسوسہ دب کر رہ گیا۔

جن دنوں آپ نے مسیحیت موعود کا دعویٰ کیا۔ میں ابھی تحصیل علم سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ آخر بعد فراغت میں آیا تو مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ دل میں تڑپ تھی۔ استخارے کئے، دعائیں مانگیں، خواب دیکھے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے مجھے اپنے مخالفوں میں سمجھ کر مجھ کو قادیان میں پہنچ کر گفتگو کرنے کی دعوت دی۔

اور لکھا کہ

''مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب دو نشان میرے ظاہر ہوں گے''۔

۱..... وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے۔ اور سچی پیشگوئیوں کی اپنی قلم سے تصدیق کرنا ان کے لیے موت ہوگی۔

۲..... اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہوجائے گی۔ (اعجاز احمدی، صفحہ ۳۷)

انجام اس کا یہ ہوا کہ میں نے ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۲۰ھ کو قادیان پہنچ کر مرزا صاحب کو اطلاعی خط لکھا۔

قسط پانزدہم (۱۵)

مرزا صاحب کے طویل جواب کو دیکھ کر مولوی ثناء اللہ مایوس نہیں ہوئے اور پھر ایک خط لکھا۔

(۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء)

جس کا جواب مرزا صاحب نے خود نہیں لکھا بلکہ آپ کی طرف سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے لکھا۔

مولوی ثناءاللہ لکھتے ہیں۔ جب ناامیدی ہوگئی تو میں اپنے مصاحبوں سے یہ کہتا ہوا چلا آیا۔

ع ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم

مولوی صاحب آگے چل کر مزید لکھتے ہیں شعر

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے

مرزا صاحب نے آخری نظر عنایت جو مجھ پر کی۔ خود انہی کے لفظوں میں درج ذیل ہے فرماتے ہیں:

مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

﴿یستنبئونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق﴾

بخدمت مولوی ثناءاللہ!

السلام علی من اتبع الھدیٰ مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں۔ اور بہت سے میرے پر حملے کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ آخر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر

اوقات آپ اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے۔ تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں۔ تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کہ ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔ اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں۔ اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناءاللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے آمین۔ مگر اے میرے کامل وصادق خدا! اگر مولوی ثناءاللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

(الراقم عبداللہ الصمد مرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ مرقومہ یکم مارچ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

اخبار بدر قادیان میں مرزا صاحب کی روزانہ ڈائری یوں چھپی:

ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اجیب دعوۃ الداع ۔صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔ (مرزا) اخبار بدر قادیان۔

(۲۵ اپریل ۷ءھ صفحہ ۷ کالم ۱۲)

نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو انتقال کر گیا اور مولوی ثناء اللہ زندہ موجود رہے۔

قسط شانزدہم (۱۶)

چہارم: مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تھا کہ مرزا سلطان احمد صاحب ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء تک ضرور فوت ہو جائیں گے۔ اور یہ تاریخ ہرگز نہیں ٹل سکتی۔ ملاحظہ ہو شہادت القرآن صفحہ ۸۰۔

مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو بہت ہی اہم اور عظیم الشان قرار دیا ہے لیکن جن صاحب کے متعلق یہ پیشگوئی تھی وہ تاریخ مقررہ سے ۲۹ سال بعد تک تو میرے علم کے مطابق زندہ تھے ان کی تاریخ وفات مجھے محفوظ نہیں لیکن اس کی ضرورت ہی نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تائب ہو کر مرے اور مرزائی ہو چکے تھے لیکن ایک نہایت ہی عزیز اور شریف سید دوست نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ مرزائی نہیں ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ ایک اور پیشگوئی ہے جو

غلط ثابت ہوئی۔

پنجم: ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب عرصہ بیس سال تک مرزا صاحب کے مرید رہے۔ آخر ان سے علیحدہ ہوئے اور مرزا صاحب کے برخلاف قلم اٹھایا بلکہ دعویٰ الہام سے بھی مقابلہ کی ٹھہری چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اپنا آخری الہام مرزا صاحب کی موت کے متعلق شائع کیا جس کا ذکر مرزا صاحب نے مع جواب خود کیا ہے۔ جو مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۲۱ سے لیکر میں درج ذیل کرتا ہوں۔

ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام ونشان نہ رہا۔ ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے۔ اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اسکی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس کی سچائی کے لیے ایک نشان ہوگا یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے پہلے اس نے بیعت کی اور برابر ۲۰ برس تک میرے مریدوں اور میری جماعت میں داخل رہا۔ پھر ایک نصیحت کی وجہ سے جو میں نے محض للہ اس کو کی تھی مرتد ہو گیا۔ نصیحت یہ تھی کہ اس نے یہ مذہب اختیار کیا تھا کہ بغیر قبول اسلام اور پیروی آنحضرت ﷺ کے نجات ہو سکتی ہے۔ گو کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے وجود کی خبر بھی رکھتا ہو۔ چونکہ یہ دعویٰ باطل تھا اور عقیدہ جمہور کے بھی برخلاف اس لیے میں نے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر میں نے اس کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا تب اس نے یہ پیشگوئی کی کہ میں اسکی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک کیا جاؤں گا۔ مگر خدا نے اسکی پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر

سے محفوظ رہوں گا۔ یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے۔ خدا اسکی مدد کرے گا۔

اس مقابلہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب ڈاکٹر صاحب کی بتائی ہوئی مدت کے اندر اندر ہی (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) کو فوت ہو گئے اور ڈاکٹر صاحب میرے علم کے مطابق ۱۹۱۹ء تک زندہ وسلامت رہے مجھے ان کی تاریخ وفات محفوظ نہیں۔ لیکن اس کا علم غیر ضروری ہے اور اس مبحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

ششم: مرزا صاحب کی زندگی میں پنجاب میں مرض طاعون نے وبا کی صورت اختیار کر لی اس پر مرزا صاحب نے اپنی کتاب حقیقت الوحی کے تتمہ میں صفحہ ۵۲ پر لکھا ہے کہ

خدا نے اپنی سنت کے مطابق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا۔ اور اس کی قوم کو ہزارہا اشتہاروں اور رسالوں سے دعوت کی گئی۔ تب وہ وقت آ گیا کہ ان کو اپنے جرائم کی سزا دی جائے۔

جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ مرزا صاحب کی نبوت کا انکار کر کے لوگ مبتلائے عذاب ہوئے تھے جس نے طاعون کی شکل اختیار کر لی تھی لہذا لازم تھا کہ مرزا صاحب پر ایمان لانے والے لوگ اس وبا سے محفوظ رہتے۔ لیکن شاید کوئی صاحب اس بات میں شک کریں کہ مرزا صاحب نے جس عذاب کا ذکر کیا ہے وہ طاعون ہی ہے۔ لہذا میں انکی تحریر کا ایک اور حوالہ پیش کئے دیتا ہوں۔

مرزا صاحب اپنی کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ پر رقم فرماتے ہیں:

تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے۔ گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ

رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

''رسول کا تخت گاہ'' تو مرزا صاحب کی اردو ہے لیکن اس سے اسوقت غرض نہیں۔ مرزا صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ وہ نبی اللہ تھے۔ اور چونکہ وہ قادیان میں مبعوث ہوئے تھے لہذا مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔ لیکن

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مرزا صاحب کی زندگی میں طاعون قادیان میں پھیلا اور مرزا صاحب کے متعدد مرید اسکی نذر ہوئے مریدوں کے متعلق تو مرزا صاحب کے حامی آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کا ایمان مضبوط نہ تھا یا وہ دل میں مرتد ہو چکے تھے۔ لہذا عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے لیکن نبی اللہ کی تخت گاہ میں طاعون کا نبی موصوف کی پیش گوئی کے خلاف پھیل جانا ایک ایسا واقعہ ہے جسکی حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا اور یہی حقیقت جناب مرزا صاحب کی پیشگوئی کی تغلیط کے لیے کفایت کرتی ہے مزید بحث کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

اب تک مرزا صاحب کی جن پیشگوئیوں پر میں نے اظہار خیال کیا ہے وہ سب موت سے تعلق رکھتی ہیں طاعون کے متعلق آپ کی پیشگوئی مرگ انبوہ سے تعلق رکھتی ہے اور باقی تمام پیشگوئیوں میں غیر مشکوک وصریح الفاظ میں کسی شخص کے کسی مقررہ میعاد کے اندر فوت ہونے کی پیشین گوئی موجود ہے میں ثابت کر چکا ہوں کہ یہ تمام پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔

قسط ہفتدہم (۱۷)

لیکن لوگوں کی موت کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئیاں اگر غلط ثابت ہوئیں تو مقام تعجب نہیں اس لیے کہ قرآن پاک پر ایمان رکھنے والا مسلمان ایمان رکھتا ہے کہ

1...... ہر شخص کی میعاد حیات مقرر ہے۔ یعنی اس کی موت کا وقت معین ہے۔

2...... لیکن اس میعاد کی وسعت سے خدائے علام الغیوب کے سوا کوئی آگاہ نہیں ہوسکتا۔

3...... یہ میعاد جب پوری ہو جاتی ہے تو قرآن پاک کے الفاظ میں لایستاخرون ساعة ولایستقدمون ۵ ترجمہ: نہ ایک پل پر پیچھے ہی ہٹا سکتے ہیں اور نہ آگے ہی بڑھا سکتے ہیں۔ گویا میعاد حیات کم وبیش نہیں ہوسکتی۔

4...... خداوند برتر قادر مطلق ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے اور کسی کی عمر کو گھٹا بھی سکتا ہے اور بڑھا بھی سکتا ہے لیکن اس کی مشیت یہ ہے کہ اس کو نہ گھٹائے نہ بڑھائے لہٰذا یہ سنت اللہ ہے اور سنت اللہ میں تبدیلی ممکن نہیں اور نہ تحویل ہی ممکن ہے۔

5...... اللہ تعالیٰ کے سوائی کسی کو علم نہیں کہ کوئی انسان خود یا اس کا یا کوئی اور دشمن یا دوست کب اور کہاں فوت ہوگا۔

6...... سبب موت سے بھی کوئی شخص واقف نہیں ہوتا۔

ان حالات میں سوائے اس شخص کے جو مامور من اللہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے خود آگاہ کردے کہ فلاں شخص کی میعاد حیات فلاں وقت فلاں مقام اور فلاں طریق پر ختم ہوگی۔ کوئی شخص کسی دوسرے انسان کے متعلق یا اپنے متعلق یہ پیش گوئی نہیں کرسکتا کہ وہ کس طرح اور کب فوت ہوگا۔

اور اگر اللہ جل جلالہ خود کسی شخص کو ایسا علم دے تو وہ غلط نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اللہ کے پاس ام الکتاب ہے۔ اور اس کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں لیکن خداوند کریم کے بتانے کے بغیر اگر کوئی شخص کسی کی یا اپنی موت کے متعلق مقام وقت یا سبب موت کی پیشگوئی کرے تو اس کا غلط ثابت ہونا یقینی ہے۔

مرزا صاحب نے مختلف آدمیوں کے انتقال کے متعلق جو پیش گوئیاں کیں چونکہ وہ سب غلط ثابت ہوئیں لہٰذا اس سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام نہیں ہوا۔ اگر وہ ایسی پیش گوئیاں الہام کی بنا پر کرتے یا وہ مستجاب الدعوات ہوتے تو ان کی پیشگوئیاں پوری ہوتی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو سن کران پر افراد متعلقہ کی میعاد حیات کا راز ظاہر کردیتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ مرزا صاحب کے دعاوی کے خلاف یہی ایک دلیل کافی ہے۔

ہفتم: اس معاملہ میں مرزا صاحب اس قدر معذور ثابت ہوئے کہ وہ خود اپنی موت کے مقام کے متعلق سچی پیش گوئی نہ کرسکے۔ میں بات کو طول دینا نہیں چاہتا۔ ورنہ میں مرزا صاحب کی تحریروں سے ثابت کرسکتا ہوں کہ وہ ابھی عود شباب کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ یک اجل نے انہیں آلیا۔ اور وہ اس دار فانی سے انتقال فرمانے پر مجبور ہوگئے۔

لیکن انہوں نے اپنی موت کے متعلق صریح پیش گوئی کی تھی یعنی یہ کہ

ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں

ملاحظہ ہو۔ میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۵ء ان کے مقابلہ میں قاضی محمد سلیمان صاحب مصنف کتاب رحمۃ للعالمین نے پیش گوئی کی تھی کہ مرزا صاحب صاحب کو مکہ یا مدینہ کی زیارت ہرگز نصیب نہ ہوگی۔ واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ قاضی صاحب کی پیش گوئی صحیح نکلی اور مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے آپ کو عمر بھر میں حجاز کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔

اخبار الحکیم قادیان سے ایک اقتباس آپکی موت کے متعلق نقل کرتا ہوں، ملاحظ ہو۔ اخبار مذکور اپنے غیر معمولی ضمیمہ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۶ء میں رقم طراز ہے۔

وفات مسیح

جیسا کہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے۔ حضرت امامنا مولانا حضرت مسیح موعود مہدی معہود مرزا صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی۔ اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے تو بڑھ جاتی تھی حضور کو یہ بیماری سبب کھانا نہ ہضم ہونے کے تھی۔ اور چونکہ دل سخت کمزور تھا اور نبض ساقط ہو جایا کرتی تھی اور عموماً مشک وغیرہ کے استعمال سے واپس آجایا کرتی تھی۔ اس دفعہ لاہور کے قیام میں بھی حضور کو دو تین دفعہ پہلے یہ حالت ہوئی۔ لیکن ۲۵ تاریخ مئی کی شام کو جب کہ آپ سارا دن ''پیغام صلح'' کا مضمون لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے تو واپسی پر حضور کو پھر اس بیماری کا دورہ شروع ہو گیا۔ اور وہی دوائی جو کہ پہلے مقوی معدہ استعمال فرماتے تھے مجھے حکم بھیجا تو بنوا کر بھیج دی گئی مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور قریباً گیارہ بجے اور ایک دست آنے پر طبیعت از حد کمزور ہو گئی۔ اور مجھے اور حضرت خلیفہ نور الدین صاحب کو طلب فرمایا۔ مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے بیماری شروع ہوئی نیند آنے سے آرام آجائے گا ہم واپس اپنی جگہ پر چلے گئے مگر تقریباً دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آ گیا۔ جس سے نبض بالکل بند ہو گئی اور مجھے خلیفہ المسیح مولوی نور الدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو بلوایا اور برادرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی گھر سے طلب کیا۔ اور جب وہ تشریف لائے تو مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ مجھے سخت اسہال کا دورہ ہو گیا ہے آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ علاج شروع کیا گیا چونکہ حالت نازک ہو گئی تھی۔ اس لیے ہم پاس ہی ٹھہرے رہے اور علاج باقاعدہ ہوتا رہا۔ مگر پھر نبض واپس نہ آئی۔ یہاں تک ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جا ملی۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون۔

یہ اقتباس تو مقام وسبب موت کے متعلق تھا اب میعاد و حیات کو لیجئے۔ مرزا صاحب نے اپنی عمر کے متعلق متعدد پیشین گوئیاں کی تھیں جو سب غلط ثابت ہوئیں آپ کی ان پیش گوئیوں میں دو چار بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

۱...... کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۸ پر لکھتے ہیں کہ آپ کو عربی میں الہام ہوا کہ اے مرزا ہم تجھ کو اسی سال کی عمر دیں گے یا اس کے قریب۔

۲...... اشتہار الانصار مجریہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۶ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان و کتاب تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں ان کاموں کیلئے تجھے اسی (۸۰) برس یا کچھ تھوڑا کم یا چند سال اسی برس سے زیادہ عمر دوں گا۔

۳...... براہین احمدیہ حصہ پنجم کے ضمیمہ کے صفحہ ۹۷ پر لکھتے ہیں کہ خدا نے صریح لفظوں میں مجھے اطلاع دی کہ تیری عمر اسی (۸۰) برس کی ہوگی اور یا یہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔

۴...... حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۶ پر لکھتے ہیں کہ میری عمر اسی (۸۰) برس یا اس پر پانچ چار کم یا زیادہ ہوگی۔ لیکن مرزا صاحب پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ لہٰذا یہ سب الہام غلط ثابت ہوئے آپ کے خیفہ اول اور اخبار بدر نے یقیناً سعی کی ہے کہ آپ کی عمر کو چوہتر (۷۴) سال تک بڑھا دیں مگر وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ اس امر کا فیصلہ بھی مرزا صاحب خود کر گئے ہیں۔ آپ کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۶۸ پر لکھ گئے کہ

جب میری عمر چالیس (۴۰) برس تک پہنچی۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر

صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تب خداتعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھ پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔

اس کے معنی ہیں کہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا کی عمر چالیس سال تھی۔ اگر کم ہوتو ہو، زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ مرزا صاحب کے الفاظ ''میری عمر چالیس برس تک پہنچی'' کے یہی معنی ہوسکتے ہیں۔ اور آپ فوت ہوگئے ۱۳۲۶ھ میں لہذا آپ کی عمر ۶۵۔۶۶ برس سے زیادہ نہیں ہوسکتی پس ثابت ہوا کہ اپنے انجام کے مقام اور وقت سے مرزا صاحب بالکل ناآگاہ تھے اسکے متعلق آپکے تمام الہامات سچے نہ تھے لہذا انکا یہ دعویٰ کہ وہ نبی تھے درست نہیں ہوسکتا۔

قسط ہژدہم (۱۸)

مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے متعلق کوئی بحث مکمل نہیں ہوسکتی۔ جب تک ان کی ایک اور اہم اور ایسی پیش گوئی کا ذکر نہ کیا جائے۔ جو شاید مرزا صاحب کے تمام دوسرے کارناموں کی نسبت زیادہ زیر بحث آچکی ہے۔ میری مراد محترمہ محمدی بیگم صاحبہ سے مرزا صاحب کے نکاح کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی ہے یہ پیشگوئی بے شمار مرتبہ مباحثہ و مجادلہ کا اساس بن چکی ہے۔ اور بعض اوقات اس کی وجہ سے جانبین سے غلاظت بھی پھینکی گئی۔ لہذا میں چاہتا تھا کہ اس پیشگوئی پر بحث نہ کروں۔ لیکن اس کو قلم زد کرنے میں ایک اندیشہ کا امکان ہے یعنی یہ کہ بعض مرزائی دوست میری نظر سے ایسے گذرے ہیں جو کسی دلیل کو حصول مقصد کے لئے کتریا نامناسب نہیں جانتے امکان ہے کہ وہ لوگوں سے یہی کہنا شروع کردیں کہ (سید) حبیب نے مرزا صاحب کے خلاف قلم اٹھایا۔ اور سب کچھ لکھا محمدی بیگم کے نکاح کے مسئلہ پر اس نے خامہ فرسائی نہیں کی اس لیے کہ وہ اس میں احمدی

[illegible] نگاہ کا مؤید تھا یا کم از کم قادیاں کے دلائل کا لوہا مانتا تھا۔

اندریں حالات میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق بھی میں اپنے استدلال کو سپرد قلم کردوں لیکن جو لوگ اس بحث میں سوقیانہ انداز گفتگو یا بازاری طرز تحریر کے متوقع رہتے ہیں وہ اس قسط کے مطالعہ کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں کہ انہیں مایوسی ہوگی۔

ہشتم: قبل ازیں کہ میں اس مسئلہ کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کا ذکر کروں میں یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ محمدی بیگم صاحبہ اب تک بقید حیات ہیں عیال دار ہیں اور ان کے شوہر بھی زندہ اور سلامت مقام پٹی ضلع لاہور میں موجود ہیں اس موضوع پر تجدید بحث کا انہیں ناگوار گذرنا یقینی ہے لہذا میں ان سے بہ ادب عذر خواہ ہوتا ہوں۔

محمدی بیگم صاحبہ اور مرزا صاحب کا وہ تعلق جو مرزا صاحب چاہتے تھے پیدا نہیں ہوسکا یعنی محترمہ موصوفہ مرزا صاحب کے نکاح میں نہیں آئیں۔ لیکن ویسے وہ مرزا صاحب کی قریبی رشتہ دار تھیں اور رشتہ بھی کئی طرح کا تھا چنانچہ معلوم ہوتا ہے:

۱..... محمدی بیگم صاحبہ مرزا صاحب کی بھانجی یعنی ہمشیرہ زادی تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ محمدی بیگم صاحبہ کی والدہ مرزا صاحب کی سگی ہمشیرہ نہ تھیں۔ بلکہ وہ مرزا صاحب کی چچازاد بہن تھیں تاہم چچازاد بہن کی اولاد ہونے کی وجہ سے محمدی بیگم ان کی بھانجی ضرور تھیں۔

۲..... مرزا صاحب کی چچی زاد بہن جو محمدی بیگم صاحبہ کی والدہ تھیں مرزا صاحب کے حقیقی ماموں کے لڑکے سے بیاہی ہوئی تھیں گویا وہ مرزا صاحب کی بھاوجہ بھی تھیں۔ اور محمدی بیگم صاحبہ اس لحاظ سے مرزا صاحب کی بھتیجی بھی ہوتی تھیں۔ رشتے اور بھی تھے لیکن یہ دو رشتے قریب ترین تھے یعنی یہ کہ محترمہ محمدی بیگم صاحب مرزا صاحب کی ہمشیرزادی یعنی بھانجی اور برادرزادی یعنی بھتیجی بھی تھیں۔ لیکن تقاضائے انصاف یہ ہے کہ میں تسلیم کروں کہ شرعاً مرزا

صاحب ان سے نکاح کر سکتے تھے لہٰذا بروئے دستور وعرف عام خواہ بھانجی اور بھتیجی سے مطالبہ نکاح سوئے ادب کیوں نہ ہو شرعاً جو بات جائز ہے اس پر رشتہ داری کے نام سے انگشت اٹھانا خارج از بحث ہے۔

محمدی بیگم صاحبہ سے نکاح کے خیال مرزا صاحب کو جس طرح سے پیدا ہوا، وہ بھی قابل ذکر ہے۔ سنئے محمدی بیگم صاحبہ کے والد مرحوم کا اسم گرامی احمد بیگ صاحب تھا ان کی ایک بہن تھیں جو محمدی بیگم کی پھوپھی ہوتی تھیں اس خاتون کا شوہر عرصہ سے مفقود الخبر تھا۔ احمد بیگ صاحب نے چاہا کہ بہن کی جائداد انہیں بذریعہ ہبہ مل جائے اور ان کی بہن کی مرضی بھی یہی تھی لیکن مرزا صاحب کے منشا اور ان کی رضامندی کے سوا قانوناً ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا ان کو رضامند کرنے کے لیے احمد بیگ کی بیوی صاحبہ یعنی محمدی بیگم کی والدہ محترمہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اس ہبہ نامہ کے متعلق آپ کی رضامندی چاہی۔ مرزا صاحب نے جواب میں فرمایا کہ ہم استخارہ کرنے کے بعد اس کا فیصلہ کریں گے۔

کچھ عرصہ تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد محمدی بیگم کے والد صاحب خود مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہبہ نامہ کا ذکر چھیڑا۔ مرزا صاحب نے پھر استخارہ کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن ان کے اصرار پر اسی وقت حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اور استخارہ کیا۔ مگر جواب میں جو وحی نازل ہوئی۔ اس میں آپ کو ہدایت کی گئی کہ آپ محمدی بیگم کا رشتہ طلب کریں اور اگر یہ رشتہ مل جائے تو سائل کی امداد کریں ورنہ ہرگز اس کی امداد نہ کریں۔ اس خیال سے کہ لوگ اس ہبہ کے مسئلہ کو محمدی بیگم سے مرزا صاحب کے مطالبہ نکاح کا محرک ماننے میں شاید تامل کریں۔ لہٰذا میں مرزا صاحب کی ایک تحریر بطور ثبوت پیش

کرتا ہوں۔ یہ تحریر عربی میں ہے لیکن اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ یہ تحریر کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحات ۵۷۲،۵۷۳ پر موجود ہے۔ وھو ھذا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص (احمد بیگ) کی بڑی لڑکی کے نکاح کیلئے درخواست کر اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور پھر تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کو ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہشمند ہو۔ بلکہ اس کے علاوہ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کیے جائیں گے۔ بشرطیکہ تم اپنی بڑی لڑکی کا مجھ سے نکاح کردو۔ میرے اور تمہارے درمیان یہی عہد ہے تم مان لوگے تو میں بھی تسلیم کرلوں گا۔ اگر تم قبول نہ کرو گے تو خبردار رہو مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے کہ اگر کسی اور شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لیے یہ نکاح مبارک ہوگا۔ اس صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے جن کا نتیجہ موت ہوگا پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مرجاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے۔ اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مرجائے گا یہ اللہ کا حکم ہے پس جو کرنا ہے کرلو۔ میں نے تم کو نصیحت کردی ہے۔ پس وہ تیوری چڑھا کر چلا گیا۔

الہام کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نکاح کی صورت میں ہبہ کی اجازت دینے پر تیار تھے اس کے علاوہ اس میں محمدی بیگم کے والد صاحب کے لیے اقرار کی صورت میں انعام واکرام کا لالچ بھی موجود تھا۔ اور انکار کی صورت میں دھمکی بھی موجود تھی لیکن تعجب ہے کہ احمد بیگ صاحب پر نہ لالچ کا اثر ہوا اور نہ تخویف کا اور اس نے رشتہ دینے سے صاف انکار کردیا۔

مجھے معلوم نہیں کہ اس انکار کی وجوہات کیا تھیں لیکن ممکن ہے کہ محمدی بیگم چونکہ

مرزا صاحب کی بھانجی اور بھتیجی تھیں لہٰذا احمد بیگ صاحب کو اس میں تکلیف محسوس ہوئی۔ علاوہ ازیں محمدی بیگم صاحبہ مرزا صاحب کے سگے فرزند فضل احمد صاحب کی بیوی یعنی مرزا صاحب کی بہو کی ماموں زاد بہن بھی تھیں۔ لہٰذا بہو کی بہن کا بہو کے خسر کے ساتھ نکاح شاید کسی کو بھایا نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں مرزا صاحب اور محمدی بیگم صاحبہ کی عمروں میں بھی بہت تفاوت تھا۔ اور اگرچہ شرعاً یہ کوئی عیب نہیں کہ میاں بیوی کی عمروں میں تفاوت ہو۔ اور آئے دن تفاوت عمر کے بہت زیادہ ہونے کے باوجود لوگوں میں نکاح ہوتے رہتے ہیں۔ تاہم لوگ بالعموم اپنی بیٹی کسی معمر شخص کو دینا پسند نہیں کرتے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ شخص مذکور صاحب عیال ہو، بیوی زندہ موجود رکھتا ہو اور اس کی اولاد جوان برسرکار اور عیالدار ہو۔ میں احمد بیگ کے انکار کو طبعی سمجھتا ہوں اور ان کو مجرم نہیں سمجھتا۔ مجھے تعجب ہے کہ خداوند کریم نے ایک شخص کو محض اس لیے (بقول مرزا صاحب) قہر کیلئے چن لیا کہ اس نے اپنی لڑکی کو خدا کے نبی کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ شاید انبیاء علیہم السلام کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں کہ انہوں نے کسی سے نکاح کرنا چاہا ہو اور عورت کا ولی محض انکار کی وجہ سے قہر الٰہی کا مستوجب بن گیا ہو۔

مرزا صاحب اور محمدی بیگم صاحبہ کی عمروں میں جو فرق تھا۔ اس کا ثبوت بھی مرزا صاحب ہی کی تحریر میں موجود ہے چنانچہ کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۷۴ پر عربی زبان میں ایک فقرہ موجود ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

یہ میری مخطوبہ (مطلوبہ) ابھی چھوکری ہے اور میری عمر اسوقت پچاس سال کے لگ بھگ ہے۔

قسط نوازدہم (۱۹)

ہر انسان حصول مقصد کے لیے تحریص تخویف اور خوشامد کے تمام ذرائع استعمال کرتا ہے۔ محمدی بیگم کے حصول کے لیے مرزا صاحب نے بھی ان تمام ذرائع کو استعمال کیا۔ ان میں اور عام انسان میں فرق تھا تو صرف یہ کہ ان کی طرف سے تخویف و تحریص کے جو ذرائع استعمال میں آئے تھے ان کو الہام الٰہی کی منظوری بھی حاصل تھی۔ (معاذ اللہ)

مرزا صاحب کے یہ جتا دینے کے باوجود کہ اگر محمدی بیگم کو کسی اور جگہ بیاہا۔ تو اس کا خاندان مصائب میں مبتلا ہوگا۔ محترمہ موصوفہ کے والد ماجد نے اسکی شادی دوسری جگہ کر دی۔ اس کے بعد بھی مرزا صاحب اس خیال سے باز نہ آئے اور وہ محمدی بیگم کے حصول کے لیے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرتے رہے۔ ان کو الہام ہوا کہ خداوند تعالیٰ تمام موانع دور کرنے کے بعد انجام کار محمدی بیگم ان کو دلوا دے گا۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء مگر یہ خیال یہ الہام بھی غلط نکلا اور مرزا صاحب کو تادم مرگ محمدی بیگم سے ملاقات تک نصیب نہیں ہوئی۔

مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے متعلق جو الہامات شائع کیے۔ وہ قابل ملاحظہ ہیں۔ اور میں ان میں سے بعض کو درج ذیل کرتا ہوں۔

سب سے پہلے مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا۔ اس اشتہار کی تاریخ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء ہے آپ لکھتے ہیں:

۱..... اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لیے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام برکتوں اور

رحمتوں سے حصہ پاؤ گے۔ جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لیے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خداتعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جسکی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا اور بے دینوں کو مسلمان بنائے گا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلائے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے: ”کذبوا بآیتنا وکانوا بها یستهزؤن فسیکفیکهم الله ویردها الیک لاتبدیل لکلمات الله ان ربک فعال لما یرید انت معی وانا معک علی ان یبعثک ربک مقاما محمودا“ ترجمہ: انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خداتعالیٰ ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں۔ تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی رائے سے بد گوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خداتعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہونگے اور سچائی کھلنے سے چاروں طرف تعریف ہوگی۔

۴..... عرصہ تقریباً تین برس کا ہوا کہ بعض تحریکات کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ خداتعالیٰ نے پیشگوئی کے طور پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا اور فرمایا کہ خداتعالیٰ ہر طرح سے اسکو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک کو درمیان سے اٹھاوے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ چنانچہ اس پیشگوئی کا مفصل بیان مع اس کے ان تمام لوازم کے جنہوں نے انسان کی طاقت سے اس کو باہر کر دیا اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ اور وہ اشتہار عام طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے۔ جس کی نسبت آریوں کے بعض منصف مزاج لوگوں نے بھی شہادت دی۔ اگر یہ پیشگوئی پوری ہو جائے تو بلاشبہ یہ خداتعالیٰ کا فعل ہے اور یہ پیشگوئی سخت مخالف قوم کے مقابل پر ہے جنہوں نے گویا دشمنی اور عناد کی تلواریں کھینچی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کو جسے ان کے حال سے خبر ہوگی وہ اس پیشگوئی کی عظمت خوب سمجھتا ہوگا ہم نے اس پیشگوئی کو اس جگہ مفصل نہیں لکھا تا کہ بار بار کسی کے متعلق پیشگوئی کی دل شکنی نہ ہو۔ لیکن جو شخص اشتہار پڑھے گا۔ وہ گو کیسا ہی متعصب ہوگا اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ مضمون اس پیشگوئی کا انسان کی قدرت سے بالاتر ہے۔ اور اس بات کا جواب بھی کامل اور مسکت طور پر اسی اشتہار سے ملے گا کہ خداوند تعالیٰ نے کیوں یہ پیشگوئی بیان فرمائی۔ اور اس میں کیا مصالح ہیں اور کیوں اور کس دلیل سے یہ انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے۔

اب اس جگہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ پیشگوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی

تھی (جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی) تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہونچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی اس وقت گویا پیشگوئی آنکھوں کے سامنے آگئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہونگے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا: ''الحق من ربک فلا تکونن من الممترین''

یعنی بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ تو کیوں شک کرتا ہے۔ (ازالہ اوہام ۳۹۶ تا ۳۹۸)

۳......اس عاجز نے ایک دینی خصوصیت پیش آجانے سے پہلے اپنے ایک قریبی مرزا احمد بیگ ولد گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم والہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے۔ (انتہی ملخصا)

۴...... میری اس پیشگوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوئے ہیں۔ اول نکاح کے وقت میرا زندہ رہنا۔ دوم نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔ سوم پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہونچے گا۔ چہارم اسکے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا۔ پنجم اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔ ششم پھر آخر یہ کہ زمانے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالف اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا۔ اب آپ ایمان سے کہیں کہ یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں اور وہ اپنے دل کو تھام کر سوچ لیں کہ کیا ایسی پیشگوئی سچے ہو جانے کی حالت میں انسان

کا فعل ہو سکتی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۵)

۵...... وہ پیشگوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجزا یہ ہیں: ا۔ کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔ ۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔ ۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔ ۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔ ۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔ ۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔ (شہادت القرآن صفحہ ۶۵)

۶...... میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ)

قسط بستم (۲۰)

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ سے زوجیت کا تعلق پیدا کرنے کے لیے مرزا صاحب نے جو الہامات شائع کیے۔ ان میں سے بعض میں قسط گذشتہ میں بطور نمونہ پیش کر چکا ہوں چند اور الہامات جو اسی قبیل کے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

۷...... نفس پیشگوئی سے اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے۔ لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری بات یہ نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔ (اشتہار ۶/اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

۸...... میں (مرزا) نے بڑی عاجزی سے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے الہام کیا کہ میں ان (تیرے خاندان کے) لوگوں کو ان میں سے ایک نشانی دکھاؤں گا۔ خدا تعالیٰ نے ایک لڑکی (محمدی بیگم) کا نام لے کر فرمایا کہ وہ بیوہ کی جائے گی اور اس کا خاوند اور باپ یوم نکاح سے تین سال تک فوت ہو جائیں گے۔ پھر ہم اس لڑکی کو تیری طرف لائیں گے اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔ اور فرمایا میں اسے تیری طرف واپس لاؤنگا۔ خدا کے کلام میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اور تیرا خدا جو چاہتا ہے کر دیتا ہے:

۹...... کذبوا بایاتی و کانوبها یستهزؤن فیسکفیکهم الله و یردها الیک امر من لدنا اناکنا فاعلین زوجناکها الحق من ربک فلا تکونن من الممترین لا تبدیل لکلمات الله ان ربک فعّال لما یرید انا یردها الیک ترجمہ: انہوں نے میرے نشانوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا۔ سو خدا ان کے لیے تجھے کفایت کرے گا اور عورت کو واپس تیری طرف لائے گا۔ ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے پس تو شک کرنے والوں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس بات کو کر دیتا ہے کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ ہم اسکو واپس لانے والے ہیں۔ (انجام آتھم صفحہ ۶۱،۶۰)

۱۰...... خدا نے فرمایا کہ یہ لوگ میری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور ان سے ٹھٹھا کرتے ہیں پس میں ان کو نشان دوں گا۔ اور تیرے لیے ان سب کو کافی ہوں گا۔ اور اس عورت کو جو احمد بیگ کی عورت کی بیٹی ہے۔ پھر تیری طرف واپس لاؤں گا۔ یعنی چونکہ وہ ایک اجنبی کے ساتھ نکاح ہو جانے کے سبب سے قرار سے باہر نکل گئی ہے پھر تیرے نکاح کے ذریعہ سے داخل کی جائے گی۔ خدا کی باتوں اور اس کے وعدوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور تیرا خدا جو کچھ

چاہتا ہے وہ کام ہر حالت میں ہو جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ معرض التوا میں رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے لفظ فسیکفیکهم الله کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ احمد بیگ کی لڑکی کو روکنے والوں کو جان سے مار ڈالنے کے بعد میری طرف واپس لائے گا اور اصل مقصود جان سے مار ڈالنا تھا۔

۱۱...... براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے اور وہ الہام ہے جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں مذکور ہے: یا ادم اسکن انت و زوجک الجنة، یا مریم اسکن انت وزوجک الجنة، یا احمد اسکن انت و زوجک الجنة.

اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے۔ پہلا نام آدم یہ وہ ابتدائی نام ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا۔ کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی۔ جسکو مسیح سے مشابہت ملی اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلا پیش آئے جیسا کہ مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بد باطنیوں کا ابتلا پیش آیا اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے۔ اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے جس کا سر اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا۔ غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ تھا۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴)

۱۲...... اس پیشگوئی کی تصدیق کے لیے جناب رسول اللہ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی

فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ زوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ صفحہ ۵۳)

۱۳...... احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیشگوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے وہ امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے جو خط بنام مرزا احمد بیگ کانفرنس روحانی میں درج ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا۔ جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی میں سچ کہتا ہوں کہ اس عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں، ہنسی کی گئی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہونگے۔ پیشگوئی کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی۔ اس لیے وہ بیاہ کے بعد چھ مہینوں کے اندر مر گیا اور پیشگوئی کی دوسری جز پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیشگوئی کا ایک جز تھا۔ انہوں نے توبہ کی چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔ اس لیے خدا نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آجائے گی۔ امید کیسی یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں، ہو کر رہیں گی۔ (اخبار الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء مرزا صاحب کا حلفیہ بیان عدالت ضلع گورداسپور میں)

مرزا صاحب کے وہ اکثر الہامات ختم ہو چکے ہیں جن کا تعلق محمدی بیگم صاحبہ سے مرزا صاحب کے تعلقات زن وشوہر پیدا کرنے سے تھا۔ ان الہامات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بقول مرزا صاحب۔

۱...... اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب سے وعدہ کیا کہ محمدی بیگم باکرہ حالت میں ان کے قبضہ میں آئے گی مگر ایسا نہ ہوا۔

۲...... محمدی بیگم کا نکاح ہو چکا تو بھی اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو تسلی دی کہ تمام موانع دور کر دیئے جائیں گے۔ اور محمدی بیگم آپ کے نکاح میں آئے گی مگر ایسا بھی نہ ہوا۔

۳...... مرزا صاحب سے اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا کہ محمدی بیگم سے تمہارا نکاح کر دیا مگر یہ الہام صحیح ثابت نہ ہوا۔

۴...... اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب سے محمدی بیگم کے نکاح کو تقدیر مبرم یا اٹل قرار دیا۔ مگر یہ الہام صحیح ثابت نہ ہوا۔

۵...... محمدی بیگم کے والدین کو بذریعہ الہام یقین دلایا گیا کہ اگر وہ اپنی لڑکی مرزا صاحب کو دے دیں گے تو ان پر انعام واکرام خداوندی کی بارش ہوگی۔ مگر انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی گویا الہامی تحریص کا انجام نہایت اندوہناک ہوا۔

۶...... الہامات کے ذریعہ سے محمدی بیگم کے ورثا کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں بدترین عقوبت وتکلیف سے ڈرایا گیا۔ مگر انہوں نے اس تخویف کی پرواہ نہ کی۔ اور واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ اس دار المحن میں ہر شخص جن تکالیف کا نشانہ بنتا ہے اور جن سے مرزا صاحب کے مرید خود ان کا خاندان ان کے ورثا اور خود مرزا صاحب بری نہ تھے۔ ان کے علاوہ محمدی بیگم صاحبہ پر یا ان کے شوہر یا ان کے والد ماجد پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔

۷......مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ محمدی بیگم کا والد فلاں میعاد کے اندر فوت ہوگا اور ایسا ہوا لیکن یہ ایک اتفاق امر ہے جس کی وقعت کسی صاحب دانش وبینش کی نظروں میں ایک پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتی۔

۸......مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ محمدی بیگم صاحبہ کا شوہر فلاں تاریخ تک فوت ہوجائے گا۔لیکن وہ شخص میرے علم کے مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء تک یعنی تاریخ مقررہ سے کامل تیس (۳۰) سال بعد تک زندہ تھا۔لہٰذا مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔

۹......خود محمدی بیگم صاحبہ گھر میں چین سے زندہ ہیں۔ان کی زندگی ایسے آرام سے گذری جیسی کہ بالا وسط پنجاب کی ایسی عورتوں کو نصیب ہوتی ہے۔وہ سہاگن بانصیب صاحب مال اور اولاد ہوئی۔

اس مسئلہ پر ابھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر وہ غیر ضروری ہے۔اس لیے کہ اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بہت واضح ہے۔مرزا صاحب کو جب مخالفین نے تنگ کیا کہ یہ سب الہامات ناکارہ ثابت ہوئے تو انہوں نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحات ۱۳۲، ۱۳۳ پر لکھا کہ

یہ امر کہ الہام یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ درست ہے۔مگر جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔اس نکاح کے ظہور کے لیے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ”یاایھا المراۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک“

پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کردیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

اس الہام کے الفاظ عجیب ہیں۔نکاح فسخ ہوگیا یا ملتوی ہوگیا ایک ایسا فقرہ ہے

جس کی داد دینا آسان نہیں۔تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ اطلاع مرتے دم تک نہ دی کہ اب یہ خاتون تمہارے قبضہ میں نہیں آسکتی۔رہا یہ مسئلہ کہ محمدی بیگم سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ توبہ کرے،ایک جدت ہے۔جس کا اس تحریر سے پہلے کہیں پتہ نہیں چلتا۔محمدی بیگم آزاد نہ تھی۔وہ رسم کی وجہ سے والدین کے قبضہ میں تھی والدین نے اسے جس کے سپرد کیا۔وہ ایک سعادت مند بیٹی کی طرح اپنے شوہر کے پاس گئی۔اور اس نے ایک شریف زادی کی طرح اس کے قدموں میں زندگی گزار دی۔لہٰذا اس سے توبہ کا مطالبہ بے حد عجیب اور رسوم پنجاب سے خدائے تعالیٰ کی ناواقفی (معاذاللہ) کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔اور بس۔

قسط بست ویکم (۲۱)

اس بحث کی ابتداء میں میں نے لکھا تھا کہ مرزا صاحب نے محمدی بیگم صاحبہ کے حصول کیلئے تحریص وتخویف کے طریق کار کو اختیار کیا۔الہامات نے اس پروپیگنڈہ میں مرزا صاحب کی جو مدد کی،وہ ان الہامات سے ظاہر ہے،جو اوپر درج ہو چکے ہیں۔اور ان کا جو نتیجہ نکلا،وہ بھی ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔لیکن خاص طور پر قابل لحاظ یہ حقیقت ہے کہ خود مرزا صاحب کو ان الہامات کے مؤثر ہونے پر اعتماد نہ تھا۔اس لیے کہ اگر وہ ان الہامات پر اعتماد کلی رکھتے تو ان کی اشاعت پر قناعت کرتے اور حصول مقصد کیلئے دوسرے ذرائع استعمال میں نہ لاتے۔مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔اور غیر الہامی تحریص وتخویف کے آلات کو بھی خوب استعمال کیا۔

غیر الہامی تخویف وتحریص کی داستان بھی دلچسپ ہے۔ذرا اس کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔آپ نے اپنی سمدھن یعنی اپنے لڑکے فضل احمد کی ساس کو جو محمدی بیگم کی پھوپھی ہوتی تھی،ذیل کا خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چار روز تک محمدی بیگم مرزا صاحب احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ اور میں خدا کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا، اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا صاحب احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح سمجھا سکتی ہو سمجھاؤ اور اگر ایسا نہیں ہوگا۔ تو آج میں نے مولوی نورالدین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے اور اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ۔ تو فضل احمد عزت بی بی کے لیے طلاق نامہ ہم کو بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنا اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو امید رکھتا ہوں کہ شرعی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائے گا جس کا مضمون یہ ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی بیگم کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے۔ تو پھر اس روز سے جو محمدی بیگم کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اس طرح پر عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی تو یہ شرطی طلاق ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا۔ پھر وہ میری وراثت سے ایک ذرہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لیے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لیے ہر طرح کی کوشش کرنا چاہی اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی۔ مگر تقدیر غالب ہے یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا

اس دن عزت بی بی کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ (راقم مرزا غلام احمد لدھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء)

ایک خط محمدی بیگم کے باپ مرزا احمد بیگ کو لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

آپ کی لڑکی محمدی بیگم سے میرا آسمان پر نکاح ہو چکا ہے۔ اور مجھکو الہام پر ایسا ایمان ہے جیسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر مجھے خدائے تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ یہ بات اٹل ہے۔ یعنی خدا کا کیا ہوا ضرور ہوگا۔ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی۔ اگر آپ کسی اور جگہ نکاح کریں گے تو اسلام کی بڑی ہتک ہوگی کیونکہ میں دس لاکھ آدمی میں اس پیشگوئی کو مشتہر کر چکا ہوں۔ اگر آپ ناطہ نہ کریں گے تو میرا الہام جھوٹا ہوگا اور جگت ہنسائی ہوگی جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے، زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے معاون بنیں۔ دوسری جگہ رشتہ نا مبارک ہوگا میں نہایت عاجزی سے اور ادب سے التماس کرتا ہوں کہ اس رشتہ سے انحراف نہ کریں جو آپ کی لڑکی کیلئے گوناگوں برکتوں کا باعث ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایک ایسا ہی خط اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ (والد عزت بی بی) کے نام بھی لکھا۔ اور اسمیں اپنی بیکسی بے بسی ظاہر کر کے خواہش کی کہ اپنی بیوی (والدہ عزت بی بی) کو سمجھا دیں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ (والد محمدی بیگم) سے لڑ جھگڑ کر اسے اس ارادہ سے باز رکھیں۔ ورنہ میں تمہاری لڑکی کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوا دوں گا۔ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو اس ارادہ سے منع کر دیں۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم کہ یہ سب رشتہ ناطہ توڑ دوں گا اور اگر میں خدا کا ہوں تو وہ مجھے بچائے گا۔

باوجود ان خطوط کے بھی مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم سے نہ ہوا۔ اور ادھر فضل احمد نے بھی اپنی بیوی کو طلاق نہ دی۔ اور اپنے والد صاحب کے گھر کو روشن تر کرنے کی

مطلق پرواہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی قسموں کے مطابق مرزا صاحب نے اپنی زوجہ اول اور دو لڑکوں مرزا سلطان احمد بیگ و فضل احمد بیگ سے قطع تعلق کر لیا۔

(دیکھو اشتہار نصرت دین و قطع تعلق از اقارب مخالف دین)

محمدی بیگم صاحبہ کے حصول کے لیے مرزا صاحب کی الہامی اور غیر الہامی مساعی کے متعلق جو کچھ مجھے عرض کرنا تھا وہ اختتام کو پہنچا۔ (الحمد للہ علیٰ ذالک) لیکن قبل ازیں کہ میں اس قصہ کو ختم کروں میں اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری ناقص رائے میں یہ قضیہ دو لحاظ سے مرزا صاحب کے خلاف جاتا ہے اول تو یوں کہ مرزا صاحب نے اس معاملہ کے متعلق جس قدر پیشگوئیاں بھی کیں وہ (احمد بیگ مرحوم کے سوا) سب کی سب غلط ثابت ہوئیں اور دوسرے یوں کہ مرزا صاحب نے ناکامی سے غصہ کھا کر اپنی پہلی بیگم صاحبہ محترمہ سے قطع تعلق کر لیا۔ انہوں نے اپنی سمدھن کو یہ دھمکی دی کہ اگر وہ اپنے بھائی (محمدی بیگم کے والد) کو دباؤ ڈال کر رشتہ دینے پر راضی نہ کرے گی۔ تو اس کی لڑکی کو طلاق دلوا دی جائے گی۔ ناکامی کی صورت میں مرزا صاحب نے اپنے لڑکے فضل احمد بیگ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ حالانکہ اس عفیفہ کا کوئی قصور نہ تھا اور وہ اپنی عمر اور حالت کے لحاظ سے محمدی بیگم صاحبہ کا رشتہ دلوانے میں کوئی با اثر مداخلت نہیں کر سکتی تھیں۔

انتہا یہ ہے کہ جب فضل احمد بیگ صاحب نے اپنے والد ماجد یعنی مرزا صاحب کے اشارے پر ناچنے سے انکار کر دیا اور بیگناہ بیوی کو طلاق نہ دی تو مرزا صاحب اس سے ناراض ہو گئے اور اسے عاق اور محروم الارث کر دیا۔ حالانکہ عاق بیٹے کو بھی محروم الارث کرنا شریعت کے خلاف ہے۔ میں جب اس واقعہ پر غور کرتا ہوں تو فضل احمد بیگ صاحب کی عزت میرے دل میں المضاعف ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ خدائے قدوس نے جہاں یہ حکم

ا[illegible]ہے کہ کوئی فرزند والدین کے سامنے (جب وہ بہت بوڑھے ہو جائیں تو) اف بھی نہ کرے۔ وہاں یہ بھی حکم دیا ہے کہ شریعت کیخلاف والدین کے احکام کی پابندی نہ کی جائے۔ اور کسی گروہ و قوم یا خاندان کی عداوت کی وجہ سے مسلمان کو جادۂ عدل وانصاف سے کبھی منحرف نہیں ہونا چاہیے۔

مرزا صاحب نے اپنے بیٹے مرزا سلطان احمد بیگ سے بھی قطع تعلق کر لیا۔ ان دونوں بھائیوں نے حفظ حدود شریعت کیلئے مالی لحاظ سے بہت بڑا نقصان اٹھایا۔ اگر وہ شریعت کو چھوڑ کر مرزا صاحب کو راضی رکھتے تو آج قادیان کی لاتعداد دولت کے مالک ہوتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

مرزا صاحب نے خفا ہو کر جو کچھ کیا۔ وہ ان کے ایسے بلند پایہ انسان کی شان کے لائق نہ تھا۔ مرزا صاحب کی اردو کمزور اور پھس پھسی تھی۔ تو کیا وہ ہی متبحر عالم تو تھے لہٰذا یہ سب افعال انکی شان سے بطور عالم وانسان بعید تھے۔

ع ''تا بہ نبی اللہ چہ رسد''

قسط بست و دوم (۲۲)

مرزا صاحب کے ایسے افعال واقوال جو ایک عام انسان کی شان شایاں بھی نہیں ہیں۔ اسی ایک مثال تک محدود نہیں ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کے حصول میں ناکام ہو کر اپنی رفیقہ حیات اور اپنی اولاد پر سختی روا رکھی بلکہ اس کی کئی مثالیں آسانی سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کی تحریک قبول نہ کرنے کے لیے میرے پاس

سولہویں دلیل

یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعض افعال واقوال پیغمبر تو کجا عام انسان کی شان کے شایاں ہی نہ تھے۔اس کی مثالیں گنوانا ہوں تو عرض کرنا پڑے گا کہ

۱......آپ نے محمدی بیگم کے حصول میں ناکام ہونے پر اپنی پہلی بیگم جو بیگناہ تھیں قطع تعلق کرلیا۔

۲......بیٹوں کو بلاوجہ عاق کردیا۔

۳......محمدی بیگم کے والد اور محمدی بیگم کی پھوپھی میں نفاق ڈالنے کی سعی کی۔

۴......اپنی بے گناہ وبے بس بہو کو طلاق دلوانے کی کوشش کی۔

۵......آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کی والدہ محترمہ کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کئے جونہایت ہی ثقیل و نامناسب تھے۔حضرت خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ کے زمانہ میں بھی عیسائی اور موسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن صاحب قاب قوسین او ادنیٰ نے ان کے معتقدات کی تردید نہایت مہذب الفاظ میں کی، جس کا شاہد قرآن ہے۔حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت عیسیٰ کی شان کو نہایت اعلیٰ الفاظ میں بیان کیا۔اور انکی مادر محترمہ کی عصمت کی شہادت دی۔قرآن پاک میں بھی ان کا ذکر فخر و مباہات سے موجود ہے۔لیکن مرزا صاحب نے موصوفہ قرآن و حدیث کی شان میں رکیک الفاظ استعمال کئے۔مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب مانع ہے کہ میں ان کے متعلق دلیل پیش کرنے کے خیال سے نقلاً بھی ایسے الفاظ استعمال کروں جو تہذیب سے گرے ہوئے ہیں۔اوران کی والدہ محترمہ کے متعلق تو میں ہرگز کوئی برا لفظ بطور مثال بھی استعمال نہیں کرسکتا۔لہٰذا میں مرزا صاحب کی دو تحریریں بطور مثال پیش کرتا ہوں

اس میں انہوں نے مبینہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کی ہے اور اسی پر اپنی اس تحریر کے اس حصہ کو ختم کرتا ہوں۔

مرزا صاحب اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ ۶۵ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔معاذ اللہ۔

پھر آپ اپنی کتاب مکتوبات احمدیہ کی جلد ۳ کے صفحہ ۲۳،۲۴ پر رقم فرما ہیں کہ:

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ایک کھاؤ پیو،شرابی، نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔

یاد رہے کہ آخری الزام کی تردید خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں کی ہے۔یعنی کہ حضرت عیسیٰ نے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

۶......مرزا صاحب نے اپنے منکروں کو ایسی گالیاں دی ہیں جو ایسی دل آزار ہیں حالانکہ آپ خود اس عادت کی مذمت کرتے ہوئے اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ ا پر لکھتے ہیں کہ کسی کو گالی مت دو۔گو وہ گالی دیتا ہو۔

پھر اپنی کتاب ضرورت الامام کے صفحہ ۸ پر خود ہی فرماتے ہیں کہ

چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں، مفسدوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لیے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے۔ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیصلہ سے محروم نہ رہیں۔یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے۔

مرزا صاحب کے اس کلام کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اپنے مخالفین کی بدگوئی کے مقابلہ میں کلام نرم سے کام لیتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مخالفین کو انہوں نے بے نقط گالیاں دی ہیں۔ پر اگر ایسا کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی عذر تھا بھی تو ان لوگوں کو کوسنے کے لیے ان کی طرف سے کیا عذر پیش کیا جا سکتا ہے جنہوں نے مرزا صاحب کو برا بھلا نہیں کہا۔ بلکہ ان کے دعاوی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ایسے لوگوں کے متعلق کتاب انوار اسلام کے صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں۔

جو شخص اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ فلاں کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی اور کچھ شرم وحیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں رہے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں ہے...... لیکن مرزا صاحب کی شان کے خلاف ان کی سب سے دل آزار تحریر وہ ہے جو خود انکے قلم سے نکلی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آپ نے ادعائے نبوت سے پہلے اعلان کیا کہ آپ کو براہین احمدیہ کے نام سے ایک کتاب شائع کرنا ہے۔ لیکن روپیہ موجود نہیں۔ لہذا مسلمان قیمت پیشگی روانہ کر دیں۔ اس لیے کہ اس کتاب میں حقانیت اسلام پر تین سو دلائل ہوں گے۔ لوگوں نے لاکھوں روپے روانہ کیے جس کا مرزا صاحب نے خود اعتراف کیا۔ آپ نے تین جلدیں لکھنے کے بعد اعلان کیا کہ کتاب ایک سو جز تک پہنچ گئی ہے۔ اور قیمت بڑھا کر پہلے دس اور پھر پچیس روپے کر دی۔ لیکن چوتھی جلد کے خاتمہ پر آپ نے اعلان کر دیا کہ اب اس کتاب کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے کتاب کی اشاعت بند کر دی۔ قطع نظر اس کے کہ بقول مرزا صاحب

اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تکمیل کتاب کے متعلق کیا تھا۔ وہ اب تک پورا نہیں ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اپنی شان یوں بیان کرتا ہے کہ ہمارا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے مرزا صاحب نے خود اس کتاب کے متعلق اپنے مواعید کو پس پشت ڈال دیا۔ لیکن جب لوگوں نے تقاضے کیے تو آپ نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جو اخبار بدر قادیان مجریہ ۱۹ اگست ۱۹۰۶ء میں درج ہوا۔ اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قرآن کریم بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کے ۲۳ برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدائے تعالیٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی۔ تو اس میں کونسا حرج تھا۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ بطور پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا ہے۔ تو ایسا خیال کرنا بھی حمق اور ناواقفی ہے کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم ہوا ہے۔ اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لے گئی ہے۔ اور ایسے بہت کم لوگ ہیں جن سے دس روپیہ لیے گئے۔ اور جن سے پچیس روپیہ لیے گئے ہوں وہ تو صرف چند ہی انسان ہیں اور پھر باوجود اس قیمت کے جو ان حصص براہین احمدیہ کے مقابل جو منطبع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے کچھ عجب نہیں۔ بلکہ عین موزوں ہے اعتراض کرنا سراسر کمینگی اور سفاہت ہے پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق شور وغوغا کا خیال کر کے دو مرتبہ اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتاب ہمارے پاس روانہ کر دے اور اپنی قیمت واپس لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے۔ انہوں نے کتابیں واپس کر دیں اور قیمت لے لی اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا مگر ہم نے قیمت دیدی کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی ناز برداری نہیں کرنا چاہتے۔ اور ہر ایک وقت

قیمت واپس دینے کو تیار ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا نے ہم کو فراغت بخشی۔

ناظرین کرام اس اشتہار کو بار بار پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ یہ تحریر ایک نبی تو کیا معمولی انسان کے شایان شان بھی ہے؟

قسط بست وسوم (۲۳)

مرزا صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ ایسے ہیں جن کے خلاف نرم ترین الفاظ میں صدائے احتجاج بلند کرنے والا بھی اس کے سوا اور کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مرزا صاحب کے یہ الفاظ ایک معمولی آدمی کے شایان شان بھی نہیں **تابہ نبی اللہ چہ رسد**۔ اس خیال سے کہ ناظرین کرام ان افعال واقوال کا موازنہ کرتے ہوئے کہیں اس معیار کو نظر انداز نہ کردیں۔ جو مرزا صاحب نے خود مقرر کیا ہے میں مکرر عرض کئے دیتا ہوں کہ مرزا صاحب کتاب ضرورت الامام کے صفحہ ۸ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ

یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے۔

مگر اپنے اس قول کے باوجود آپ نے اپنے وقت کے مولویوں کو بعض اوقات اشتعال کے بعد اور اکثر اوقات بلا اشتعال ایسی گالیاں دی ہیں کہ العظمۃ للہ اس سلسلہ تحریر کو ادب وتہذیب سے نبھانے کے بعد میں کوئی ایسی بات لکھنا پسند نہیں کرتا جو قادیانیوں پر گراں گذرے۔ لہٰذا ناظرین کرام کو ان الفاظ سے آگاہ کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ جو مرزا صاحب نے اپنے وقت کے علماء کے خلاف نام لے لے کر استعمال کئے۔ علماء کے نام لکھنا بے سود ہیں۔ طویل حوالے دینا غیر ضروری ہیں۔ صرف مرزا صاحب کے الفاظ نقل

کردینا کافی ہے جس کسی کو شبہ ہو وہ مرزا صاحب کی کتابیں نکال کر ان کو تلاش کرلے ناکام رہے تو مجھ سے مدد حاصل کرے۔ میں خدمت کیلئے حاضر ہوں لیکن اس کے بعد مرزا صاحب کے متعلق اپنی رائے خود قائم کرلے۔ مجھے اس میں مدد دینے سے معذور سمجھے۔

مرزا صاحب کی گالیوں کی فہرست کے لیے میں مولوی محمد یعقوب صاحب کا مرہون منت ہوں اب آپ ان کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔ **وھو ھذا**

الف...... بدذات فرقہ مولویان، تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا، اندھیرے کے کیڑو، ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا، اندھے نیم دہریہ ابولہب اسلام کے دشمن، اسلام کے عار مولویو، اے جنگل کے وحشی اے نابکار، ایمانی روشنی سے مسلوب، احمق مخالف اے پلید دجال، اسلام کو بدنام کرنے والے بے بدبخت مفتریو، اعلیٰ اشرار اول الکافرین اوباش، اے بدذات خبیث دشمن اللہ اور رسول ان بیوقوفوں کو بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔

ب...... بے ایمان اندھے مولوی پاگل بدذات بدگوہری ظاہر نہ کرتے، بے حیائی سے بات بڑھانا، بددیانت بے حیا انسان، بدذات فتنہ انگیز، بدقسمت منکر، بدچلن بخیل، بداندیش، بدظن بدبخت قوم، بدگفتار، بدعلماء باطنی جذام بخل کی سرشت والے، بیوقوف جاہل بیہودہ، بدعلماء بے بصر۔

پ...... پلید طبع۔

ت...... تمام دنیا سے بدتر، تنگ ظرف، ترک حیا، تقویٰ دیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا۔ ترک تقویٰ کی شامت سے ذلت پہنچ گئی۔ تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کیلئے۔

ث...... ثعلب(لومڑی)

ج...... جھوٹ کی نجاست کھائی، جھوٹ کا گو کھایا، جاہل وحشی، جادہ صدق وثواب سے منحرف ودور، جعلساز جیتے ہی جی مرجانا۔

چ...... چوہڑے چمار۔

ح...... حمار، حمقاء، حق وراستی سے منحرف، حاسد حق پوش۔

خ...... خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں، خنزیر سے زیادہ پلید خطا کی ذلت انہی کے منہ میں، خالی گدھے، خائن، خیانت پیشہ خاسرین، خالیہ من نور الرحمٰن، خام خیال خفاش

د...... دل سے محروم، دھوکا دہ، دیانت ایمانداری، راستی سے خالی، دجال، دروغ گو، دشمن سچائی، دشمن قرآن، دلی تاریکی

ذ...... ذلت کی موت، ذلت کے ساتھ پردہ داری کا، ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کردیں گے۔

ڈ...... ڈوموں کی طرح مسخرہ۔

ر...... رئیس الدجال، ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے، روسیاہ روباہ باز، رئیس المنافقین، راس المعتدین، راس الغاوین۔

ز...... زہرناک مارنے والے، زندیق،

س...... سچائی چھوڑنے کی لعنت انہی پر برسی، سفلی ملا، سیاہ دل منکر، سخت بے حیا، سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے۔ سادہ لوح سانسی، سفہا، سفلہ سلطان المتکبرین الذی اضاع دینہ بالکبر والتوهین، سگ بچگان۔

ش...... شرم وحیاء سے دور، شرارت خباثت وشیطانی کارروائی والے، شریف از مغلہ نے ترسد، بلکہ از سلفگتے او میترسد، شریر مکار، شیخی سے بھرا ہوا۔

ص...... صدرة القذاة بوش ، صدرك ضربه دير بك رماني بحار وماء.

ض...... ضال۔ ضررهم اكثر من ابليس لعين.

ط...... طالع منحوس۔ طنهم لغابالغاء الحق والدين.

ظ...... ظلماتی حالت۔

ع...... علماء السوء، عداوت اسلام، عجب دیندار والے، عدو العقل، عقارب، عقب الکلب، عدوہا۔

غ...... غول الاغوی، غدار سرشت، غالی، غافل۔

ف...... فیمت یاعبد الشیطان، فریبی، فن عربی سے بے بہرہ، فرعونی رنگ۔

ق...... قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے، قست قلوبهم قد سبق الكل فی الكذب.

ک...... کینہ ور، کمہارزادے، کوتاہ نطفہ، کھوپری میں کیڑا، کیڑوں کی طرح خود ہی مرجائیں گے، کتے، کمینہ، کج دل قوم۔

گ...... گدھا گندے اور پلید فتویٰ والے، گندی کارروائی والے، گندی عادت، گندے اخلاق، گندہ دہانی گندے اخلاق والے ذلت سے غرق ہوجا۔ گندی روحو۔

ل...... لاف وگزاف والے، لعنت کی موت۔

م...... مولویت کو بدنام کرنے والو، مولویوں کا منہ کالا کرنے کیلئے منافق، مفتری مورد غضب، مفسد، مرے ہوئے کیڑے، مخذول، مہجور، مجنون، مغرور، منکر، محجوب مولوی نگس طینت، مولوی کی بک بک، مردار خوار مولویو۔

ن...... نجاست نہ کھاؤ، نااہل مولوی، ناک کٹ جائے گی، ناپاک طبع لوگوں نے نابینا علماء، نمک حرام، نفسانی ناپاک نفس، نابکار قوم، نفرتی ناپاک شیوہ، نادان متعصب، نالائق، نفس امارہ کے قبضہ میں نااہل حریف، نجاست سے بھرے ہوئے، نادانی میں ڈوبے ہوئے، نجاست خواری کا شوق۔

و...... وحشی طبع، وحشیانہ عقائد والے۔

ہ...... ہالکین، ہندوزادہ۔

ی...... یک چشم مولوی، یہودیانہ تحریف یہودی سیرت، یہود کے علماء، یہودی صفت۔

قسط بست وچہارم (۲۴)

نثر میں آپ مرزا صاحب کی تحریر کا وہ نمونہ ملاحظہ فرما چکے۔ جو بطور انسان ان کی شان کے شایان نہ تھا اب ذرا نظم میں ان کے غیض وغضب کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔ ایسی نظمیں متعدد ہیں۔ مگر میں صرف چند اشعار پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

نظم میں گالیاں [1]

اک سگ دیوانہ لودیانہ میں ہے / آج کل وہ خرشتر خانہ میں ہے
بد زباں بد گوہر و بد ذات ہے / اس کی نظم و نثر واہیات ہے
آدمیت سے نہیں ہے اس کو مس / ہے نجاست خوار وہ مثل مگس
سخت بد تہذیب اور منہ زور ہے / منہ پر آنکھیں ہیں مگر دل کور ہے
حق تعالیٰ کا وہ نافرمان ہے / آدمی کا ہے کو ہے شیطان ہے
چیختا ہے بیہودہ مثل حمار / بھونکتا ہے مثل سگ وہ بار بار
مغز لونڈوں نے لیا ہے اس کا کھا / بکتے بکتے ہوگیا ہے باؤلا

[1] قادیانی کہتے ہیں کہ یہ نظم مرزا صاحب کی نہیں، خواہ مخواہ ان سے منسوب کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم والصواب

کچھ نہیں تحقیق پر اس کی نظر / اس کا اک استاد ہے سو بدگہر
دوغلا استاد اس کا پیر ہے / اس کی صحبت کی یہ سب تاثیر ہے
جہل میں بوجہل کا سردار ہے / بولہب کے گھر کا برخوردار ہے
سخت دل نمرود یا شداد ہے / جانو رہے یا کہ آدم زاد ہے
ہے وہ نابینا دیا خفاش ہے / مسخرا ہے منہ پھٹا اوباش ہے
وہ مقلد اور مقلد اس کا پیر / پھر محدث بنتے ہیں دونو شریر
اس کو چڑھتا ہے بخاری سے بخار / پھیرتا ہے اس سے منہ اب نابکار
شورہ پشتی انکی ہر رگ میں ہے / جس طرح کہ زہر مار وسگ میں ہے
ہائے صد افسوس اس کے حال پر / لاکھ لعنت اسکے قیل وقال پر
آدمی ہے یا کہ ہے بندر ذلیل / مل گیا کفار سے وہ بے دلیل
وہ یہودی ہے نصاریٰ کا معین / پادری مردود کا ہے خوشہ چیں

اس سلسلہ کو قلم بند کرتے ہوئے مجھے کسی موقعہ پر ایسی تکلیف نہیں ہوئی جیسی کہ مرزا صاحب کی محولہ بالا تحریروں کا نمونہ پیش کرتے ہوئے محسوس ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس باب کو جلد سے جلد ختم کروں۔ لیکن دیانت صحیفہ نگاری مجبور کر رہی ہے کہ ایک اور بات بھی جو اس ضمن میں داخل ہے عرض کروں۔

ہر صاحب قلم کا فرض ہے کہ وہ حوالہ دیتے ہوئے انتہاء کی احتیاط سے کام لے اپنے خیالات کے اظہار میں انسان کی آزادی اس کا پیدائشی حق ہے وہ چاہے تو اللہ تعالیٰ کے وجود باوجود سے انکار کر کے دلائل پیش کرے۔ مگر اخلاق تہذیب دیانت تحریر اور شرافت نے اس کو پابند کر دیا ہے کہ یہ کسی کی تحریریں تحریف نہ کرے۔ اور اس کا حوالہ دیتے ہوئے اس میں کوئی تبدیلی نہ کرے۔ خدائے تعالیٰ کو خود گوارا نہیں کہ اس کے نام سے کوئی

ایسی کتاب (تحریر) منسوب کی جائے جواس کی بارگاہ سے نازل نہ ہوئی ہو۔اس کو خدائے قدوس نے افترا علی اللہ کا نام دیا ہے اور اسکی وعید بہت سخت بیان فرمائی ہے۔

اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ انسان اگر کسی دوسرے انسان سے کوئی ایسی تحریر یا بات منسوب کرے جواس کی نہ ہو تو یہ جائز نہ ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ جناب مرزا صاحب کی تحریر میں بعض ایسے حوالے موجود ہیں جن کا وجود اس خاکسار کو نہیں ملا۔ اگر یہ میری غلطی ہے تو میں ان حوالوں کا پتہ ملنے پر ادب سے مرزا صاحب کی روح اور ان کے پیروکار حضرات سے معافی مانگ لوں گا اور اظہار ندامت کروں گا۔

میں ایسے حوالوں میں سے صرف تین بطور نمونہ پیش کرنے کی جرات کرتا ہوں۔

اول: اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۰ پر اور اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۱۵ پر اور اپنی کتاب تحفہ بغداد کے صفحہ ۲۰ اور ۲۱ کے حاشیہ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

بات یہ ہے کہ جب مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ اللہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔

میں بہ ادب عرض کروں گا کہ حضرت مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایسے اشخاص کے لیے اس طرح کبھی لفظ نبی استعمال نہیں کیا بلکہ انہوں نے لفظ محدث لکھا ہے مرزا صاحب نے خود دعویٰ کیا کہ ایسے محدث نبی ہوتے ہیں۔ اور اس غرض سے حضرت سرہندی کی تحریر کو بدل دیا اور یہ بات نہ صرف ایک نبی کی شان کے خلاف ہے بلکہ کسی صاحب دیانت انسان کی شان کے شایان بھی نہیں۔

دوم: مرزا صاحب اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ پانچ پر لکھتے ہیں کہ

اور یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ جب کہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔

مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ اپنے عہد طفلی سے قرآن پاک کا مطالعہ کرتا رہا ہوں گا ہے بگاہے غفلت سے یہ سلسلہ منقطع بھی ہوا۔ مگر بحمد اللہ کہ پھر جلد شروع ہوگیا کئی ترجمے بھی میری نظر سے گذرے ہیں لیکن کوئی آیت کریمہ میری نظر سے ایسی نہیں گذری جس سے مرزا صاحب کے محولہ بالا قول کی تائید ہو اور غضب یہ کہ مرزا صاحب کا یہ مقولہ قرآن پاک اور دوسری کتب سماوی سے متعلق ہے جن کے بارے میں ایسی بات کہنا آسان نہیں۔ یہ لکھنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نبی تو درکنار یہ بات ایک عام انسان کی شان کے شایاں بھی نہیں ہے۔

سوم: مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۷ پر نگاہ ڈالئے اور کتاب البشریٰ کی جلد اول کے حصہ دوم کا صفحہ ۱۹ اٹھا کر دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج ہے مکہ مدینہ اور قادیان۔

مجھے پھر ندامت سے مرزا صاحب کے قول کی تردید کرنا پڑتی ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام تو قرآن پاک میں بالصراحت موجود ہیں لیکن قادیان کا نام میری نگاہ سے نہیں گذرا۔ اگر ایسا ہو تو یہ میری معلومات میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔ فی الحال میں یہ لکھنے پر مجبور ہوں کہ مرزا صاحب نے قرآن پاک کے متعلق وہ حوالہ دیا ہے جو اس میں موجود نہیں اور یہ بات ان کی اور ہر انسان کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔

قسط بست و پنجم (۲۵)

میں نے اول اول مرزا صاحب کے دعاوی بیان کیے۔ پھر ان دعاوی کو میں لے تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ان میں سے جو دعاوی الوہیت یا ابن اللہ ہونے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان پر میں نے پہلے بحث کی اوتار ہونے کے دعاوی کو میں نے پیچھے ڈال دیا۔ اور ان پر مجھے ابھی اظہار خیال کرنا ہے۔

الوہیت کے بعد میں نے مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو لیا اور ثابت کیا کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہی نہیں۔ پھر مرزا صاحب کے الہامات کو لیا۔ اور ان کا پول ظاہر کر کے ثابت کیا کہ اگر بالفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ ختم مرسل ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے تو بھی مرزا صاحب نبی نہ تھے اس لیے کہ ان کے الہام غلط بے معنی اور خود ان کے فہم سے بالاتر تھے۔ اس کے بعد میں نے مرزا صاحب کی پیش گوئیاں لیں اور مرزا صاحب کی تحریر سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ یہ معیار نبوت ہیں میں نے بہ دلائل قاطع ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں سچی ثابت نہیں ہوئیں لہٰذا وہ نبی نہ تھے۔

ان دو امور پر اظہار خیال کرنے کے بعد میں نے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کے بعض افعال و اقوال نبی کی شان سے گرے ہوئے ہیں لہٰذا ان کو نبوت کا درجہ دینا صحیح نہیں ہو سکتا۔

لیکن فرض کر لیجیے کہ (معاذ اللہ) وہ نبی تھے پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مبعوث ہوئے تو انہوں نے اسلام کے لیے کیا کیا۔

اس کے جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ ایک ایسی جماعت پیدا کر گئے ہیں جو

مسلم ہے، نماز گزار ہے، زکوٰۃ باقاعدہ دیتی ہے اور صالح ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ کام ایسا نہیں جس کے لیے نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہو۔

قسط بست و ششم (۲۶)

میری رائے یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ان مسائل میں پڑ کر اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی اور نہ انہوں نے کوئی نئی بات ہی پیدا کی۔

انسان دنیا میں دو سو کروڑ کے قریب آباد ہیں۔ ایک انسان کی عقل نوع انسانی کے مقابلہ میں (1/20000000 کروڑ) ہوئی اور اگر ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک کی کل انسانی آبادی سے ہر انسان اپنے دماغ کو نسبت دے تو اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر معمولی عقل کا مالک ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ عالم و جاہل میں فرق صرف یہ ہے کہ عالم اپنی جہالت کی وسعت سے آگاہ ہوتا ہے اور جاہل اس سے واقف نہیں ہوتا۔

مثلاً: میں جانتا ہوں کہ دنیا میں ہزار ہا زبانیں استعمال ہوتی ہیں میں صرف سات یا آٹھ زبانوں میں گفتگو کر سکتا ہوں اور وہ بھی نامکمل۔ اس سے مجھے علم ہے کہ السنہ عالم کے لحاظ سے میری جہالت کی وسعت کیا ہے۔ لیکن جو بدبخت یہ سمجھتا ہے کہ اردو کے سوا دنیا میں کوئی زبان ہی نہیں اسے اپنی جہالت کی وسعت کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

پس جو لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ دو سو کروڑ انسانوں میں سے ایک فرد کی عقل کے مالک ہیں۔ اور عقل کل کروڑوں سے زیادہ انسان پیدا کر چکی ہے۔ اور یہ کہ وحوش و طیور بھی دماغ اور شعور رکھتے ہیں۔ وہ ہر بات میں مین میکھ نکالتے ہیں۔ اگر وہ ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد عقل کل سے اپنی دانست کا تناسب مقرر کریں۔ تو شاید انہیں یہ

کہنے کی جرات نہ ہو کہ فلاں کام ناممکن ہے اس لیے کہ حد عقل سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کیلئے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

"یہ ہر اس بات کو جو ان کے فہم میں نہیں آتی جھٹلا دیتے ہیں"۔

کل تک انسان کا زمین سے بلند ہونا خارج از عقل تھا۔ آج وہ ۳۵ ہزار فٹ کی بلندی پر اڑتا پھرتا ہے۔ کل تک انسان کی آواز کا ایک میل کے فاصلہ تک پہنچنا خارج از امکان تھا آج لندن اور دھلی میں روز باتیں ہوتی ہیں۔ اور درمیان کے سمندر، دریا، پہاڑ، جنگل اور بن کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتے۔ کل تک انسان کی حد نظر محدود تھی آج جاپان میں بیٹھ کر اس انسان کو دیکھا جا سکتا ہے جو امریکہ میں بیٹھا ہو۔ اور اس پر بھی ہم انسان چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق بن کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں کام خداوند تعالیٰ کیلئے ممکن نہیں ہے۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

خلاف فطرت کا لفظ ہم نے سن لیا ہے۔ لیکن فطرت کیا ہے؟ وہ جو ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور بس۔ لیکن کیا ہمیں احساس ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ایک روز ہمارے ہزار سال کے برابر ہے اور اگر اس نے فطرت یہ بنائی ہو کہ فلاں ستارہ تیس سال تک یوں چلے گا اور پھر تیس سال تک الٹا چلتا رہے گا۔ تو یہ دور ہمارے حساب کے مطابق تیس ہزار سال کے ہوئے اور تیس ہزار سال میں انسان کی کم از کم تین لاکھ نسلیں ختم ہوتی ہیں۔ لہٰذا تین لاکھ آدمیوں کے تجربہ کے بعد جو اصول فطرت مقرر ہو گا وہ بدلے گا اور انسان اس کو دیکھیں گے تو کیا وہ اس کو خلاف فطرت کہنے میں حق بجانب ہوں گے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

معجزہ سے انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم ہر چیز کو عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور عقل انسانی اس قدر محدود ہے جس قدر کہ میں بیان

کر چکا۔ ایمان بالغیب کے معنی یہی ہیں کہ انسان قرآن کی مسلمات کو تسلیم کرنے کے بعد ان کو بلاچون وچرا مان لے اور عقل انسانی کو محدود و ناچار سمجھتے ہوئے ہر بات کو اس کی کسوٹی پر نہ پرکھے۔ تاہم یہ سچ ہے کہ ہر معاملہ کو خواہ مخواہ معجزہ بنانا بھی صحیح نہیں۔

غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی اپنی پیدائش سب سے بڑا معجزہ ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے اسکی تخلیق کو افلاک کی ساخت کے سامنے ہیچ قرار دیا ہے ہم گلاب کا پھول دیکھتے ہیں اور اس کو عین فطرت سمجھ کر معجزہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اس علم کے باوجود کہ اس پھول کے اجزا کیا کیا ہیں اور ان اجزا کے موجود ہوتے ہوئے بھی ہم ویسا پھول نہیں بنا سکتے۔ پھر فرمایئے اس کے باوجود پھول کے وجود کو معجزہ نہ سمجھنا حماقت ہے یا اعجاز ماننا غلطی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

شیطان اور فرشتے دونوں ابتداء سے زندہ ہیں اور جب تک خدا چاہے گا زندہ رہیں گے۔ انکے ساتھ اگر ایک انسان (حضرت عیسیٰ) کو بھی خدا زندہ رکھے تو یہ خلاف فطرت کیسے ہوا؟

ہزاروں حشرات الارض ایسے ہیں کہ نر و مادہ کے اجتماع کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی مرغیاں دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں کہ نر کے بغیر دوامی طور پر انڈے دیتی ہیں۔ اگر یہ فطرت ہے تو ایک عورت کے ہاں باپ کے بغیر بچہ کا پیدا ہونا کیوں خلاف فطرت ہے۔ اور اب تو علم طب کی رو سے اس کا امکان ناقابل انکار طریق پر ثابت ہو چکا ہے۔

سچ یہ ہے کہ ہم فطرت کے اصول اپنی رائے سے مقرر کرتے ہیں۔ اور پھر ان اصولوں پر اگر کوئی چیز پوری نہیں اترتی تو اس کو خلاف عقل قرار دیتے ہیں۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شور۔ با کہاں عقل کل، اور کہاں انسان ضعیف البنیان کا شعور۔

ع ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''

میرے ایک مکرم مولوی صاحب جو میدان صحیفہ نگاری کے شاہ سوار سمجھے جاتے ہیں جب اول اول لاہور میں آئے تو آپ نے معراج نبوی پر تقریر کی اور فرمایا کہ معراج روحانی تھا نہ کہ جسمانی۔ کیسے ممکن ہے کہ انسان کا جسم آسمان پر موجود رہے۔ اس پر طلبہ جہلاء میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

''سن او مولوی سن خدا قادر مطلق ہے''۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس جہالت پر ہمارا علم کروڑوں مرتبہ قربان کر دیا جائے تو بھی ایسی جہالت کی قیمت ادا نہیں ہوتی۔ ظالم نے کوزے میں دریا بند کر دیا۔

انکار معجزہ کی ایک مثال سنئے۔ قرآن شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو لوگوں نے آگ میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے آگ تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی ہو جا۔ اور سلامتی کا سبب بن جا (القرآن الحکیم)

ہمارے فطرت نواز دوست اسکی تاویلیں کرتے اور کہتے ہیں کہ قانون فطرت یہ ہے کہ آگ انسان کو جلا دیتی ہے، لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ ابراہیم اس میں گرتے اور جل نہ جاتے۔ پس آگ سے مراد فتنہ اور تکلیف ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن ان بھلے مانسوں سے پوچھئے کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ یورپ کے پہاڑ الپس کی بلندی پر آگ میں اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ انڈے کو ابال سکے۔ ہم اگر انڈے کو آنچ زیادہ دیں تو وہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ لیکن الپس کی بلندی پر اگر سو سال تک بھی آگ جلاتے رہیں تو بھی انڈا ابلتا نہیں اس کا جلنا تو بڑی بات ہے۔ بتائیے وہاں آگ کی فطرت کیوں بدل جاتی ہے۔

اس کے جواب میں ہمارے فطرتی دوست کہیں گے کہ وہاں فطرت نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ آگ کا زور کم ہو جاتا ہے۔ خوب، تو معلوم ہوا کہ بعض اسباب ایسے بھی ہیں جو آگ کو بے ضرر کر سکتے ہیں۔ الپس دنیا کا بلند ترین پہاڑ نہیں۔ ممکن ہے کہ اس سے زیادہ بلند پہاڑ پر آگ کسی چیز کو بھی جلا نہ سکے۔ آخر یہ اسباب کس نے پیدا کیے؟ خدا نے۔ تو کیا ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ میں آگ کو بے بس کرنے کے متعلق خداوند تعالیٰ کو جو قدرت حاصل ہے، وہ زائل ہو چکی تھی (معاذ اللہ) اور اگر زائل نہ ہوئی تھی تو پھر آپ کو اس پر ایمان لانے میں کیا عذر ہے؟ اور آپ اسکی تاویلیں کیوں تلاش کرتے پھرتے ہیں؟ کیا خدا زمین پر وہ سامان پیدا نہ کر سکتا تھا جو بلند پہاڑ پر اس نے پیدا کر رکھے ہیں؟

غرض مرزا صاحب نے ان مسائل کو چھیڑ کر دین فطرت کو نقصان پہنچایا ہے۔ میں اس بحث کو اب ختم کرتا ہوں۔ اس لیے کہ اس سے زیادہ لکھنے کی حاجت ہی نہیں کیونکہ کج بحث کو کوئی قائل نہیں کر سکتا اور صاحب شعور کے لیے جو کچھ تحریر ہوا وہ کافی ہے۔

قسط بست و ہفتم (۲۷)

یہ سوال کہ آخر مرزا صاحب نبی مبعوث ہوئے تو کس غرض سے تشنہ جواب رہا جاتا ہے مرزا صاحب کے مریدان کے اس فعل کو اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں کہ انہوں نے سیالکوٹ میں اپنا مشہور لیکچر دیتے ہوئے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے وسیلہ سے قرآن کی آیات جہاد کی تنسیخ کا حکم بھیجا۔ لیکن میں ثابت کروں گا کہ مرزا صاحب نے یہ اعلان کر کے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت نہیں کی بلکہ الٹا نہیں نقصان پہنچایا۔ اس لیے کہ میری ناقص رائے میں مرزا صاحب نے آیات جہاد کا کافی غور و تعمق سے مطالعہ ہی نہیں فرمایا۔

وگرنہ وہ کبھی تنسیخ جہاد کا اعلان کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔

جہاد کیا ہے؟ کیا تیغ وتبر لے کر ایک غیر مسلم شخص یا اشخاص کے گرد ہو جانا جہاد ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ جہاد اس کا نام نہیں اور نہ خدائے تعالیٰ نے ایسے جہاد کی اجازت ہی دی ہے۔ بلکہ ایسے جہاد کے علم سے خدا کی وہ کتاب جو ہر رطب ویابس پر حاوی ہے، بالکل خالی ہے۔ نہیں نہیں میں نے غلطی کی۔ وہ اس سے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ روکتی اور ٹوکتی ہے۔

اسلام کا جہاد کیا ہے؟ شاید اس پر کسی قدر وضاحت سے اظہار خیال بے جا نہ ہوگا اسلئے کہ مرزا صاحب کے اعلان تنسیخ جہاد کا بہترین جواب یہ ہے کہ جہاد کو اسکی حقیقی صورت میں بیان کر دیا جائے۔ اسلئے کہ اس کے بعد اہل الرائے حضرات اندازہ لگا سکیں گے کہ ایسے جہاد کی تنسیخ کی صورت بھی کبھی پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں۔

میں اپنے ناقص علم کے مطابق جہاں تک احکام جہاد کو سمجھ سکا ہوں۔ ان کا ملخص پیش کرتا ہوں۔

۱...... مسلمان مذہباً نہ کسی کا دوست اور نہ کسی کا دشمن بننے پر مجبور ہے۔

۲...... مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ شرافت سے اپنے مذہب کو دنیا کے روبرو پیش کرے اور اس کی تائید میں دلائل پیش کرے۔

۳...... اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان سے بحث کرے تو مسلمان کا فرض ہے کہ اس سے نہایت ہی عمدہ طریق پر بحث مباحثہ کرے۔

۴...... جو لوگ مسلمان بننا گوارا نہ کریں مسلمان صاحب ہمت وقوت ہوتے ہوئے بھی مجبور

ہے کہ ان پر جبر نہ کرے بلکہ انہیں ان کے دین پر رہنے دے۔

۵...... اگر غیر مسلم کسی مجلس میں یا کسی موقعہ پر شعار اسلام کا مضحکہ اڑا رہے ہوں تو مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان سے ہرگز نہ الجھے بلکہ وقار وتمکنت کے ساتھ انکے پاس سے گذر جائے۔

۶...... مسلمان کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ کسی کے معبودوں کو برا کہے اور یوں انہیں اپنے شعار دین کے خلاف غیر مؤدبانہ الفاظ کے استعمال کا موقعہ دے۔

۷...... لیکن اس کے باوجود اگر غیر مسلم فرد یا قوم یا حکومت مسلمانوں کے حق تبلیغ کو چھینے اور ان پر ظلم کرے تو مسلمان کو اجازت ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں ذیل کے وسائل اختیار کرے۔

(الف) استطاعت ہو تو جہاد بالسیف کرے۔

(ب) یہ ممکن نہ ہو تو ہجرت کر جائے۔

(ج) یہ بھی ممکن نہ ہو تو عدم تعاون کرے۔

(۸) اگر کوئی مسلمان ہجرت یا جہاد کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اور دشمن اسلام سے عدم تعاون بھی نہ کرے تو گناہ کبیرہ ہے۔ وہ قرآن الحکیم کے الفاظ میں دشمنوں میں سے سمجھا جائے گا۔

۹...... اگر واقعی عدم تعاون کی استطاعت بھی نہ ہو تو خدا اس کو معاف کرنے والا ہے۔

۱۰...... اگر جہاد کرے تو مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دشمن پر اس سے زیادہ سختی نہ کرے جتنی کہ اس سے کی گئی ہو۔

۱۱...... اگر جنگ شروع ہو جائے تو فتنہ کے مٹنے تک مسلمان لڑنے پر مجبور ہے۔

۱۲...... دوران جنگ میں بڈھوں، بیماروں، عورتوں، بچوں اور غیر مصافی لوگوں پر ہاتھ اٹھانا منع ہے۔ درخت ترکاریاں کھیتیاں اور گھر برباد کرنے کی بھی اجازت نہیں۔

۱۳...... انتہا یہ ہے کہ مسلمان کو قرآن شریف حکم دیتا ہے کہ اگر یہ صلح جوئی فریب پر مبنی ہو، تو بھی خدا اور رسول کے نام پر جو فریب دیا جائے اس کو قبول کرو۔ اور فریب کو عذر قرار دیکر دشمن کی تجویز مصالحت کو مسترد نہ کرو بلکہ اس کے فریب کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ یہ حکم سورہ انفال میں وضاحت سے مرقوم ہے۔

قسط بست وہشتم (۲۸)

جہاد اسلامی کا مرقع پیش کر چکا ہوں۔ اس پر غور کیجئے۔ اور پھر فرمایئے کہ ان حالات میں مرزا صاحب کا فرمانا کہ اب تلوار کا زمانہ نہیں رہا بلکہ دلیل کا زمانہ ہے، کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ اور صرف یہ کہ اس مسئلہ کے متعلق موصوف نے کافی غور وفکر سے کام نہیں لیا۔ دلیل تو اسلام کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ اور مسلمان دلیل کے مقابلہ میں تلوار کو کبھی اٹھا سکتا ہی نہیں۔

اسلام خون ریزی کو اس قدر معیوب بتاتا ہے کہ اس نے ایک انسان کے قتل کو جمیع نوع بشر کے قتل کے برابر ٹھہرایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود فتنہ کو قتل سے بھی بدتر ظاہر کیا ہے۔ ان حالات میں تنسیخ جہاد کے لیے کسی نبی کی بعثت کی ضرورت ہی کیا تھی۔

اور اگر خدانخواستہ اس کی ضرورت تھی تو معاذ اللہ کیا خداوند تعالیٰ کو یاد نہیں رہا تھا کہ ہجرت اور ترک تعاون جہاد کے دو لازمی جزو ہیں؟ اگر یاد تھا تو کیوں مرزا صاحب کی وساطت سے ہجرت کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا اور نہ عدم تعاون کے متعلق ہی کوئی حکم آیا۔

ایک اور اصولی بات ہے جو قابل غور ہے۔ انسان کے ساختہ پرداختہ اور خدا کے فرستادہ قانون میں فرق یہ ہے کہ ایک بدلتا ہے اور دوسرا نہیں بدلتا۔ انسان آج ایک قانون بناتا ہے کل اسکی تصحیح کے پرچے جاری کرتا ہے کہیں اضافہ کا اعلان کرتا ہے کہیں تنسیخ کا اور

پھر اسی قانون کو دوبارہ شائع کرتا ہے۔ تو وہ بعض اوقات اس قدر متغیر ہو چکا ہوتا ہے کہ اصل سے اس کا لگاؤ نام ہی کا رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحائف آسمانی میں ردوبدل یوں نہیں کیا کہ ایک کتاب کے بعض حصص کی تنسیخ یا ترمیم کے لیے نبی مبعوث کیا ہو۔ بلکہ جب ضرورت محسوس ہوئی نئی کتاب نازل فرمائی کیا مرزائی ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کوئی ایسا نبی آیا ہو جس نے کسی موجود الوقت صحیفہ آسمانی کی ضمنی ترمیم کا محض زبانی اعلان کیا ہو۔

یہ اصول مسلمہ ہے کہ قرآن پاک کے بعد کسی صحیفہ آسمانی کے نزول کا امکان باقی نہیں رہا۔ ان حالات میں اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ مختلف اوقات میں نبی مبعوث ہوا کریں گے وہ ظلی نبی ہوں گے اور قرآن پاک کے بعض احکام کی تنسیخ یا ترمیم کے پیام لایا کریں گے تو کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک روز قرآن مجید کے بعض جزو بالکل تبدیل ہو جائیں گے۔

اور اگر ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بجنسہ محفوظ رکھنے کا جو وعدہ کیا ہے۔ اس کا (معاذ اللہ) کیا حشر ہوگا؟

پھر تنسیخ آیات جہاد سے مرزا صاحب کی مراد کیا تھی؟ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان احکام کو واپس لیتا ہے یا ایک عرصہ کے لیے معطل فرماتا ہے۔ اگر یہ معطل ہوئے تو ان کے احیاء کی ترکیب کیا ہوگی کیا نیا نبی مبعوث ہوگا جو اعلان کرے گا کہ آیات جہاد پھر نافذ ہوتی ہیں؟ اور اگر یہ دوامی طور پر منسوخ ہو چکیں تو کل حالات زمانہ بدلنے پر مسلمان کیونکر جہاد کر سکیں گے یا کیا مرزا صاحب کا خیال یہ تھا کہ دنیائے جنگ پرور میں مسلمان اور صرف مسلمان جنگ کی ضرورت سے مستغنی ہے اگر ان کا خیال فی الحقیقت یہی تھا تو ان کی سیاسی دور اندیشی کا

فقدان قابل رحم ہے۔

لیکن ایک اور زبردست دلیل ایسی موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تنسیخ جہاد کے لیے کسی نبی کی بعثت ضروری نہ تھی۔ تعجب ہے کہ اس کی طرف ابتک توجہ نہیں کی گئی۔ قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ اس کے احکام قیامت تک تبدیل نہ ہوں گے اس بات پر ایمان رکھنے والا انسان جب دوسری طرف اس حقیقت پر غور کرتا ہے کہ ممالک عالم کے حالات مختلف ہیں۔ اور زمانہ ہے کہ ہر روز رنگ بدلتا رہتا ہے۔ تو مسلمان اگر شک نہ بھی کرے۔ تو بھی اطمینان قلب کے لیے اس امر پر ضرور راہنمائی کا طالب ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر قوم ہر ملک اور ہر زمانہ کیلئے چودہ سو سال کا پرانا آئین قابل پذیرائی ہو۔

وہ دیکھتا ہے کہ کل مسلمان دنیا بھر کے حاکم تھے۔ آج محکوم ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ حاکم ومحکوم کی حالت میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ خوب سمجھتا ہے کہ حاکم قوم کے لیے جو کچھ ممکن ہے، وہ محکوم کے لیے ہرگز ممکن نہیں۔ لہٰذا وہ تعجب کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ قرآن پاک کے وہ احکام جن کی تعمیل ایک حاکم قوم ہی کر سکتی ہے۔ محکوم کیلئے کس طرح واجب العمل ہو سکتے ہیں۔

یہ طرز استدلال غیر طبعی نہیں۔ لیکن جن قوانین کا بنانے والا خود لازوال ہو۔ ان قوانین کا لازوال ہونا موجب تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں وہ خود قوانین کو بدلنا چاہے تو دوسری بات ہے۔ وہ قادر مطلق ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔

جہاد کے احکام ہی کو لیجئے۔ مرزا صاحب ایک انسان تھے ان کی عقل نے گردوپیش کے حالات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ آج کل جہاد ممکن نہیں۔ لہٰذا انہوں نے اس کی تنسیخ کا اعلان کر دیا۔ لیکن اگر وہ سوچتے کہ خدائے تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ قرآن پاک کے

قوانین اٹل ہیں اور پھر سوچتے کہ اگر قوانین جہاد کی بظاہر اس وقت ضرورت نہیں اور تلاش کرتے کہ ان بظاہر متضاد وصورت کا حل قرآن شریف میں موجود ہے یا نہیں؟ اور ایمان لاتے کہ حل موجود ضرور ہوگا۔ خواہ کسی خاص انسان کی عقل وہاں تک پہنچ سکی ہو یا نہ، تو مجھے یقین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کی راہنمائی کرتا اور ان پر بات واضح ہو جاتی۔

جو بات میں عرض کرنے والا ہوں یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ایک معمولی نکتہ ہے لیکن معمولی نکات ہی بعض اوقات مسائل مبہمہ کے حل کا باعث بن جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قابل ترین انسان کی نگاہ اس نکتہ کو شناخت نہیں کر سکتی مگر عام آدمی اسکو فضل ایزدی سے پالیتا ہے۔

سنئے قرآن الحکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اس کے معنی کیا ہیں یہ کہ جس شخص میں وسعت نہ ہو اس پر جہاد یا دوسرے احکام قرآن کا بجالانا فرض نہیں۔

ملت افراد کے اجتماع کا نام ہے اگر کسی ملت کے تمام افراد بہ حیثیت مجموعی جہاد کی وسعت نہ رکھتے ہوں تو ظاہر ہے کہ اس قوم پر جہاد فرض نہیں ہوتا۔ اور جہاد کا فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ ملت۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ وامرھم شوریٰ بینھم ترجمہ: اور ان کی حکومت کا طرز یہ ہے کہ وہ آپس میں مشورہ کر لیتے ہیں۔

پس اگر ملت کے افراد باہمی مشورہ سے طے کریں کہ ملت میں جہاد کی وسعت نہیں تو جہاد کا فرض اس ملت پر عائد ہی نہیں ہوتا۔ یوں ثابت ہوا کہ ان احکام کی موجودگی

میں تنسیخ جہاد کیلئے کسی نبی کی بعثت کی ہرگز ضرورت نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا مرزا صاحب کا یہ اعلان کرنا کہ وہ نبی تھے اور ان کی وساطت سے آیات جہاد منسوخ قرار دی گئیں، ایک ایسا اعلان ہے جو کسی صورت میں بھی کسی مسلمان کیلئے قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

سترہویں دلیل

یہ ہے کہ انہوں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جو ان کے ادعائے نبوت کو ضروری یا مسلمانوں کیلئے مفید ثابت کرے بدیں وجہ انکی تحریک ہم مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

قسط بست ونہم (۲۹)

ہر انسان اجتہاد میں غلطی کرسکتا ہے لیکن نبی اس سے بری ہوتا ہے اس لیے کہ خدا کا رسول ہوتا ہے۔ اور اس کی ہدایت کرنے والا غلطی سے بالاتر ہے۔ اور پھر غلطی بھی وہ جو اصول دین سے تعلق رکھتی ہو، نبی اللہ سے کیسے سرزد ہوسکتی ہے مگر مرزا صاحب کے اقوال و افعال کو دیکھا جائے تو ان میں رخنے ہی رخنے نظر آتے ہیں۔ میں جہاد کے متعلق ان کے غلط استدلال پر بحث کرچکا ہوں۔ اب مناسب تفصیل کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک قادیان کے اجرا سے مرزا صاحب ملت مرحومہ کے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہوئے اور ممدوح کی تحریک میرے لیے قابل قبول نہیں جس کی

اٹھارہویں دلیل

یہی ہے کہ مرزا صاحب نے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا۔

آپ کی وجہ سے امت مرحومہ کو جو عظیم الشان نقصانات ہوئے انکی تفصیل ملاحظہ ہو۔

اول: اٹلی کے قائد اعظم مسولینی نے پچھلے دنوں اپنی حکومت کی پالیسی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ امن عالم کی حیات کا رشتہ زیادہ سے زیادہ طول پذیر ہو۔ لیکن ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ دنیا سے جنگ مٹ سکتی ہے۔ اسلئے کہ دوامی امن موت کا مرادف ہے۔

ناظرین کرام آخری فقرہ پر غور کریں!

''دوامی امن موت کا مرادف ہے''۔

یعنی وہی قوم دوامی امن کی طالب ہوسکتی ہے، جو تقریباً مرچکی ہو۔ مسولینی نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ اسی مقصد کو خداوند تعالیٰ نے قرآن الحکیم میں یوں بیان فرمایا کہ مسلمانوں کو قیام امن تلقین کرنے کے باوجود اور یہ حکم دینے کے باوصف کی اصلاح کے بعد ملک میں فساد پیدا کرو یہ بھی حکم دیا کہ وہ سامان حرب وضرب سے ہمیشہ لیس رہیں۔ تاکہ دشمن ان میں یارا پن محسوس کریں اور اس کو مواقب جنگ سے بے خبر سمجھ کر ان پر حملہ نہ کردیں۔

اس دنیا میں زندگی اور عزت کی زندگی وہی گذار سکتا ہے جس کو اسکے گردوپیش کے رہنے والے لقمہ تر نہ سمجھ سکیں۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ دنیا میں امن کی حامی سب سے زیادہ وہی اقوام نظر آتی ہیں۔ جن کی جنگی تیاریوں کے باعث ایک عالم ان کا حلقہ بگوش بن چکا ہے۔

انہی حالات وحقائق سے آگاہ خدائے بزرگ وبرتر نے مسلمانوں کو مضبوط وتوانا بن کر آمادہ کار رہنے کا مشورہ دیا۔ لیکن اگر جہاد ہی بقول مرزا صاحب اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرمایا ہے۔ تو پھر تیار بر تیار رہنے کی آیات کی ضرورت کیا باقی رہی؟ کچھ بھی نہیں۔

دنیا کی دول عظمیٰ روز اسلحہ کی تخفیف کے راگ الاپتی ہیں۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ اپنی جنگی قوتوں کو برابر بڑھا رہی ہیں۔ان حالات میں ایک قوم جس کو خدا کے نام پر کمزور بن جانے غیر مسلح ہو جانے اور جنگ کو حرام سمجھنے کی تلقین کی گئی ہے۔وہ مسلمان ہیں۔

واضح رہے کہ مرزا صاحب کا ادعائے نبوت مقامی نہ تھا۔یعنی وہ محض مسلمانان ہندوستان کے لیے مبعوث ہونے کے مدعی نہ تھے بلکہ ان کا تقرر عالمگیر تھا۔لہٰذا ان کا الہام تنسیخ جہاد ترکی ایران، مصر، نجد، افغانستان، یمن وغیرہ کے لیے یکساں نازل ہوا۔لیکن کون نہیں جانتا کہ اگر آج مرزا صاحب پر ایمان لا کر ترکی ایران اور افغانستان وغیرہم ایسے اسلامی ممالک جہاد کو منسوخ سمجھ کر نہتے ہو بیٹھیں تو ان کا کیا حشر ہو۔

فرانس سے جرمنی نے ایک مرتبہ جنگ کر کے الساس اور لورین کے علاقے چھین لیے تھے۔فرانس کے بچوں کو بیس سال تک نقشوں پر جداگانہ رنگ لگا کر یہ تعلیم دی جاتی رہی کہ یہ علاقے تمہارے تھے آج دشمن کے قبضہ میں ہیں۔اس سے ان کے سمندر غیرت پر تازیانہ لگتا رہا۔آخر بیس سال کے بعد فرانس کے سپوتوں نے وہ علاقے جرمنی سے واپس لے لئے۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ زندہ قومیں کمزور ہو جاتی ہیں تو نقصان ضرور اٹھاتی ہیں۔لیکن اس نقصان کے احساس کو مٹنے نہیں دیتیں۔اور یوں ایک روز اپنی عظمت گذشتہ کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

مرزا صاحب نے تنسیخ جہاد کا اعلان کر کے مسلمانوں کی خودداری کو برباد کرنے کی کوشش کی۔

ان کی روایات کو تباہ کرنے کی سعی کی اور ان کی ہمت کی رگ جان تک کو مسل

دیا۔لہٰذا انہوں نے تنسیخ جہاد کا اعلان کر کے ملت مرحومہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

دوم: مرزا صاحب نے حیات وممات مسیح کے ایسے مسائل کی بحث کو زندہ کیا جس کی وجہ سے مسلمان ام الکتاب کو چھوڑ کر متشابہات کی بھول بھلیوں میں پڑ گئے اور ان میں انتشار پیدا ہوا۔میں اس موضوع پر کافی بحث کر چکا ہوں لہٰذا اس وقت اس پر زیادہ اظہار خیال نہیں کروں گا۔

سوم: مرزا صاحب نے اہل قبلہ کی تکفیر کی اور یوں ملت مرحومہ میں بے حد اختلاف وانتشار پیدا کیا جس سے مسلمانوں کو شدید صدمہ اور بدترین نقصان پہنچا۔

یہ موضوع ذرا تفصیلی اور واضح بحث کا طالب ہے۔لہٰذا میں اس پر قدرے تفصیل کے ساتھ اظہار خیالات کرنا چاہتا ہوں۔

اسلام کا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان بلاوجہ کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے یہ بات اسلام سے مخصوص نہیں بلکہ جملہ مذاہب عالم کا قانون یہی ہے کافر کیا ہے خدا کا مجرم۔لہٰذا کسی بے گناہ کو مجرم قرار دینا جرم قرار دیا گیا ہے۔آئین دنیا میں بھی یہی ہے اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر زنا یا چوری یا کسی اور قسم کے جرم کے ارتکاب کا جھوٹا الزام لگائے تو وہ خود مجرم قرار دیا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے۔

مرزا صاحب نے نہ صرف اپنے مخالفین کو بلکہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیا۔

چنانچہ غیر قادیانی مسلمانوں کے متعلق قادیانیوں کے عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے مولانا محمد علی صاحب ایم۔اے امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی کتاب تحریک احمدیت کے صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ:

فریق قادیان کا عقیدہ یہ رہا کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت

نہیں کی خواہ وہ انہیں مسلمان ہی نہیں مجدد اور مسیح موعود بھی مانتے ہوں۔ اور خواہ وہ ان کے نام سے بھی بے خبر ہوں وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

خود مرزا صاحب اپنی کتاب معیار الاخبار کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں کہ

مجھے الہام ہوا جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔

نیز آپ نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب مرحوم کے نام ایک خط لکھا جسمیں آپ نے تحریر کیا کہ

ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے قبول نہیں کی وہ مسلمان نہیں۔

انجام آتھم نامی کتاب کے صفحہ ۶۲ پر مرزا صاحب رقمطراز ہیں کہ

اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔

مولوی نورالدین صاحب نے جو مرزا صاحب کے خیفہ اول تھے۔ اس مسئلہ کو زیادہ صاف کر دیا ہے۔ وہ اخبار الحکم مجریہ ۱۷ اگست ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں کہ ع

اسم او اسم مبارک ابن مریم می نہند — آں غلام احمد است و میرزائے قادیاں

گر کسے آرد شکے در شان او آں کافر است — جائے او باشد جہنم بے شک و ریب و گماں

کہا جائے گا کہ مرزا صاحب نے اس لیے مسلمانوں کو کافر بنایا کہ خود علمائے اسلام نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں۔ مرزا صاحب بقول خود، مامور من اللہ تھے اور نہ صرف دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے بلکہ دنیا بھر کے انسانوں

کے لیے خدا کا پیام لے کر آئے تھے۔ ان کے مقابلہ میں جو لوگ اٹھے وہ کسی کے نمائندہ نہ تھے۔ انہوں نے اگر مرزا صاحب کو کافر کہا تو وہ ان کا ذاتی فعل تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہیے کہ وہ ان کا اور ان کے عقیدتمندوں کا فعل تھا لہٰذا ان کی وجہ سے تمام عالم اسلام کو کافر قرار دینا کہاں کی دانشمندی تھی۔

علماء کے اعلان تکفیر کے جواب میں مرزا صاحب زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے تھے کہ وہ مکفر علماء کا نام لے کر ان کے خلاف خود کفر کا فتویٰ لگا دیتے یا تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور شرع مطہرہ کی رو سے مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اور بس۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور پنجاب یا ہندوستان تک جو بحث محدود تھی اس کی وجہ سے چین اور امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں کو بھی کافر قرار دیا۔

مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر میں بھی تضاد ہے جو حوالجات میں نے اوپر نقل کیے ان میں مرزا صاحب نے منکروں کو جہنمی قرار دیا ہے لیکن اپنی کتاب توضیح مرام کے صفحہ ۱۷۔ ۱۹ پر ایک طویل تحریر کے ضمن میں مرزا صاحب لکھتے

ہیں کہ جزوی نبی بھی انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بہ آواز بلند ظاہر کرے۔ اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔

ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرنے میں اور جہنمی ہونے میں تو بہت بڑا فرق ہے لہٰذا میرے احمدی اگر اس تفریق کی توضیح فرما سکیں تو باعث ممنونیت ہوگا۔

لیکن اس پر اکتفا نہیں آپ اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں کہ

''اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو

خداتعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا''۔

مجھے یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ مرزا صاحب، صاحب شریعت نہیں ہیں۔ان حالات میں ان کا اپنے قول کے خلاف منکر خود کو کافر بنا دینا کہاں تک جائز ہے۔اس کا فیصلہ خود مسلمان کر سکتے ہیں۔وما علینا الا البلاغ۔

قسط سیوم (۳۰)

اپنے اس قول کے باوجود تکفیر اہل قبلہ میں مرزا صاحب نے اس قدر مبالغہ سے کام لیا کہ انہوں نے اپنے معتقدین کو مسلمانوں کے ساتھ نماز تک پڑھنے سے روک دیا چنانچہ آپ اپنی کتاب اربعین کے صفحہ ۳ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''اس کلام الٰہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہیں۔اسلئے کہ وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کا جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو۔کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل ضبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت

بھی کرتا ہے اور ہر حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا فیصلہ مجھ سے چاہتا ہے۔مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں۔کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں،عزت سے نہیں دیکھتا۔اس لیے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔

اب حالت یہ ہے کہ ماں مرجائے تو بیٹا احمدی ہونے کی صورت میں جنازہ میں شامل نہیں ہوتا گویا نماز میں شمول سے انکار کر کے احمدی نے ہم مسلمانوں کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔مزید یہ کہ مرزا صاحب کے مریدوں نے اگر اصولاً نہیں تو عملاً قادیان کو اپنا مرکز حج بنا لیا ہے۔اور یہ بات نہایت ہی اندوہناک ہے۔

ان کا یہ فعل بھی مرزا صاحب کے ایک قول پر مبنی ہے وہ اپنی کتاب درثمین جلد دوم کے صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں کہ:

زمین قادیاں اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

اسی واقعہ پر میں اس امر کے خلاف بھی احتجاج کرنا بطور مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جس قدر اسلامی الفاظ حضور سرور کائنات فداہ روحی ﷺ اور ان کے آل کے ساتھ مخصوص ہیں، قادیانی لوگ ان کو نہایت بے باکی سے اپنے امام اور اس کی اولاد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ہم رسالت کے خادم اس کو بے ادبی و گستاخی قرار دیتے ہیں۔مثلاً مرزا صاحب کی بیگمات کو امہات المومنین لکھا جاتا ہے اور ان کے جانشین وقت کے ہر حرم محترم کو سیدہ کا لقب دیا جاتا ہے۔وغیرہ وغیرہ

قسط سی و یکم (۳۱)

مرزا صاحب نے کرشن ہونے کا دعویٰ سب سے پہلے اپنے سیالکوٹ کے لیکچر

میں کیا۔ یہ لیکچر قادیانی جماعت سیالکوٹ کی طرف سے بصورت کتاب شائع ہو چکا ہے۔ مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے یہ کتاب مجھے عاریۃً مطالعہ کے لیے دی تھی، جو میں نے واپس کر دی۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۳ پر یہ دعویٰ موجود ہے۔ صفحات ۳۳، ۳۴ پر اس دعویٰ کو ادعائے مسیحیت سے مدغم کر کے ایک ہی دکھایا گیا ہے۔ کرشن مہاراج کو نبی بتایا گیا ہے مسیح موعود مرزا صاحب ہیں وہ کرشن بھی ہیں لہٰذا کرشن اور مسیح موعود ایک ہی ہیں۔

میں نے ابتدائی اقساط میں جہاں مرزا صاحب کے دعاوی گنوائے ہیں وہاں جناب مرزا صاحب موصوف کی کتابوں کے حوالے دیگران کے کرشن ہونے کے ادعا کو پایہ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ ناظرین کرام کو گذشتہ اقساط نکال کر ثبوت کے ملاحظہ فرمانے میں تکلیف نہ ہو۔ میں یہ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے لیکچر سیالکوٹ کے علاوہ (جس کا حوالہ اوپر درج ہو چکا ہے)۔ کتاب البشریٰ کی جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر آپ کے متعلق ''کرشن جی رودر گوپال'' کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ان کو ''آریوں کا بادشاہ'' لکھا ہے۔ اور اسی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۱۸ پر ان کا نام ''امین الملک جے سنگھ بہادر'' قرار دیا گیا ہے۔ ایک اور مقام پر آپ نے خود کو ''کلغی والے'' کا خطاب بھی دیا ہے۔ جس سے مراد سکھوں کے دسویں گرو لئے جاتے ہیں حوالے تو اور بھی متعدد دیے جاسکتے ہیں۔ لیکن زیر نگاہ مقصد کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مرزا صاحب کے کرشن ہونے کے دعویٰ پر متعدد پہلوؤں سے بحث ہوسکتی ہے۔ سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کرشن جی کا اپنا دعویٰ کیا تھا؟ کیا وہ مدعی نبوت تھے کہ مرزا صاحب کرشن ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ یا وہ کچھ اور دعویٰ رکھتے تھے اگر ان کا دعویٰ

نبوت سے بالاتر تھا تو لازم ہوگا کہ مرزا صاحب کو بھی نبی سے زیادہ درجہ دیا جائے۔

جب ہم ہندوؤں کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ کرشن جی خدا کا اوتار ہونے کے دعویدار تھے۔ یعنی وہ کہتے تھے کہ وہ انسان نہیں ہیں بلکہ انسان کے جسم میں خود خدا ہیں۔ میں مرزا صاحب کے ادعائے الوہیت پر بحث کرتے ہوئے لکھ چکا ہوں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان یا کسی دوسری مخلوق کو ہم استعارۃً بھی خدا سے تشبیہ نہیں دے سکتے لہٰذا کرشن جی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ خدا کا اوتار تھے یا خود خدا تھے، صریح کفر ہے شرک ہے۔ اور اس عقیدہ کے لیے کسی نہج سے بھی شریعت اسلام میں قبولیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اوتار کھاتا پیتا ہے۔ حوائج ضروری امراض جسمانی اور خواہشات نفسانی کا (خواہ وہ منکوحہ ہی کے متعلق کیوں نہ ہو) شکار ہوتا ہے۔ اور خداوند کریم کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اوتار ایک جگہ تک محدود ہوتا ہے، سوتا اور جاگتا ہے، اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید ہے۔

پیغمبر اور اوتار کے مفہوم میں بعد المشرقین ہے۔ تمام پیغمبر انسان تھے اور خدا کے بندے تھے۔ وہ یہی کہتے رہے کہ ہم خدا نہیں ہیں۔ خدا محدود نہیں ہوسکتا۔ اوتار اس امر کے مدعی تھے کہ وہ خود خدا ہیں۔ اسلام فلسفہ اوتار کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اوتار کی بحث بہت طویل ہے اور

ع ''صد سال می تواں سخن از زلف یار گفت''

کی مصداق ہے۔ لیکن میں اس کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں قادیانی صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ کرشن جی کا اپنا دعویٰ یہ نہ تھا کہ وہ خدا کے اوتار ہیں۔ وہ نبوت کے مدعی تھے ان کی تعلیم کو ہندو اسی طرح غلط پیش کر رہے ہیں جس طرح مسیحی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ادعائے نبوت الوہیت وابن اللہ کہہ کر ظاہر کرتے ہیں۔ خوب۔

لیکن اس کے جواب میں دو باتیں عرض کرتا ہوں۔ اول یہ کہ ہندوؤں کی تمام تاریخ میں نبوت کا نشان نہیں ملتا۔ ان کے ہاں جو بھی آیا، وہ اوتار ہی بن کر آیا۔ عیسائی اس کے برعکس تمام مرسلین من اللہ کو صرف نبی مانتے ہیں اور صرف ایک کو خدا کا بیٹا یا خدا کہتے ہیں۔ ہندوؤں میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں ملتا جس کا دعویٰ صرف نبوت تک محدود ہوتا اور جس کو ہندو بھی نبی مانتے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نبوت کا مفہوم ہی ہندو قوم کی ذہنیت سے خارج رہا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ کرشن جی خود تو مدعی نبوت تھے۔ ان کے مریدوں نے انہیں اوتار بنا دیا، بڑی دور کی کوڑی لانے کے مصداق ہے۔

لیکن میں قادیانیوں کے اس جواب کو تسلیم کر لیتا بشرطیکہ مرزا صاحب خود اوتار ہونے کے مدعی نہ ہوتے۔ مگر جس حالت میں وہ خود اوتار ہونے کے دعویدار ہیں اس صورت میں یہ کہنا کہ وہ کرشن کو اوتار نہیں بلکہ نبی مانتے تھے۔ ایک عجیب معمہ بن جاتا ہے جس کا سمجھنا ایک عام آدمی کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

مرزا صاحب کے اوتار ہونے کا دعویٰ کتاب البشریٰ کی جلد دوم کے صفحہ ۱۱۶ پر ملاحظہ فرمائیے۔ جہاں ہندوؤں کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ

''برہمن اوتار سے مقابلہ اچھا نہیں۔''

یہاں مرزا صاحب نے خود کو برہمن اوتار لکھ کر ایک اور بحث کو زندہ کر دیا ہے۔ جو فلسفہ اسلام و فلسفہ ہنود میں ہمیشہ موجود چلی آتی ہے۔ مسلمان یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد انسان برزخ میں رہے گا اور پھر قیامت کے روز زندہ ہو کر اپنا حساب دیے

کے بعد بہشت یا دوزخ میں چلا جائے گا ازاں بعد کیا ہوگا ایک ایسی بحث ہے جس کو موجودہ مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا میں اسے قلم انداز کرتا ہوں۔

برعکس اس کے ہندو فلسفہ یہ ہے کہ انسان مر کر کئی کروڑ جیو بدلتا ہے۔ جس کو جیون کی تبدیلی کہتے ہیں اور بالآخر یہ خدا بن جاتا ہے یعنی نروان حاصل کر لیتا ہے۔ ہندو عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔ کبھی فرصت ملی تو ان شاء اللہ دونوں متضاد خیالات پر تبصرہ کر کے ثابت کروں گا کہ اسلامی عقیدہ بہتر صحیح اور عقل کے مطابق ہے۔ اس وقت اتنا لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کا برہمن اوتار ہونے کا دعویٰ اسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔

لیکن میں اپنے موضوع سے دور چلا گیا۔ میں ثابت کر رہا تھا کہ مرزا صاحب نے یہ جانتے ہوئے کہ کرشن جی مہاراج نبوت کے دعویدار نہ تھے بلکہ خدا ہونے کے مدعی تھے، خود کو کرشن قرار دیا۔ اور یوں وہ بات کی جو اسلام کی شریعت کی پابندی کرنے والے کیلئے ہرگز ہرگز موزوں نہ تھی۔

مگر بالفرض بحث کے لیے مان لیجئے کہ کرشن نبوت کے دعویدار تھے اور مرزا صاحب نے ان کو نبی مان کر کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو پھر کلغی والے کے دعویٰ کے متعلق کیا کہیں گے جو ہرگز نبوت کے مدعی نہ تھے اور اسلام سے جنگی عداوت اظہر من الشمس ہے۔

کرشن جی مہاراج کو گذرے مدتیں بیت گئیں لیکن کلغی والے گرو تو کل زندہ تھے۔ اور انکے صحیح و مستند حالات کتابوں میں محفوظ ہیں۔ کیا وہ اسلام کی شریعت کی رو سے عقائد باطلہ نہ رکھتے تھے۔ پھر مرزا صاحب نے کلغی والے کا اوتار ہونے کا دعویٰ کیا تو کیوں؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب تمام مسلمانوں کے لیے مطلق نبی بنے۔ مذہب سے آگاہ مسلمانوں کے واسطے نبی ہوئے۔ عیسائیوں کے لیے مسیح، ہندوؤں کے لیے کرشن اور سکھوں کے لیے کلغی والے بن گئے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ نہ سمجھے کہ ان تمام دعاوی میں بعد المشرقین پیدا ہو جائے گا۔

آؤ ذرا ان کے کرشن ہونے کے دعویٰ پر مزید غور کریں۔ کرشن جی کے مخالفوں کو ان کے چلن پر اعتراض ہے۔ احمدی کہتے ہیں کہ کرشن جی کے متعلق ایسے تمام قصے جن میں گوپیوں کا ذکر ہے صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح ہیں تو کیا حضرت سلیمان کی بیویاں صدہا سے متجاوز نہ تھیں۔

اول تو کرشن جی مہارج اور ان کی گوپیوں کے قصے ہندوؤں کی مستند کتابوں میں مذکور ہیں اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم ان کو جھوٹا یا محرف قرار دیں۔ خصوصاً اس صورت میں کہ لالہ لاجپت رائے اور دوسرے مستند ہندو مورخین نے ۸ سے لیکر ۱۰۸ گوپیوں تک کا وجود صحیح مان لیا ہے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ

ع ''مدعی سست وگواہ چست''

اگر کرشن جی اور ان کی گوپیوں کے واقعات سچے ہیں تو ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے تشبیہ دینا انتہا کی گستاخی ہے۔ حضرت سلیمان نے وہ کیا جو ان کی شریعت کی رو سے جائز تھا۔ ان کی تمام بیویاں ان کی منکوحہ عورتیں تھیں اور منکوحہ اور غیر منکوحہ سے تعلق رکھنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

میں اس بات کو ذرا واضح کیے دیتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اجتماع بین الاختین یعنی دو سگی بہنوں سے نکاح جائز تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے

حرم میں دو سگی بہنیں موجود تھیں۔ آج یہ حرام کر دیا گیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص آج دو بہنوں سے نکاح کر کے یہ کہے کہ کیا حضرت موسیٰ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ تو سوائے ازیں کہ اس کی عقل پر آنسو بہائے جائیں اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ہاں اگر مرزا صاحب یا ان کے مرید یہ کہیں کہ اسلام کے خدا نے جو نبی بھیجے۔ ان میں سے کسی کو کسی وقت غیر منکوحہ عورتیں بھی داخل حرم کرنے کی اجازت تھی تو اور بات ہے۔

جس طرح میں نے بحث کی خاطر سے مان لیا ہے کہ مرزا صاحب نے کرشن جی کو خدا یا خدا کا اوتار نہیں بلکہ نبی مان کر کرشن ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اسی طرح میں محض بحث کی غرض سے یہ بھی تسلیم کیے لیتا ہوں کہ کرشن جی مہاراج کے چلن کے متعلق جو کچھ بھی ہندوؤں کی مسلمہ ومستند کتابوں میں درج ہے، وہ غلط ہے۔ اور کرشن جی مہاراج کا چلن ہر قسم کے شبہ سے بالاتر ہے۔

قسط سی ودوم (۳۲)

اس کے بعد کرشن جی کی تعلیم کا سوال پیدا ہوتا ہے یعنی یہ دیکھنا لازمی ہے کہ ان کی تعلیم اسلام کے موافق تھی یا متضاد۔ اس کا جائزہ لینا اس لیے ضروری ہے کہ ہم فیصلہ کر سکیں کہ وہ نبی تھے یا نہ تھے۔

میں نے ان کی گیتا کو سنسکرت زبان میں نہیں دیکھا۔ اسلیے کہ میں سنسکرت سے ناآشنا ہوں۔ لیکن میں نے جیل میں ہندی اور گورمکھی کو درساً پڑھ کر گیتا کا ہندی میں مطالعہ کیا۔ اس سے قبل میں اردو گیتا جی کا ترجمہ پڑھ چکا تھا۔ اور فیضی خلد آشیاں کا فارسی ترجمہ بھی بہت تعمق وغور کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ میں نے گیتا بعض پنڈت صاحبان سے درساً پڑھی ہے۔ جن میں سے سب سے پہلے مشہور قومی کارکن پنڈت نیکی رام شرما تھے۔

گیتا کے سب سے بڑے مؤید زمانہ حال میں گاندھی ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ ایک جنگ میں مصروف ہیں اور گیتا بھی میدان جنگ میں لکھی گئی۔ یہ کوئی شریعت کی کتاب نہیں کہ اس کو کسی نبی کا کلام یا الہامی کتاب سمجھا جائے بلکہ یہ فلسفہ جنگ ہے اور بس۔

واقعہ یہ ہے کہ کورو اور پانڈو بھائی بھائی تھے ان میں جنگ ہوگئی۔ ایک فریق کا سب سے بڑا بہادر اپنے بھائیوں کا خون گراتے ہوئے گھبراتا تھا۔ وہ موت کو جنگ پر ترجیح دیتا تھا کرشن جی نے اسے جنگ پر اکسایا۔ اور جن الفاظ میں اکسایا یا جن دلائل سے اسے قائل کیا وہ گیتا کی پونجی ہیں۔

اپنے مقاصد کے لحاظ سے یہ کتاب بہت اعلیٰ ہے مگر چونکہ الہامی کتاب نہیں اس لیے اس میں خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی اس کی خوبیوں کی دو مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔ کرشن جی ایک جگہ ارجن کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو جنگ کر اس لیے کہ۔

شہادت کہ نبود ازاں برتری   نصیبے کسی نیست جز چھتری
اگر مردہ گردی بہ خلد یاست جا   وگر فتح یابی شوی پادشاہ

دوسری جگہ جب ارجن عزیمت کا خدشہ ظاہر کرتا ہے اور نتیجہ کی بحث چھیڑتا ہے تو کرشن کہتے ہیں کہ ”تو جنگ کر۔ اس لیے کہ نتائج خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ انسان کا کام یہ ہے کہ پوری توجہ سے کام کرے اور نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دے“۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں خیالات موتیوں میں تولنے کے قابل ہیں۔ لیکن اگر تحریر د خیالات کی جزوی خوبی کے باعث کتابوں کو الہامی قرار دیا جائے تو شاید ان کی کوئی انتہا نہ رہے۔

اب میں کرشن جی کے اس فلسفہ کو لیتا ہوں جو اسلام کے خلاف ہے۔ اور عقل

عامہ بھی جس کو قبول نہیں کر سکتی۔ ملاحظہ ہو وہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ شعر

تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام   من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام

یہ خیال اسلام کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ کرشن جی نے ایک اور خیال گیتا میں یہ ظاہر کیا ہے کہ انسان مرتا نہیں بلکہ جیون بدلتا ہے لہٰذا ارجن کو جنگ کرنے میں عذر نہیں ہونا چاہیے ظاہر ہے کہ جیون بدلنے کا فلسفہ اسلام اور عقل عامہ کے خلاف ہے۔

جس روز کرشن جی کا یہ فلسفہ زیر غور آیا۔ اس روز میں نے پنڈت نیکی رام صاحب سے پوچھا کہ اگر انسان اور دوسرے حیوانات جو آج دنیا میں زندہ موجود ہیں اس دور حیات میں سے بطور سزا گذار رہے ہیں۔ تو پھر جیو ہتیا اور انسان کا قتل جرم کیوں ہے؟ (اس تحریر کے بعد مجھے ایک ہندو نے بتایا کہ اس کا جواب آسان ہے یعنی یہ کہ انسان قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ اگر کسی شخص کو پھانسی کی سزا مل چکی ہو اور تمام مراحل متعلقہ اپیل و درخواست رحم ختم ہو چکے ہوں اور صرف مرگ مناجات باقی ہو تو بھی کوئی شخص اس کو قتل کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔

ان کے ارشاد پر میں نے اپنے مطلب کو یہ کہہ کر واضح کیا کہ ایک گائے یا ایک گھوڑا کسی گناہ کی وجہ سے قید حیات میں مبتلا ہیں۔ پھر ان کا قتل جرم کیوں ہے اس لیے کہ ان کا قتل تو انہیں قید سے چھڑا دیتا ہے۔ اور اگر انہیں ایک مخصوص تعداد میں جیون کی قید بھگتنا ہے۔ تو اس تعداد میں سے ایک کی میعاد کم ہو جاتی ہے۔

دوسری مثال میں نے یہ عرض کی تھی کہ فرض کیجیے ایک شخص کا نام دین محمد ہے وہ اس لیے انسان بنا اور گھوڑا نہیں بنا کہ اس کے گناہ ایسے سخت نہ تھے کہ اسے حیوان بنایا جاتا۔ لیکن وہ ملچھ مسلمان کے ہاں پیدا ہوا۔ اسلئے کہ اسکے گناہ بہت تھے اور وہ ہندو گھرانے میں

پیدا ہونے کے قابل نہ تھا۔

اسی طرح ایک ہندو رام لال ہے وہ اپنے گناہوں کے حساب سے راجپوت یا کھتری یا برہمن پیدا ہوتا ہے۔ بہترین انسان وہ ہے جو برہمن اور اس پر بھی مہاراجہ او ہیراج پیدا ہو لیکن ایسا انسان بھی اس زندگی کو ایک قیدی کی حیثیت سے گذارتا ہے۔ اگر اس کو قتل کر کے اس کی میعاد قید کو کم کر دیا جائے تو یہ اسکے لیے مفید ہے نہ کہ مضر۔ پھر قتل یا جیو ہتیا جرم کیوں ہیں۔

پنڈت جی نے کچھ عرصہ تک سکوت کرنے کے بعد فرمایا کہ مقتول کو اس قتل کی وجہ سے کئی لاکھ جیونوں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ گناہ تو کیا قاتل نے۔ یہ مقتول کو الٹی سزا ملتی ہے تو کیوں۔ پنڈت جی خاموش ہو گئے اور دوسرے روز سے گیتا کا درس بند ہو گیا (اس نکتہ کا جواب ہندو صرف یہ دے سکے کہ پنڈت جی کا استدلال غلط تھا۔ مگر وہ خود بھی اسکی تردید نہیں کر سکے۔حبیب)

عقل عامہ بھی کرشن جی کے جیون کے فلسفہ کے خلاف ہے۔ سزا وہ جس کا احساس ہو اور جس کی لم واضح ہو۔ جب پرتاب آپ کے ایڈیٹر مہاشہ کرشن کو یہ معلوم ہی نہیں کہ وہ کس جرم کی وجہ سے انسان بنایا گیا۔ اور معمولی ہندو پیدا ہوا تو وہ اس جرم سے آئندہ اجتناب کیسے کر سکتا ہے اور اسے جب احساس جرم ہی نہیں تو یہ سزا کیسے ہوئی۔ (اس کا جواب بھی میرے موصوف بالا دوست نہیں دے سکے...... حبیب)

ایک دفعہ یہی اعتراض کلکتہ میں پنڈت دینا ناتھ صاحب متوفی مدیر بجلی لاہور کے روبرو پیش کیا گیا تھا۔ انہوں نے میرے اس سوال پر کہ گدھے کو جب احساس سزا ہی نہیں تو سزا کیسے ہوئی؟ سکوت فرما کر جواب دیا کہ اعتراض وزنی ہے۔ اور میں اس کا جواب

دینے سے قاصر ہوں۔

میرا ارادہ ہے کہ تحریک قادیان کے اختتام کے بعد اسی طرز وطریق پر مسیحیت آریا دھرم ہندومت اور سکھوں کے پنتھ پر ناقدانہ سلسلہ لکھوں۔ وباللہ التوفیق۔ اس وقت ان مسائل پر زیادہ وضاحت سے بحث کروں گا۔ فی الحال اسی قدر اظہار خیال کافی ہے۔

کرشن جی کے کلام سے اور متعدد مثالیں ایسی پیش کی جاسکتی ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے خیالات اسلام کے خلاف تھے۔ اور ان کی کتاب الہامی کتاب نہیں لیکن موجودہ مقاصد کے لیے محولہ بالا امثلہ کافی ہیں۔

پھر ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ اگر دنیا میں تمام حیوانات وانسان گناہ کی وجہ سے آئے ہوئے ہیں۔ تو ان کی نسل کا جاری رکھنا کیوں ثواب ہے۔ کیا کوئی پسند کرتا ہے کہ جیل خانے بھرے جائیں؟ نہیں پھر اگر یہ فلسفہ درست ہے تو کیوں حیوانات سے بچہ کشی کرائی جاتی ہے۔ کیوں ہر انسان کے لیے لازمی ہے کہ اولاد پیدا کرے کیوں اس کی موت کے بعد اس کا سر پھوڑنے کے لیے اس کے لڑکے کا وجود رحمت مانا جاتا ہے۔ کیوں انسان کی زندگی کو مقدس مانا جاتا ہے۔ (اس کا جواب بھی میرے متذکرہ بالا ہندو دوست نہیں دے سکے۔حبیب)

لیکن ہمارے اس استدلال کے جواب میں ہمارے قادیانی کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح کرشن جی کے ادعائے نبوت کو ہندوؤں نے اوتار کا دعویٰ بنا دیا۔ اسی طرح انہوں نے ان کی تعلیم کو بھی بدل دیا۔ خوب۔ لیکن اس خیال پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ خود ہندو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کتاب میں تحریف نہیں ہوئی۔ دوسرے ہم تاریخ مذاہب حقہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ جب بھی کسی آسمانی کتاب میں تحریف

ہوئی دوسری آسمانی کتاب میں جو اس کے بعد نازل ہوئی، اس کی تحریف کا ذکر آیا چنانچہ توریت میں جب تحریف ہوئی تو حضرت عیسیٰ نے انجیل لا کر دنیا کو دی جسمیں تحریف تورات کی مثالیں بیان کی گئی تھیں اور اب تک موجود ہیں۔ جب انجیل میں بھی تحریف ہوئی۔ تو قرآن پاک نازل ہوا اور اس میں صاف لکھا ہے کہ

ا......توریت، انجیل کے علماء خدا کے کلام میں تحریف کرتے ہیں۔

۲......یہ بعض وہ کلمات جو کتاب میں موجود ہیں انہیں پڑھتے اور

۳......جو کلمات کتاب میں موجود نہیں تھے وہ اپنی طرف سے اسمیں ملا کر پڑھتے ہیں۔

۴......کلام غیر اللہ کو یوں پڑھتے ہیں کہ گویا وہ خدا کا کلام ہے۔

۵......خدا نے ہرگز نہیں لکھا تھا کہ خدا تین میں سے ایک ہے۔ لیکن انہوں نے کتاب میں یہ بات لکھ دی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر گیتا الہامی کتاب ہے۔ تو اس میں جو تحریف ہوئی اس کے متعلق مرزا صاحب پر الہام کیوں نہ ہوا کہ اس کی فلاں فلاں باتیں محرف ہیں۔

ایک اور اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ ہر آسمانی کتاب شریعت کی حاملہ تھی۔ مگر گیتا جی کے بہترین حصے بھی شریعت بننے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ نیز اگر گیتا کے ان تمام حصص کو جو اسلام کے خلاف ہیں نکال دیا جائے تو باقی جو کچھ رہ جاتا ہے وہ بہت قلیل ہے۔ اور اسکو خوبی خیال کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ دیا جائے۔ تو بھی وہ خدا کا کلام ظاہر نہیں ہوتا۔

مگر بحث کی خاطر سے یہ بھی تسلیم کر لیجئے کہ کرشن جی کے کلام میں تحریف ہوئی۔ اس صورت میں گویا اب تک بحث کی غرض سے ہم تین باتیں تسلیم کر چکے ہیں۔

اول: یہ کہ کرشن جی مہاراج خدا کا اوتار ہونے کے مدعی نہ تھے۔ بلکہ محض نبوت کے دعویدار تھے۔

دوم: یہ کہ ان کے چمن پر جو حملے کئے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت پر مبنی نہیں ہیں بلکہ محض افسانے ہیں اور

سوم: یہ کہ ان کی کتاب ان کی تعلیم کا صحیح مرقع پیش نہیں کرتی۔ بلکہ اس میں تحریف کی گئی ہے اور اس وجہ سے مرزا صاحب نے ان کو نبی قرار دیکر کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔

بہرصورت معاملہ یہ ہے تو پھر بحث کا اصول یہ ہوگا کہ ہم قرآن الحکیم کو کسوٹی بنا کر اس پر مرزا صاحب کے اس دعویٰ کو پرکھیں کہ انہیں خدا کی طرف سے علم دیا گیا تھا کہ کرشن جی نبی تھے۔

قسط سی وسوم (۳۳)

مجھے معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے کرشن جی کے سر پر نبوت کو جو تاج رکھا ہے۔ اس میں غیر قادیانی مسلمانوں میں سے کتنے ان سے متفق ہیں۔ البتہ ایک صاحب کا مرزا صاحب سے اس معاملہ میں اتفاق اظہر من الشمس ہے اور وہ مولوی ظفر علی صاحب مالک و مدیر جریدہ زمیندار لاہور ہیں۔ جن کا اخبار آئے دن برمحل و بے محل یہ اعلان کرتا رہتا ہے کہ کرشن جی پیغمبر تھے۔

باقی مسلمانوں میں سے بعض تعلیم یافتہ مسلمان یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ ہندوستان ایسے وسیع ملک اور ہندوؤں ایسی بڑی قوم کا پیغمبر سے خالی ہونا خارج از امکان ہے۔ لہٰذا اگر کرشن جی کو پیغمبر مان لیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں خدائے قدوس نے خود فرمایا ہے کہ ہر قوم کے لیے ہم نے ہادی بھیجا اور کوئی گاؤں ایسا نہیں جس میں ہمارا پیام نہیں پہنچا۔

میں عرض کروں گا کہ میرا بھی یہ ایمان ہے کہ ہندوستان چھوڑ و پنجاب میں بھی

پیغمبر آئے اور پنجاب یا تبت یا چین کا ایک قریہ بھی ایسا نہیں جس میں خدا کا پیام نہ پہنچا ہو۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں بھی عذر نہیں کہ ہر گاؤں میں کوئی ڈرانے اور بشارت دینے والا آیا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے پہلے مبعوث ہوا ہو۔ اسلئے کہ خاتم النّبیین کے بعد بعثت انبیاء بند ہو چکی۔ اس پر مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کی ذیل میں کافی بحث کر چکا ہوں۔ اور اس موضوع پر اس وقت کچھ لکھنا غیر ضروری ہے۔ نیز کرشن جی چونکہ حضرت خاتم الانبیاء سے پہلے پیدا ہوئے تھے لہٰذا ان کی نبوت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے بعثت احمد مجتبیٰ احمد مصطفیٰ کے بعد کسی کا مبعوث ہونا خارج از بحث ہے۔

بہر کیف مجھے یہ تسلیم ہے کہ ہندوستان میں ایک چھوڑ متعدد نبی پیدا ہوئے اور مجھے یہ بھی تسلیم ہے کہ قرآن پاک کے چوبیسویں پارہ کے ربع ثالث یعنی سورۃ المومن میں اللہ تعالیٰ امی لقب (فداہ روحی ﷺ) کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

اے پیغمبر! تحقیق ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے۔ جن میں سے بعض ہیں کہ ان کا ذکر ہم نے آپ سے کر دیا ہے اور بعض ہیں کہ ان کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا۔

کرشن جی کی نبوت کے حامی کہتے ہیں کہ جب ہندوستان میں نبیوں کی بعثت مسلّم ہے اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ بعض انبیاء کا ذکر قرآن مقدس میں موجود ہی نہیں۔ تو پھر کرشن جی کو نبی مان لینے میں حرج کیا ہے خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی کتاب گیتا ایک بینظیر کتاب ہے۔

ان میں سے اکثر اصحاب وہ ہوتے ہیں جنہوں نے گیتا کی تعریف ادھار لی ہوئی ہے۔ یعنی انہوں نے خود کبھی گیتا کا مطالعہ نہیں کیا ہوتا اور اس کے باوجود وہ اسکی خوبی کے قائل ہوتے ہیں اگر خوبی تحریر کو معیار نبوت سمجھا جائے تو پھر مجھے یاد ہے کہ ایک انگریز نے

آکسفورڈ سے شیکسپیئر کے کلام کا جو مجموعہ شائع ہوا ہے اس کی تمہید میں لکھا ہے کہ

احمقوں میں سے وہ بدترین احمق ہے جس کے سر پر حماقت کا تاج راس آئے اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ یہ کتاب (شیکسپیئر کی تصانیف) دنیا کی بہترین کتاب ہے۔

قرآن پاک سے تو اس شخص کو دور کی نسبت بھی نہ تھی۔ لیکن انجیل یا کتاب مقدس پر ایمان رکھتے ہوئے اس نے شیکسپیئر کی تصنیف کو دنیا کی بہترین کتاب قرار دیا۔ کیا اس میں حرج کی کوئی بات لازم نہیں آتی۔ اگر نہیں تو آؤ شیکسپیئر کو بھی پیغمبر مان لیں۔ (معاذ اللہ)

آج ممنوعات شرعی کو عقلی دلائل کی وجہ سے حلال قرار دیا جا رہا ہے۔ سود کا جواز زیر بحث ہے۔ اس لیے کہ لینے میں حرج نہیں اور نہ لینے میں نقصان ہے۔ ہماری تجارت کی کساد بازاری کو حرمت سود پر محمول کیا جاتا ہے۔ گویا معاذ اللہ اصول قرآنی کو ہماری تذلیل کا باعث ثابت کیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آج سود ہی نے دنیا کو پریشان کر رکھا ہے۔ اور جس مغرب کی تقلید میں ہم سود کو حلال ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ مغرب حرمت سود کی حکمت کا قائل ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ع کجا بود مرکب کجا تاختم۔

آمدم برسر مطلب سوال یہ نہیں کہ کرشن جی کو پیغمبر مان لینے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم کسی خاص شخص کو جس کا قرآن میں بالصراحۃ ذکر نہیں، نبی مان لیں۔

میری گذارش ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کا قرآن پاک میں نام بہ نام ذکر موجود ہے جس طرح ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے اسی طرح ان میں کسی کا نام لے کر اضافہ کرنا بھی اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور ان دونوں اصولوں کی لم منجملہ دلائل متعددہ یہ بھی ہے

کہ ایک ایسے نبی کا انکار جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے، تحریف فی القرآن ہے۔ اور اسی طرح کسی ایک کا اضافہ بھی تحریف فی القرآن ہوگا۔

میں ناسخ ومنسوخ کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن اتنا عرض کروں گا کہ اب تک بعض لوگوں نے یہ تو لکھا ہے کہ فلاں آیت کو فلاں آیت نے منسوخ کر دیا مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ نزول قرآن پاک کے بعد کوئی آیت منسوخ ہوئی ہے۔ یہ کام بن پڑا تو مرزا صاحب ہی سے جنہوں نے آیات جہاد کی تنسیخ کا اعلان کیا اور اس اعلان کو الہام پر مبنی قرار دیا۔

اسی طرح تکمیل قرآن الحکیم کے بعد کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ اس میں بذریعہ الہام اضافہ ہوا ہے۔ لیکن اگر یہ مان لیان جائے کہ مرزا صاحب نبی تھے اور انہیں بذریعہ الہام کرشن بنایا گیا اور بتایا گیا کہ کرشن نبی تھے تو اس کے معنی یہ ہوئے جہاں حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق یعقوب وغیرہم علیہم السلام کا ذکر آتا ہے۔ وہاں قرآن پاک میں ایک نبی کے نام کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ اور یہ تسلیم کرلیں تو تحریف یا تکمیل قرآن کو صحیح ماننا پڑتا ہے، جو کفر ہے۔

محولہ بالا آیت کریمہ سے یہ تو ثابت ہے کہ خود خدائے تعالیٰ نے بعض انبیاء کے نام نہیں لیے اور کرشن جی کا نام بھی نہیں لیا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے جس کا نام نہیں لیا، اس کا نام لینے کا حق کس کو ہے۔ کیا محمد ﷺ نے ایسا کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ورنہ حدیث موجود ہوتی کہ فلاں یا فلاں فلاں رسول یا رسولوں کے نام خدا نے تو نہیں لیے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کی تخصیص نام بہ نام فرمائی۔

اور جب خدا اور اس کے رسول ﷺ دونوں نے ایسا نہیں کیا تو کیا خلفائے راشدین نے ایسا کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیا کسی مدعی نبوت نے محدث نے مجدد نے یا کسی

اور مسلمان نے کسی کا نام لیکر اس کو نبوت کا درجہ دیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں، بالکل نہیں۔

تو یہ سوال حل طلب ہوا کہ جس کی تخصیص خدا اور رسول ﷺ نے نہیں کی۔ اس کی تخصیص کون کرسکتا ہے کیا ہر مسلمان ایسا کرسکتا ہے؟ اگر ہر مسلمان کو اس کی اجازت ہے۔ تو پھر انبیاء علیہم السلام کی ایک لامتناہی فہرست تیار ہوسکتی ہے۔ کیا اجماع امت کو اس کا حق دیا گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو لازم ہے کہ دونوں کے ذریعہ سے گذشتہ انبیاء کی فہرست تیار کی جائے، جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود نہیں۔ اور اگر افراد ملت کو مجموعی طور پر یہ حق حاصل نہیں کہ کسی کا نام لے کر اس کی نبوت کی تصدیق کریں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ حق کس کو حاصل ہے۔ جواب ملے گا کہ خدا اور صرف خدا کو اور وہ الہام یا وحی کے ذریعہ ہی سے کسی کا نام اپنے کسی فرستادہ کو بتائے گا۔ اسلیے کہ سنت اللہ یہی ہے کہ انسان سے کلام بذریعہ الہام یا وحی ہو۔ اور اگر یہ صورت صحیح مان لی جائے اور تسلیم کیا جائے کہ اس نے مرزا صاحب کو منتخب کر کے ایک نام بتایا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ محمد ﷺ (فداہ روحی) پر قرآن نامکمل نازل ہوا۔ اس میں ایک نام نہ تھا اور وہ نام مرزا صاحب پر ظاہر کر کے قرآن کی تکمیل کی گئی۔ اور یہ عقیدہ خلاف اسلام ہے اس لیے کہ قرآن مکمل ہے۔ اور اس میں کسی ترمیم یا اضافہ کی گنجائش نہیں۔

پس میرا استدلال یہ ہے کہ

۱..... جن پیغمبروں کا ذکر خدا نے خود نہیں کیا، ان کا نام کوئی شخص بتا نہیں سکتا۔ سوائے ازیں کہ خود خدا اس پر کوئی نام ظاہر کرے۔

۲..... اگر خدا کی مرضی اور خدا کے بتائے بغیر نام لے کر کسی رسول کی تخصیص کی اجازت ہوتی تو حضور سرور کائنات ﷺ ایسا کرتے۔ مگر ان کا ایسا نہ کرنا بتا رہا ہے کہ خدا جس کو ظاہر

نہ کرے، بندہ اس میں دخل نہیں دے سکتا۔

۳...... خدا قادر مطلق ہے اور وہ چاہے تو ہزاروں قرآن نازل کرسکتا ہے مگر قدرت اور مشیت میں فرق ہے۔ مشیت ایزدی یہ ہے کہ قرآن شریف مکمل ہے۔ اور یہ اسی صورت میں محفوظ رہے گا اس میں تبدیلی ممکن نہیں، نہ اس میں اضافہ ہی ممکن ہے۔

۴...... اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ الہام کسی ایسے نبی کی بعثت کی تصدیق کرے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود نہیں تو وہ تکمیل قرآن الحکیم کے مرادف ہوگی۔ اور یہ بات بھی تعلیم قرآن پاک کے خلاف ہے۔

پس اصولاً یہ ایمان رکھنا کہ دنیا بھر میں متعدد پیغمبر مبعوث ہوئے جن سے ہندوستان بھی خالی نہیں رہا۔ لیکن کسی کا نام لے کر اس کو مخصوص بہ نبوت کرنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ حق عام افراد کو دیا جائے تو فتنہ کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور انبیاء کی فہرست لامتناہی ہو جاتی ہے۔ اور اگر اجماع ملت کو یہ حق دیا جائے تو اس کے لیے ووٹوں کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور انبیاء کا نام بھی کونسل کا ایک انتخاب بن جاتا ہے۔ یہ علم صرف خدا کو ہے اور رب العزت جن ناموں کو ظاہر کرنا چاہتا تھا، ان کو ظاہر کر چکا۔ اور اگرچہ مزید ناموں کا اظہار اس کی قدرت سے خارج نہیں تاہم اس کی مشیت اور سنت یہ ہے کہ مزید نام ظاہر نہ کیے جائیں۔ لہٰذا کسی کا یہ کہنا کہ فلاں شخص بھی نبی تھا، بروئے قرآن الحکیم جائز نہیں۔ پس مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری۔

انیسویں دلیل

یہ ہے کہ انہوں نے کرشن جی مہاراج کو نبی ظاہر کر کے خود ان کے اوتار ہونے کا

دعویٰ کیا اور یہ دونوں باتیں تعلیم قرآن الحمید کے خلاف ہیں۔

الحمد للہ و المنۃ کہ تحریک قادیان پر میرا مضمون انتہا کو پہنچا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ میں کوئی ایسی بات نہ لکھوں جو کسی کے لیے دل آزار ثابت ہو۔ میرے احباب نے مجھے اس مقصد میں کامیاب ہونے پر مبارک بادیں دی ہیں۔ لیکن میں اب پھر اعلان کرتا ہوں کہ اگر میرے قلم سے کوئی ایسا فقرہ نکل گیا ہو۔ جو کسی صاحب کے قلب پر گراں گذرا ہو تو اس کو نادانستہ غلطی سمجھ کر معاف کر دیا جائے۔

(سید) حبیب

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین ...... الخ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تتمہ اول

تحریک قادیان

اس کی کامیابی کی ظاہری وجوہ

۱

میں جن دنوں سیاست میں تحریک قادیان کے حسن وقبح پر اظہار خیال کر رہا تھا۔ تو اس کے دوران میں بعض احباب نے سوال کیا تھا کہ تحریک قادیان ترقی پذیر کیوں ہے؟ بعض حضرات ایسے ہیں کہ وہ قادیان کی دولت وثروت سے اور بعض اسکے معتقدین کی

تعداد سے بعض انکے مریدوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب کی شمول سے مرعوب ہیں۔ اور وہ اس کو تحریک قادیان کی صداقت کی دلیل سمجھے بیٹھے ہیں۔

اسی خیال باطل کے ازالہ کے واسطے میں نے ابتدائے مضمون میں بعض ایسے مدعیان نبوت کے حالات درج کیے۔ جنہوں نے مہدی یا مسیح موعود یا ظلی و بروزی نبی یا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور وہ اس قدر ترقی پذیر ہوئے کہ ان کی سلطنتیں قائم ہوگئیں۔ اور تین تین نسل تک ان کی اولاد صاحب سریر و تاج و علم ہوئی۔ ایک عام خیال یہ ہے کہ مسیح موعود یا حضرت مہدی علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو وہ مسلمانوں کی حکومت قائم کریں گے۔ جناب مرزا صاحب قادیان کی تحریک پر عوام کی طرف سے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکے۔ لیکن جنہوں نے واقعی سلطنتیں قائم کیں۔ اور اپنے نام کا سکہ چلایا وہ وجاہت دنیوی اور تعداد معتقدین کے لحاظ سے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء سے بہت زیادہ کامیاب تھے، پر آخر وہ مٹ گئے۔ اور اسلام اپنی اصلی شان اور حقیقی صورت میں باقی رہ گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ یہ لوگ جو بازاروں میں شان سے پھرتے ہیں ان کی شوکت سے اے مسلمان تو گمراہ نہ ہونا۔ اس لیے کہ ان کی پونجی بہت تھوڑی ہے۔ اور ان کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جو بہت ہی بری قیام گاہ ہے۔

اگر وجاہت دنیوی حکومت مادی، تعداد معتقدین یا علم و فضل مریدین یہی معیار صداقت ہو۔ تو آج دنیا میں مسیحیت سے زیادہ کوئی مذہب سچا قرار نہیں پا سکتا۔ جس کے بادشاہوں کی شان کوس لمن الملک بجا رہی ہے۔ جن کے معتقدین کی دولت کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ جن کی سلطنتیں بے شمار ہیں اور جس کے مرید سائنس کے میدان میں ایسے

شہسوار ثابت ہو رہے ہیں کہ کوہ ہمالیہ کی بلندی ان کی پائے گاہ بن چکی ہے۔ پاتال کے راز ان کی کف دست کا سرمایہ بن چکے ہیں۔ ہوا، پانی اور خاک پر ان کا قبضہ ہے۔ دنیا کی بربادی ان کیلئے ایک لمحہ کا کھیل ہے۔ انسان کی آواز کو ہزاروں میل پر پہونچاتے ہیں اور دشت و بام و کوہ و بیابان دریا اور سمندر ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ لیکن بحمد اللہ کہ یہ سب کچھ معیار صداقت نہیں ہے۔

پس وجاہت دنیوی شوکت ظاہری اور تعداد قسم معتقدین تحریک قادیان کے لیے وجہ تفاخر نہیں بن سکتیں۔

بعض لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ تحریک قادیان کے خلاف ایسے واضح دلائل موجود ہیں جیسے کہ میں نے قلم بند کیے اور جس کے مطالعہ کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی سلیم العقل انسان اس مذہب کا معتقد نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ انگریزی دان مسلمان اس مذہب کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔

اس کے جواب میں یہ عرض کرنا کافی ہے کہ تحریک قادیان کی نسبت بہت زیادہ زبردست دلائل شرک اور بت پرستی کے حامی مذاہب کے خلاف موجود اور بے شمار مرتبہ اصرار کے ساتھ پیش ہو چکے ہیں۔ پھر بھی گاندھی جی اور برنارڈ شا جیسے لوگ کیوں اپنے اپنے دین اور مذہب کی کفریات سے باز نہیں آتے۔

اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ ابتداء میں دین ایک تھا یعنی دین فطرت اسی دین پر اب تک اللہ تعالیٰ لوگوں کو پیدا کرتا ہے۔ دین میں اختلاف لوگوں نے بعد میں پیدا کیا۔ اور لوگ ہی ہر سلیم الفطرت مولود کو بتدریج عقائد باطلہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہ نمائی اور ہدایت کیلئے رسول

بھیجے۔ لیکن لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور یوں تفریق باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔

خدا قادر مطلق ہے وہ چاہے تو ایک لمحہ میں ان اختلافات کو مٹا کر دین فطرت کا ڈنکہ بجادے لیکن میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ قدرت ایزد متعال اور مشیت خدائے لایزال میں فرق ہے۔ قدرت یہ ہے کہ جب اور جو چاہے کرے۔ مگر مشیت یہ ہے کہ یہ اختلافات تبلیغ کے ذریعہ رفع ہوں۔ اور اگر نہ ہوں تو ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود قیامت کے دن کردے گا۔ قرآن پاک میں بارہا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم یہ نیت نہ کر چکے ہوتے کہ ہم ان اختلافات کا قضیہ قیامت کے روز چکائیں گے۔ تو ہم کبھی کا ان کفار کا قصہ ہی پاک کردیتے۔

مگر ایسا کیوں ہے؟ یہ ایک راز قدرت ہے جس پر انسان حاوی نہیں۔ روحانی امور میں بھی جسمانی امور کی طرح بعض جگہ انسان معذور ہے۔ اور اس معذوری کے باوجود اس پر ایمان لانا ایمان بالغیب ہے۔ انسان سورج سے روشنی اور گرمی پاتا ہے۔ اور اس روشنی اور گرمی سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ لیکن وہ اس روشنی اور گرمی کی مقدار یا اسکے معیار کو گھٹانے یا بڑھانے سے معذور ہے۔ اسی طرح روحانیت میں انسان جانتا ہے کہ یہ اختلافات برے ہیں خون ریزی اور فتنہ وفساد کا سبب ہیں وہ براہین قاطعہ پیش کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے مخالف اس کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ وہ گھبراتا ہے لیکن خود کو بے بس پاتا ہے۔ اس لیے کہ مشیت ایزدی یہی ہے۔

اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالا گیا۔ حکم ہوا کہ اے آگ ابراہیم کے لیے سرد ہوجا اور سلامتی کا سبب بن جا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس خدا میں یہ قوت تھی کہ وہ آگ کو سرد کردے اور آزار کی

بجائے سلامتی کا سبب بنادے کیا وہ یہ قدرت نہیں رکھتا تھا کہ اس آگ کے جلانے والوں کو آگ جلانے کا موقعہ ہی نہ دیتا یا ان کے دل ہی پیغام ابراہیم کی طرف پھیر دیتا۔

یقیناً اس میں یہ قدرت تھی۔ لیکن مشیت ایزدی یہی تھی کہ ایسا نہ کیا جائے۔ اور غور کرو تو ابراہیم علیہ السلام کے جوہر کھلے تو اس طرح کہ آگ ان کے سامنے جلی۔ اس کا اعلان ان کے روبرو ہوا۔ ان کو وہاں تک پہنچایا گیا۔ موت اور بدترین عقوبت کی موت سامنے نظر آئی۔ انہیں اٹھا کر اس میں پھینکا گیا۔ انہیں یہ علم نہ تھا کہ آگ ان کے لیے سرد ہوکر سلامتی کا سبب بن جائے گی۔ یہ تسلیم ورضا کے آخری امتحان میں کامیاب ہوئے اور پھر انعام واکرام الٰہی سے فائز المرام ہوئے۔ اگر جبراً کفار کے دل پھیر دیے جاتے۔ تو دین کا خزانہ آج رضائے الٰہی کے روبرو انتہائی تسلیم کے ان موتیوں سے خالی ہوتا۔ جن کا وجود ابراہیم کے پسینے اور سید الشہداء علیہ السلام کے پاک خون سے پیدا ہوا۔

پس یہ مشیت ہے کہ دین فطرت کے خلاف ادیان وعقائد باطلہ پیدا ہوں۔ ترقی کریں اور موجود رہیں۔ لیکن یہ سب پیدا ہوتے اور مٹتے رہتے ہیں۔ دین فطرت البتہ ازل سے موجود ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔ مبارک ہے وہ جو عقائد باطلہ کی مؤقت ترقی اور چمک دمک سے فریب نہ کھائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس دھوکے سے محفوظ رکھے۔ آمین

اب تک جو کچھ عرض ہوا وہ ایک اصولی اعتقاد تھا کہ عقائد باطلہ اور ادیان کاذبہ کیوں قائم رہتے اور بہ ظاہر ترقی کرتے ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ نکتہ بہت باریک ہے۔ اس کے اظہار کے لیے مجھ سے زیادہ صاحب استطاعت وعلم انسان اور مجھ سے کہیں زیادہ صاحب قوت اہل قلم کی ضرورت ہے۔ تاہم ممکن ہے کہ مسلمانوں کا ایک حصہ اس دلیل سے

مطمئن ہو جائے مگر حصہ کثیر ایسا ہے کہ اس کے فہم ہی سے یہ دلیل بالاتر ہے۔ اور اس کے سمجھانے کے لیے زیادہ واضح اظہار خیال کی ضرورت ہے۔

﴿۲﴾

تحریک قادیان کی ظاہری ترقی کے دنیوی اسباب کے متعلق کچھ عرض کرنے کے لیے مجھے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی تاریخ کے ابواب کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جو لوگ موجودالوقت دول یورپ کی تبلیغی جدوجہد سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ مرکز مسیحیت کا ہر بادشاہ یا ور جمہوریہ ''یمین الدین'' کے لقب سے ملقب ہے اور تبلیغ مسیحیت ان کی حکومت کا جزو لاینفک ہے چنانچہ دور کیوں جاؤں۔ برطانیہ ہی کے نظام حکومت پر نگاہ ڈالو تو معلوم ہوگا کہ محکمہ جات دفاع، مالیات اور خارجہ کی طرح محکمہ دینیات بھی نظام سلطنت کا ایک جزو لاینفک ہے۔

لیکن ہندوستان میں مسلمانوں نے جو سلطنت قائم کی اس میں دینیات کو یہ مرتبہ کبھی حاصل نہیں ہوا۔ البتہ اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس ملک میں جو مسلمان بادشاہ ہوئے وہ درس و تدریس کے لیے کافی جاگیریں دیا کرتے تھے جن کی وجہ سے ہر مسجد درسگاہ بن گئی تھی جو تعلیم دین کے لیے ایک مرکز کا کام دیتی تھی۔ لیکن اس کرم فرمائی سے مندر بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ تاہم مجھے چونکہ اس وقت مسجدوں ہی سے تعلق ہے لہٰذا میں انہی کا ذکر کروں گا۔ ان کے متعلقین یعنی علماء اور صوفیاء بھی عوام و حکام دونوں کی عقیدت اور خدمت کے باعث قوت لایموت سے بے پروا ہو کر تبلیغ دین کے کام میں مصروف رہتے تھے۔

غرض یہ کہ تبلیغ اسلام کا کام حکومت کی بجائے غیر سرکاری ذرائع کا شکر گذار تھا۔

یہی وجہ ہے کہ حکومت کا مرکز تو تھا آگرہ اور مسلمان زیادہ ہوئے بنگالہ میں جہاں صوفیاء کا

گذر تھا۔

اس صورت حالات نے بھی اکبر اعظم کے وقت میں پلٹا کھایا۔ ان کے زمانہ میں ہندو و مسلم اتحاد کی سیاسی ضرورت کے باعث قومیت کے باپ جلال الدین اکبر نے شعار اسلام کو بالکل پس پشت ڈال دیا۔ اور انہوں نے اور ان کے درباریوں نے اپنی عملی مثال سے تبلیغ دین کو نقصان پہنچایا اس وقت اگر شریعت حقہ کا علم بلند رہا۔ تو وہ اپنی سرفرازی کے لیے مخصوص صوفیائے کرام و علمائے دین کا ممنون احسان تھا۔ جہانگیر اور شاہ جہان کے زمانہ میں اکبر کے جاری کردہ دین الٰہی کے چرچے تو باقی نہ رہے۔ مگر تبلیغ کے کام کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں ہوئی۔

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کلیہ کی واحد استثنا ثابت ہوئے معرکہ کفر و دین میں اقبال نے انہیں

ع ترکش ما را خدنگ آخریں

لکھ کر اظہار حق کیا ہے لیکن اس کے بعد حالت بد سے بدتر ہوگئی۔ اور نہ صرف بادشاہ اور امراء ادیان و اکابر سلطنت شعار دین سے بے پرواہ ہوگئے۔ بلکہ اکبر جہانگیر اور شاہ جہان کے زمانہ میں مساجد و مقابر و مکاتب کو جو گراں قدر امداد ملتی تھی، وہ بھی طوائف الملوکی کی وجہ سے بند ہوگئی۔

سلطنت مغلیہ کے انحطاط کے ساتھ زر امداد نہ ملنے کی وجہ سے اور ہر زور آور کے بادشاہ بن کر اپنے علاقہ کو لوٹنے کی وجہ سے مدرسے خانقاہیں اور مسجد بند ہوگئیں۔ علماء اور صوفیاء کو بدرجہ مجبوری سلسلہ درس و تدریس بند کرنا پڑا اور ملک میں تعلیم کا نام تک باقی نہ رہا۔ نہ دین کی تعلیم باقی رہی، نہ دنیا کی۔

عالمگیر کے وصال اور ۱۸۵۷ء کے غدر تک کا زمانہ پنجابی میں ترچھا گردی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ نہ کوئی نظام حکومت تھا اور نہ امن و امان ہی موجود تھا۔ کسی کی زندگی دولت عزت عصمت محفوظ نہ تھی۔ ان حالات میں نہ صرف مسلمانان ہند کیلئے بلکہ عام ہندوستانیوں کیلئے علم کا چراغ گل ہوگیا۔

انگریز اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے ہندوستان سے جہالت دور کی۔ یہ صحیح ہے لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے کہ مصر روما اور یونان کے میدان تہذیب وتمدن میں کوس لمن الملک بجانے سے بہت پہلے ہندوستان آسمان علم پر ماہ عالم تاب بن کر چمک چکا تھا۔ پھر انقلاب کی وجہ سے قعر جہالت میں گرا جس سے مسلمانوں نے آکر اسے نکالا مگر سلطنت مغلیہ کے انحطاط کے ساتھ یہ پھر جہالت کے گڑھے میں گر پڑا۔ عالم وفاضل لوگ طبعاً میعاد حیات پوری کر کے اٹھ گئے علم کے مرکز مٹ چکے۔ لہٰذا ملک جاہل رہ گیا۔

غدر ۱۸۵۷ء کی تمام ذمہ داری بے جا طور پر مسلمانوں کے سر منڈھ دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب حکومت کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے بغض پیدا ہوگیا ادھر مسلمانوں کے علماء نے حکومت انگلشیہ سے ہر قسم کے تعاون کو گناہ قرار دے کر اعلان کر دیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے نیز بین الاقوام معاملات نے بھی ایسی صورت اختیار کر لی کہ مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات اچھے نہ رہے۔ مسلمانوں نے علماء کے فتاویٰ کے باعث انگریزی مدارس سے جو تعلیم کی روشنی کو واپس لانے والے تھے، اجتناب کیا۔ مساجد اجڑی پڑی تھیں۔ مکاتب کا نشان تک مٹ چکا تھا صوفیا کے تکیہ حدیث شریف وقرآن مجید کے مسائل کی جگہ بھنگ نواز دوستوں کی گپ بازی کا مرکز بن چکے تھے۔

غرض حالت یہ تھی کہ مسلمان حکام وقت کا چور بنا ہوا تھا۔ حکومت اس کے ہاتھ

سے چھن چکی تھی۔ تجارت سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ تعلیم اس کے ہاں سے غائب ہو چکی تھی اور جاہل ماں باپ جاہل تر اولاد پیدا کر رہے تھے بیکاری مفلسی اور حکومت کے عتاب نے مسلمانوں کو ایک قابل نفرت چیز بنا دیا تھا۔

مسیحی پادری ہمیشہ تسلیم کرتے رہے کہ دنیا میں ان کے عقائد کے لیے اگر کوئی خطرہ موجود ہے، تو اس کا نام اسلام ہے۔ وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو بہکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ انہوں نے اس وقت کو غنیمت اور اس موقعہ کو بے حد مناسب جان کر مسلمانوں کو بہکانے کیلئے ایک عالمگیر جدوجہد شروع کی جس کا سلسلہ ۱۸۶۰ء سے لے کر ۱۹۰۳ء کے بعد تک بڑا زور شور سے قائم رہا۔

بیکار مسلمان مسیحی ہوکر روزگار حاصل کر لیتے تھے۔ قلاش مسلمان مالی لحاظ سے بہتر حالت میں ہو جاتے تھے اور غداری کا داغ جوان کے لیے بے حد پریشان کن تھا وہ چشمہ کے پانی کے ساتھ ان کی پیشانی سے دھل جاتا تھا۔ یہ ترغیبات کچھ معمولی نہ تھیں۔ زر حکومت اور ثروت کی ترغیب سے اگر کسی اور دین کا واسطہ پڑتا تو مٹ جاتا۔ یہ اسلام ہی کا کام تھا کہ وہ اس بے پناہ حملہ سے محفوظ رہا۔ **والحمد للہ علی ذالک**

عیسائیوں کے ان حملوں سے ہندو بھی محفوظ نہ تھے۔ لیکن اول تو وہ جدید تعلیم حاصل کر کے پرانی جہالت کے ازالہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ دوسرے ان کے پاس تجارت اور دولت موجود تھی لہٰذا یہ نہ قلاش ومفلس تھے، نہ بے روزگار۔ تیسرے یہ حکومت کے عتاب سے محفوظ تھے بلکہ یوں کہیے کہ اس کے لطف کا نشانہ بنے ہوئے تھے لہٰذا انہیں وہ خطرات درپیش نہ تھے جو مسلمانوں کے لیے منصوص ہو چکے تھے۔

مسلمانوں کو بہکانے کیلئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی ﷺ پر

عالمگیر کے وصال اور ۱۸۵۷ء کے غدر تک کا زمانہ پنجابی میں ترچھا گردی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ نہ کوئی نظام حکومت تھا اور نہ امن و امان ہی موجود تھا۔ کسی کی زندگی دولت عزت عصمت محفوظ نہ تھی۔ ان حالات میں نہ صرف مسلمانان ہند کیلئے بلکہ عام ہندوستانیوں کیلئے علم کا چراغ گل ہو گیا۔

انگریز اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے ہندوستان سے جہالت دور کی۔ یہ صحیح ہے لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے کہ مصر روما اور یونان کے میدان تہذیب و تمدن میں کوس لمن الملک بجانے سے بہت پہلے ہندوستان آسمان علم پر ماہ عالم تاب بن کر چمک چکا تھا۔ پھر انقلاب کی وجہ سے قعر جہالت میں گرا جس سے مسلمانوں نے آ کر اسے نکالا مگر سلطنت مغلیہ کے انحطاط کے ساتھ یہ پھر جہالت کے گڑھے میں گر پڑا۔ عالم و فاضل لوگ طبعاً میعاد حیات پوری کر کے اٹھ گئے علم کے مرکز مٹ چکے۔ لہٰذا ملک جاہل رہ گیا۔

غدر ۱۸۵۷ء کی تمام ذمہ داری بے جا طور پر مسلمانوں کے سر منڈھ دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب حکومت کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے بغض پیدا ہو گیا ادھر مسلمانوں کے علماء نے حکومت انگلشیہ سے ہر قسم کے تعاون کو گناہ قرار دے کر اعلان کر دیا کہ ہندوستان دار الحرب ہے نیز بین الاقوام معاملات نے بھی ایسی صورت اختیار کر لی کہ مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات اچھے نہ رہے۔ مسلمانوں نے علماء کے فتاویٰ کے باعث انگریزی مدارس سے جو تعلیم کی روشنی کو واپس لانے والے تھے، اجتناب کیا۔ مساجد اجڑی پڑی تھیں۔ مکاتب کا نشان تک مٹ چکا تھا صوفیا کے تکیہ حدیث شریف و قرآن مجید کے مسائل کی جگہ بھنگ نواز دوستوں کی گپ بازی کا مرکز بن چکے تھے۔

غرض حالت یہ تھی کہ مسلمان حکام وقت کا چور بنا ہوا تھا۔ حکومت اس کے ہاتھ

سے چھن چکی تھی۔ تجارت سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا، تعلیم اس کے ہاں سے غائب ہو چکی تھی اور جاہل ماں باپ جاہل تر اولاد پیدا کر رہے تھے بیکاری مفلسی اور حکومت کے عتاب نے مسلمانوں کو ایک قابل نفرت چیز بنا دیا تھا۔

مسیحی پادری ہمیشہ تسلیم کرتے رہے کہ دنیا میں ان کے عقائد کے لیے اگر کوئی خطرہ موجود ہے، تو اس کا نام اسلام ہے۔ وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو بہکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ انہوں نے اس وقت کو غنیمت اور اس موقعہ کو بے حد مناسب جان کر مسلمانوں کو بہکانے کیلئے ایک عالمگیر جدوجہد شروع کی جس کا سلسلہ ۱۸۶۰ء سے لے کر ۱۹۰۳ء کے بعد تک بڑا زور شور سے قائم رہا۔

بیکار مسلمان مسیحی ہو کر روزگار حاصل کر لیتے تھے۔ قلاش مسلمان مالی لحاظ سے بہتر حالت میں ہو جاتے تھے اور غداری کا داغ جوان کے لیے بے حد پریشان کن تھا وہ چشمہ کے پانی کے ساتھ ان کی پیشانی سے دھل جاتا تھا، یہ ترغیبات کچھ معمولی نہ تھیں۔ زر حکومت اور ثروت کی ترغیب سے اگر کسی اور دین کا واسطہ پڑتا تو مٹ جاتا۔ یہ اسلام ہی کا کام تھا کہ وہ اس بے پناہ حملہ سے محفوظ رہا۔ **والحمد للہ علی ذالک**

عیسائیوں کے ان حملوں سے ہندو بھی محفوظ نہ تھے۔ لیکن اول تو وہ جدید تعلیم حاصل کر کے پرانی جہالت کے ازالہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ دوسرے ان کے پاس تجارت اور دولت موجود تھی لہٰذا یہ نہ قلاش و مفلس تھے، نہ بے روزگار۔ تیسرے یہ حکومت کے عتاب سے محفوظ تھے بلکہ یوں کہیے کہ اس کے لطف کا نشانہ بنے ہوئے تھے لہٰذا انہیں وہ خطرات درپیش نہ تھے جو مسلمانوں کے لیے مخصوص ہو چکے تھے۔

مسلمانوں کو بہکانے کیلئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی ﷺ پر

بے پناہ حملے شروع کردیئے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کیلئے پیدا کئے۔ ہندوؤں میں سوامی شری دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریا دہرم کی بنیاد ڈالی اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا مسلمانوں میں سرسید نے سپر سنبھالی اوران کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے۔

سرسید نے مسلمانوں کے سر سے غداری کا الزام دور کرنے کی کوشش کی اور انہیں تعلیم جدید کی طرف متوجہ کیا۔ اور ساتھ ہی مسیحیوں کے حملوں کا جواب دیکر شریعت حقہ کی حمایت کرنے لگے۔ غدر کا الزام آج تک مسلمانوں کے سر پر موجود ہے۔ البتہ جدید تعلیم کی ترویج میں سرسید کو غیر معمولی کامیابی ہوئی۔ ان کی سیاسی رہنمائی بھی صحیح ثابت ہوئی اور مسلمان ایک عرصہ تک اس رہنمائی سے روگردانی کرنے کے بعد آج پھر لاچار ہو کر انہیں کے اصولوں کو اختیار کر کے کامیاب ہو رہے ہیں۔

مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سرسید کامیاب نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ انہوں نے ہر معجزے سے انکار کیا اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بچے کھچے جو علماء بھی موجود تھے۔ ان میں اور سرسید میں ٹھن گئی، کفر کے فتوے شائع ہوئے۔ اور بہت غلاظت اچھلی نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی پروپیگنڈہ زور پکڑ گیا اور علیگڑھ کالج مسلمانوں کی بجائے ایک قسم کے ملحد پیدا کرنے لگا۔ یہ لوگ محض اتفاق پیدائش کی وجہ سے مسلمان ہوتے تھے ورنہ انہیں اسلام پر کوئی اعتقاد نہ ہوتا تھا۔ بحمد اللہ کہ یہ صورت حالات عارضی ثابت ہوئی۔ اور اب خدا کے فضل وکرم سے مسلم یونیورسٹی باعمل اور سچے مسلمان پیدا کر رہی ہے۔

اس وقت کہ آریا اور مسیحی مبلغ پر بے پناہ حملے کر رہے تھے اکے دکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہوگئے مگر کوئی زیادہ

کامیاب نہ ہوا اسوقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریا اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کیطرف سے سینہ سپر رہنے کا تہیہ کرلیا۔

میں مرزا صاحب کے ادعائے نبوت وغیرہ کی قلعی کھول چکا ہوں لیکن بقول یہ کہ

ع عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کردیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے۔ لیکن افسوس ہے کہ جس کی ابتداء اچھی تھی۔ اسکی انتہا وہ نہ رہی جو ہونا چاہیے تھی۔

مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو اپنے خدام کی قدر کرتی ہے۔ عیسائیوں اور آریاؤں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں نے انہیں سر پر بٹھایا اور دلوں میں جگہ دی مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری جیسے لوگ ان کے حامی اور معترف تھے۔ اور ان ہی کے نام کا ڈنکہ بجاتے تھے۔

غرض مرزا صاحب کی کامیابی کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ جہالت مسلمانوں پر قابض تھی۔ اور اسلام مسیحی اور آریا مبلغین کے طعن وتشنیع کا مورد بنا ہوا تھا۔ مرزا صاحب نے اس حالت سے فائدہ اٹھایا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے سینہ سپر ہو کر اغیار کا مقابلہ کیا۔ اور یوں مسلمانوں کے دلوں میں جگہ پیدا کرلی۔ یہ ہر دلعزیز آگے چل کر ان کے بہت کام آئی۔ اسی کی وجہ سے یہ صاحب زر ہوگئے۔ اور اسی کو ان کی خدمت اسلام کا نام دیکر آج بھی ان کے مرید سادہ لوح مسلمانوں کو پھسلا لیتے ہیں۔

انا خاتم النبيين لا نبي بعدي

عقیدۃ ختم النبوۃ

جلد دوم

الناشر

الإدارة لتحفظ العقائد الإسلامية

کراتشی پاکستان

﴿ ۳ ﴾

مخالفین اسلام سے مقابلہ کرنے میں مرزا صاحب نے چونکہ صرف مذہبی رنگ لیا۔لہذا ایسی تحریروں کی وجہ سے جن کی خوبی کا مجھے اعتراف ہے یہ محبوب انام ہو چکے تھے اب انہوں نے اس کامیابی کو اجتماع زر کا ذریعہ بنانے کا فیصلہ کیا اس لیے کہ دنیا میں زر کے بغیر کوئی تحریک کامیاب نہیں ہوتی اور مرزا صاحب اگرچہ ایک پرانے بارسوخ اور حاکم خاندان کے وارث تھے۔تاہم مالی لحاظ سے انکی حالت کچھ اچھی نہ تھی کسی انگریز کا مقولہ ہے

''کامیابی سے بڑھ کر کوئی چیز کامیاب نہیں ہوتی''

مرزا صاحب ایک کامیاب مبلغ تھے۔مسلمان اس لیے ان کے شیدا ہو رہے تھے کہ یہ محمد ﷺ (فداہ روحی) کے دین کی حمایت میں جان لڑا رہے تھے۔لہذا جب انہوں نے دین حقہ کی صداقت کے ثبوت میں دلائل جمع کرنے کے لیے ایک کتاب (براہین احمدیہ) کی اشاعت کا اعلان کیا اور پیشگی قیمت مانگی تو محمد ﷺ کے نام پر مرمٹنے والی قوم نے ان پر سیم وزر کا مینہ برسا دیا۔

شہرت اور زر حاصل کر کے انہوں نے نبوت کا اعلان کیا اب لوگ بدکے لیکن جو شخص دلوں میں گھر پیدا کر چکا تھا۔کروڑوں میں سے چند سو کو اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اس کے بعد مرزا صاحب کو جو کامیابی ہوئی۔اس کی وجوہ یہ ہیں کہ ہر جدید عقیدہ کے رکھنے والے زیادہ مخلص اور جوشیلے ہوتے ہیں۔یہ دونوں خواص جو کامیابی کی کلید ہیں۔اب تک ان کی جماعت میں موجود ہیں۔جہاں کسی مرزائی کو پاؤ گے اپنے سلسلہ سے

اس کا اخلاص قابل تعریف دیکھو گے۔ہر مرزائی ایک مبلغ ہے۔جس کا جوش ہر وقت ابلتا رہتا ہے اور کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔میں دہرم سالہ گیا، وہاں مسلمان صفر کے برابر ہیں۔ان میں سیاسی، مذہبی، اخلاقی جوش نام تک کو موجود نہ تھا۔مگر کوتوالی بازار کے ایک کونے میں ایک قادیانی کی دوکان تھی۔وہ درزی کا کام کرتے ہیں۔ان کی دوکان ہر اسلامی تحریک کا مرکز بنی ہوئی ہے۔اور وہاں مذہبی مباحث ہر وقت تازہ رہتے ہیں۔ وہ لوگ مختلف عہدوں پر سرفراز ہیں تعلیم یافتہ ہیں۔ان میں سے بعض متقی بھی ہیں لیکن ان کے ہاں مذہبی اخلاقی تعلیمی یا تمدنی امور کا ذکر تک نہیں آتا۔یہ اذکار زندہ ہیں تو ایک قادیانی درزی کے دم سے پھر اگر جہلاء اور نوجوان مسلمان اس سے متاثر ہوں تو تعجب کیا؟

اس جماعت کی تنظیم بہت ہی تعریف کی مستحق ہے۔ہر شخص خیرات زکوۃ اور چندہ کا روپیہ قادیان کو روانہ کرتا ہے۔اور وہاں سے تبلیغ عقائد کیلئے مبلغ ہر حصہ ملک کو روانہ کیے جاتے ہیں۔کتابیں شائع کی جاتی ہیں، رسالے شائع ہوتے ہیں اور اخبار نکالے جاتے ہیں اس کے برعکس قادیانی عقائد کی اصلاح یا عقائد صحیحہ کی تبلیغ کے لیے عام مسلمان جو کچھ کر رہے ہیں وہ ناقابل ذکر ہے۔یہ صحیح ہے کہ علماء اور صوفیاء عقائد قادیان کی تردید کرتے رہتے ہیں مگر افسوس کہ اکثر حضرات کا طرز بیان واستدلال ایک مسلمان مبلغ کی شان کے شایاں نہیں ہوتا۔نیز ان لوگوں کا دائرہ تبلیغ بالعموم ان کی جماعت تک محدود ہوتا ہے۔جو لوگ ان کی باتیں سنتے ہیں ان کے بہکنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا۔لہذا ان کی تقریریں ضائع جاتی ہیں۔ضرورت تو یہ ہے کہ ان لوگوں تک صحیح خیالات کو پہنچایا جائے جن کا متاثر ہونا زیادہ ممکن ہو۔

تحریر کے ذریعہ سے تحریک قادیان کے خلاف جو پروپیگنڈہ ہوتا ہے وہ قلت زر

کی وجہ سے نہایت غلیظ اور گھٹیا کاغذ پر اس طرح چھپتا ہے کہ کوئی اس کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔ ایسی تحریریں عموماً ایک گروہ کے باہر پہنچنے تک نہیں پاتیں۔ غرض قادیاں پروپیگنڈہ منظم اور وسیع ہے اور مخالفت غیر منظم کمزور اور مفلس ہے۔

تحریک قادیان کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب مسلمانوں کی جہالت ہے۔ جہالت سے میری مراد اصول دین سے مسلمانوں کی ناآگاہی ہے۔ جو لوگ بی۔ اے، ایم۔ اے اور بریسٹر ہو جاتے ہیں وہ انگریزی زبان اور دوسری چیزوں کے ماہر ہوں تو کیا وہ دین حقہ سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں۔ ان کے دل تعلیم دین کے پیاسے ہوتے ہیں۔ ان کے عقائد کو ان تک پہنچانے کا کوئی بندوبست ہی نہیں۔ ان تک اگر کوئی عقیدہ پہنچتا ہے تو وہ یہی قادیان کا عقیدہ ہوتا ہے لہٰذا وہ اس کو اختیار کر لیتے ہیں۔

مرزا صاحب کی تحریک میں ایک لچک بھی ہے جو کسی عقیدہ میں موجود نہیں یعنی ماننے والے کا اختیار ہے کہ وہ ان کو صرف محدث مانے یا مجدد نبی بروزی وظلی مانے مستقل نبی تسلیم کرلے مسیح موعود مانے یا مہدی آخر الزمان جو لوگ مذہب اور اس کے فلسفہ سے آگاہ ہیں ان کے لیے یہی لچک تحریک قادیان کی سب سے بڑی کمزوری ہے مگر ایک ایسے شخص کو جو اصول دین سے بے بہرہ ہو۔ ایسی باریکیوں کا علم بھی نہیں ہوتا اور وہ اسکی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

ایک اور سبب یہ ہے کہ قادیان کے ماننے والے عام مسلمانوں سے بحث کرتے رہتے ہیں وہ خود بعض مسائل کی باریکیوں کو اپنی کتابوں سے ازبر کر لیتے ہیں ان کے مد مقابل زیر بحث معاملات سے بالکل ناآگاہ اور کورے ہوتے ہیں اور یوں وہ پریشان ہو کر علماء کے پاس جاتے ہیں چند معزز و قابل قدر ہستیوں کے سوا ہمارا موجودہ طبقہ علما جو کچھ ہے

وہ ظاہر ہے لہٰذا وہ گالی اور کفر کے فتوی سے کام لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پریشان مسلمان ان سے بیزار ہو کر دوسرے گروہ سے جا ملتا ہے۔

ایسے لوگوں کا علاج ایک اور صرف ایک ہے یعنی یہ کہ ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی جائے جس قدر مہدی پیدا ہوئے۔ وہ سب ناکام رہے سوائے ان کے جن کی مخالفت ہوئی مقدار مخالفت کے تناسب سے انہیں کامیابی ہوئی اور مخالفت کے مٹتے ہی ان کا بازار سرد پڑ گیا۔

ضرورت ہے کہ علماء اسلام اول تو تحریک قادیان سے بے پرواہ ہو جائیں میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ بحث میں پڑ کر سادہ لوح مسلمان آسانی سے گمراہ ہو جاتے ہیں اگر انہیں بحث میں نہ ڈالا جائے تو ان کے عقیدہ راسخ میں غیر مانوس عقائد کی تبلیغ کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی قادیان سے الجھنے والے ان کے دل میں شوق بحث پیدا کرتے ہیں لیکن چونکہ ان کے ہاتھ میں مسالہ نہیں ہوتا اور جو ہوتا ہے اس کو وہ استعمال نہیں کر سکتے۔ لہٰذا گمراہ ہو کر بھٹک جاتے ہیں۔

لیکن اگر مقابلہ کرنا ہے تو پھر قادیان کی طرح ایک منظم جماعت بناؤ اور مسلسل پروپیگنڈہ کرو۔ صحیح عقائد کی تبلیغ عقائد باطلہ کی تردید ہے۔ اور یہ بات ہر بحث سے مستغنی ہے۔ عقائد صحیحہ کی تبلیغ کرو۔ اور اشد ضرورت کے سوا کسی کی تردید نہ کرو۔ وما علینا الا البلاغ.

قادیانی کی عادت ہے کہ وہ کہیں اس سوال پر بحث نہیں کرتے کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں بلکہ وہ ہمیشہ دجال مسیح موعود وفات مسیح حیات مسیح اور دوسرے ایسے مسائل پر بحث کرتے ہیں جن میں اختلاف موجود ہے اور غلط بحث پیدا کر کے مسلمانوں کو پھسلانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اس کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ میں نے تحریک قادیان کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب دینے کے بجائے جماعت احمدیہ لاہور کو اصرار ہے کہ میں یہ

بتاؤں کہ مرزا صاحب کافر تھے یا نہیں؟ انکے پیروکار مذہب اسلام سے خارج ہیں یا نہیں؟ اس صدی کا مجدد کون ہے؟ اور دجال آئے گا یا نہیں؟

مگر یہ بحث ہی غلط ہے اصل سوال یہ اور صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں۔ اور انہوں نے خود جو معیار قائم کیا۔ کیا وہ اسی معیار کے مطابق ایک غلط دعویٰ کے مدعی ثابت ہو چکے ہیں یا نہیں۔

لیکن مرزا صاحب کی جماعت کی کامیابی کا ایک اور راز بھی ہے جو میں اپنی ذمہ داری کے احساس کامل کے بعد سپرد قلم کر رہا ہوں اور وہ راز یہ ہے کہ حکومت برطانیہ اس عقیدہ کی حمایت کر رہی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد حکومت جبر وتعدی اور تبلیغ دونوں کے ذریعہ سے مسلمانان ہند کو رام کرنے پر تلی ہوئی تھی اسلیے کہ اس نے حکومت ہند اسی بدنصیب قوم سے لی تھی۔ اور طبعاً یہ قوم انگریزوں سے کھچی ہوئی تھی اور دارالحرب اور ترک تعاون کے فتاویٰ جاری تھے۔

حکومت نے مسلمانوں کو رام کرنے کیلیے متعدد وسائل اختیار کیے۔ زور و جبر کے قصوں کے بیان کا نہ یہ موقع ہے، نہ محل۔ تبلیغ نے جو راہیں اختیار کیں۔ ان میں سے تین قابل ذکر ہیں۔

اول: فورٹ ولیم کلکتہ میں اردو کی اشاعت کا مرکز کھولا گیا اور مسلمان مصنفین کو گراں قدر رقوم بطور معاوضہ دیکر ان سے کتابیں لکھوائی گئیں جو مختلف مضامین پر مشتمل تھیں لیکن جن میں انگریزی راج کی برکتوں کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔

دوم: جنگ کریمیہ میں روس کیخلاف ترکوں کی امداد کی گئی۔

سوم: سر سید سے علی گڑھ میں کالج کھلوایا گیا اور راجاؤں مہاراجوں اور نوابوں سے اسکی امداد

کرائی گئی۔

چہارم: مرزا صاحب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور اس دعوے کی بنا پر تنسیخ جہاد کا اعلان کیا تو ان کی جماعت کی ترویج واشاعت میں امداد کی گئی۔

شاید بلکہ یقیناً مجھ سے سوال کیا جائے گا کہ اس کا ثبوت کیا ہے کہ سرکار برطانیہ تحریک قادیان کی مؤید ہے۔ اسکے جواب میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اول اول تو میرے دل میں یہ خیال محض ایک گمان تھا۔ مگر گذشتہ دو سال میں مجھے اس کا بہت ثبوت ملا ہے جس کو ظاہر کرنا غیر ضروری ہے۔ صرف ایک واقعہ بطور مشتے نمونہ از خروارے قلمبند کرتا ہوں۔ اور وہ واقعہ مولوی ظفر علی صاحب سے تعلق نہیں رکھتا مولوی صاحب جس مصیبت مس مبتلا ہوئے وہ انکی عریاں نویسی اور فحش نگاری کا لازمی نتیجہ تھا۔

جس واقعہ کا میں ذکر کرنے والا ہوں وہ اگرچہ مختصر ہے مگر اہل دانش وبینش کے تخیل کے واسطے ایک غیر محدود وسعت کا حامل ہے۔ سنئے ایبٹ آباد کے میر ولی اللہ صاحب ایڈووکیٹ جو بے نظیر شاعر، بے بدل مصنف اور نہایت مخلص قومی کارکن ہیں۔ اپنے ہاں کے سپرنٹنڈنٹ پولیس سے جو انگریز ہیں ملے اور اپنے لڑکے کے واسطے ملازمت کا ذکر چھیڑا۔ یہ لڑکا ایم۔ اے پاس ہے صاحب بہادر نے فرمایا ذیل آپ حکومت سے امداد چاہتے ہیں۔ اور خود حکومت کی ویسی مدد نہیں کرتے جیسی کہ آپ کر سکتے ہیں۔

میر صاحب نے پوچھا: وہ کیا؟ تو جواب ملا کہ آپ مقامی اسلامیہ انجمن کے صدر ہیں مسجد جامع آپ کے انتظام میں ہے لیکن انجمن کے مبلغ اور مسجد کے امام صاحب قادیانیوں کے خلاف تقریریں کرتے پھرتے ہیں۔

مجھے ذاتی طور پر ایسے نوجوانوں سے سابقہ پڑا ہے جنہیں قادیانیوں نے اس شرط

پر ملازمت دلوانے کا وعدہ کیا کہ وہ قادیانی ہو جائیں۔ نیز مجھے بعض ایسے نوجوانوں کا حال معلوم ہے جو محض ملازمت کیلئے قادیانی بن گئے۔ میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں قادیانی جماعت کے نوجوانوں کے لیے حصول ملازمت زیادہ آسان ہے۔

(سید) حبیب

تتمہ دوم ...... تحریک قادیان

اس کی اصلاح کے ذرائع کیا ہیں؟

تحریک قادیان کی ظاہری کامیابی کے متعلق جو کچھ میں لکھ چکا ہوں۔ اگر غور سے اس کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں اس تحریک کی اصلاح کا مواد بھی موجود ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ یہ نکات ذرا واضح تر ہو جائیں میں اس تحریر میں صرف اصلاح قادیان کے موضوع پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

اصلاح عقائد قادیاں سے میری مراد مرزا صاحب کے صرف ان مریدوں کی اصلاح ہے جو عرف عام میں قادیانی کے نام سے معروف ہیں۔ اسلئے کہ جہاں تک احمدی جماعت لاہور کا تعلق ہے میں اس کو اسلام یا مسلمانوں کے لیے خطرناک نہیں سمجھتا۔ ان کے عقائد میں یہ تضاد موجود ہے کہ وہ مرزا صاحب کو نبی مانتے بھی ہیں اور نہیں بھی مانتے۔ لہٰذا جو عام لوگ ان کے ہم خیال ہیں ان کو خود یہ معلوم نہیں کہ ان کے عقائد کیا ہیں اور کچھ اس تضاد وعقائد کی وجہ سے اور بہت زیادہ اس وجہ سے کہ جماعت لاہور کے امیر مولانا محمد علی صاحب ایم اے کا استدلال یہ ہے کہ مرزا صاحب نے تنسیخ جہاد کا اعلان ہی نہیں کیا اور یوں یہ جماعت کسی غیر مسلم طاقت کے لیے مفید نہیں رہی ان کی جماعت ترقی نہیں کر رہی۔ اور نہ

اس کے ترقی کرنے کی کوئی توقع ہی باقی ہے۔ مولانا محمد علی صاحب کی بے نظیر قابلیت استعداد و محنت کی وجہ سے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحبان کے اخلاص کے باعث یہ جماعت زندہ ہے لیکن ظاہر ہے کہ چند افراد پر جس تحریک کا دارومدار ہو، وہ حیات جاودانی کی متوقع نہیں ہو سکتی۔

قادیانی جماعت البتہ مصروف جدوجہد ہے۔ اور اگرچہ تبلیغ میں جس قدر عرق ریزی محنت شاقہ زر پاشی اور جدوجہد سے یہ جماعت کام لیتی ہے اس کے لحاظ سے اس کی کامیابی کو نمایاں نہیں کہا جا سکتا تاہم حقیقت یہ ہے کہ خواہ نسبت وتناسب کے لحاظ سے اس جماعت کی ترقی کی حقیقت کیسی بھی یاس انگیز کیوں نہ ہو۔ من حیث الکل اس جماعت کی ترقی ایسی نہیں جس سے مسلمان بے پروا ہو سکیں۔ تبلیغ مسلمان کا فرض اولین ہے اور وہ اغیار کے لیے ہے لیکن اپنے مخلص دوست نکل رہے ہوں تو ان کا سنبھالنا اغیار کو دعوت تبلیغ دینے سے کہیں زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔

میری دانست میں چونکہ عقائد قادیان کی اصلاح کی ضرورت مسلمہ ہے لہٰذا اس ناقابل انکار ضرورت پر بحث کرنا تحصیل حاصل ہے پس میں اب وہ تجاویز سپرد قلم کرتا ہوں۔ جن کے اختیار کرنے سے میری ناقص رائے میں قادیاں کے پروپیگنڈہ کا کما حقہ سد باب ہو سکے گا۔

۱...... سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم اپنے دلوں میں محسوس کریں کہ قادیان کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے جو لوگ جادہ حق سے انحراف کر جاتے ہیں۔ وہ ہندو یا عیسائی، سکھ یا موتائی وغیرہ نہیں ہوتے۔ بلکہ ہمارے بھائی اور مسلمان ہوتے ہیں لہٰذا ان کے خلاف اپنے قلوب میں جذبات بغض وعناد پیدا کر کے ہم ان کو واپس نہیں لا سکتے۔ ضرورت ہے کہ ہم ان کو گم کردہ راہ بھائی سمجھ کر ان سے محبت کریں اور تالیف قلوب اور اخلاص والفت سے ان کو واپس لانے

کی کوشش کریں۔

۲...... پس لازم ہے کہ ہماری تحریر اور ہر تقریر گالی گلوچ سے بدزبانی سے اخلاق سے گری ہوئی باتوں سے اور خصوصاً بانی سلسلہ کی تحقیر سے بالکل خالی ہو اس کا اساس ذاتی حملے اور رکیک یا استہزاء نواز فقرات والفاظ نہ ہوں۔ بلکہ دلائل و براہین قاطع پر ان کا مدار ہو۔

۳...... قادیاں کا پروپیگنڈہ منظم و مسلسل ہے۔ ہمارے پروپیگنڈہ کی حالت یہ ہے کہ اس کو اگر نابود کہیں تو بے جانہ ہوگا۔ میری ناقص رائے تو یہ ہے کہ جس قدر پروپیگنڈہ قادیان کے خلاف جاری ہے وہ مفید ہونے کی بجائے مضر ہے۔ لہٰذا اگر ایسا بھی نہ ہوتا تو شاید بہتر ہوتا۔ صوفیا علماء اور دوسرے حضرات اپنے اپنے طور پر ہزاروں کا خرچ بھی برداشت کرتے ہیں اور دلائل بھی پیش کرتے ہیں مگر عدم تنظیم کی وجہ سے انکی تمام کوششیں رائگاں جاتی ہیں ضرورت ہے کہ قادیان کی اصلاح کے لیے منظم و مسلسل پروپیگنڈہ کا بندوبست کیا جائے۔

۴...... قادیان کے مبلغ اپنے کام کے ماہر ہوتے ہیں اس لیے کہ انہیں خاص طور پر اس کام کے لیے تیار کیا جاتا ہے ان کے پاس کتابوں کا ذخیرہ ہوتا ہے اور وہ عام مسلمانوں کو شبہ میں ڈال کر گمراہ کرنے والے مسائل سے خوب آگاہ ہوتے ہیں اس کے برعکس ہمارے ہاں کے مبلغین کا یہ حال ہے کہ چند بزرگ وآگاہ حضرات کے سوا سب کے سب بالعموم مسائل قادیاں سے ناآگاہ ہوتے ہیں ان کی تقریر کی پونجی صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ ادھر ادھر سے کچھ سن گن لیتے ہیں اور بس۔ وہ خود اسلام کے مسائل مسلمہ سے آگاہ نہیں ہوتے لہٰذا وہ استہزاء تفنن اور بدزبانی پر اتر آتے ہیں اور یوں ان کی تقریریں اور ان کے وعظ نہ صرف مفید ہی نہیں ہوتے بلکہ مضر ثابت ہوتے ہیں پس اگر پروپیگنڈہ کی تنظیم ہوجائے گی۔ تو ہم بھی قادیانی تحریک کی کمزوریوں سے آگاہ مبلغ میدان میں اتار سکیں گے۔

۵...... تحریک کا یہ حال ہے کہ ان کے اخبار ان کے پروپیگنڈہ کے لیے مخصوص ہیں اس طرف

ان کے جواب کے لیے کوئی مستقل رسالہ یا اخبار موجود نہیں ہے ضرورت ہے کہ پروپیگنڈہ کو منظم کرکے ایک اخبار یا رسالہ جاری کیا جائے۔ جو صرف عقائد قادیاں پر بحث کرنے کے لیے وقف ہو۔ اور جس میں تہذیب ومتانت سے اس عقیدہ کی کمزوریاں واضح کرکے مسلمانوں کو اس سے محفوظ رہنے یا اس کو چھوڑ کر صراط مستقیم پر واپس آنے کی دعوت دی جائے۔

۶...... قادیاں کی جماعت تبلیغ کی طرف سے آئے دن پمفلٹ رسالے اور کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں جو اکثر مفت بانٹی جاتی ہیں۔ ادھر یہ حال ہے کہ مفید مطلب رسالوں یا کتابوں کی اشاعت کا کوئی بندوبست ہی نہیں ہر شخص انفرادی طور پر کچھ کرتا ہے اور پھر خاموش ہوجاتا ہے اور اگر کہیں دردمندوں کی کوئی جماعت پیدا ہوتی ہے کہ وہ کام کرے تو اس کے رسالے یا پمفلٹ کم سرمایہ کی وجہ سے ذلیل ترین کاغذ پر بدترین صورت سے شائع ہوتے ہیں۔ اور کفایت شعاری کے خیال سے ان کا حجم اس قدر کم ہوتا ہے کہ صاحب تحریر اپنے جذبات کو دبا کر لکھتا ہے لہٰذا ہر تحریر تشنۂ تفصیل وتکمیل ہوتی ہے۔ ضرورت ہے کہ پروپیگنڈہ کو منظم کرکے اس نقص کا ازلہ کیا جائے۔

۷...... یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کوئی شخص مرض کے علاج کے لیے کبھی کسی وکیل کے پاس نہیں جاتا اور نہ مقدمہ میں مشورہ لینے کے لیے کوئی فریق مقدمہ کسی طبیب ہی کے ہاں پہنچتا ہے لیکن مذہب کے معاملہ میں ہم لوگ اس قدر غیرمحتاط ہیں کہ اقل واقفیت کے بل بوتے پر اہم ترین مذہبی مسائل پر بحث کرنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عام جاہل مسلمان قادیانیوں کے آگاہ حضرات سے الجھ کر خود دام میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ منظم پروپیگنڈہ کی صورت میں ہر شہر میں تحریک قادیان کے متعلق لٹریچر جمع کیا جائے اور جب ضرورت ایک یا زیادہ علماء کو اس مبحث کے متعلق ہر قسم کی واقفیت پہنچا کر اعلان کردیا جائے کہ کوئی مسلمان کسی قادیانی بھائی سے بحث نہ کرے۔ بلکہ اگر کسی مسئلہ میں

اسے خود شک ہو یا کوئی قادیانی کسی مسئلہ پر اس سے بحث کرنا چاہے تو دونوں حالتوں میں فلاں عالم کی طرف رجوع کرے۔

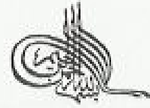
۸...... ایک نہایت تکلیف دہ صورت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی کیسا ہی دانا تجربہ کار پختہ مغز مسلمان بھی قادیانی حضرات سے کسی وجہ سے بھی کوئی تعلق کیوں نہ رکھے ہم اسے خود قادیانی مشہور کر دیتے ہیں اس سے دو نقصان ہوتے ہیں پہلے یہ کہ عوام کو شبہ ہوتا ہے کہ فلاں شخص صاحب فراست انسان بھی قادیانی ہو گیا۔ لہٰذا اس تحریک میں ضرور کوئی قابل ستائش بات موجود ہے اور دوسرے یہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو یوں بدنام کیا جاتا ہے وہ ضد میں آ کر اعلان کر دیتے ہیں کہ وہ واقعی مرزائی ہو گئے۔ نیز اس قسم کا سوءِ ظن گناہ بھی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ہم اپنے آزمودہ و پختہ کار آدمیوں کو بھی نادان و خام عقل والی دوشیزگان کی طرح اغواء ہونے کے قابل جان لیں اور یہ سمجھ لیں کہ جہاں یہ قادیانی سے ملے، یہ قادیانی ہو گئے۔

۹...... پس میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ باہمی اختلاف کو دبا کر اصلاح عقائد قادیاں کے نام سے ایک جماعت قائم کریں جو محبت کو اصول عمل قرار دے اور قادیان کو راہ حق پر واپس لانے کے لیے مسلسل و متواتر کام کرے اگر ایسا ہوا تو مجھے یقین ہے کہ تحریک مذکورہ کی وجہ سے مسلمانوں کی صفوں میں جو رخنہ پیدا ہو گیا ہے وہ جلد مٹ جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اگر کافی تعداد میں باہمت مسلمانوں نے میری اس رائے کو پسند کیا تو میں اپنی تجویز کو جامہ عمل پہنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا۔

السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ

(سید) حبیب



حکیم مولوی عبد الغنی ناظم

(نقشبندی، جھورانوالی، ضلع گجرات)

○ حالاتِ زندگی

○ ردِّ قادیانیت

حالات زندگی :

حکیم مولوی محمد عبدالغنی صاحب ناظم ۱۸۹۲ء میں کنجاہ (ضلع گجرات، پاکستان) کی ایک نواحی بستی جھیورانوالی میں حافظ محمد عالم صاحب نقشبندی کے ہاں تولد ہوئے۔ بچپن ہی میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی اور دھاروالی مڈل اسکول سے مڈل امتحان پاس کیا۔ بعدازاں گجرات، لاہور اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں رہ کر کسب فیض کرتے رہے۔

طبیہ کالج دہلی میں رہ کر طب اسلامی کی تکمیل کی اور وطن مالوف کی مراجعت فرمائی۔ حکیم سید فضل شاہ، حکیم فتح محمد اور حکیم دوست محمد ملتانی وغیرہ سے مل کر انجمن خادم الحکمۃ شاہدرہ کے قیام میں اہم کردار ادا کیا مگر مذہبی رجحانات میں شدید اختلاف کے باعث جلد ہی اس سے الگ ہوگئے۔ طبی شغف دور آخر تک جاری رہا۔ آپ کی زیرادارت رسالہ ''گلدستہ حکمت'' ایک مدت تک داد تحسین وصول کرتا رہا۔

آپ ایک جید عالم دین تھے اور جملہ مکاتب فکر کے علماء آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ نے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نقشبندی سلسلہ عالیہ سے وابستگی اختیار کی اور حضرت خواجہ مقبول الرسول صاحب نقشبندی للہ شریف، ضلع جہلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔

رد قادیانیت :

حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سلیمانی کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان بعدازاں تحریک ختم نبوت میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ آپ نے قادیانیت کے رد میں ۱۹۳۴ء میں ''الحق المبین'' تحریر فرمائی۔ اس کتاب کے آغاز میں آپ

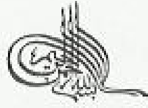
فرماتے ہیں:

’’تجربہ شاہد ہے کہ اکثر سعید روحیں ایسی ہیں جو ناواقفی کی بنا پر مرزائیت کا شکار ہو جاتی ہیں مگر پھر صحیح واقفیت بہم پہنچنے پر دوبارہ صراط مستقیم اختیار کرنے کو عار نہیں سمجھتیں اور علی الاعلان صداقت کو قبول کر لیتی ہیں۔ لہٰذا ایسے مضامین کی اشاعت نہایت ضروری ہے جو عام فہم الفاظ میں مرزائیت کے ڈھول کا پول ظاہر کریں۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب خالی الذہن ہو کر خلوص نیت سے مطالعہ کر کے حقیقت کو پالے اور مرزا سے قطع تعلق کر کے سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے دامن میں آ کر پناہ لے۔‘‘

اس کے علاوہ رد قادیانیت پر آپ کی مزید دو اور تصانیف ’’تناقضات مرزا‘‘ اور ’’اعتقادات مرزا‘‘ بھی ہیں جن کا ذکر حکیم صاحب نے اپنی کتاب ’’الحق المبین‘‘ میں بھی کیا ہے۔ لیکن اس جلد کے چھپنے تک یہ دونوں تصانیف ادارے کو مہیا نہیں ہو سکیں۔

ایک مدت تک محکمہ تعلیم سے بھی وابستہ رہے مگر اس کے ساتھ تحریر و تقریر و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ رد قادیانیت کے علاوہ آپ کی تالیفات ’’اعانت الاموات بالدعوات والصدقات‘‘ اور ’’ذکر الصالحین‘‘ بھی معروف ہیں اور اپنے دور میں عوام و خواص میں مقبول رہی ہیں۔

آپ نے ۲۰ مئی ۱۹۶۶ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے گاؤں میں ہی سپرد خاک ہوئے۔



الحق المبین

مرزائیوں کے سوالات کے جوابات

(سن تصنیف: 1934ء / ۱۳۵۴ھ)

تصنیف لطیف

حکیم مولوی عبدالغنی ناظم

(نقشبندی، جھورانوالی، ضلع گجرات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ.

وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاهِرِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ ...... اخبار ’’احسان‘‘ جوایک اسلامی موقر اخبار ہے اسکی اشاعت ۲۴ دسمبر ۳۴ء میں مرزائیوں کی طرف سے چند سوالات شائع ہوئے تھے جو یا تو کسی متلاشی حق مرزائی نے تحقیق حق کیلئے لکھے ہیں یا کسی متعصب نے جرح قدح کیلئے۔ بہرکیف ہر صورت میں انکا جواب باصواب لکھنا ضروری ہے۔

وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور اسلام کی خدمت یہ ہے کہ مرزائیوں کے ہر قسم کے سوالات کے معقول اور دندان شکن جوابات دیئے جائیں اور ہر فرد مسلم و مرد مومن کو اسلام کی صحیح تعلیم کے ساتھ ساتھ قادیانی مذہب کے عقائد فاسدہ اور خیالات کاسدہ سے پوری طرح واقف کیا جائے تا کہ عام لوگ جو دین سے بے خبر اور سادگی کے سبب مرزائیوں کی چکنی چپڑی باتوں سے ان کے دام تزویر میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ مرزائیت کی حقیقت سے واقف ہوکر ان کے پھندے میں نہ آئیں جو لوگ بدقسمتی سے ان کا شکار ہو چکے ہیں وہ دوبارہ اسلام میں واپس آجائیں۔

تجربہ شاہد ہے کہ اکثر سعید روحیں ایسی ہیں۔ جو ناواقفی کی بنا پر مرزائیت کا شکار ہو جاتی ہیں مگر پھر صحیح واقفیت بہم پہنچنے پر دوبارہ صراط مستقیم اختیار کرنے کو عار نہیں سمجھتیں اور علی الاعلان صداقت کو قبول کر لیتی ہیں۔ لہٰذا ایسے مضامین کی اشاعت نہایت ضروری ہے جو عام فہم الفاظ میں مرزائیت کے ڈھول کا پول ظاہر کریں۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب

خالی الذہن ہوکر خلوص نیت سے مطالعہ کر کے حقیقت کو پالے اور مرزا سے قطع تعلق کر کے دوبارہ سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے دامن میں آ کر پناہ لے۔

حاشا وکلا: مجھے مرزا صاحب سے نہ کوئی ذاتی عناد ہے اور نہ دلی پرخاش بلکہ انکی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ہاں مطالعہ کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تعلیم اور ان کے تمام دعاوی اسلامی تعلیم کے برخلاف ہیں اور انکی جماعت بھی تقلید اعمٰی میں مبتلا ہوکر غلط راہ پر جارہی ہے۔ صحیح رستہ وہی ہے جو حضور ﷺ نے بتایا تھا مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ[1] اور نجات کا دارومدار بھی آپ ہی کی پیروی اور تابعداری پر منحصر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ. (پ۳،ع ۱۲)

ترجمہ: کہو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انکار کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں شعر

خلافِ پیمبر کسے را گزید   ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مگر مرزا صاحب ہیں کہ اپنی ہی تعلیم اور اپنی بیعت کو مدار نجات[2] ٹھہراتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

ع   ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

پس میں مرزا صاحب کی جماعت کے لیے دل سے چاہتا ہوں کہ وہ اس غلط

---

[1] وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ (مشکوٰۃ). ترجمہ: میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہوگی۔ سوائے ایک گروہ کے وہ سب دوزخی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ وہ کونسا گروہ ہے جو بہشتی ہے فرمایا جس طریق پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

(مشکوٰۃ، مترجم جلد ۱، ص ۷۲، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

[2] مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کیلئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا۔ (اربعین، نمبر ۴، ص ۷، حاشیہ، طبع دوم)

راستہ کو ترک کر کے راہ راست پر آجائے اور نئی تعلیم کو چھوڑ کر وہی پرانی تعلیم اختیار کرے جو ساڑھے تیرہ سو سال سے چلی آتی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کُلُّ بِدْعَةٍ[1] ضَلَالَةٌ وَکُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ. اسی غرض کیلئے چند ایک ٹریکٹ بھی لکھے ہیں اور انکے سوالات کے جوابات بھی لکھتا ہوں کہ شاید کوئی سعد روح انکے مطالعہ سے ہدایت پاکر سوادِ اعظم[2] کے ساتھ شامل ہوجائے اور سعادتِ کونین وثواب دارین حاصل کرے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

مرزائی سوالات کے جوابات

سوال اول: آپ کے نزدیک وہ کونسے عقائد ہیں جو اصل الاصول کہلانے کے مستحق ہیں؟

جواب: اہل السنت والجماعت کے نزدیک وہی عقائد اصل الاصول ہیں "جو ایمان کی صفتوں" کے نام سے مشہور ہیں اور جن سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے اور مرزائیت سے پہلے شاید جناب سائل صاحب بھی جانتے ہوں گے اور فقہ کی چھوٹی سے چھوٹی کتاب نجات المومنین میں بھی اختصار کے باوجود صاف طور پر لکھا ہے جو یہ ہے۔ شعر

صفت ایمان ربِّ منعم، ملک، کتب، انبیاء   آخر اٹھن گورتھیں، نیکی بدی خدا

ہاں اگر قرآن مجید سے ہی حوالہ مطلوب ہے تو لیجئے۔ وہ بھی سنئے۔ اللہ جل شانہٗ تبارک وتعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا. (پ ۵ ع ۱۷) ترجمہ: اے

---

[1] ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔

[2] قال رسول اللہ ﷺ اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو پس تحقیق جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا، دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ (مشکوٰۃ مترجم، جلد ۱، ص ۷۳)

تو وہ جو ایمان لائے ہو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اسکی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور پچھلے دن کا انکار کرتا ہے۔ وہ گمراہی میں دور نکل گیا۔

اس آیت کے نیچے مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ''پہلے ایمان سے مراد ایمان ظاہر یا اقرار باللسان ہے اور دوسرے ایمان سے مراد تکمیل ایمانی ہے جس میں تصدیق بالقلب اور اس کے مطابق عمل بھی شامل ہیں۔ چونکہ ذکر منافقین کا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ صرف منہ کا ایمان فائدہ نہیں دیتا جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو''۔

آیت مندرجہ بالا میں وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ یعنی مرنے کے بعد جی اٹھنے کا ذکر نہیں آیا۔ اس لئے اس مضمون کی آیت دوسری جگہ سے لکھی جاتی ہے: ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ○ (پ۱۸، ع۱) ترجمہ: پھر تم اس کے بعد یقیناً مرنیوالے ہو۔ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ اس مضمون کی اور بہت سی آیات آئی ہیں۔ جن کے اندراج کی یہاں گنجائش نہیں۔

رہا ''ایمان بالقدر'' کا ثبوت تو اس کے متعلق بھی کئی آیات شریفہ ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (پ۵، ع۸) ترجمہ: اور اگر ان کو بھلائی پہنچتی ہے، کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انکو دکھ پہنچتا ہے کہتے ہیں یہ تیری وجہ سے ہے۔ کہو سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ بھلائی، برائی یا دکھ سکھ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے اور وَالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی کے یہی معنی ہیں۔

نص کی موجودگی میں حدیث شریف کا پیش کرنا تحصیل حاصل ہے۔ مگر تبرکاً حضور ﷺ کا ارشاد بھی سن لیجئے۔ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله ﷺ یوما بارزا للناس فاتاه رجل فقال ما الایمان قال الایمان ان تؤمن بالله وملٰئكته وبلقائه ورسله وتؤمن بالبعث. ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، فرشتوں پر اور (آخرت میں) اللہ کے ملنے پر اور اسکے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو۔

(بخاری، جلد اول، کتاب الایمان، ص۱۲، مطبوعہ مصر)

یہی حدیث ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: قال یا محمد ما الایمان قال ان تؤمن بالله وملٰئكته وكتبه ورسله والیوم الاٰخر والقدر خیره وشره. ترجمہ: اس نے کہا۔ اے محمد ﷺ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اسکے پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر۔ (ترمذی، مترجم، جلد دوم، ص۲۲۷)

یہ عقائد ہیں جو اصل الاصول ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے مگر مرزا صاحب نے شرک فی التوحید کا ارتکاب بھی کیا اور شرک فی الرسالت کا بھی، توہین انبیاء کے مرتکب بھی ہوئے اور انکار علامات قیامت کے بھی۔ اسی لئے انکی پیروی سراسر جہالت ہے اور انکی تابعداری ضلالت۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے: شعر

رسول قادیانی کی رسالت بطالت ہے جہالت ہے ضلالت

مرزا صاحب کے شرک فی التوحید کا ثبوت یہ ہے کہ خود خدا بنے۔ اصل عبارت

یہ ہے۔ ’’میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں‘‘۔

(کتاب البریہ، ص۷۹، آئینہ کمالات، ص۵۶۴)

شرک فی الرسالت کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید کی کئی آیات جو حضور ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ مرزا صاحب خود انکا مصداق بنتے ہیں۔ مثلاً: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انجام آتھم، طبع دوم، ص ۷۸) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ. (اربعین، نمبر۳، ص۵، طبع دوم، انجام آتھم، طبع دوم، ص۵۲) اس کے علاوہ وہ اپنی کتاب نزول المسیح طبع، اول، ص۹۹، پر لکھتے ہیں: شعر

آدم نیز احمد مختار   در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے   من بعرفاں نہ کمترم زکسے

توہین انبیاء کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ’’ضمیمہ انجام آتھم‘‘ میں ص ۷ پر نہایت گندے الفاظ استعمال کئے ہیں اور ’’ازالہ اوہام‘‘ میں انکے معجزات کو عمل الترب (مسمریزم) قرار دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اگر اس مضمون کو مفصل دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ ’’اعتقادات مرزا[1]‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال دوم: کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر یہ آیہ شریفہ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ و منسوخ ہے یا کوئی اور طریق؟

جواب: یہ قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں۔ خود یہی آیت شہادت دے رہی ہے کہ کلام الٰہی اختلاف سے مبرّا اور منزہ ہے: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ

[1] قیمت ۲۔

اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (پ۵، ع۸) ترجمہ: پھر کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے۔

پس اگر کسی کو کہیں اختلاف معلوم ہو تو یہ اسکی سمجھ کا قصور ہے۔ ہاں مرزا صاحب کے کلام میں بہت سے اختلافات ہیں جو اسی معیار کے مطابق انکے تمام دعاوی کو باطل ٹھہراتے ہیں اگر مرزا صاحب کے اختلاف دیکھنے ہوں تو ہمارا رسالہ ’’تناقضات مرزا‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔ ناسخ منسوخ کے مسئلہ کا یہ منشا نہیں جو آپ نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے کسی عالم سے سمجھنے کی کوشش کریں۔

سوال سوم: قرآن مجید کی وہ کونسی آیت ہے جس سے بطور صراحت النص کے باب نبوت غیر تشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ثابت ہوتا ہے؟

جواب: وہ آیت یہ ہے جس سے باب نبوت ہمیشہ کیلئے بند ہو چکا ہے: مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ○ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ○ (پ۲۲، ع۲) ترجمہ: محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں اور لیکن خدا کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

۱..... خاتم النبیین کی تفسیر خود حضور سراپا نور ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے: لَانَبِیَّ بَعْدِیْ. یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مشکوٰۃ، مترجم، جلد۴، ص۸۱، مطبوعہ انوار الاسلام، امرتسر)

۲..... مرزا صاحب نے بھی اس آیت کا ترجمہ و تفسیر یہی کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ. محمد تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنیوالا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا۔ (ازالہ اوہام طبع پنجم، ص۲۵۲)

۳......مرزا صاحب اپنے ایک مرید کو خط میں لکھتے ہیں۔ ''اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت پر ختم ہوگئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا در حقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔ (مسیح موعود اور ختم نبوت، ص ۲، بحوالہ اخبار الحکم نمبر ۲۹، جلد ۳، مورخہ ۱۷، اگست ۱۸۹۹ء)

۴......مرزا صاحب کے ایک مخلص مرید مولوی محمد علی صاحب لاہوری مفسر قرآن اپنی تفسیر میں اس آیت کا ترجمہ یہی لکھتے ہیں کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں۔ (بیان القرآن، جلد ۳، ص ۱۵۱۵)

رہا یہ امر کہ کیا نبوت غیر تشریعی (ظلی، بروزی وغیرہ) بھی بند ہے سو اسکے لئے بھی مرزا صاحب کا یہی شعر کافی ہے: شعر

ہست او خیر الرسل خیر الانام   ہر نبوت را بر و شد اختتام

اہل السنت والجماعت کے نزدیک حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنیوالا یا کسی کو سچا نبی کہنے والا کافر ہے چنانچہ علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لَا نَبِيَّ بَعْدَ نَبِيِّنَا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ وَقَوْلُهٗ ﷺ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ وَمَنْ قَالَ بَعْدَ نَبِيِّنَا نَبِيٌّ يَكْفُرُ لِاَنَّهٗ اَنْكَرَ النَّصَّ. كَذٰلِكَ لَوْ شَكَّ فِيْهِ لِاَنَّ الْحُجَّةَ تَبَيَّنَ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ وَمَنِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ بَعْدَ مَوْتِ مُحَمَّدٍ ﷺ لَايَكُوْنُ دَعْوَةً اِلَّا بَاطِلًا. ترجمہ: اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط اور حضور ﷺ نے فرمادیا ہے: لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ. اور جس نے ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبی مانا وہ کافر ہے اسلئے کہ اس نے نص کا انکار

کیا۔ ایسے ہی اگر کسی نے اس میں شک کیا تو وہ بھی کافر ہے۔ اس لئے کہ دلیل نے حق کو باطل سے واضح کردیا اور جس نے حضور اقدس ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کا دعویٰ باطل ہوگا۔ (تفسیر روح البیان، ج ۷، ص ۱۸۸)

مرزا صاحب کے نزدیک بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی کافر ہے چنانچہ لکھتے ہیں ''سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفی ختم المرسلین ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ محمد مصطفی پر ختم ہوگئی''۔

(مسیح موعود اور ختم نبوت، ص ۳، بحوالہ اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

سائل کا جواب تو ہو ہی چکا مگر یہ جواب ادھورا رہ جائیگا اگر اسکے متعلق دوسرے شبہات کا جواب بھی نہ دیا جائے چنانچہ......

پہلا شبہ: یہ کہا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت کے بعد نبوت بند ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو وہ نبی ہوں گے یا نبوت سے معزول کردیئے جائیں گے؟

جواب: اس کا جواب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں دیتے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے دیتے ہیں جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور مرزا صاحب کے نزدیک مسلمہ اور معتمد ہیں وہ آیت ﴿خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: يُرِيْدُ لَوْلَمْ اَخْتِمْ بِهِ النَّبِيِّيْنَ لَجَعَلْتُ لَهٗ ابْنًا. یعنی آیت ﴿خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ میں اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اگر حضور ﷺ کے وجود گرامی سے نبیوں کو ختم نہ کرتا تو آپ کو بیٹا عطا کرتا (جو آپ کے بعد نبی ہوتا)۔ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَكَمَ اَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ لَمْ يُعْطِهِ وَلَدًا يَصِيْرُ رَجُلًا. یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیدیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو آپ کو ایسا بیٹا ہی نہیں دیا جو جوانی کو

پہنچتا۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ اَيْ كَانَ فِيْ عِلْمِهٖ اَنَّهٗ لَانَبِيَّ بَعْدَهٗ یعنی یہ بات پہلے ہی اس کے علم میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ وَاِنْ قُلْتَ قَدْ صَحَّ اَنَّ عِيْسٰى عليه السلام يَنْزِلُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بَعْدَهٗ وَهُوَ نَبِيٌّ قُلْتُ اِنَّ عِيْسٰى عليه السلام مِمَّنْ نُبِّئَ قَبْلَهٗ وَحِيْنَ يَنْزِلُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ يَنْزِلُ عَامِلًا بِشَرِيْعَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمُصَلِّيًا اِلٰى قِبْلَتِهٖ كَاَنَّهٗ بَعْضُ اُمَّتِهٖ. یعنی اگر تو کہے (اعتراض کرے) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آخر زمانہ میں آپ کے بعد نازل ہوں گے اور وہ نبی ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ وہ اُن میں سے ہیں جو آنحضرت ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور جب آخر زمانہ میں نازل ہوں گے تو شریعت محمدی ﷺ پر عمل کریں گے اور آپکے قبلہ (خانہ کعبہ) کی طرف ہی (منہ کرکے) نماز پڑھیں گے گویا وہ آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔

(تفسیر خازن، جلد سوم ص۴۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس تفسیر میں مندرجہ ذیل امور کا فیصلہ کر دیا ہے۔

۱.....آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲.....آپ کی اولاد نرینہ کے زندہ نہ رہنے میں بھی خداتعالیٰ کی یہی مصلحت تھی کہ آپ کے بعد نبوت جاری نہیں۔

ابن ماجہ کی یہ حدیث لَوْعَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا. یعنی ابراہیم زندہ ہوتے تو ضرور سچے نبی ہوتے۔ جو اکثر مرزائی پیش کیا کرتے ہیں اگرچہ یہ حدیث راوی کے مجروح ہونے کے سبب ضعیف ہے تاہم اسکا جواب بھی ہوگیا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اسی لئے زندہ نہ رہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد باب نبوت مسدود ہے۔

۳.....اور مندرجہ بالا شبہ کا جواب بھی دیدیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا

ختم نبوت کے منافی نہیں کیونکہ وہ حضور سے پہلے کے نبی ہیں بعد کے نہیں۔

واضح ہو: کہ مرزائیوں کا یہ شبہ کوئی نیا شبہ نہیں اور نہ اس میں مرزا صاحب کی کوئی جدت ہے بلکہ یہ شبہ مرزا صاحب سے بہت عرصہ پہلے معتزلی اور جہمی فرقوں کے بعض لوگ پیش کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا انکار کر چکے ہیں اور نزول مسیح کی احادیث کو مردود قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں انکا قول مع استدلال نقل کرکے نہایت دندان شکن جواب دیا ہے جو یہ ہے: وَاَنْكَرَ بَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَمَنْ وَافَقَهُمْ وَزَعَمُوْا اَنَّ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ مَرْدُوْدَةٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ وَبِقَوْلِهٖ ﷺ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ. وَبِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ اَنَّهٗ لَانَبِيَّ بَعْدَ نَبِيِّنَا ﷺ وَاَنَّ شَرِيْعَتَهٗ مُؤَبَّدَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا تُنْسَخُ. وَهٰذَا الْاِسْتِدْلَالُ فَاسِدٌ لِاَنَّهٗ لَيْسَ الْمُرَادُ نُزُوْلَ عِيْسٰى اَنَّهٗ يَنْزِلُ نَبِيًّا بِشَرْعٍ يَنْسَخُ شَرْعَنَا وَلَا فِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ وَلَا فِيْ غَيْرِهَا شَيْءٌ مِنْ هٰذَا. بَلْ صَحَّتْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ هُنَا وَمَا سَبَقَ فِيْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ وَغَيْرِهَا اَنَّهٗ يَنْزِلُ حَكَمًا مُقْسِطًا يَحْكُمُ بِشَرْعِنَا وَيُحْيِيْ مِنْ اُمُوْرِ شَرْعِنَا مَا هَجَرَهُ النَّاسُ. ترجمہ: اور معتزلی جہمی اور انکے موافق کے بعض لوگوں نے انکار کیا ہے اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ یہ حدیثیں بوجوہات ذیل مردود ہیں:

۱..... خداتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ ''نبیوں کے ختم کرنیوالے'' ہیں اور

۲..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں'' اور

۳..... تمام مسلمانوں کا اجماع اس بات پر ہے کہ ''ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں'' اور آپ کی شریعت دائمی ہے قیامت تک منسوخ نہ ہوگی۔

اور یہ استدلال فاسد ہے اس لئے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے یہ مراد نہیں کہ وہ

تشریعی نبی ہو کر آئیں گے۔ جس سے ہماری شریعت منسوخ ہو جائیگی اور نہ ہی ان حدیثوں اور دوسری حدیثوں میں اس بات کا کوئی ذکر ہے بلکہ ان حدیثوں اور ''کتاب الایمان'' کی حدیثوں سے جو گذر چکی ہیں، ثابت ہوتا ہے کہ وہ حاکم عادل ہو کر نازل ہوں گے اور ہماری شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور ہماری شریعت کے ان امور کو زندہ کریں گے جو لوگوں نے چھوڑ دیے ہیں۔ (نووی شرح صحیح مسلم، جلد۲، ص۲۰۳، مطبوعہ ۱۳۰۱ھ مطبع انصاری دہلی)

پس مندرجہ بالا بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

اوّل: یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا ختم نبوت کے منافی نہیں۔ جو شخص اس قسم کا شبہ کرتا ہے وہ غلطی پر ہے۔

دوم: یہ کہ مرزا صاحب کا مقصد احیائے سنت نہیں بلکہ احیائے بدعت ہے جیسا کہ انہوں نے معتزلیوں اور جہمیوں کا مندرجہ بالا بھولا بسرا عقیدہ دوبارہ زندہ کیا ہے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں۔ بقول شخصے

ع ''بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا''

دوسرا شبہ: یہ کہا جاتا ہے کہ اگر امت مسلمہ میں باب نبوت مسدود ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو کیا آنحضرت ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے اور اس امت کے خیر الامم ہونے پر زد نہیں پڑتی؟

جواب: یہ سوال نہایت لغو، بیہودہ اور بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ جس بنا پر یہ شبہ کیا گیا ہے وہ مرزا صاحب کا ارشاد بے بنیاد ہے۔ جو یہ ہے: ''ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس مذہب میں سلسلۂ نبوت نہ ہو، وہ مردہ ہے''۔ (تائید اسلام، دسمبر ۳۲ء، بحوالہ اخبار بدر، مارچ ۱۹۰۸ء)

تعجب ہے کہ یہی مرزا صاحب جواب اجرائے نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ قبل

ازیں ختم نبوت قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں اور مدعی نبوت پر کفر کا فتوی لگا چکے ہیں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ بس اب انکا یہ اعتقاد بے بنیاد محض دروغ بے فروغ اور دعوی بلا دلیل ہے جو باطل بلا قال و قیل ہے اور یہ تحریر انکی تناقض بیانی پر دال ہے۔ جو انکی ناراستی کی ایک بین مثال ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَآاُولِی الْاَبْصَارِ.

ہاں جناب! امت مسلمہ میں باب نبوت مسدود ہو جانے سے حضور ﷺ کے رحمۃ للعالمین پر زد نہیں پڑتی بلکہ باب نبوت کھلا رہنے پر زد پڑتی ہے کیونکہ ایک نبی کا زمانہ اسی وقت تک رہتا ہے جب تک کوئی دوسرا نبی نہ آجائے۔ جب دوسرا نبی آجاتا ہے تو پہلے نبی کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے پس اگر حضور ﷺ کے بعد باب نبوت مسدود نہ ہو تو آپ کا زمانہ بھی (نعوذ باللہ) مسدود ہو جائے مگر آپ نبی آخر الزماں ہیں اور سرور دو جہاں ہیں۔ آپکی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے جو مرزا صاحب کے عقیدہ فاسدہ کے رد کرنے کیلئے ایک سد ہے۔

شعر

سید الکونین ختم المرسلین آخر آمد بود فخر الاولین

پس باب نبوت مسدود ہونا آپ کی رحمت کے منافی نہیں بلکہ آپ کی رحمت، عالمین کیلئے اسی طرح وسیع ہے جس طرح خدا تعالی کی ربوبیت عالمین کیلئے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ وعز اسمہٗ نے جس طرح اپنی ربوبیت کے ساتھ ''عالمین'' کا لفظ استعمال کیا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اسی طرح اپنے محبوب کی رحمت کے ساتھ ''عالمین'' کو وابستہ کیا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ پس جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔

حضور ﷺ کا ''رحمۃ للعالمین'' ہونا اجرائے نبوت کا متقاضی نہیں بلکہ ختم نبوت کا

مقتضی ہے۔ کیونکہ پہلے نبی اپنی اپنی قوم کیلئے آتے تھے مگر حضور ﷺ تمام قوموں کے لئے مبعوث ہوئے جیسا کہ قرآن مجید شاہد ہے: قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۹،ع۱۰) ترجمہ: اے پیغمبر کہو، اے لوگو میں تم سب کی طرف (اس) اللہ کا رسول ہوں جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ دوسری آیت میں یہ ارشاد ہے: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (پ۲۲،ع۹) ترجمہ: اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت کے متعلق مولوی محمد علی صاحب مرزائی، امیر لاہوری پارٹی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ''یہاں اس لفظ ''کافۃ'' کو اختیار کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کی رسالت عامہ سے اب کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا گویا اس سے خروج سے روکا گیا ہے کیونکہ کفٌ کے معنی روکنا ہیں۔ یہ آیت بھی ختم نبوت پر دلیل ہے کیونکہ جب کوئی شخص اس رسالت سے باہر نہیں نکل سکتا تو اور رسول کی بھی ضرورت نہیں''۔ (بیان القرآن، جلد ۳، ص ۵۳۹) (فھو المراد ...... مؤلف)

نبی کے مبعوث ہونے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دین کی تکمیل ہو۔ سو حضور ﷺ کی بعثت سے یہ غرض بھی بدرجہ غایت پوری ہوگئی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ دین کو کامل اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ۶،ع۵) ترجمہ: آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔ اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی صاحب مذکور لکھتے ہیں ''پس اَكْمَلْتُ لَكُمْ

دِیْنَكُمْ سے مراد یہ ہوئی کہ جو غرض دین سے حاصل ہو سکتی ہے، وہ بدرجہ کمال تمہارے اس دین سے حاصل ہوگی۔ اب اسکے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں کہ وہ دین کو کامل کرنے کیلئے آئے جیسے پہلے آتے تھے''۔ (بیان القرآن، جلد ۱، ص ۵۹۵) فھو المراد شعر

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ بولے

پس حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی یہ ہے کہ:

۱.....آپ تمام دنیا کیلئے مبعوث ہوئے۔ تا کہ سارا جہان آپ کی رحمت سے فیض پائے اور قیامت تک کوئی آدمی اس فیض سے محروم نہ رہے۔

۲.....آپ کی رحمۃ للعالمینی یہ ہے کہ آپ کے ساتھ دین کامل ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جو اس دین میں نہ ہو۔

۳.....آپ کی رحمۃ للعالمینی یہ ہے کہ گنہگار سے گنہگار انسان آپ کی تابعداری سے خدا تعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے اور مغفرت پا سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ۳،ع۱۲) ترجمہ: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے لئے بخشش کریگا اور گناہ معاف کر دیگا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

۴.....آپ کی رحمۃ للعالمینی یہ ہے کہ آپ شفیع المذنبین ہیں:

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ ۔ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

وہ خدا تعالیٰ کے حبیب ہیں، آپ کی شفاعت کی امید رکھی ہوئی ہے، ہر خوف میں جو سختی کے ساتھ آنیوالا ہے۔

۵.....آپ کی رحمۃ للعالمینی یہ ہے کہ آپ کے مبعوث ہونے کے ساتھ عذاب الٰہی رک

گیا چنانچہ قرآن مجید میں ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (پ۹،ع۸) ترجمہ: اور اللہ ایسا نہیں کہ ان کو عذاب دے، درانحالیکہ تم ان میں ہو۔

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: قَدْ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. وَالرَّحْمَةُ وَالْعَذَابُ ضِدَّانِ. وَالضِّدَّانِ لَايَجْتَمِعَانِ. یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور رحمت اور عذاب ایک دوسرے کی ضد ہیں اور دو ضدیں آپس میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ (اس لئے آپ کے) ہوتے ہوئے عذاب کیونکر آسکتا ہے۔ (تفسیر روح البیان، جلد اول، ص۸۴۰)

پس مندرجہ بالا امور سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی رحمۃ للعالمینی پر باب نبوت کے مسدود ہونے سے کوئی زد نہیں پڑتی۔

کہنے کو مرزا صاحب کا دعویٰ بھی ہے کہ ''رحمۃ للعالمین'' ہوں جیسا کہ اسی رسالہ میں اوپر گزر چکا ہے۔ مگر

ع ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''

حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی سے تو تمام دوست دشمن مستفید ہوئے اور عذاب الٰہی سے بچے۔ مگر مرزا صاحب کی رحمۃ للعالمینی ملاحظہ ہوں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

۱..... اَلْاَمْرَاضُ تُشَاعُ وَالنُّفُوْسُ تُضَاعُ یعنی ملک میں بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہوں گی۔ (حقیقۃ الوحی ص۹۴ طبع اول مئی ۱۹۰۷ء)

۲..... یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو جیسا کہ پیش گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسے ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہونگے اور اس قدر موت

ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی..... الخ (حقیقۃ الوحی، ص۲۵۶، سطر ۶ تا ۹)

۳..... اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی، پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو بڑی مدت سے مخفی تھے، ظاہر ہوگئے۔ (حقیقۃ الوحی، ص۲۵۶)

ایسا ہی اور بھی بہت سے نشان جناب مرزا صاحب نے اپنی رحمۃ للعالمینی کے لکھے ہیں۔

ع ''ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا''

رہا امت کا ''خیر الامم ہونا'' سو یہ شرف بھی امت کو حضور ﷺ کے طفیل حاصل ہوا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں:

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا   مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

ترجمہ: اے گروہ اسلام ہمارے لئے خوشخبری ہو، کہ ہمارے لئے خداتعالیٰ کی عنایت سے ایسا رکن ہے (یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ) جو خراب و شکستہ ہونے والا نہیں۔

لَمَّا دَعَى اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ   بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب خداتعالیٰ نے آنحضرت کو جو ہمیں خدا کی اطاعت کیلئے بلانے والے ہیں، تمام پیغمبروں سے افضل کہہ کر پکارا تو ہم بھی تمام امتوں سے افضل ہوگئے۔

کسی شاعر نے فارسی میں یہی مضمون اس طرح ادا کیا ہے۔ شعر

چوں خدا پیغمبر ما را رحمت خوانده است   افضل پیغمبراں او گشتہ ما خیر الامم

تفسیر درمنثور میں ہے: واخرج ابن مردویۃ عن ابی بن کعب ان النبی ﷺ قَالَ اُعْطِيْتُ مَالَمْ يُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ اللّٰهِ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هُوَ قَالَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ وَسُمِّيْتُ اَحْمَدَ وَجُعِلَ لِيْ تُرَابُ

الْاَرْضِ طَهُوْرًا وَجُعِلَتْ اُمَّتِیْ خَیْرَ الْاُمَمِ ترجمہ: ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے وہ کچھ دیا گیا جو اور کسی نبی اللہ کو نہیں دیا گیا۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میری نصرت رعب سے کی گئی اور مجھے زمین کی کنجیاں دی گئیں اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لئے مٹی پاک بنائی گئی اور میری امت بہترین امت بنائی گئی۔ (درمنثور، جلد۶، ص۲۱۴، سطر ۸ تا ۱۰)

یہ حدیث مولوی محمد علی صاحب نے بھی اپنی تفسیر، بیان القرآن، جلد اول، ص ۳۷۱ میں درج کی ہے اور اس کے نیچے امت کی فضیلت کو بیان کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''یہاں ساری امت کی فضیلت کا دوسری امتوں پر ظاہر کرنا مقصود ہے اور اگر اس امت کے معلم مزکی محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے تمام روحانی معلموں اور مزکیوں سے افضل ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آنجناب کے شاگرد تمام الانبیاء کے شاگردوں سے افضل نہ ہوں''۔

پس اس بہترین خطاب (خیرالامم) میں وہی خوش قسمت ہوسکتا ہے جو شمع رسالت کا پروانہ ہو، نہ وہ بدنصیب جو کسی جھوٹے مدعی نبوت کا دیوانہ ہو۔

شبہ درشبہ نمبرا: اگر کوئی شخص یہاں یہ شبہ پیش کرے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاء کا کام ہے اگر اس امت میں کوئی نبی نہیں ہوگا تو یہ کام کون کرے گا؟ تو

جواب: یہ ہے کہ جب خداتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بنایا اور آپ کی طفیل اس امت کو ''خیرالامم'' کا عالی مرتبت خطاب عطا فرمایا تو ساتھ ہی علمائے امت کو تبلیغ اسلام کا کام سپرد فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ۴، ع۲) ترجمہ: اور چاہئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔

چونکہ یہ منصب جلیلہ بڑا امتیاز ہے اس لئے حضور ﷺ نے علماء امت کو انبیاء کے وارث فرمایا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ. اور دوسری جگہ علماء کو بنی اسرائیل کے نبیوں کا مثیل قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ: عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ. یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

پس جہاں یہ ثابت ہوا کہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا کام علماء امت کے سپرد ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مفوضہ کام علمائے امت بتوفیق ایزدی بخوبی انجام دیتے رہے، دے رہے ہیں اور دیتے جائیں گے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ. ترجمہ: اور ہمیشہ ایک جماعت میری امت میں سے ثابت رہے گی حق پر اور غالب۔ نہیں ضرر پہنچا سکے گا انکو وہ شخص کہ مخالفت کرے انکی، یہاں تک کہ آئے حکم خدا۔ (مشکوٰۃ، مترجم، جلد۴، ص۸۱)

دوسری حدیث شریف میں یہ ہے: وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ. ترجمہ: اور ہمیشہ رہے گی ایک جماعت میری امت میں سے لڑے گی حق پر، درانحالیکہ غالب ہوگی قیامت تک۔ (مشکوٰۃ، مترجم، جلد۴، ص۱۲۸)

پس حسب فرمان مصطفوی علمائے اہل سنت وجماعت کا گروہ حق پر ہے جو باطل کے مقابل پر ہمیشہ غالب رہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک غالب رہے گا۔

شبہ درشبہ نمبر ۲: ممکن ہے مندرجہ بالا جواب کو پڑھ کر یہ شبہ پیش کردے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام علمائے اسلام کے سپرد ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا کس غرض سے ہے؟

جواب: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا کئی وجہ سے ہے چنانچہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی "اے رب بخشش والے! اور رحمت میں غنی، تو اپنے خادم کو قیامت کے دن اپنے رسول کی امت میں ہونا نصیب فرما"۔

(انجیل، برنباس، فصل ۲۱۲، آیت ۱۵ و ۱۶، ص ۲۹۴)

خداتعالیٰ نے آپ کی یہ دعا منظور فرمائی اور نہ صرف امت میں شامل ہونا مقرر فرمایا بلکہ آپ کو طویل عمر عطا فرما کر نشان قیامت مقرر فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خود اپنا بیان ہے کہ "اللہ نے مجھے ہبہ فرمایا ہے کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں"۔

(برنباس، فصل ۲۲۱، آیت ۱۶، ص ۳۰۷)

دوسری جگہ ہے میں ہرگز مرا نہیں ہوں، اس لئے کہ اللہ نے مجھ کو دنیا کے خاتمہ کے قریب تک محفوظ رکھا ہے۔ (برنباس، فصل ۲۲۰، آیت ۱۸، ص ۳۰۵)

دوسری وجہ: یہ ہے کہ خداوند کریم نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ وہ اور ان کی امتیں آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں، اگر آپ انکے زمانہ میں تشریف نہ لائیں تو آپ کی صفات بیان کر کے اپنی امتوں کو آپ کی تابعداری اور مددگاری کا حکم دیں۔ پس تمام نبی اپنے اپنے زمانے میں یہ عہد پورا کرتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ عہد پورا کرتے ہوئے جب اپنے حواریوں کو آپ کی تشریف آوری کی بشارت دی تو خواہش ظاہر کی کہ اگر میں آپ کا زمانہ پاؤں تو آپ کی تابعداری اور مددگاری کا شرف حاصل کروں۔ چنانچہ "انجیل برنباس" میں ہے۔ "وہ کیا مبارک زمانہ ہے جس میں کہ یہ (رسول) دنیا میں آئیگا۔ تم مجھے سچا مانو۔ ہر آئینہ میں میں نے اسکو دیکھا اور اس کے ساتھ عزت وحرمت کو پیش کیا (اسکی تعظیم کی) ہے جیسا کہ اس کو ہر نبی نے دیکھا ہے کیونکہ ان (نبیوں) کو اس (رسول) کی روح بطور پیشگوئی

کے عطا کرتا ہے اور جب کہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں، کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کرلوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤنگا"۔ (بلفظہ انجیل برنباس، فصل ۴۴، آیت ۲۷ تا ۳۱، ص ۷۰)

پس آپ کے دوبارہ تشریف لانے کی یہ غرض بھی ہے کہ آپ کی خواہش مذکور پوری ہو جائے کیونکہ خداتعالیٰ اپنے نبیوں کی خواہشات کو ضرور پورا کرتا ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض خاص کام بھی مقرر ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں جیسے کسر صلیب، قتل دجال وغیرہ جس کیلئے آپ کا تشریف لانا ضروری ہے۔

سوال چہارم: آیۃ شریفہ **وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ o لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ o ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ o** جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بطور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں؟ اگر نہیں، تو پھر یہ دلیل مخالفین کیلئے کس طرح وجہ تسکین ہوسکتی ہے؟

جواب: مرزائیوں کے سوا کوئی مفسر اس بات کا قائل نہیں ہے کہ یہ آیات بطور قاعدہ کلیہ کے ہیں اور قائل بھی کس طرح ہوتے جبکہ قرآن شریف میں صاف طور پر بیان ہو چکا ہے کہ اب دین مکمل ہو چکا اور آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی جو کھلی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا، تو پھر ان آیات کو "قاعدہ کلیہ" ٹھہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ شعر

خیال ایں وآں حاشا نہ گنجد در دل مجنوں ۔۔۔ بہ لیلیٰ ہر کہ گرد د آشنا محمل نمے داند

بلکہ ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کیساتھ ہی مخصوص ہیں اور آپکی صداقت کے اظہار کیلئے نازل ہوئی ہیں کیونکہ "تقوّل" میں جو ضمیر

ہے وہ اس آیت کو آپ کے ساتھ ہی مخصوص کرتی ہے اور ''لَوْ'' جو محال کیلئے آتا ہے۔ جیسے لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا آپ کی صداقت کا اظہار کر رہا ہے۔ یعنی جسطرح یہ امر محال ہے کہ خدائے قدوس کے سوا زمین و آسمان میں کوئی اور بھی خدا ہو اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ خدا کا محبوب (نعوذ باللہ) جھوٹ بولے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ o لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ o ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ o فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِیْنَ o ترجمہ: اور اگر وہ ہم پر بعض باتیں افتراء کے طور پر بنالیتا تو ہم ضرور اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اُسکی رگ جان کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا''۔

''تفسیر یعقوب چرخی'' میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے: ''بداں که حضرت ذوالجلال اول سوگند یاد کرد که قرآن کلام من است وسخن کاهن وشاعر نیست. باز دلیل قدرت خود را بیان کرد که سخن دروغ نیست وسیدعالم ﷺ افتراء نه کرده است برما. اگر افترا کردے ما اورا بعذاب هلاک کردی وهیچ کس اورا از عذاب ما نجات ندادے وروز بر روزگارے زیاده نشدے. ودشمنانِ او هلاک نه شدندے. یك کس پیدا شد همه عالم برکفر بود. نوردین مشرق وغرب عالم رابگرفت.

ترجمہ: جان کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قسم یاد فرمائی کہ قرآن میرا کلام ہے۔ کاہن اور شاعر کا کلام نہیں ہے۔ پھر اپنی قدرت کی دلیل بیان کی کہ قرآن شریف جھوٹ نہیں ہے اور سید عالم ﷺ نے ہم پر افتراء نہیں کیا ہے۔ اگر (بالفرض محال...... ''ناشر'') وہ افتراء کرتا تو ہم اُس کو عذاب سے ہلاک کرتے اور کوئی آدمی اسکو ہمارے عذاب سے نجات نہ دے سکتا اور اس کا کام روز بروز ترقی پر نہ ہوتا اور اس کے دشمن ہلاک نہ ہوتے۔ آپ ایسے وقت میں

پیدا ہوئے جبکہ سارا جہان کفر سے بھرا ہوا تھا۔ آپ کے دین کے نور نے مشرق سے مغرب تک ساری دنیا کو روشن کیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ آیات آپ کے لئے مخصوص ہیں۔

رہا یہ امر کہ مخالفین کی اس جواب سے تسلی ہوئی یا نہ۔ سو اس کا قرآن شریف میں تو کوئی ذکر نہیں۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن سعید روحوں کے حصہ میں ایمان کی نعمت مقدر تھی۔ وہ اس سے بہرہ یاب ہو گئے اور جو بدبخت ازلی تھے، انہوں نے نہ مانا۔ مولوی محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر میں ان آیات کے نیچے لکھا ہے کہ ''ان چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے اور کہے کہ اسے یہ وحی ہوئی ہے حالانکہ اُسے وحی نہیں ہوئی تو ایسے شخص کو وہ زیادہ مہلت نہیں دیتا بلکہ جلد اس کا کام تمام کر دیتا ہے اور اس قانون کو آنحضرت ﷺ کی صداقت پر یہاں بطور دلیل پیش کیا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ نے صادق کیلئے پرکھ رکھی ہے اگر وہ مفتری پر گرفت نہ کرتا تو نبوت کے معاملہ میں امن اٹھ جاتا''۔ (تفسیر بیان القرآن، جلد سوم، ص۱۸۸۴)

مولوی محمد علی صاحب کی یہ تحقیق تو قابل داد ہے کہ انہوں نے باوجود ختم نبوت کے قائل ہونے کے ایک ایسا نکتہ معلوم کیا ہے جو تیرہ سو سال سے تمام مفسرین کرام کی نظروں سے اوجھل رہا مگر اس تحریر میں یہ نہیں بتایا گیا کہ خدا کا یہ قانون ازلی ہے یا بعد میں وضع ہوا؟! اگر ازلی ہے تو پہلے انبیاء کی نسبت کیوں جاری نہیں کیا گیا اور ان میں سے بعض کو کیوں قتل ہونے سے نہیں بچایا گیا؟ آپ کے مرزا خدابخش صاحب نے اپنی کتاب ''عسل مصفی'' جلد اول ص۳۴۹ میں تسلیم کیا ہے کہ ''بہت سے نبی قتل ہوئے تھے۔'' اور اگر یہ قانون بعد میں وضع ہوا ہے تو کب سے وضع ہوا؟ اور پھر نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے وضع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر وہ ''قاعدہ کلیہ'' کس طرح ہوا؟

علاوہ ازیں یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ مفتری کو کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی مدت کے بعد گرفت ہوتی ہے اور وہ مدت کونسی نص سے ثابت ہے اور اگر کوئی مفتری خدانخواستہ مقررہ میعاد سے زیادہ عمر پا جائے تو کیا اسے سچا تسلیم کرلیا جائیگا؟ امید ہے کہ مولوی صاحب خود یا انکا کوئی حواری اس گتھی کو سلجھا کر اس کمی کو پورا کردیں گے۔

تاریخی کتابوں سے ظاہر ہے کہ بہت سے جھوٹے مدعی اپنے دعاوی بہت عرصہ تک پیش کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے رہے اور اپنے پیروؤں کی ایک خاصی تعداد چھوڑ کر مرے۔ چنانچہ

۱.....ابومنصور بانی فرقہ منصوریہ نے (۲۷) ستائیس برس تک نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزاروں لاکھوں مرید بنائے۔ (عشرہ کاملہ، ص۱۸)

۲.....محمد بن تومرت نے (۲۴) چوبیس سال تک مہدویت کا دعویٰ کیا اور لاکھوں آدمی اسکے مرید ہوئے۔ (عشرہ کاملہ، ص۱۹-۲۰)

۳.....عبدالمومن (۳۳) تینتیس سال مہدی کا خلیفہ اور امیرالمومنین کہلا کر اور بادشاہت کرکے مرا۔ (عشرہ کاملہ، ص۲۱-۲۲)

۴.....صالح بن طریف نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ نیا قرآن اپنے اوپر نازل ہونے کا مدعی تھا۔ (۴۷) سینتالیس سال تک نہایت استقلال اور کامیابی سے اپنے مذہب کی اشاعت اور بادشاہت کرتا رہا۔ (عشرہ کاملہ، ص۲۲)

۵.....عبیداللہ مہدی افریقی نے ستائیس سال تک مہدویت کا دعویٰ کیا اور افریقہ کا فرمانروا رہا۔ (عشرہ کاملہ، ص۲۳) علی ہذا القیاس۔ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاح بنت حارث، طلیحہ بنت خویلد، مختار ثقفی، صافی بن صیاد واحمد بن حسین کوفی، بہبود زنگی وغیرہ کئی جھوٹے مدعی

کھڑے ہوئے اور اپنے اپنے مذہب کی اشاعت کرتے رہے۔ آخرکار آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی پر مہر تصدیق ثبت کرکے دنیا سے چل بسے۔ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیُّ اللّٰهِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ. یعنی عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے (آدمی) ہونگے۔ جو سب کے سب گمان کریں گے کہ وہ نبی اللہ ہیں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مشکوٰۃ، کتاب الفتن فصل ثانی)

الغرض آیات مندرجہ بالا میں آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی دوسرا شخص اَیرا غیرا نتھو خیرا شامل نہیں ہوسکتا اور نہ ان کو کسی کیلئے ''قاعدہ کلیہ'' تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ تاہم بفرض محال چند منٹ کیلئے مان ہی لیں تو بھی مرزائیوں کیلئے کچھ مفید نہیں۔ اس سے مرزا صاحب کی صداقت ثابت نہیں ہوسکتی بلکہ جھوٹے ہی ثابت ہوتے ہیں کیونکہ بقول میاں محمود صاحب قادیانی مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور مئی ۱۹۰۸ء بعارضہ ہیضہ لاہور میں اچانک فوت ہوگئے۔ گویا سات ہی سال میں گرفت الٰہی سے ان کا کام تمام ہوگیا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

سوال پنجم: آپ عیسیٰ علیہ السلام کو بہ ایں جسد عنصری آسمان پر تا ایں دم زندہ مانتے ہیں یا دیگر انبیاء کی طرح فوت شدہ؟ اور ان کی آمد ثانی کے قائل ہیں یا نہیں؟

جواب: اس سوال کے اگرچہ بظاہر دو حصے ہیں۔ ایک رفع مسیح بجسد عنصری برآسمان اور دوسرا نزول مسیح۔ لیکن جواب کے لحاظ سے دونوں میں ایک قسم کا اشتراک ہے۔ مثلاً اگر ''نزول مسیح'' ثابت کردیا جائے تو ''رفع مسیح'' خودبخود ثابت ہوجائیگا کیونکہ نزول سے پہلے رفع لازمی ہے۔ اسی طرح اگر ''رفع'' ثابت ہوجائے تو نزول کا ثابت ہونا کوئی مشکل نہیں مگر چونکہ سائل نے دونوں حصوں کے متعلق سوال کیا ہے اس لئے دونوں حصوں کا علیحدہ

علیحدہ جواب لکھا جاتا ہے۔ (بمنہ و کرمہ)

جواب حصہ اول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا

بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور تا حال زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ شعر

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم — آسمانوں پر ہے اب وہ محترم
ہے ثبوت اس کا ہمیں قرآن سے — جو نہ مانے خالی ہے ایمان سے

قرآن مجید سے ثبوت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا کئی آیات سے ثابت ہے۔ چنانچہ پہلی آیت یہ ہے۔ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ (پ۳،ع۱۳) یعنی ''یہود نے تدبیر کی (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیں) اور اللہ تعالیٰ نے تدبیر کی (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا) اور اللہ سب تدبیر کرنیوالوں سے اچھا ہے''۔ اس آیت کے متعلق تفسیر قادری میں لکھا ہے: وَمَکَرُوْا۔ اور مکر کیا ان لوگوں نے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کفر دریافت کر لیا تھا۔ اس طرح پر کہ لوگوں کو انہوں نے ابھارا کہ جہاں کہیں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھو دفعۃً قتل کر ڈالو۔ اور صحیح یہ ہے کہ انواع واقسام کے حیلوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا اور گھر میں قید کر کے رات بھر پہرہ رکھا اور صبح تڑکے اکٹھا ہو کر اپنے سردار کو کہ اس کا نام یہودا تھا، گھر میں بھیجا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو باہر لائے۔ اس شب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔ جیسے ہی یہودا اس گھر میں آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پایا۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ اس پر ڈال دی جب باہر نکلا اور یہ کہنا چاہا کہ عیسیٰ یہاں نہیں ہے۔ وہ لوگ اس سے لپٹ گئے ہر چند وہ کہتا ہی رہا کہ میں فلاں شخص ہوں اور نالہ وفریاد کیا کچھ نہ ہوا سولی پر چڑھا کر لوگوں نے تیر برسائے۔ حق تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ انہوں نے مکر کیا۔ وَمَکَرَ اللّٰہُ اور خدا نے مکر کی جزا انہیں دی کہ انہوں نے اپنے ہی یار سردار کو بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ قتل کر ڈالا اور اللہ خوب بدلہ دینے والا ہے مکاروں کو۔ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ (تفسیر قادری، جلد اول، ص۱۰۹، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

''تفسیر حقانی'' میں ہے: ''آخر کار یہود نے حضرت عیسیٰ کی حکام سے شکایتیں کر کے پلاطوس حاکم کو ان کے قتل پر آمادہ کیا اور جاسوس دوڑ گئے۔ حضرت کو ایک جگہ سے گرفتار کر کے لائے اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں اور بہت کچھ مکر داؤ ان کے قتل کیلئے کیا مگر خدا کا داؤ سب پر غالب ہے۔ اس نے یہ کیا کہ انہیں یہودیوں میں سے ایک کو حضرت مسیح کی صورت میں کر دیا اور مسیح علیہ السلام کو ملائکہ آسمان پر لے گئے۔ یہود نے مسیح سمجھ کر اس شخص کو سولی دی اور بڑی اذیت سے مارا''۔ (تفسیر حقانی، جلد سوم، ص۱۱۲، سطر۱۲ تا ۲۰)

''**تفسیر مواہب**'' **میں ہے**: شیخ الحافظ عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے اس زمانہ کے بادشاہ کے یہاں لگائی بجھائی کی اور وہ کافر تھا کہ یہاں ایک مرد پیدا ہوا ہے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بادشاہ کی فرمانبرداری سے بہکاتا ہے اور رعایا کو فساد پر آمادہ کرتا ہے اور باپ بیٹے کے درمیان نفاق ڈالتا ہے اور وہ زنا سے پیدا ہوا ہے اور ایسی ہی جھوٹی تہمتیں وبہتان خبیثوں نے باندھے۔ یہاں تک کہ وہ بادشاہ برافروختہ ہوا اور آدمی بھیجا کہ اس کو پکڑ کر توہین وعذاب کے ساتھ سولی دیدے پھر جب ان لوگوں نے گھر گھیرا اور اپنے

گمان میں سمجھ چکے کہ ہم نے پکڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس گھر کے موکھلے سے آسمان کو اٹھا لیا اور اس کی شباہت ایک شخص پر ڈال دی جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس مکان میں تھا پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے تو انہوں نے اندھیری رات میں اسکو عیسیٰ تصور کیا اور پکڑ کر اہانت کے ساتھ سولی دیدی اور یہی انکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر تھی کہ اپنے نبی کو نجات دیدی اور ان کافروں کو انکی گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیا۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن، جلد ۳، ص ۲۰۱)

"تفسیر معالم التنزیل" میں ہے: قَالَ الْكَلْبِيُّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَاجْتَمَعَتْ كَلِمَةُ الْيَهُوْدِ عَلٰى قَتْلِ عِيْسٰى علیہ السلام وَسَارُوْا اِلَيْهِ لِيَقْتُلُوْهُ فَبَعَثَ اللّٰهُ جِبْرِيْلَ فَاَدْخَلَهٗ فِيْ خَوْخَةٍ فِيْ سَقْفِهَا رَوْزَنَةٌ فَرَفَعَهٗ اِلَى السَّمَآءِ مِنْ تِلْكَ الرَّوْزَنَةِ. ترجمہ: کلبی نے ابی صالح سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ یہود کی ایک جماعت نے عیسیٰ کے قتل پر اتفاق کیا اور اس کو قتل کرنے کیلئے اسکی طرف گئے۔ پس اللہ نے جبریل کو بھیجا پس اسنے اسکو مکان میں داخل کیا، اسکی چھت میں سوراخ تھا۔ اس سوراخ کی راہ اسکو آسمان پر اٹھالیا۔ (معالم، ص ۱۶۲، سطر ۵)

مولوی محمد علی صاحب کو مفسرین کی اس تفسیر پر تین اعتراض ہیں۔

اول: یہ کہ ایک شخص کو یوں دشمنوں کے تصرف سے نکال لینا کہ اسے آسمان پر اٹھایا جائے۔ یہ کوئی باریک مخفی تدبیر نہ ہوئی۔

دوسرا: یہ کہ مکر تو اس مخفی تدبیر کو کہا جاتا ہے جو جہات نقص و فتور سے خالی ہو جب ایک حواری مارا گیا اور اسی صلیب کی موت سے مارا گیا تو یہ تدبیر تو سخت ناقص ہے۔ مسیح تو لعنتی موت سے بچے لیکن انکی جگہ حواری جو انصار اللہ میں سے تھا، اس لعنتی موت میں گرفتار ہوا۔

تیسرا: اور سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہودیوں کی غرض تو پوری ہوگئی کہ مسیح کے کاروبار

اور تبلیغ کا خاتمہ ہوگیا اور بنی اسرائیل اسکی ہدایت سے محروم رہ گئے۔ پھر یہ کیسی ناقص تدبیر ہوئی۔ (تفسیر بیان القرآن، جلد ۱، ص ۳۳۰)

مولوی صاحب کے یہ اعتراض یا تو اتباع بغیر البصیرت پر مبنی ہیں یا عدم تدبیر کا نتیجہ۔ بہر کیف تار عنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اگرچہ یہ سوال قابل التفات نہیں۔ تاہم انکے جواب نمبروار لکھے جارہے ہیں۔

پہلے: اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایک شخص کو یوں دشمنوں کے تصرف سے نکال لینا یہ کہ اسے آسمان پر اٹھایا جائے اور کسی انسان کے وہم گمان میں بھی یہ بات نہ آئے۔ "باریک مخفی تدبیر" نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرے: اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے جب ایک غدار حواری مارا گیا اور اسی صلیب کی موت سے مارا گیا جس سے اپنے آقا کو مروانا چاہتا تھا اور اسی لعنتی موت میں گرفتار ہوا۔ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مطعون ہونا تھا تو اس سے کامل تدبیر اور کیا ہوسکتی ہے؟ اور اس تدبیر کو "سخت ناقص" کہنا "خیر الماکرین" کی توہین نہیں تو اور کیا ہے؟

بیشک وہ حواری انہیں بارہ حواریاں میں سے تھا۔ جنہوں نے مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ کے جواب میں نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کہا تھا مگر جب اس نے اپنے نبی سے غداری کی اور اسے چند روپوں کے عوض دشمنوں سے پکڑوانا چاہا تو پھر وہ اَعْدَآءُ اللّٰهِ میں شامل ہوگیا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اپنے کیے کی سزا دی اور وہ کیفر کردار کو پہنچا تو اس میں نقص اور فتور کیا ہوا؟

نوٹ: یہودی اس بے ایمانی کا ذکر "اناجیل ثلاثہ" (متی ۲۶: ۱۴-۱۶، مرقس ۱۴: ۱۰-۱۱، لوقا

۲۲: ۴۷-۴۸) میں موجود ہے جو مشہور و معروف ہے۔ اس کے علاوہ ''انجیل برنباس'' میں بھی مذکور ہے جو اسطرح پر ہے۔ ''اور یسوع گھر سے نکل کر باغ کی طرف مڑا تا کہ نماز ادا کرے۔ تب وہ اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھا ایک سو مرتبہ اپنے منہ کو نماز کے لئے اپنی عادت کے موافق خاک آلود کرتا ہوا اور چونکہ یہودا اس جگہ کو جانتا تھا جس میں یسوع اپنے شاگردوں کیساتھ تھا۔ لہٰذا وہ کاہنوں کے سردار کے پاس گیا اور کہا اگر تو مجھے وہ دے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو میں آج کی رات یسوع کو تیرے ہاتھ میں سپرد کر دونگا۔ جس کو تم ڈھونڈ رہے ہو اس لئے کہ وہ گیارہ رفیقوں کے ساتھ اکیلا ہے۔ کاہنوں کے سردار نے جواب دیا تو کس قدر طلب کرتا ہے۔ یہودا نے کہا تیس ٹکڑے سونے کے۔ پس اس وقت کاہنوں کے سردار نے فوراً اسے روپے مہیا کر دیئے اور ایک فریسی کو حاکم اور ہیرودس کے پاس بھیجا تا کہ وہ کچھ سپاہی بلا لائے۔ تب ان دونوں نے اسے ایک دستہ سپاہ کا دیا۔ اس واسطے کہ وہ دونوں قوم سے ڈرے۔ تب وہیں ان لوگوں نے اپنے ہتھیار لئے اور یوروشلم سے لاٹھیوں پر مشعلیں اور چراغ جلائے ہوئے نکلے''۔ (انجیل برنباس فصل ۲۱۴ ص ۲۹۶)

تیسرے: اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہود کی عداوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ محض تبلیغ دین کی وجہ سے ہی نہ تھی بلکہ آپ کی پیدائش کی وجہ سے تھی۔ حضرت مریم صدیقہ پر انہوں نے (نعوذ باللہ من ذلک) زنا کا بہتان باندھا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا (پ۶، ع۲) اس آیت کے متعلق ''تفسیر حقانی'' میں لکھا ہے ''یہ نالائق فعل ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت صادر ہوا تھا۔ وہ یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ بغیر باپ کے صرف اسکی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے، وہ اس سے منکر ہو گئے۔ وَبِكُفْرِهِمْ سے اسی طرف اشارہ ہے۔ سو انہوں نے اس قدرت کاملہ کا

انکار کیا اور حضرت مریم پاکدامن پر زنا کی تہمت لگائی کہ اس نے یہ حرامی بچا جنا ہے اور اخیر تک اسی لئے یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو بنظر حقارت دیکھتے رہے''۔

(تفسیر حقانی، جلد سوم، طبع ششم، ص ۲۴۳)

اس کے سوا عیسائیوں کی اپنی شہادت موجود ہے کہ ہیرودوس مسیح علیہ السلام کو بچپن میں ہی قتل کرانے کے درپے تھا چنانچہ پادری بارتھ صاحب اپنی کتاب ''مقدس کتاب کا احوال'' حصہ دوم ص ۸ پر لکھتے ہیں۔ ''اس سبب سے ہیرودوس کا غضب بھڑکا۔ کیونکہ اس نے چاہا کہ اس بچے (یعنی مسیح علیہ السلام) کو جان سے مارے۔ لیکن چونکہ نہ جانتا تھا کہ وہ کون اور کس گھر میں رہتا ہے اس لئے اس نے بیت لحم اور اسکی سرحدوں کے سب چھوٹے لڑکوں کو قتل کروادیا تا کہ انکے ساتھ وہ بھی ہلاک ہو جائے مگر اپنی مراد کو نہ پہنچا''۔ (کتاب مذکور، طبع ششم ۱۸۹۵ء)

پس یہود نا مسعود کی غرض یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بروئے تعصب مجرم قرار دیکر صلیب پر چڑھا کر اپنے عقیدہ کے مطابق (نعوذ باللہ) لعنتی بنائیں اور اپنے دل کا بخار نکالیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ (گلتیون ۳-۱۳)

مگر اپنے مقصد میں نہایت ناکام اور نامراد رہے۔ خداتعالیٰ نے ان کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ یعنی ''نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ سولی دیا''۔

پس ''خیر الماکرین'' کی تدبیر کو ''ناقص'' کہنا نہایت بے ادبی اور گستاخی ہے۔ مگر مولوی صاحب معذور ہیں اس قسم کی بے ادبی اور گستاخی مرزائیت کی گھٹی میں داخل ہے چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

ع کرم ہائے تو ما را کرد گستاخ (براہین احمدیہ ص ۵۵۵)

نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا

دوسری آیت یہ ہے: جس سے رفع مسیح صراحتاً ثابت۔ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۝ (پ۶، ع۲) یعنی یہودیوں کا قول ہے کہ ''ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے اور نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر چڑھایا مگر ان کیلئے اس جیسا بنایا گیا اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اسمیں اختلاف کیا، وہ شک میں ہیں۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں۔ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور انہوں نے اسکو یقینی طور پر قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے''۔

اس آیت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے یا فوت ہونے قائل ہیں یا اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ ان کا علم یقینی نہیں۔ وہ اتباع الظن میں گرفتار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا اور وہ غالب ہے۔ آسمان پر اٹھا لینا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ. اور وہ حکمت والا ہے۔ ان کے آسمان پر لیجانے میں بھی حکمت ہے۔

''تفسیر عباسی'' میں ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ القی شبه عیسی علی تطیانوس فقتلوه بدل عیسی ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾ فی قتله ﴿مَا لَهُمْ بِهِ﴾ بقتله ﴿مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ الا الظن ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ ای یقینا ماقتلوه ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ الی السماء ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا﴾ بالنقمة من اعدائه ﴿حَكِيمًا﴾ بالنصرة لاولیائه. ترجمہ: ''اور نہ

انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا لیکن ان کیلئے اس جیسا بنایا گیا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ تطیانوس پر ڈالی گئی پس انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے اس کو قتل کر دیا اور وہ لوگ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا یعنی اس کے قتل میں۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں یعنی اس کے قتل کا۔ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں یعنی ظن میں ہیں اور انہوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ یعنی حضرت عیسیٰ کو بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا یعنی آسمان کیطرف اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے میں اور حکمت والا ہے اپنے دوستوں کی مدد کرنے میں''۔

''تفسیر جلالین'' میں ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ المقتول والمصلوب وهو صاحبهم بعیسیٰ ای القی الله علیه شبههٗ فظنوه ایاه. ترجمہ: ''اور نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا اور ان کیلئے اس جیسا بنایا گیا یعنی جو مقتول و مصلوب ہوا وہ انہیں کا ساتھی تھا جو عیسیٰ جیسا بنایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس (کے چہرے) پر حضرت عیسیٰ کی شباہت ڈال دی پس یہود نے گمان کیا کہ یہ وہی (عیسیٰ ہی) ہے۔

''تفسیر ابن جریر'' میں ہے:

ا..... حدثنا محمد بن عمرو قال ثنا ابوعاصم قال ثنا عیسیٰ عن ابن ابی نجیح عن مجاهد فی قوله ﴿شُبِّهَ لَهُمْ﴾ قَالَ صَلَبُوْا رَجُلاً غَيْرَ عِيْسٰى يَحْسَبُوْنَهٗ اِيَّاهُ یعنی ابن ابی نجیح نے مجاہد رضی اللہ عنہ سے خدا تعالیٰ کے قول شُبِّهَ لَهُم کی تفسیر بیان کی ہے۔ اس نے کہا یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی دوسرے آدمی کو سولی دیا اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی (یعنی حضرت عیسیٰ ہی) ہے۔ (ابن جریر جلد ۶ ص ۱۰ سطر ۲۵ و ۲۶)

۲......حدثنا القاسم قال ثنا الحسین قال ثنی حجاج عن ابن جریج عن مجاهد قال صَلَبُوْا رَجُلاً شَبَّهُوْهُ بِعِیْسٰی یَحْسَبُوْنَهٗ اِیَّاهُ وَرَفَعَ اللّٰهُ اِلَیْهِ عِیْسٰی علیہ السلام حیا. یعنی ابن جریج نے مجاہد سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ یہودیوں نے ایک ایسے ادنیٰ کو سولی دیا جو حضرت عیسیٰ کے مشابہ تھا۔ انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی ہے (یعنی حضرت عیسیٰ ہی ہے) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خداتعالیٰ نے زندہ اپنی طرف اٹھالیا۔

(ایضاً ص۱۰، سطر۲۸،۲۹)

’’تفسیر درمنثور‘‘ میں ہے: قوله تعالیٰ ﴿وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ﴾ .. الآیة. اخرج عبدبن حمید والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویه عن ابن عباس. قَالَ لَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّرْفَعَ عِیْسٰی اِلَی السَّمَآءِ خَرَجَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ وَفِی الْبَیْتِ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً مِنَ الْحَوَارِیِّیْنَ فَخَرَجَ عَلَیْهِمْ مِنْ عَیْنٍ فِی الْبَیْتِ وَرَاْسُهٗ یَقْطُرُ مَاءً فَقَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مَنْ یَّكْفُرُ بِیْ اِثْنٰی عَشَرَ مَرَّةً بَعْدَ اَنْ اٰمَنَ بِیْ ثُمَّ قَالَ اَیُّكُمْ یُلْقٰی عَلَیْهِ شِبْهِیْ فَیُقْتَلُ مَكَانِیْ وَیَكُوْنُ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ فَقَامَ شَابٌّ مِنْ اَحْدَثِهِمْ سنا فَقَالَ لَهٗ اِجْلِسْ ثُمَّ اَعَادَ عَلَیْهِمْ فَقَامَ الشَّابُّ فَقَالَ اِجْلِسْ ثُمَّ اَعَادَ عَلَیْهِمْ فَقَامَ الشَّاب فَقَالَ اَنَا اَنْتَ ذَاکَ فَاُلْقِیَ عَلَیْهِ شِبْهُ عِیْسٰی وَرُفِعَ عِیْسٰی مِنْ رَوْزَنَةٍ فِی الْبَیْتِ اِلَی السَّمَآءِ قَالَ جَاءَ الطَّلَبُ مِنَ الْیَهُوْدِ فَاَخَذُوْا الشِّبْهَ فَقَتَلُوْهُ وَصَلَبُوْهُ......الخ ترجمہ: ابن مردویہ نے حبر الامت افقہ الناس حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھائے۔ اپنے اصحاب کی طرف نکلے اور ایک مکان میں انکے حواریوں میں سے بارہ آدمی تھے۔ وہ باہر سے اس مکان میں انکے لئے گئے اور آپ کے

سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے پس آپ نے (ان سے) کہا بعض تم میں سے وہ ہیں۔ جس نے میرے ساتھ ایمان لانے کے بعد بارہ دفعہ بے ایمانی کی پھر کہا تم میں سے کون ہے کہ اس پر میری شبیہ ڈالی جائے پس وہ میرے بجائے قتل کیا جائے اور میرے ساتھ درجہ پائے پس ان میں سے ایک چھوٹی عمر کا نوجوان کھڑا ہوا۔ پس آپ نے اس سے کہا بیٹھ جا پھر ان پر (یہ بات) دہرائی پس نوجوان کھڑا ہوا۔ پس آپ نے کہا بیٹھ جا پھر ان پر (وہی بات دہرائی) پس نوجوان کھڑا ہوا۔ پس اس نے کہا ’’میں‘‘ پس آپ نے کہا تو ہی ایک آدمی ہے پس اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈالی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام گھر کی کھڑکی سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے پس یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طالب آئے اور انہوں نے شبیہ کو پکڑ لیا پس اس کو قتل کیا پھر اس کو صلیب پر چڑھایا۔ (تفسیر درمنثور ص۲۳۸، سطر۲۲تا۲۸)

’’تفسیر نیشاپوری‘‘ میں ہے: وقیل کان رجل یدعی انه اصحاب عیسٰی وکان منافقا فذهب الی الیهود ودلهم علیه فلما دخل مع الیهود لاخذه القی الله شبهه علیه فقتل وصلب. ترجمہ: کہا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک آدمی تھا جو منافق تھا پس وہ یہود کی طرف گیا اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دیا پس وہ یہود سمیت داخل ہوا تا کہ آپ کو پکڑے۔ خداتعالیٰ نے آپ کی شبیہ اس پر ڈال دی پس وہ قتل کیا گیا اور سولی دیا گیا۔ ﴿وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ﴾ قِیْلَ اِنَّ الْمُخْتَلِفِیْنَ هُمُ الْیَهُوْدُ لَمَّا قَتَلُوْا الشَّخْصَ الْمُشَبَّهَ وَنَظَرُوْا اِلٰی بَدَنِهٖ قَالُوْا اِنْ كَانَ هٰذَا عِیْسٰی فَاَیْنَ صَاحِبُنَا وَاِنْ كَانَ صَاحِبُنَا فَاَیْنَ عِیْسٰی ترجمہ: آیت مندرجہ بالا کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اختلاف کیا۔ وہ یہودی ہیں۔ جب انہوں نے شخص مشبہ کو قتل کیا۔ اور اس کے بدن کی طرف دیکھا تو کہنے لگے۔ کہ اگر یہ عیسیٰ

ہے تو ہمارا دوست کہاں ہے اور اگر یہ ہمارا دوست ہے تو عیسیٰ کہاں ہے؟

(تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر، جلد ۶، ص ۱۸)

"تفسیر بیضاوی" میں ہے: ﴿وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾ فِیْ شَانِ عِیْسٰی علیہ السلام فَاِنَّهٗ لَمَّا وَقَعَتْ تِلْکَ الْوَاقِعَةُ اخْتَلَفَ النَّاسُ فَقَالَ بَعْضُ الْيَهُوْدِ وَکَانَ کَاذِبًا فَقَتَلْنَاهُ حَقًّا وَتَرَدَّدَ اٰخَرُوْنَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنْ کَانَ هٰذَا عِیْسٰی فَاَیْنَ صَاحِبُوْنَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ الْوَجْهُ عِیْسٰی وَالْبَدَنُ بَدَنُ صَاحِبِنَا. ترجمہ: یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کے شان میں ہے جب یہ واقعہ ہوا تو لوگوں نے اختلاف کیا۔ بعض یہودیوں نے کہا کہ وہ جھوٹا تھا ہم نے اسکو یقیناً قتل کیا اور دوسروں کو تردد ہوا۔ بعض نے کہا اگر یہ عیسیٰ تھا تو ہمارا دوست کہاں ہے اور بعض نے کہا کہ منہ تو عیسیٰ کا ہے اور بدن ہمارے دوست کا۔ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ رَدٌّ وَاِنْكَارٌ لِقَتْلِهٖ وَاِثْبَاتٌ لِرَفْعِهٖ. یعنی یہ آیت اس کے قتل کا رد وانکار ہے۔ اور اس کے اٹھائے جانے کو ثابت کرتی ہے۔ (تفسیر بیضاوی قلمی)

"انجیل برنباس"، فصل ۲۱۵ میں ہے: اور جب کہ سپاہی یہودا کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس میں یسوع تھا۔ یسوع نے ایک بھاری جماعت کے نزدیک آنا سنا۔ تب اسی لئے وہ ڈر کر گھر میں چلا گیا اور گیارہوں (شاگرد) سو رہے تھے پس جبکہ اللہ نے اپنے بندے کو خطرہ میں دیکھا۔ اپنے سفیروں جبریل اور میخائیل اور رفائیل اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لیں۔ تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکھن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا پس اس کو اٹھا لے گئے اور اسے تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا جو کہ ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔

فصل ۲۱۶: اور یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں سے یسوع

اٹھا لیا گیا تھا اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے تب اللہ نے ایک عجیب کام کیا پس یہودا، بولی اور چہرے میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تھا۔ تاکہ دیکھے معلم کہاں ہے۔ اسلئے ہم نے تعجب کیا اور جواب میں کہا۔ اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے پس تو اب ہم کو بھول گیا؟ مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیا تم احمق ہو؟ کہ یہودا اسخر یوطی کو نہیں پہچانتے اور اسی اثناء میں کہ وہ کہہ رہا تھا، سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہودا پر ڈال دیئے اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔

فصل ۲۱۷: پس سپاہیوں نے یہودا کو پکڑا اور اسکو اس سے مذاق کرتے ہوئے باندھ لیا اس لئے کہ یہودا نے ان سے اپنے یسوع ہونے کا انکار کیا بحالیکہ وہ سچا تھا۔ تب سپاہیوں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ اے ہمارے سید تو ڈر نہیں اس لئے کہ ہم تجھ کو اسرائیل پر بادشاہ بنانے آئے ہیں اور ہم نے تجھ کو محض اس واسطے باندھا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تو بادشاہت کو منظور نہیں کرتا۔ یہودا نے جواب میں کہا شاید تم دیوانے ہو گئے ہو؟ تم ہتھیاروں اور چراغوں کو لیکر یسوع ناصری کو پکڑنے آئے ہو۔ گویا کہ وہ چور ہے تو کیا تم مجھی کو باندھ لوگے جس نے تمہیں راہ دکھائی ہے تاکہ مجھے بادشاہ بناؤ۔ اس وقت سپاہیوں کا صبر جاتا رہا تھا اور انہوں نے یہودا کو مکوں اور لاتوں سے مار کر ذلیل کرنا شروع کیا اور غصہ کے ساتھ اسے یوروشلم کی طرف کھینچتے لے چلے۔

(۷۹) تب وہ لوگ اسے جمجمہ پہاڑ پر لے گئے جہاں کہ مجرموں کو پھانسی دینے کی انہیں عادت تھی اور وہاں اس (یہودا) کو ننگا کر کے صلیب پر لٹکایا۔ اس کی تحقیر میں مبالغہ کرنے کیلئے۔

(۸۰) اور یہودانے کچھ نہیں کیا سوا اس چیخ کے کہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اس لئے کہ مجرم تو بچ گیا اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔

(۸۱) میں سچ کہتا ہوں کہ یہودا کی آواز اور اس کا چہرہ اور اسکی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ یسوع کے سب ہی شاگردوں اور اس پر ایمان لانے والوں نے اسکو یسوع ہی سمجھا۔

نوٹ: مندرجہ بالا اقتباسات میں عبارتوں کیساتھ جو نمبر دیئے گئے ہیں۔ وہ آیات کے نمبر دیئے ہیں تا کہ اگر کوئی شخص اصل کتاب میں عبارت دیکھنا چاہے تو اسے دقت نہ ہو۔ (ناظم)

مندرجہ بالا آیت اور اسکی تفاسیر اور انجیل کے حوالہ سے روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو کسی نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور انکی جگہ ان کا شبیہ مصلوب ہوا مگر مرزائی صاحبان خواہ مخواہ اس آیت میں مفسرین کے خلاف ذیل کے الفاظ میں اڑ بیٹھے ہیں اور بیجا تاویلات میں پھنس کر انکار کی راہ ڈھونڈتے ہیں چنانچہ

''صلبوہ کی بحث'': پہلا لفظ ہے: وَمَا صَلَبُوْہُ اس کا صحیح معنی تو یہ ہے ''وبردار نکردہ اند اورا'' (شاہ ولی اللہ صاحب) یعنی ''اور نہ سولی پر چڑھایا انہوں نے اسکو''۔ مگر مرزائی صاحبان اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ ''سولی پر تو چڑھایا مگر انہوں نے اسکی ہڈیاں نہ توڑیں۔'' چنانچہ مولوی محمد علی صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ''ما صلبوہ میں نفی صرف اس بات کی ہے کہ اس پر موت بذریعہ صلیب وارد نہیں ہوئی۔ نہ اس بات کی کہ وہ لکڑی پر لٹکایا گیا ہو''......الخ (بیان القرآن، جلد اول، ص ۵۷۵)

اس کی تشریح مرزا خدابخش صاحب نے اپنی کتاب ''عسل مصفی'' میں کی ہے

چنانچہ لکھتے ہیں ''حضرت مسیح علیہ السلام ہی پکڑے گئے اور وہی مصلوب ہوئے مگر صلیب کی پوری شرائط ان پر نافذ نہیں ہوئیں کیونکہ وہ تین روز تک صلیب پر نہیں لٹکے رہے بلکہ تین گھنٹہ سے زیادہ ثبوت نہیں ملتا کہ وہ اس پر رہے ہوں اور نہ انکی ہڈیاں توڑی گئیں''۔

(عسل مصفی، جلد اول، فصل گیارہویں، ص ۴۶۹)

قبل اس کے کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ یہ دیکھنا ہے کہ مرزائیوں کے اس عقیدہ کا ماخذ کیا ہے؟ سو اسکی تلاش کچھ مشکل نہیں۔ مولوی محمد علی صاحب ''بائیبل انسائیکلوپیڈیا'' اور ''یہودی انسائیکلوپیڈیا'' کا نام لیتے ہیں اور مرزا خدابخش صاحب کا ارشاد یہ ہے ''یہود اور نصاریٰ جو باہم ایک دوسرے سے ایسے مخالف ہیں کہ جن کی دشمنی اور کینہ وری کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ دونوں اس بات پر یک زبان اور متفق ہیں کہ مسیح ناصری ہی پکڑا گیا اور اسی کو صلیب پر چڑھایا گیا اور اسی کو زخم لگے اور وہی مجروح ہو کر اپنے حواریوں سے ملتا رہا اور تبلیغ کی سخت تاکیدیں کرتا رہا۔ اب ان دونوں باہم مخالف قوموں کے تواتر کو کون توڑ سکتا ہے اور تواریخی ثبوت کا کون انکار کر سکتا ہے؟ اگر تواتر قومی کا انکار کریں تو پھر دنیا بھر کے کل علوم سے امن اٹھ جاتا ہے اور ان سب سے دست برداری کرنی پڑے گی اور پھر مسلمانوں کو سخت مشکل پیش آئیگی۔ کیونکہ اگر قومی تواتر کوئی چیز نہیں تو پھر اسلام کی ایک بات بھی قابل اعتماد نہیں رہ سکتی۔ یہی قومی تواتر ہی تو ہے جس سے قرآن شریف اور احادیث واقوال آئمہ مجتہدین مانے اور واجب العمل قرار دیئے جاتے ہیں اگر اس قومی تواتر کو نہ مانے جائے تو پھر ایک چیز ہمارے ہاتھ میں اس قابل نہیں۔ جسکو محفوظ اور مصئوں تسلیم کر سکیں۔ لہٰذا قومی تواتر ایک ایسا امر ہے جس کے ماننے میں کسی کو چارہ نہیں''۔ (عسل مصفی، جلد اول، ص ۴۶۹)

عبارت مندرجہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ یہود اور نصاریٰ

کے تواتر پر مبنی ہے اور مرزائیت یہودیت کے ساتھ اس عقیدہ میں متفق ہے۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔ یہی مرزائی جو بعض اوقات علمائے اسلام کو (نعوذ باللہ) یہودی صفت علماء کہا کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں خود یہود کے مشابہت تام رکھتے ہیں۔ شعر

یہ ضد امتحانِ جذب دل کیسا نکل آیا ۔۔۔ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

شکر ہے کہ آخر کچھ تو انہوں نے مانا نص نہ سہی، ''تواتر قومی'' ہی سہی۔ احادیث نہ سہی، ''تاریخی روایات'' ہی سہی۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ اس ''تواتر قومی'' اور ''تاریخی ثبوت'' کی ان کے دلوں میں کس قدر وقعت ہے؟ کیا ان کے پورے بیانات پر ایمان رکھتے ہیں یا صرف اپنے مطلب کا فقرہ لیکر باقی عبارات کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ہاں جناب! بیشک ''تواتر قومی'' سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے۔ لیکن یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے صلیب پر جان دے دی چنانچہ

۱......انجیل متی میں ہے۔ ''یسوع پھر بڑی آواز سے چلایا اور جان دیدی'' ۔(باب ۲۷، آیت ۵۰)

۲......مرقس میں ہے۔ ''پھر یسوع بڑی آواز سے چلایا اور دم دیدیا'' ۔(باب ۱۵، آیت ۳۷)

۳......لوقا میں ہے۔ ''پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دیدیا'' ۔(باب ۲۳، آیت ۴۶)

۴......یوحنا میں ہے۔ ''جب یسوع نے وہ سرکہ پیا تو کہا کہ تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دیدی'' ۔(باب ۱۹، آیت ۳۰)

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ وہ مرنے کے بعد جی اٹھے چنانچہ

۱......انجیل متی میں ہے۔ ''فرشتے نے عورتوں سے کہا تم نہ ڈرو۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم یسوع کو ڈھونڈتی ہو جو مصلوب ہوا تھا۔ وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ اپنے کہنے کے مطابق جی اٹھا

ہے'' ۔(باب ۲۸، آیت ۵و۶)

۲......مرقس میں ہے۔ ''اس نے ان سے کہا ایسی حیران نہ ہو۔ تم یسوع ناصری کو جو مصلوب ہوا تھا ڈھونڈتی ہو، وہ جی اٹھا ہے'' ۔(باب ۱۶، آیت ۶)

۳......لوقا میں ہے۔ ''وہ یہاں نہیں ہے بلکہ جی اٹھا ہے'' ۔(باب ۲۴، آیت ۶)

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے چنانچہ

۱......مرقس میں ہے۔ ''غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا'' ۔ (باب ۶، آیت ۱۹)

۲......لوقا میں ہے۔ ''جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا'' ۔(باب ۲۴، آیت ۵۱)

۳......اعمال میں ہے۔ ''یہ کہہ کر وہ ان کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھالیا گیا اور بدلی نے ان کی نظروں سے چھپالیا اور اس کے جاتے وقت جب وہ آسمان کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے تو دیکھا دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس آکھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع جو تمہارے پاس آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئیگا جس طرح تم نے آسمان پر جاتے دیکھا ہے'' ۔(باب اول، آیت ۹تا۱۱)

اس کے سوا مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ ''تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے'' ۔(ازالہ اوہام طبع اول ص۲۴۸، طبع پنجم ص۱۰۴، ۱۰۵)

مرزائیو! کیا ان تمام باتوں پر (جو قومی تواتر اور تاریخی روایات سے ثابت ہیں) ایمان رکھتے ہو؟ اگر ان تمام باتوں پر تمہارا ایمان ہے تو تمہارا مذہب باطل ہوا اور اگر ان

سب کو نہیں مانتے تو بھی تم جھوٹے ثابت ہوئے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ......الخ. یعنی ’’کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک حصے کا انکار کرتے ہو۔‘‘ اب تو دونوں طرف سے پھنسے۔ نہ پائے فرار نہ جائے قرار۔ شعر

دو گونہ رنج و عذاب جان مجنوں را   بلائے صحبت لیلیٰ وفرقت لیلیٰ

مرزائیوں کا یہ کہنا بھی محض دروغ بے فروغ ہے کہ ’’مصلوب کو تین دن تک صلیب پر لٹکایا جاتا ہے۔‘‘ اور مسیح تین دن تک صلیب پر لٹکے نہیں رہے۔ یہ بات ’’بائبل‘‘ کی تعلیم کے قطعاً خلاف ہے۔ ’’بائبل‘‘ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ’’کہ اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو۔ جس سے اس کا قتل واجب ہو اور تم اسے مار کر درخت سے ٹانگ دو تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی رہے بلکہ تم اسی دن اسے دفن کر دینا کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔ تا نہ ہو کہ تم اس ملک کو ناپاک کر دو۔ جسے خداوند تمہارا تم کو میراث کے طور پر دیتا ہے۔‘‘ اس عبارت سے ثابت ہے کہ مصلوب کو صرف ایک ہی دن صلیب پر لٹکانے کا حکم ہے۔ تین دن تک نہیں پس مرزائیوں کا یہ لکھنا جھوٹ ہے۔

اب صلب کا تحقیقی جواب لکھا جاتا ہے۔ صلب سے مراد محض ہڈیاں توڑنا ہی نہیں جیسا کہ مرزائیوں کا خیال ہے کیونکہ کئی آدمی لڑائی میں چوٹیں لگنے سے اور ہڈیاں ٹوٹنے سے مر جاتے ہیں کئی مکان یا درخت سے گر کر چوٹ آنے اور ہڈیاں ٹوٹنے سے مر جاتے ہیں۔ کئی گاڑیوں کے نیچے کچلے جاتے ہیں اور ان کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کو مصلوب نہیں کہا جاتا مصلوب صرف اسی کو کہا جاتا ہے جو صلیب پر لٹکایا جائے۔

پس صلب کا لفظ صلیب پر چڑھانے میخیں لگانے اور ہڈیاں توڑنے وغیرہ جملہ امور پر حاوی ہے یا بالفاظ دیگر یہ تمام امور اس کے مفہوم میں شامل ہیں اور وَمَا صَلَبُوْہُ

میں ان تمام امور کی نفی کی گئی ہے کہ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو کسی نے صلیب پر چڑھایا، نہ میخیں لگائیں اور نہ ہڈیاں توڑیں۔ غرضیکہ اس کے ساتھ ان امور میں سے کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ پس اس نص قطعی سے جہاں یہودیت اور نصرانیت کے ’’تواتر قومی‘‘ کا رد ہوا وہاں مرزائیت کے عقیدہ فاسدہ کا بھی قلع قمع ہو گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

﴿شُبِّہَ لَھُمْ﴾ کی بحث: دوسرا لفظ ہے۔ شُبِّہَ لَھُمْ اس کا معنی یہ ہے کہ مشتبہ شدہ پر ایشاں (شاہ ولی اللہ صاحب) یعنی ’’شبہ ڈالا گیا واسطے ان کے۔‘‘ (شاہ رفیع الدین صاحب) مگر مولوی محمد علی صاحب اس کا معنی یہ کرتے ہیں۔ ’’وہ ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا‘‘۔ (بیان القرآن، ص ۵۷۵) اسکی تشریح مرزا خدا بخش صاحب کے الفاظ میں یہ ہے۔ ’’وہ مشابہ بالمصلوب ہوا‘‘۔ (عسل مصفّٰی، جلد ۱، ص ۴۷۰) اور مرزا خدا بخش صاحب، مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں ’’بعض مفسر اپنی قلت تدبر سے جملہ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ سے نکالتے ہیں کہ ایک اور آدمی مسیح کی شبیہ بن گیا تھا۔ حالانکہ یہ امر بالبداہت غلط ہے کیونکہ شُبِّہَ لَھُمْ میں مفعول مالم یسم فاعلہ کی ضمیر واحد غائب مستتر ہے۔ جو مسیح کی طرف راجع ہے۔ جو آیت اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ میں ہے۔‘‘ (عسل مصفّٰی جلد ا، ص ۴۷۰) مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔ ’’اس کے معنی غلطی سے یوں کئے جاتے ہیں کہ کوئی شخص مسیح کا مشابہ بنایا گیا۔ یہ صریح غلطی ایک قصہ گو ذہن میں لکھ کر کی گئی ہے۔ ورنہ الفاظ قرآنی اس کو ہرگز برداشت نہیں کرتے ضمیر جو شُبِّہَ میں ہے۔ وہ صرف معرفت مسیح کی طرف جا سکتی ہے جن کا ذکر چل رہا ہے اور کسی ایسے شخص کی طرف ہرگز نہیں جا سکتی جس کا ذکر قرآن شریف میں کہیں بھی نہیں‘‘۔ (بیان القرآن، جلد ا، ص ۵۷۵ و ۵۷۶)

جواب: مرزائیوں کا دماغ تو اپنا چکرایا ہوا ہے اور قلت تدبر کا الزام مفسرین پر لگاتے ہیں

چنانچہ شُبِّہَ میں ضمیر تو ایک ہے مگر مولوی محمد علی صاحب ترجمہ میں دو ضمیریں لاتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''وہ'' ان کیلئے ''اس'' جیسا بنایا گیا۔ مولوی صاحب کا یہ اختراع یا تو افتراء ہے یا قلت تدبر کا نتیجہ۔ خیر کچھ بھی ہو دونوں ضمیروں میں سے ایک یقیناً زائد ہے جسکی قرآنی لفظ شُبِّہَ تو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ پس جب مولوی صاحب کے ترجمہ کی عبارت سے ایک زائد ضمیر ''وہ'' کاٹ دی جائے تو باقی ترجمہ رہ گیا۔ ان کیلئے اس جیسا بنایا گیا۔ جو صحیح بھی ہے اور انہی کی قلم سے ان کا رد بھی ہے کیونکہ وہ پہلے تسلیم کر چکے ہیں اگر ضمیر جو شبہ میں ہے، وہ صرف حضرت مسیح کی طرف جا سکتی ہے۔ پس بقول مولوی صاحب ان کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ''ان کیلئے (یہودیوں کیلئے) اس (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام) جیسا بنایا گیا، جو مصلوب ہوا۔ فھو المراد۔ نعر

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعان کا

مرزائیو! مفسرین کرام نے بھی تو یہی تفسیر بیان کی ہے جو تمہارے مولوی محمد علی صاحب کے مطلب سے ظاہر ہے پس مفسرین کرام کی نسبت قلت تدبر کا جو الزام لگایا گیا ہے وہ کہنے والوں کو ہی مبارک ہو۔

﴿رَفَعَ﴾ **کی بحث**: تیسرا لفظ بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ہے اس کے معنی ہیں ''بلکہ برداشت اورا خدا تعالیٰ بسوئے خود''۔ (شاہ ولی اللہ صاحب) یعنی ''بلکہ اٹھا لیا اسکو اللہ نے طرف اپنی۔'' (شاہ رفیع الدین صاحب) مگر مولوی محمد علی صاحب اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔ ''بلکہ اللہ نے اسکو اپنا قرب عطا فرمایا''۔ (بیان القرآن، جلد ۱، ص ۵۷۸) اور اسکی تشریح یہ کرتے ہیں بلکہ اللہ نے اسے رفع عطا فرمایا یعنی بلندی درجات۔ (بیان القرآن، جلد ۱، ص ۵۷۸) مرزا خدا بخش صاحب اسکی تائید میں لکھتے ہیں۔ ''کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے اس آیۃ

﴿وَاِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ﴾ میں وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں تجھے مار کر اپنی طرف اٹھالونگا تو پھر بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو ایفائے وعدہ نہ سمجھنا کیسی نادانی ہے۔ جب پہلی آیت میں وعدہ تھا کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا اور تیری روح کو عزت کے ساتھ اٹھاؤں گا اور دوسری آیت میں ظاہر کر دیا ہے کہ ہم نے حضرت سے جو وعدہ کیا تھا اس کا ہم نے ایفاء بھی کر دیا کہ کفار نابکار کے ہاتھوں سے قتل نہیں ہوئے بلکہ ہم نے ہی اپنے ہاتھ سے مارا اور اپنے پاس یعنی یقینی قرب کے مقام پر بلا لیا''۔ (عسل مصفی، جلد ۱، ص ۳۴۷)

جواب: مرزائیوں کو خدا جانے کیا ہو گیا ہے کہ سیدھی بات بھی الٹی سمجھ لیتے ہیں۔ مرزا صاحب کی بیعت کر کے ایمان تو ان کے سپرد کر ہی چکے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ عقل کو بھی ساتھ ہی دیدیا۔ بات تو یہ تھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے ان کا شبیہ مقتول ومصلوب ہوا اور وہ یقیناً قتل نہیں ہوئے تو وہ گئے کہاں! اس کا جواب قرآن شریف میں یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف آسمان پر اٹھا لیا۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''عام طور پر مفسرین نے یہ تعلق قائم کیا ہے کہ حضرت مسیح مقتول ومصلوب نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔'' لیکن ساتھ ہی مرزا صاحب کی مریدی کا حق ادا کرتے ہوئے یہ بھی لکھ مارا ہے۔ ''مگر یہ معنی رفع کے سراسر خلاف لغت ہیں اور نا قابل قبول''۔

مولوی صاحب کی یہ تحریر سراسر ضمیر فروشی پر مبنی ہے۔ ورنہ مولوی جانتے ہیں کہ رفع کے یہ معنی لغت کے موافق ہیں جو قابل قبول ہیں۔ کیونکہ وہ خود اسی تفسیر کے نوٹ نمبر ۹۳ ص ۴۷ میں لکھ چکے ہیں کہ ''رفع'' کا استعمال امام راغب نے چار طرح پر بیان کیا ہے:

۱..... اجسام کے متعلق جب ان کو اپنی جگہ سے اوپر اٹھا دیا جائے۔

۲..... عمارت کے متعلق جب اسے اونچا کیا جائے۔ جیسے ﴿وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ﴾

۳..... ذکر کے متعلق جب اسے شہرت دی جائے۔

۴..... مرتبہ کے متعلق جب اسے شرف دیا جائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں ان چار معنوں میں سے کونسا معنی مناسب ہے پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے جسمانی قتل وصلب کے ساتھ رفع کا لفظ وارد ہے تو یہاں ان کے جسم کا اٹھایا جانا ہی مطلوب ہے نہ کہ کسی اور امر کا۔ پس مولوی صاحب کا یہاں رفع کے معنی قرب اور بلندی درجات کرنا سراسر خلاف لغت اور ناقابل قبول ہے کیونکہ یہ تفسیر بالرائے ہے جو جملہ مفسرین کے خلاف ہونے کے علاوہ قرآن کے منشاء کے بھی خلاف ہے۔

دور کیوں جائیں خود مولوی صاحب نے اپنی تفسیر میں جسم کے ساتھ رفع کا معنی ''اونچا بٹھانا'' کئے ہیں۔ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔ ''اور اس نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا ہے''۔

مولوی صاحب سے یہ کوئی پوچھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو مار کر ان کی روح کو تخت پر اونچا بٹھایا تھا یا زندہ؟ اگر زندہ تخت پر بٹھائے گئے تھے تو حضرت علیہ السلام کے متعلق مار کر اٹھانے کا گمان کیسے ہوسکتا ہے اور کس نص سے ثابت ہے؟

مولوی صاحب اور مرزا خدا بخش صاحب نے اپنی مصنفات میں ''رفع'' کے متعلق بلندی درجات کی جو مثالیں تفاسیر اور احادیث سے پیش کی ہیں انکا جواب صرف اسی قدر کافی ہے کہ حسب تحریر مولوی صاحب ''رفع'' کے ساتھ جس قسم کا لفظ آئیگا اسی طرح کے معنی کئے جائینگے۔ آیت زیر بحث میں چونکہ درجات وغیرہ کا کوئی لفظ موجود نہیں اس لئے

یہاں وہ مثالیں پیش کرنا فضول اور عبث ہے۔

سوال: مولوی صاحب کو اعتراض ہے کہ یہاں ''آسمان'' کا لفظ موجود نہیں اور عام طور پر یہ بھی سوال کیا جاتا ہے کہ خداوند کریم کی ذات جب جہات سے خالی ہے تو اسکے آسمان پر تسلیم کرنے کا کیا معنی؟

جواب: بیشک خداتعالیٰ کی ذات بابرکات جہات سے خالی ہے مگر اس نے خود اپنی نسبت آسمان کی طرف بیان فرمائی ہے۔ قولہ تعالیٰ: ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُo اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًاؕ ترجمہ: (از مرزا صاحب) کیا تم اس سے نڈر ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں نابود کردے۔ سو وہ ناگہاں کانپنے لگے گی یا تم اس سے نڈر ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر عذاب بھیجے۔ اب آسمان سے عذاب بھیجنے والا سوائے خداتعالیٰ کے اور کون ہوسکتا ہے؟

اس کے سوا مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ خداتعالیٰ آسمان پر ہے جیسا کہ اپنے بیٹے کی بشارت میں لکھتے ہیں: انا نبشرک بغلام حلیم مظهر الحق والعلاء کان الله نزل من السماء. ترجمہ (از مرزا صاحب) ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترا۔

(انجام آتھم طبع دوم ص۶۲، حقیقۃ الوحی طبع مئی ۱۹۰۷ء باب چہارم ص۹۵)

پس جب دو زبردست شہادتوں سے ثابت ہوگیا کہ خداتعالیٰ کی نسبت آسمان کی طرف ہے تو مولوی صاحب کا اعتراض بھی جاتا رہا کیونکہ آیت زیر بحث سے یہ تو ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اسکی (یعنی اللہ کی) اپنی نسبت حوالہ جات بالا سے آسمان کی طرف ثابت ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھایا

جانا بھی آسمان کی طرف ثابت ہوا جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے۔

سوال: مولوی صاحب کو ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ اگر یہ اناجیل محرف ہیں تو انجیل برنباس کیلئے کونسی سند قرآن شریف یا حدیث میں ہے کہ وہ غیر محرف ہے؟

(بیان القرآن، جلد اول، ص ۵۷۶)

جواب: اہل السنّت والجماعت کے نزدیک تو تمام اناجیل بلا استثناء محرف اور مبدل ہیں۔ (سوائے ان حوالوں کے جو قرآن مجید کے مطابق ہیں، قابل سند نہیں)

ہاں مولوی صاحب میں یہ صفت دیکھی ہے کہ ایک طرف تو ''بائیبل'' کی تحریف کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو مولوی صاحب کی تفسیر کا نوٹ ۱۰۰ جلد اول، ص ۸۰ و ۸۱۔ اور دوسری طرف اسی کے مضامین کو واقعات تاریخی کہہ کر قرآن مجید کے برخلاف سنداً پیش کرتے ہیں۔ فیا للعجب ملاحظہ ہو۔ بیان القرآن، جلد اول، ص ۵۷۶۔

ع ''بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است''

رہا برنباس کا حوالہ دینے اور اقتباس نقل کرنے کا معاملہ سو اس کی دو وجہ ہیں:

اول: یہ کہ اس کے اکثر مضامین قرآن مجید کے مطابق ہیں۔ جیسا کہ بعض گذشتہ صفحات میں لکھے جا چکے ہیں۔

دوسری: یہ کہ مرزا صاحب نے خود اسکی تصدیق وتوثیق کی ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کو جائز لکھا ہے۔ چنانچہ انکے الفاظ یہ ہیں ''ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ برنباس کی انجیل میں جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور نہ صلیب پر جان دی۔ اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلہ کے ردی کردی گئی ہے۔ مگر اس

میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پرانی کتاب ہے اور اسی زمانہ کی ہے۔ جبکہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں۔ کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پرانی اور دیرینہ کتاب کو عہد قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس سے فائدہ اٹھائیں''۔

(کتاب مسیح ہندوستان میں طبع دوم، ص ۱۸۔۱۹)

پس ثابت ہوا کہ انجیل برنباس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور مرزا صاحب کی مصدقہ کتاب ہونے کی وجہ سے اس کے حوالہ جات اتمام حجت کے طور پر مرزائیوں کے سامنے پیش کیے جاسکتے ہیں۔

''تیسری آیت'': یہ ہے جس سے رفع مسیح ثابت ہے: اِذْ قَالَ اللّٰہُ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ (پ۳، ع۱۴) ترجمہ: جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور ان لوگوں سے پاک کرنیوالا ہوں جو کافر ہیں اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ان کو ان پر جنہوں نے انکار کیا، قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔

اس آیت سے مرزائی صاحبان تو وفاتِ مسیح ثابت کیا کرتے ہیں لیکن حقیقت میں اس سے حیاتِ مسیح اور رفع مسیح ثابت ہوتا ہے۔

اس آیت میں خداتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار وعدے کیے ہیں:

۱...... وفات دینے کا وعدہ۔ ۲...... اپنی طرف اٹھانے کا وعدہ۔ ۳...... کافروں سے پاک کرنے کا وعدہ اور۔ ۴...... آپ کے پیروؤں کو فوقیت دینے کا وعدہ۔ یہ چاروں وعدے مرزائیوں کو بھی مسلم ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے بھی اپنی تفسیر کے (نوٹ، ص

۴۴۷) میں تسلیم کیے ہیں۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کون کونسا وعدہ پورا ہو چکا ہے سو پچھلے دونوں وعدے (کافروں سے پاک کرنے کا اور پیروؤں کو فوقیت دینے کا وعدہ) تو پورے ہو چکنے کی نسبت فریقین کا اتفاق ہے مگر پہلے دونوں میں اختلاف اور یہی دونوں وعدے اصل مبحث ہیں۔

مرزائیوں کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مار کر ان کی روح کو اپنی طرف اٹھا لیا اس طرح یہ دونوں وعدے پورے ہو گئے۔ ان کیلئے تو بقول مرزا غالب۔

ع ''دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے''

لیکن دراصل یہ خیال کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ آیت میں ''مار کر روح کے اٹھانے کا وعدہ نہیں۔'' بلکہ وفات کا وعدہ الگ ہے اور اپنی طرف اٹھانے کا وعدہ الگ۔ پس اگر بقول مرزائیاں آپ کی وفات ہو چکی ہے تو اٹھانے کا وعدہ پورا نہ ہوا اور خدا تعالیٰ کی شان میں (نعوذ باللہ) بیوفائی کا الزام آیا حالانکہ خداوند کریم کی ذات والا صفات بے عیب ہے اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد اسکی شان میں ہے۔ نیز مرزائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ''وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے''۔ (ازالہ اوہام، طبع پنجم، ص ۱۶۱، سطر ۱۱) تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت کیا ہوئی جبکہ انکی روح بھی مرنے کے بعد ہی اٹھائی گئی اور ''رَافِعُکَ اِلَیَّ'' کا وعدہ کیا؟

اصل بات تو یہ ہے کہ مرزائیوں کے سر پر خود غرضی کا بھوت سوار ہے اس لئے قرآن شریف میں تحریف کرتے ہیں اور حدیث شریف کو چوہوں کی طرح کتر رہے ہیں جیسا کہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔ ''پھر اسکے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا پھر میری عبادت گاہ میں ان کے چولھے ہیں میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں''۔

(ازالہ اوہام، ص ۷۶، طبع پنجم، ص ۲۳، حاشیہ)

اگر مرزا صاحب کی مسیحیت کا قضیہ درمیان میں نہ ہوتا تو ہرگز ایسی جرأت نہ کرتے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اٹھانے کا وعدہ تو یقیناً پورا ہو چکا جیسا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے ثابت ہے۔ رہا وفات کا وعدہ سو[1]

توفّی کی بحث

توفّی بمعنی نیند: اگر توفی کے معنی ''نیند'' کے کیے جائیں تو یہ وعدہ بھی پورا ہو گیا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیند کی حالت میں اٹھائے گئے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں ہے۔

۱..... حدثنی المثنی قال ثنا عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ الرَّبِیْعِ فِیْ قَوْلِهٖ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ قَالَ مَعْنٰی وَفَاةُ الْمَنَامُ رَفَعَهُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِهٖ یعنی ابن جریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے مثنیٰ نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے عبداللہ بن ابی جعفر نے اپنے باپ سے اور اس نے ربیع سے خدا تعالیٰ کے قول اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں روایت کی۔ کہا وفات کا معنی نیند ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نیند کی حالت میں اٹھایا۔

(ابن جریر، جلد ۳، ص ۱۸۳، سطر ۱۷)

[1] اس وعدے کے متعلق بھی ممکن ہے کہ کوئی منچلا مرزائی یہ کہدے کہ وفات کا وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے جو فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے ثابت ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں۔ ''کہ قرآن شریف کی اپنی آیات سے ظاہر ہے کہ یہ سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن ہوگا''۔ اسی کتاب کے ضمیمے میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ فان عیسی یجیب بھذا الجواب یوم الحساب یعنی یقول فلماتوفیتی فی یوم یبعث الخلق ویحضرون... (استفتاص ۴۲) رسالہ الوصیۃ میں لکھتے ہیں۔ ''خدا قیامت کو عیسیٰ سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ہی اپنی امت کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانو تو وہ جواب دینگے کہ جب تک میں ان میں تھا تو ان پر شاہد تھا اور انکا نگہبان تھا۔ اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر مجھے کیا علم تھا کہ میرے بعد وہ کس ضلالت میں مبتلاء ہوئے۔ (رسالہ الوہیت، طبع سوم، ص ۱۳، مطبوعہ ۲ جولائی ۱۹۰۸ء)

اس عبارت میں اگرچہ معنوی تحریف ہے تاہم ان جملہ عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کا جواب قیامت کے دن دیا جائیگا پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس آیت کے نزول تک فوت ہو چکے ہیں بلکہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں جس سے صراحتاً آپ کی وفات ثابت ہو مگر ان کا اٹھایا جانا آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے صاف طور پر ثابت ہے۔

۲......معالم میں ہے: قَالَ رَبِیْعُ بْن انس اَلْمُرادُ بِالتَّوَفِّی اَلنَّوْمُ وَکَان عیسیٰ قَدْ نَام فرفعهُ اللّٰهُ نَائِمًا اِلَی السَّمآء معناهُ اِنِّیْ مُنِیْمُکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کما قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ ﴿هُوَالَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ﴾ ای ینیمکم یعنی ربیع بن انس نے کہا توفی سے مراد نیند ہے اور عیسیٰ سوئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سونے کی حالت میں آسمان کی طرف اٹھالیا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو سلانے والا ہوں اور تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: هُوَالَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ یعنی ''سلاتا ہے تم کو رات کو''۔ (معالم،ص۱۶۲)

۳......خازن میں ہے: ان المراد بالتوفی النوم. ومنه قوله عزوجل ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا﴾ فَجَعَلَ النَّوْمَ وَفَاةً وَکَانَ عِیْسٰی قَدْ نَامَ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ وَهُوَ نَائِمٌ لِئَلَّا یلحقهُ خوف فمعنی الایة ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ یعنی توفی سے مراد نیند ہے اور اسی سے ہے قول خداتعالیٰ کا ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ......الخ﴾ پس بنایا نیند کو وفات اور عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا درانحالیکہ وہ نائم تھے تاکہ ان کو خوف لاحق نہ ہو پس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو سلانے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

(تفسیر خازن،جلد اول،ص۲۴۰)

توفی بمعنی پورا لینا: اگر توفی کے معنی پورا لینے کے کئے جائیں تو بھی یہ وعدہ پورا ہو چکا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام پورے بجسد عنصری اٹھائے گئے جیسا کہ ''درمنثور'' میں ہے۔

۱......واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من وجه آخرعن الحسن فی الایة قَالَ ﴿رَفَعَهُ اللّٰهُ﴾ فَهُوَ عِنْدَهُ فِی السَّمَآءِ یعنی ابن جریر نے اور ابن ابی حاتم نے

دوسری وجہ سے اس آیت میں حسن سے روایت کی ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھالیا اور وہ اس کے نزدیک آسمان میں ہے۔ (درمنثور،جلد دوم،ص۲۱،سطر۲۰)

۲......خازن میں ہے: مَعْنَاهُ اِنِّیْ قَابِضُکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ. یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو پورا لینے والا ہوں اور موت کے بغیر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

(خازن،جلد اول،ص۲۴۰)

۳......ابن جریر میں ہے: حدثنا عَلِیُّ بْن سَهْل قَالَ ثنا ضَمْرَةُ بْنِ رَبِیْعَةَ عَنْ ابْنِ شَوْذَبٍ عَنْ مطرالوراق فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ قَالَ مُتَوَفِّیْکَ مِنَ الدُّنْیَا وَلَیْسَ بِوَفَاةِ مَوْتٍ. یعنی بیان کیا ہم سے علی بن سہل نے۔ اس نے کہا۔ ہم سے مضمرہ بن ربیعہ نے ابن شوذب سے بیان کیا اس نے مطرالوراق سے خداتعالیٰ کے قول ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' میں روایت کی۔ کہا میں پورا لینے والا ہوں تجھ کو دنیا سے، اور وفات سے مراد موت نہیں ہے۔ (ابن جریر،جلد سوم،ص۱۸۳،سطر۲۲و۲۳)

توفی بمعنی موت: اور اگر ''توفی'' کے معنی موت کے کئے جائیں تو بقول نصاریٰ یہ وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرکر زندہ کئے گئے اور پھر آسمان کی طرف اٹھائے گئے جیسا کہ ابن جریر میں ہے۔ ''حدثنا ابن حمید قَالَ ثنا سَلْمَةُ عَنْ ابْنِ اِسْحَاق قَالَ: النَّصَارٰی یَزْعَمُوْنَ اَنَّهُ تَوَفَّاهُ سَبْعَ سَاعَاتٍ مِنَ النَّهَارِ ثُمَّ اَحْیَاهُ اللّٰهُ''. یعنی بیان کیا ہم سے ابن حمید نے اس نے کہا ہم سے سلمہ نے اسحاق سے روایت کی اس نے کہا۔ نصاریٰ گمان کرتے ہیں کہ تحقیق اس نے اسکو دن میں سے سات ساعتیں مارا پھر اسکو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔ (ابن جریر،جلد سوم،ص۱۸۳،سطر۱۵۱)

اور مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ ''تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف

۲......معالم میں ہے:قَالَ رَبِیْعُ بْن انس اَلْمُرادُ بالتَّوَفّی اَلنَّوْمُ وَکَانَ عِیسٰی قَدْ نَامَ فَرَفعَهُ اللّٰهُ نَائِمًا اِلَی السَّمَآءِ مَعْنَاهُ اِنِّیْ مُنِیْمُکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تعالٰی ﴿هُوَالَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ﴾ ای ینیمکم یعنی ربیع بن انس نے کہا توفی سے مراد نیند ہے اور عیسیٰ سوئے ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو سونے کی حالت میں آسمان کی طرف اٹھالیا۔آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو سلانے والا ہوں اور تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:هُوَالَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ یعنی ''سلاتا ہے تم کو رات کو''۔ (معالم،ص۱۶۲)

۳......خازن میں ہے:ان المراد بالتوفی النوم. ومنه قوله عزوجل ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا﴾ فَجَعَلَ النَّوْمَ وَفَاةً وَکَانَ عِیْسٰی قَدْ نَامَ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ وَهُوَ نَائِمٌ لِئَلَّا یلحقهٗ خوف فمعنی الایة ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ یعنی توفی سے مراد نیند ہے اور اسی سے ہے قول خدا تعالیٰ کا ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ......الخ﴾ پس بنایا نیند کو وفات اور عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا درانحالیکہ وہ نائم تھے تاکہ ان کو خوف لاحق نہ ہو پس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو سلانے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

(تفسیر خازن،جلد اول،ص۲۴۰)

تَوَفّی بمعنی پورا لینا: اگر توفی کے معنی پورا لینے کے کئے جائیں تو بھی یہ وعدہ پورا ہو چکا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام پورے بجسد عنصری اٹھائے گئے جیسا کہ ''درمنثور'' میں ہے۔

۱......واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من وجه آخر عن الحسن فی الایة قَالَ ﴿رَفَعَهُ اللّٰهُ﴾ فَهُوَ عِنْدَهٗ فِی السَّمَآءِ یعنی ابن جریر نے اور ابن ابی حاتم نے

دوسری وجہ سے اس آیت میں حسن سے روایت کی ہے۔کہا اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھا لیا اور وہ اس کے نزدیک آسمان میں ہے۔ (درمنثور،جلد دوم،ص۳۱،سطر۲۰)

۲......خازن میں ہے:مَعْنَاهُ اِنِّیْ قَابِضُکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ. یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو پورا لینے والا ہوں اور موت کے بغیر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

(خازن،جلد اول،ص۲۴۰)

۳......ابن جریر میں ہے:حدثنا عَلِیُّ بْنُ سَهْلٍ قَالَ ثنا ضَمْرَةُ بْنِ رَبِیْعَةَ عَنْ ابْنِ شَوْذَبٍ عَنْ مطر الوراق فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ قَالَ مُتَوَفِّیْکَ مِنَ الدُّنْیَا وَلَیْسَ بِوَفَاةِ مَوْتٍ. یعنی بیان کیا ہم سے علی بن سہل نے۔اس نے کہا۔ہم سے ضمرہ بن ربیعہ نے ابن شوذب سے بیان کیا اس نے مطر الوراق سے خدا تعالیٰ کے قول ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' میں روایت کی۔کہا میں پورا لینے والا ہوں تجھ کو دنیا سے، اور وفات سے مراد موت نہیں ہے۔(ابن جریر،جلد سوم،ص۱۸۳،سطر۲۲و۲۳)

توفی بمعنی موت: اور اگر ''توفی'' کے معنی موت کے کئے جائیں تو بقول نصاریٰ یہ وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر کر زندہ کئے گئے اور پھر آسمان کی طرف اٹھائے گئے جیسا کہ ابن جریر میں ہے۔''حدثنا ابن حمید قَالَ ثنا سَلْمَةُ عَنْ ابْنِ اِسْحاق قَالَ: النَّصَارٰی یَزْعَمُوْنَ اَنَّهٗ تَوَفَّاهُ سَبْعَ سَاعَاتٍ مِنَ النَّهَارِ ثُمَّ اَحْیَاهُ اللّٰهُ''. یعنی بیان کیا ہم سے ابن حمید نے اس نے کہا ہم سے سلمہ نے اسحاق سے روایت کی اس نے کہا۔نصاریٰ گمان کرتے ہیں کہ تحقیق اس نے اسکو دن میں سے سات ساعتیں مارا پھر اسکو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔(ابن جریر،جلد سوم،ص۱۸۳،سطر۱۵۱)

اور مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ ''تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف

اٹھائے گئے اور چاروں انجیلوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام طبع اول ص ۲۴۸، طبع پنجم ص ۱۰۴-۱۰۵)

مگر مسلمانوں کے نزدیک ’’توفی‘‘ بمعنی موت کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ وہ حضرت عیسیٰ کی دوبارہ تشریف آوری پر پورا کیا جائیگا۔

۱..... چنانچہ تفسیر ابن جریر میں ہے: قَالَ اَبُوْجَعْفَرٍ وَاَولٰی ھٰذِہِ الْاَقْوَالِ بِالصِّحَّۃِ عِنْدَنَا قَوْلُ مَنْ قَالَ مَعْنٰی ذٰلِکَ اِنِّیْ قَابِضُکَ مِنَ الْاَرْضِ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ لِتَوَاتُرِالْاَخْبَارِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقْتُلُ الدَّجَّالَ ثُمَّ یَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ مُدَّۃً ذَکَرَھَا اِخْتَلَفَتِ الرِّوَایَۃُ فِیْ مَبْلَغِھَا ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُصَلِّیْ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ وَیَدْفِنُوْنَہٗ. یعنی ابوجعفر نے کہا کہ ان اقوال میں سے بہتر اور صحیح ہمارے نزدیک وہ قول ہے جس نے یہ معنی کیا۔ میں تجھ کو زمین سے پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ کیونکہ تواتر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوگا اور دجال کو قتل کریگا پھر زمین میں ایک مدت تک رہے گا۔ جس کا ذکر باختلاف الروایت پہنچا ہے پھر مرے گا اور مسلمان اس پر جنازہ پڑھیں گے اور اس کو دفن کریں گے۔ (ابن جریر، جلد سوم ص ۱۸۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے

۲..... تفسیر درمنثور میں ہے: واخرج اسحق بن بشروابن عساکر من طریق جوھر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ﴾ یعنی رَافِعُکَ ثُمَّ مُتَوَفِّیْکَ[1] فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ. ترجمہ: اسحاق بن بشر نے اور ابن عساکر

[1] مرزائی کہا کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ یہ دونوں روایتیں ان کے قول کو رد کرتی ہیں۔ (ناظم)

بطریق جوہر ضحاک سے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ تجھ کو اٹھاؤنگا پھر آخر زمانہ میں ماروںگا۔

(درمنثور، جلد سوم، ص ۳۶، سطر ۳۲)

۳..... طبقات ابن سعد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ’’وَاَنَّ اللّٰہَ رَفَعَہٗ بِجَسَدِہٖ وَاَنَّہٗ حَیٌّ الْاٰنَ وَسَیَرْجِعُ اِلَی الدُّنْیَا فَیَکُوْنُ فِیْھَا مَلِکًا ثُمَّ یَمُوْتُ کَمَا یَمُوْتُ النَّاسُ. ترجمہ: اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) بجسد عنصری اٹھالیا ہے اور بیشک وہ اس وقت تک زندہ ہیں اور عنقریب دنیا کی طرف رجوع فرمائینگے پھر اس دنیا میں بادشاہ ہونگے پھر مرینگے جس طرح لوگ مرتے ہیں۔

(قہر یزدانی بحوالہ طبقات ابن سعد، جلد اول، ص ۲۶)

نوٹ: یہ وہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنکی تعریف خود مرزا صاحب نے ان الفاظ میں کی ہے۔ ’’حضرت ابن عباس قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارے میں انکے حق میں آنحضرت ﷺ کی ایک دعا بھی ہے‘‘۔ (ازالہ اوہام، طبع اول ص ۲۴۷، طبع پنجم ص ۱۰۴)

حدیث میں ’’رُجُوع‘‘ کا لفظ

۴..... خود آنحضرت ﷺ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے چنانچہ وہ ارشاد یہ ہے۔ قال الحسن قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِلْیَھُوْدِ اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ. ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں مرے اور بیشک وہ قیامت سے پہلے تمہاری (نسل کی) طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

(تفسیر ابن جریر، جلد سوم، ص ۱۸۳، سطر ۲۸، درمنثور، جلد دوم، ص ۳۶)

اب اس سے زیادہ معتبر شہادت اور کیا ہوسکتی ہے۔ نیز اس حدیث میں ’’رجوع‘‘

کا لفظ قابل غور ہے۔ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔

''رُجُوع'' لوٹ کر جانے کا نام ہے۔ اس کی طرف جس سے ابتداء ہو۔ یا تقدیراً ابتداء خواہ بلحاظ مکان کے ہے یا فعل کے یا قول کے۔ (تفسیر بیان القرآن، جلد اول، ص۵۹)

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رجوع مکانی ہے کیونکہ وہ زمین سے ہی آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان سے واپس لوٹ کر زمین پر ہی آئینگے۔ **فھو المراد**

۵.....**امام بخاری کا عقیدہ:** امام بخاری بھی اپنی تاریخ میں یہی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب وفات پائینگے تو مدینے شریف میں حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک میں دفن کیے جائیں گے۔ عبارت یہ ہے۔ واخرج البخاری[1] فی تاریخہ والطبرانی عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیہ فیکون قبر رابعا. ترجمہ: بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں اصحابوں کے ساتھ (روضہ اطہر میں) دفن کیے جائیں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

(در منثور، جلد دوم، ص۲۴۵، سطر آخر)

۶.....حضرت **عبداللہ ابن عمر** رضی اللہ عنہما نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اسی مضمون کی ایک حدیث بیان کی ہے جو یہ ہے: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ. ترجمہ: عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہا، رسول خدا ﷺ نے فرمایا، عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف نازل ہونگے پس نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی

[1] مرزائی کہتے ہیں کہ امام بخاری بھی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ یہ روایت ان کے قول کو رد کرتی ہے۔ (ناظم)

اور وہ پینتالیس برس زندہ رہیں گے پھر مریں گے اور میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کیے جائینگے پس میں اور عیسیٰ ابن مریم (قیامت کے دن) ابوبکر اور عمر کے درمیان ایک مقبرہ سے اٹھینگے۔ (مشکوٰۃ، باب نزول عیسیٰ، فصل تیسری)

نوٹ: اس حدیث کی صحت پر مرزا صاحب نے مہر تصدیق ثبت فرمائی ہوئی ہے چنانچہ محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق اس حدیث کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا نیز صاحب اولاد ہوگا گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔ (ضمیمہ انجام آتھم، طبع دوم، ص۵۳، حاشیہ)

کیوں جناب! مرزا صاحب نے کس زور سے اس حدیث کی صحت اور صداقت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے اگر اب بھی کوئی ''سیاہ دل'' نہ مانے اور شبہات میں پڑے تو اس کی مرضی۔

مرزا صاحب کے نزدیک احادیث سے رفع مسیح ثابت ہے

صحیح العقل اور سلیم الفطرت کو سمجھانے کیلئے تو رفع مسیح کے متعلق کافی سے زیادہ لکھا جا چکا ہے مگر مرزائیوں کی تسلی اور اتمام حجت کیلئے ان کے پیر کی شہادت بھی پیش کر دی تا کہ شَھِدَ شَاھِدٌ مِّنْ اَھْلِھَا کی مثال بھی ہو جائے اور شائد کوئی سعید روح تسلی پا کر راہ راست پر آ جائے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ''اب پہلے ہم صفائی بیان کیلئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے۔ وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا

اورادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کررہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں''۔ (توضیح مرام، طبع اول، ص۳، طبع پنجم، ص۴)

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔ مرزا صاحب نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں سے مسیح کا آسمان پر جانا ثابت ہے۔ فھو المراد. والحمد للہ علی ذلک

عام طور پر دیکھا گیا کہ مرزائیوں کو جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے جواب ملتا ہے تو وہ ضد کی بناء پر فلسفہ کی آڑ لیکر فرار کی راہ ڈھونڈتے ہیں اور عموماً یہ دو شبے پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ

پہلا شبہ: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا اسی جسم کے ساتھ آسمان پر جانا فلسفہ کی رو سے محال ہے جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ''نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب یا کرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے''۔ (ازالہ اوہام، طبع اول، ص۴۷، طبع پنجم، ص۲۲)

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بخود آسمان پر نہیں گئے کہ ان کو اس قسم کی تکالیف پیش آتیں بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ حکمت بالغہ سے ان کو آسمان پر اٹھالیا اور خدا تعالیٰ

کے اٹھانے میں یہ رکاوٹیں پیش نہیں آسکتیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب کو تسلیم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ ''خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان معہ جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے''۔ (چشمہ معرفت، ص۲۱۹)

پس مرزائیوں کا یہ شبہ نہایت لغو اور فضول ہے۔

دوسرا شبہ: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا قانون قدرت کے برخلاف ہے۔

جواب: مرزائیوں کا یہ شبہ بھی نہایت بودا ہے جو محض قلت تدبر کی وجہ سے کیا جاتا ہے کیونکہ اول تو کوئی آدمی دنیا میں ایسا نہیں۔ جس نے قانون قدرت کا احاطہ کیا ہو یا کر سکے پس جب قانون قدرت کا احاطہ نہیں ہوسکتا تو اس کے خلاف ہونا کیا معنی؟ دوسرے یہ کہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ ''خدا اپنے بندوں کیلئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے''۔
(چشمہ معرفت، ص۹۴)

پس جب خدا تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے اپنا قانون بدل لیتا ہے تو پھر اعتراض ہی کیسا؟

الحمد للہ کہ ہم اس کے احسان اور اس کی توفیق سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اور مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت کر چکے اب نزول مسیح کا ثبوت لکھتے ہیں۔ (بعون اللہ تعالیٰ)

جواب حصہ دوم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے ثبوت میں

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اگر رفع مسیح ثابت ہو جائے تو نزول مسیح کا ثابت ہونا کوئی مشکل نہیں۔ اور مرزا صاحب کا بھی یہی ارشاد ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اس کے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے۔ لہٰذا یہ بحث بھی کہ مسیح اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اتریگا جو دنیا میں اسے حاصل تھا۔ اس دوسری بحث کی فرع ہوگی جو مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا گیا تھا جبکہ یہ بات قرار پائی تو اول ہمیں اس عقیدہ پر نظر ڈالنا چاہئے جو اصل قرار دیا گیا ہے کہ کہاں تک وہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کیونکہ اگر اصل کا کماحقہٗ تصفیہ ہو جایگا تو پھر اس کی فرع ماننے میں تامل نہیں ہوگا اور کم سے کم امکانی طور پر ہم قبول کر سکیں گے کہ جب ایک شخص کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چلے جانا ثابت ہو گیا ہے تو پھر اسی جسم کے ساتھ واپس آنا اس کا کیا مشکل ہے''۔ (ازالہ اوہام طبع اول ص۲۶۹ دوم طبع پنجم ص۱۱۲)

سو الحمد للہ کہ ہم نہ صرف قرآن شریف سے، انجیل سے، حدیث شریف سے، آثار صحابہ سے اور اقوال مفسرین سے حضرت مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کر چکے ہیں بلکہ مرزا صاحب سے اقبالی ڈگری بھی حاصل کر چکے ہیں پس جب حسب تحریر مرزا صاحب اصل کا کماحقہٗ تصفیہ ہو گیا تو پھر فرع کے ماننے میں مرزائیوں کو تامل نہیں ہونا چاہئے اور ہم امید کرتے ہیں کہ بہت سی سعید روحیں اپنے پیر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ماننے میں تامل نہیں کریں گی۔

اس تحریر کے مطابق اگرچہ اب نزول مسیح کے متعلق ثبوت بہم پہنچانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ مرزائی جماعت میں اکثر لوگ جو معمولی حرف شناس ہیں بلکہ بہت سے ناخواندہ ہیں جو مذہبی واقفیت نہیں رکھتے ان کو اس غلط فہمی میں مبتلا کیا گیا ہے کہ نزول مسیح سے مراد یہ نہیں کہ سچ مچ مسیح آسمان سے نازل ہوگا یا وہی مسیح ابن مریم آئیگا جو حضور علیہ السلام سے پہلے بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوا تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس جیسا کوئی اور آدمی مسیح موعود ہوگا اور وہ مرزا صاحب ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک) حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے جو آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کی روشنی میں صحیح تعلیم پیش کیجائے اور بتایا جائے کہ وہی مسیح ابن مریم نازل ہوگا جو آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔

ع ''تا کہ سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد''

شعر

جو گیا تھا آسماں پر محترم — وہ ہی عیسیٰ آئیگا حق کی قسم
با تواتر یار سے اغیار سے — ہے یہ ثابت نص سے اخبار سے
اعتراض فلسفی سب ہیں فضول — ہے قیامت کا نشاں اس کا نزول

قرآن مجید سے ثبوت

نزول مسیح کے متعلق پہلی آیت یہ ہے: وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (پ۳،ع۱۳) ترجمہ: (از مولوی محمد علی صاحب) اور وہ لوگوں سے جھولے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کریگا۔

اس آیت میں حضرت مریم صدیقہ کو بشارت دی گئی تھی کہ مسیح لوگوں سے پنگوڑے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کریگا سو پنگوڑے میں تو لوگوں نے آپ کی باتیں سنیں لیکن ادھیڑ عمر ہونے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے وعدے اپنے اپنے وقت پر ضرور پورے ہوتے ہیں اسلئے ادھیڑ عمر میں باتیں کا وعدہ اس وقت پورا ہوگا جب وہ آسمان سے نزول فرمائینگے۔

۱...... جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں ہے: ’’حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وهب قال سمعته یعنی ابن زید یقول فی قوله ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ قَالَ قَدْ كَلَّمَهُمْ عِيْسٰى فِي الْمَهْدِ وَسَيُكَلِّمُهُمْ اِذَا قَتَلَ الدَّجَّالَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ كَهْلٌ. ترجمہ: مجھ سے یونس نے بیان کیا اس نے کہا ہم کو ابن وہب نے خبر دی اس نے کہا میں نے ابن زید سے سنا وہ اس آیت وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا میں کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پنگوڑے میں ان سے کلام کیا اور عنقریب ان سے کلام کرے گا جس وقت دجال قتل کیا جائیگا اور وہ اس وقت ادھیڑ عمر میں ہوگا۔ (ابن جریر، جلد۳، ص۱۷۰، سطر ۲۶ و در منثور، جلد۲، ص۲۵، سطر۲۹)

۲...... تفسیر خازن میں ہے: وَقَالَ الْحَسَنُ ابْنُ الْفَضْلِ ﴿وَكَهْلًا﴾ يعنى ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ بَعْدَ نُزُوْلِهٖ مِنَ السَّمَآءِ وَفِيْ هٰذِهٖ نَصٌّ عَلٰى اَنَّهٗ سَيَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ. ترجمہ: حسن بن فضل نے کھلاً کی تفسیر میں کہا ہے کہ لوگوں سے ادھیڑ عمر میں آسمان سے نازل ہونے کے بعد باتیں کرے گا اور یہ اس بات پر نص قطعی ہے کہ وہ عنقریب آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوگا اور دجال کو قتل کرے گا۔ (خازن، جلد اول، ص۲۳۵، سطر۱۳)

۳...... تفسیر معالم التنزیل میں ہے: وَقِيْلَ لِلْحُسَيْنِ بْنِ الْفَضْلِ هَلْ تَجِدُ نُزُوْلَ عِيْسٰى فِي الْقُرْاٰنِ قَالَ نَعَمْ وَقَوْلُهٗ ﴿وَكَهْلًا﴾ وَهُوَ لَمْ يَكْتَهِلْ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّمَا مَعْنَاهُ وَكَهْلًا بَعْدَ نُزُوْلِهٖ مِنَ السَّمَآءِ. ترجمہ: حسین بن فضل سے پوچھا گیا کہ کیا تو عیسیٰ کا نازل ہونا قرآن مجید میں پاتا ہے؟ اس نے کہا ہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَكَهْلًا (یعنی وہ ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کریگا) اور وہ دنیا میں ادھیڑ عمر کا نہیں ہوا اور اس کا یہی معنی ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد ادھیڑ عمر کا ہوگا۔ (معالم، ص۱۶۳، سطر۳)

اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ وہی عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے جو آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ ان کے بجائے کوئی اور شخص نہیں آئیگا اگر کوئی ایرا غیرا نتھو خیرا مسیحیت کا دعویٰ کرے تو وہ نا قابل قبول ہے کیونکہ وہ کذاب ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے پہلے ہی انجیل میں خبر دیدی تھی کہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ وہ میں ہی ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کرینگے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں یا دیکھو وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور نشان اور عجیب کام دکھائیں گے تاکہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کردیں لیکن تم خبردار رہو دیکھو میں نے تم سے سب کچھ پہلے ہی کہہ دیا ہے۔ (مرقس، باب۱۳، آیت۶ و آیت۲۱ تا ۲۳)

دوسری آیت یہ ہے جس سے نزول مسیح ثابت ہے: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (پ۶، ع۳) ترجمہ: اور اہل کتاب میں کوئی نہیں جو اس کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) ساتھ اس کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

یہ آیت بھی صاف طور پر ثابت کررہی ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف

لائیں گے جو آسمان پر بجسد عنصری اٹھائے گئے تھے کیونکہ اس آیت سے پہلی آیت بَلْ رَفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے اور اس آیت میں ان کے نزول کا اور اسی آیت سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آنے پر استدلال کیا ہے اور اسی استدلال کے جرم میں مرزاجی نے ان کی توہین کرتے ہوئے انہیں ''ناقص الفہم'' قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ.. الاٰية﴾ (متفق علیہ) ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے[1] اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ضرور بالضرور تم میں ابن مریم حکم اور عدل ہو کر نزول فرمائیں گے اور وہ صلیب کو توڑینگے اور خنزیر کو قتل کرینگے اور جزیہ کو ہٹادیں گے اور مال بہت ہوگا یہانتک کہ کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر تم (اس کا ثبوت) چاہو تو پڑھو: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (الاٰیۃ)۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(مشکوٰۃ، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

اس حدیث کی صحت میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ متفق علیہ ہونے کے

[1] مرزا صاحب لکھتے ہیں: قسم بتاتی ہے کہ خبر ظاہری پر محمول ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ استثناء۔ (حمامۃ البشریٰ، ص۱۴)

علاوہ اس قدر مشہور ومقبول ہے کہ شاید ہی کوئی حدیث یا تفسیر کی کتاب ہوگی جسمیں یہ درج نہ ہو اور لطف یہ ہے کہ مرزا خدابخش مرزائی نے بھی اپنی کتاب عسل مصفی میں نزول مسیح کے ثبوت میں اسی حدیث کو بخاری کے حوالہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ ''اس حدیث سے حضرت مسیح کے نازل ہونے کا صریح ذکر ہے''۔ (ملاحظہ ہو عسل مصفی، جلد اول ص۲۰۲)

باوجود اس بات کے کہ مرزا خدابخش نے نقل حدیث میں تھوڑی لفظی تحریف کی ہے کہ يَضَعُ الْجِزْيَةَ کی بجائے يَضَعُ الْحَرْبَ لکھا ہے۔ (دیکھو بخاری، مطبوعہ حسینیہ مصر، جلد دوم، ص۱۷۱، باب نزول عیسیٰ) تاہم ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی صحت میں تو انکار نہیں کیا۔ مگر مولوی محمد علی صاحب نے نہ صرف اس حدیث سے انکار کیا ہے بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذمے یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کے قائل نہیں۔ چنانچہ ''بیان القرآن'' جلد اول صفحہ ۵۷۸و۵۷۹ کے نوٹ ۶۵۷ میں لکھتے ہیں۔ ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک روایت منسوب ہے جسمیں نزول ابن مریم کا ذکر کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا۔ فاقرؤا ان شئتم وان من اهل الكتب.... جو شخص یہ روایت بیان کرتا ہے کہ نازل ہونیوالا ابن مریم تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ آئیں گے''۔

جواب: ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب نے دیدہ دانستہ ایسی مشہور ومعروف حدیث کا کس جرأت اور دلیری سے انکار کیا اور۔

ع ''چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد''

کی مثال کو صحیح کر دکھایا ہے:

اول: تو ہم مولوی صاحب سے الزامی طور پر پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ

عقیدہ نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ آئینگے تو مرزا صاحب کا انہوں نے کیا بگاڑا تھا کہ وہ ان کو کم تدبر کم درایت اور غلط فہم جیسے نامناسب اور توہین آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''غرض اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کم تدبر کرنیوالے صحابی جنکی درایت اچھی نہیں تھی۔ (جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) وہ اپنی غلط فہمی سے عیسیٰ موعود کے آنے کی پیشگوئی پر نظر ڈال کر یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ ہی آئینگے جیسا کہ ابتداء میں ابو ہریرہ کو بھی یہی دھوکا لگا ہوا تھا اور اکثر باتوں میں ابو ہریرہ بوجہ اپنی سادگی اور کمی درایت کے ایسے دھوکوں میں پڑ جایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی کے آگ میں پڑنے کی پیشگوئی میں بھی اسکو یہی دھوکہ لگا تھا اور آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کے ایسے الٹے معنی کرتا تھا جس سے سننے والے کو ہنسی آتی تھی کیونکہ وہ اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے سب اس پر ایمان لے آئیں گے''۔

(حقیقۃ الوحی، ص۳۴، طبع مئی ۱۹۰۷ء، مطبوعہ میگزین قادیان)

دوم: یہ کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ انکا عقیدہ یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ خود دوبارہ آئینگے۔ جیسا کہ عبارت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے اور آپ کہتے ہیں کہ انکا یہ عقیدہ نہیں تھا اب بتائیں کہ آپ سچے ہیں یا مرزا صاحب؟

سوم: یہ کہ جس حدیث کی بنا پر آپ نے ان کے عقیدہ سے انکار کا استدلال کیا ہے۔ وہ حدیث بھی جب انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو بقول مرزا صاحب (نعوذ باللہ) کم فہم اور بے عقل تھے تو اس حدیث کا کیا اعتبار؟ اور اس سے استدلال کرنا کیسا؟

چہارم: یہ کہ مرزا صاحب کی تحریر بالا سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی توہین ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اور جو شخص توہین اصحاب کا مرتکب ہو وہ مجرم ہے یا نہیں؟

جناب حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ. یعنی میرے اصحاب کو برا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی آدمی احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرے تو انکے ایک مد کے ثواب کو نہیں پہنچتا اور نہ اس کے آدھے کے برابر بھی۔ (مشکوۃ مترجم، جلد۴، ص۳۶۰)

دوسری جگہ ارشاد ہے: اَكْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ یعنی میرے اصحاب کی تعظیم کرو اس لئے کہ وہ تمہارے بہترین ہیں۔ (مشکوۃ مترجم، جلد۴، ص۳۶۳)

پس مرزا صاحب نے حضور علیہ السلام کے اس فرمان واجب الاذعان کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں؟ اور جو شخص حضور علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔ اسکی نسبت آپ کیا فتویٰ دیتے ہیں؟

دوسری حدیث: جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس سے ان کے عقیدہ پر مزید روشنی پڑتی ہے، یہ ہے: حدثنا ابن حمید قال ثنا سلمة عن ابن اسحاق عن محمد بن سلم الزهری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن ابی هريرة قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ لَيَهْبِطَنَّ اللّٰهُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا وَاِمَامًا مُقْسِطًا يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَجِدُ مَنْ يَّاْخُذُهٗ وَلَيَسْلُكَنَّ الرَّوْحَاءَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ يَدِيْنُ بِهِمَا جَمِيْعًا. ترجمہ: ابن جریر فرماتے ہیں ہم سے ابن حمید نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے سلمہ نے ابن اسحاق سے اس نے محمد بن سلم زہری سے اس نے حنظلہ بن علی الاسلمی سے اس نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو ضرور نازل کریگا جو حکم، عدل اور بادشاہ ہوکر آئیں گے۔ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل

کریں گے اور جزیہ کو ہٹا دینگے اور مال بہت ہوگا یہاں تک کہ کوئی آدمی ایسا نہ پایا جائیگا جو اس کو لے اور وہ روحا سے حج اور عمرہ یا دونو کو اکٹھا بجالانے کیلئے ضرور چلیں گے۔

(تفسیر ابن جریر، جلد ۳، ص ۱۸۲، سطر ۲۰۔۲۳)

اس حدیث میں ''ہبوط'' کا لفظ آیا ہے جو قابل غور ہے۔ ہبوط کے معنی ہیں اوپر سے نیچے آنا۔ (منتہی الارب) پس یہ لفظ صاف طور پر ثابت کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر سے (آسمان سے) نیچے (زمین پر) اتریں گے اور یہی عقیدہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

نوٹ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کی کیفیت حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت میں درج ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ''اذ هبط عیسی بن مریم بشرقی دمشق عند المنارة البیضاء بین مهزوقین واضعا یده علی اجنحة ملکین. یعنی جب عیسیٰ ابن مریم دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارہ کے نزدیک آسمان سے اتریں گے تو دو زرد کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے ہونگے۔

(ترمذی مترجم، جلد دوم، ص ۱۱۹، باب فتنہ دجال)

مسیح کا آسمان سے اترنا مرزا صاحب کو تسلیم ہے

مرزا صاحب نے اس حدیث پر بھی مہر تصدیق لگائی ہوئی ہے چنانچہ اپنی بیماری کے متعلق اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہونگی تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے

دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول''۔ (رسالہ تشحیذ، ماہ جون ۱۹۰۶ء، ص ۵، اخبار بدر ۷ جون ۱۹۰۶ء، ص ۵، کالم ۲)

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔ مرزائی کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے آسمان سے اترنے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے۔ مگر یہاں مرزا صاحب نے خود تسلیم کر کے ''سیاہ دل'' منکروں کے قول کو رد کر دیا ہے۔ شعر

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے پھولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

تیسری حدیث: جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یہ ہے۔ اخرج احمد ومسلم عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قَالَ لَيُهِلَّنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ بِالْحَجِّ اَوْبِالْعُمْرَةِ اَوْلَيُثَنِّيَنَّهُمَا جَمِيْعًا ترجمہ: احمد اور مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم فج روحا سے حج یا عمرہ کیلئے یا دونوں کو ادا کرنے کیلئے احرام[1] باندھیں گے۔ (درمنثور جلد جلد ۲ ص ۲۴۲ سطر ۱۱)

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں۔ وهذا یکون بعد نزول عیسی علیه السلام من السماء فی اخر الزمان. ترجمہ: یہ کام (حج وغیرہ کا ادا کرنا) عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد آخر زمانے میں ہوگا۔

(نووی شرح مسلم، جلد اول، ص ۴۰۸، باب جواز التمتع فی الحج والقران)

اب اس حدیث سے بھی صاف ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی خود دوبارہ تشریف لائینگے۔ ان سے اس قسم کی اور بھی بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ جن کے لکھنے کی اس مختصر سے رسالہ میں گنجائش نہیں ہے۔ شہادت کیلئے

[1] مرزا صاحب نے حج نہیں کیا۔ لہٰذا ان کا دعویٰ مسیحیت باطل ہے۔ (ناظم)

صرف اسی قدر کافی ہیں۔

حدیث ”امامکم منکم“ کا مطلب: یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو بخاری اور مسلم کے علاوہ مسند امام احمد بیہقی کی کتاب اسماء والصفات، مشکوٰۃ اور در منثور میں بھی درج ہے۔ پوری حدیث اس طرح پر ہے: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَآءِ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (بیہقی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا“۔

اس حدیث کا مطلب نہایت صاف اور واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ابن مریم کے نزول اور امام مہدی کے ظہور کی خبر دی ہے۔ مگر مرزائی اس میں تحریف کر کے الٹے معنی کرتے ہیں کہ ”اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نزول فرما ہوگا اور وہ تمہیں میں سے ایک امام ہوگا“۔ (عسل مصفی، جلد اول، ص ۲۰۲)

خود مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ ”بخاری صاحب اپنی صحیح میں صرف امامکم منکم کہہ کر چپ ہو گئے۔ یعنی صحیح بخاری میں صرف یہی مسیح کی تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک شخص تم میں سے ہوگا اور تمہارا امام ہوگا“۔ (ازالہ اوہام، طبع اول ۱۳۲ طبع پنجم، ص ۶۲)

پس اسی غلط ترجمہ اور غلط فہمی کی بنا پر مولوی محمد علی صاحب حضرت ابو ہریرہ کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”جو شخص یہ روایت بیان کرتا ہے کہ نازل ہونیوالا ابن مریم تمہارا امام تمہیں سے ہوگا۔ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ آئیں گے“۔ (بیان القرآن، جلد اول، ص ۵۷۹)

ہم کہتے ہیں کہ جو شخص مندرجہ بالا حدیثوں کی رو سے یہ روایت کرتا ہے کہ نازل ہونے والا ابن مریم آسمان سے اترے گا، بادشاہ ہوگا، صلیب کو توڑے گا، خنزیر کو قتل کرے

گا، جزیہ کو منسوخ کرے گا اور فج روحا سے احرام باندھ کر حج کرے گا۔ وہ یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھ سکتا کہ نازل ہونیوالا ابن مریم تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ لکھنے کو تو مولوی صاحب نے یہ عبارت لکھ ہی ماری لیکن ثبوت کوئی پیش نہیں کیا اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ دعویٰ بلا دلیل باطل ہوتا ہے لہٰذا مولوی صاحب کی یہ تحریر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ مرزائیوں کا ترجمہ غلط ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کے ترجمہ میں لفظ ”وہ“ زائد ہے جو حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں اور اسی بنا پر مطلب بھی غلط لیا گیا ہے پس اگر ”وہ“ نکال دیا جائے تو ترجمہ بھی صحیح ہو جاتا ہے اور مطلب بھی صاف نکل آتا ہے اور حدیث میں واؤ عاطفہ نہیں ہے بلکہ جمع کی ہے۔ دلیل اس کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو یہ ہے: وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَيَنْزِلُ عِيْسٰى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اُمَرَآءُ اَكْرَمَ اللّٰہُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ. ترجمہ: اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے اور امیر امت (امام مہدی) ان سے کہے گا۔ آؤ ہمیں نماز پڑھاؤ پس وہ کہیں گے۔ نہیں (میں امامت نہیں کرتا) بیشک، تم ہی بعض امیر امام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بزرگی عطا فرمائی ہے“۔

(مشکوٰۃ، مترجم، جلد ۴، ص ۱۲۸، باب نزول عیسیٰ)

یہ حدیث مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ”حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جو آنیوالا ہے۔ وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا“۔ (فتاویٰ احمدیہ، جلد اول، ص ۸۲)

پس اس حدیث مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ جب عیسیٰ نازل ہوں گے تو وہ امام نہ ہوں گے بلکہ ان کے سوا کوئی دوسرا شخص امام ہوگا جو اس امت میں سے ہوگا اور وہ امام مہدی

ہیں۔جن کا ذکر دوسری احادیث میں بھی موجود ہے [1]۔ گویا یہ حدیث زیر بحث حدیث کی تفسیر ہے جو ہمارے دعویٰ کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اس سے زیر بحث حدیث کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی دو علیحدہ علیحدہ ہستیاں ہیں جن کی خبر حضور ﷺ نے اس حدیث میں دی ہے۔ **فهو المقصود.**

اب ہم آیت مذکورۃ الصدر کی تفسیر حضرت ابو ہریرہ کے سوا دوسرے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے اقوال سے بیان کرتے ہیں۔

۱۔۔۔۔۔واخرج ابن جرير وابن ابی حاتم من طريق عن ابن عباس رضی الله عنهما فی قولهٖ ﴿وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قَالَ قَبْلَ موت عيسى. ترجمہ: ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کئی طریقوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں قَبْلَ مَوْتِهٖ سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے۔یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب ان کے ساتھ ایمان لے آئیں گے۔ (در منثور، جلد۲،ص۲۴۱، سطر۵)

۲۔۔۔۔۔واخرج عبدبن حميد وابن المنذر عن شهر بن حوشب فی قوله: ﴿وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ عن محمد بن علی بن ابی طالب هوابن الحنفية قَالَ: لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اَحَدٌ اِلَّا اَتَتْهُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وَجْهَهٗ وَدُبُرَهٗ ثُمَّ يُقَالُ يَاعَدُوَّاللّٰهِ اِنَّ عِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ كَذَبْتَ عَلَى اللّٰهِ وَزَعَمْتَ اَنَّهُ اللّٰهُ. اِنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ وَاَنَّهٗ رُفِعَ اِلَى السَّمَآءِ

[1] دیکھو مشکوۃ باب اشراط الساعۃ فصل ثانی۔خود مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ آنحضرت پیشگوئی میں فرماتے ہیں کہ وہ مہدی خلق اور خلق میں میری مانند ہوگا یُوَاطِئُ اسمُهٗ اسْمِیْ وَاسْمُ اَبِیْهِ اِسْمَ اَبِیْ یعنی میرے نام جیسا اس کا نام ہوگا اور میرے باپ کے نام کی طرح اسکے باپ کا نام۔ (ازالہ طبع اول،ص۱۴۷، ۱۴۸، طبع پنجم،ص۶۵)

وَهُوَ نَازِلٌ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَلَا يَبْقٰى يَهُوْدِىٌّ وَلَا نَصْرَانِىٌّ اِلَّا اٰمَنَ بِهٖ. ترجمہ: عبد ابن حمید نے اور ابن منذر نے شہر بن حوشب اس آیت میں وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ۔۔۔۔۔(الخ) حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے جو ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ ہے۔ روایت کی ہے۔اس نے کہا اہل کتاب میں سے کوئی نہیں کہ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔اس کے منہ اور دبر پر مارتے ہیں پھر کہتے ہیں۔اے خدا کے دشمن! بیشک عیسیٰ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہے تو نے خدا پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ وہ (عیسیٰ) اللہ ہے۔بیشک عیسیٰ نہیں مرے اور بیشک وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور وہ قیامت سے پہلے نازل ہونے والے ہیں پس کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا جو ان کے ساتھ ایمان نہ لائے۔

(در منثور، جلد۲،ص۲۴۱، سطر۱۸ تا ۲۱)

۳۔۔۔۔۔واخرج عبد الرزاق وعبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر عن قتادة فی قوله ﴿وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قَالَ اِذَانَزَلَ اٰمَنَتْ بِهِ الْاَدْيَانُ كُلُّهَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا. ترجمہ: عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ۔۔۔۔۔(الخ) میں روایت کی ہے کہ اس نے کہا۔جس وقت (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نازل ہونگے۔ان کے ساتھ کل فرقوں کے لوگ ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہونگے۔ (در منثور، جلد۲،ص۲۴۱، سطر۲۹و۳۰)

۴۔۔۔۔۔واخرج ابن جريرعن ابن زيد فی قولهٖ ﴿وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قَالَ اِذَا اُنْزِلَ عيسى علیہ السلام فَقَتَلَ الدَّجَّالَ لَمْ يَبْقَ يَهُوْدِىٌّ فِى الْاَرْضِ اِلَّا اٰمَنَ بِهٖ. ترجمہ: اور ابن جریر نے ابن زید سے اس آیت ﴿وَاِنْ

مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ ......الخ﴾ میں روایت کی ہے۔اس نے کہا۔جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے پس دجال کوقتل کرینگے اورکوئی یہودی زمین میں باقی نہ ہوگا جوان کے ساتھ ایمان نہ لائے۔ (درمنثور،جلدوصفحہ مذکور)

۵......واخرج ابن جریر عن ابی مالک ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قَالَ ذٰلِكَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا اٰمَنَ بِهٖ. ترجمہ:ابن جریر نے ابی مالک سے اس آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ......الخ میں روایت کی ہے۔اس نے کہا یہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے وقت ہوگا۔اہل کتاب میں سے کوئی باقی نہ رہے گا جوان کے ساتھ ایمان نہ لائے۔

(درمنثور،جلدوصفحہ مذکور،سطر۳۳،۳۴)

۶......واخرج ابن جریر عن الحسن ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِيْسٰى وَاللّٰهِ اِنَّهُ الْاٰنَ حَيٌّ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اِذَا نَزَلَ اٰمَنُوْا بِهٖ اَجْمَعُوْنَ. ترجمہ:ابن جریر نے حضرت حسن سے اس آیت: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ......الخ﴾ میں روایت کی ہے اس نے کہا۔قَبْلَ مَوْتِهٖ سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے اورخدا کی قسم بیشک وہ اس وقت خدا کے نزدیک زندہ ہے اورلیکن جس وقت وہ نازل ہوگا۔ تمام لوگ اسکے ساتھ ایمان لائیں گے۔ (درمنثور،جلد۲،ص۲۴)

اس قسم کی بیسیوں روایتیں ہیں۔جوصحابہ کرام اورتابعین عظام سے مروی ہیں اوران سب کے درج کرنے کی اس چھوٹے سے رسالے میں گنجائش نہیں۔اگرکسی کوزیادہ دیکھنے کی خواہش ہوتو وہ ابن جریر،درمنثور وغیرہ تفاسیر کا مطالعہ کرے۔

یہود کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایمان لانے پراعتراض اوراس کا جواب

اعتراض: مولوی صاحب کواس تفسیر پر بھی اعتراض ہے چنانچہ لکھتے ہیں ”اورپھر یہودیوں کا حضرت عیسیٰ پر دوبارہ نزول کے وقت ایمان لانا بے معنی ہے اگر دوبارہ نزول فرض بھی کرلیا جائے تو ایمان حضرت محمد مصطفی ﷺ پر وہ لائیں گے، نہ حضرت عیسیٰ پر۔اس وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کے یہ معنی ہوئے کہ اس وقت کے نبی حضرت عیسیٰ ہونگے۔ حالانکہ عام عقیدہ کے مطابق بھی وہ محض مجدد ہوکر آئینگے، نہ نبی ہوکر۔پھران پر ایمان لانے کے کیا معنی؟“ (بیان القرآن،جلد۱،ص۵۷۹)

جواب: مولوی صاحب کواپنی تفسیر بالرائے پر اس قدر ناز ہے کہ جابجا سلف صالحین کے برخلاف صفحات کے صفحات سیاہ کئے ہوئے ہیں۔خداجانے وہ بی۔اے یا۔ایم۔اے ڈگری یافتہ نہ تھے یاانہوں نے ایل ایل بی کا امتحان نہ دیا ہوا تھااس لئے ان کی تفسیر قابل اعتبار نہیں ہے۔مگرمولوی صاحب کویاد ہونا چاہئے کہ وہ خیرالقرون میں پیداشدہ، جناب سیدالمرسلین کے تربیت یافتہ صحابہ ﷺ کی سند حاصل کئے ہوئے اگراعتبار کے قابل نہیں تو آپ کا بیان کس طرح قابل اعتبار ہوسکتا ہے۔درانحالیکہ آپ ایک موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکے۔ سچ ہے شعر

خود ستائی تو خوار کرتی ہے ۔۔۔ بھوت سر پر سوار کرتی ہے
اس سے ہوتی ہے سلب عقل سلیم ۔۔۔ مرد کو بے وقار کرتی ہے

حضرت!اگرآپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کادوبارہ نزول تسلیم کریں توہمیں تو بڑی خوشی ہوگی اور جھگڑا ہی ختم ہوجائیگا اورآپ کی تمام مشکلیں بھی حل ہوجائینگی اوریہ تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے۔کہ ”عام عقیدہ کے مطابق وہ مجدد ہوکر آئیں گے، نہ نبی ہوکر پھران پر

ایمان لانے کے کیا معنی''؟ اس کی مثال تو خود آپ کے گھر میں موجود ہے۔ آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود بھی خیال کرتے ہیں اور مجدد بھی۔ اسی بنا پر آپ ان کے ساتھ بھی ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان بھی کہلاتے ہیں۔ آپ سے بڑھ کر قادیانی مرزا صاحب کو نبی بھی تسلیم کرتے ہیں اور مسلمان بھی کہلاتے ہیں۔ پس جب تمام مرزائی مرزا صاحب کیساتھ ایمان لانے کے باوجود مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں اور ان کے خیال میں مرزا صاحب کے ساتھ ایمان لانا دراصل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی ایمان لانا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ ایمان لانے والے لوگ کیوں مسلمان نہ کہلا سکیں گے۔ درانحالیکہ وہ حسب فرمان جناب رسول اللہ ﷺ حقیقی مسیح موعود ہونگے جو آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور جانشین ہونگے اور ان کے ساتھ ایمان لانا دراصل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی ایمان لانا ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ بہٖ اور موتہٖ کی ضمیریں بلکہ اس سے پہلی اور پچھلی آیت میں جتنی واحد غائب کی ضمیریں ہیں۔ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہیں اس سے کسی اور شخص کا مراد لینا جس کا ذکر یہاں نہیں ہے قرآن مجید کی بلاغت اور منشاء کے خلاف ہے اور اس سے رسول اللہ ﷺ بھی مراد نہیں لئے جاسکتے۔ کیونکہ آپ کو اس آیت سے ماقبل ومابعد کی ضمیر سے مخاطب کیا گیا ہے پس آپ کی یہ کمال خوش فہمی ہے کہ یہاں رسول خدا ﷺ کو مراد لے رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی اگر کچھ کسر رہ گئی تو احقر پھر خدمت کو تیار ہے۔

تیسری آیت: یہ ہے۔ جس سے نزول مسیح ثابت ہے: وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ. هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ. وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ○ (پ۲۵۔ ع۱۲) ترجمہ:''اور بیشک وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کیلئے

نشان ہے پس اس میں شبہ نہ کرو اور میری پیروی کرو۔ یہ راہ سیدھی ہے اور تم کو شیطان نہ روکے بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے''۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف لائینگے اور ان کا تشریف لانا قیامت کی نشانی ہے۔ خدائے علیم وخبیر کے علم میں تھا کہ کسی زمانہ میں شیطان بعض لوگوں کو اس عقیدہ سے ورغلا کر گمراہ کردے گا اس لئے اس نے اپنے نبیوں کی معرفت لوگوں کو پہلے ہی متنبہ کردیا کہ خبردار شیطان کے بہکانے پر اس عقیدہ سے انکار نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہونگے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔

(متی، باب۲۴، آیت۲۴و۲۵۔ مرقس، باب۱۳، آیت۲۲و۲۳)

اور آپ نے دوبارہ آنے کی خبر اس طرح دی تھی اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہوجائیگا اور چاند اپنی روشنی نہ دیگا اور ستارے آسمان سے گرینگے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائینگی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب یہ باتیں نہ ہولیں۔ یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی آسمان اور زمین ٹل جائینگے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ''۔

(متی، باب۲۴، آیت۲۹و۳۰۔ ۳۴تا۳۶۔ مرقس، باب۱۳، آیت۲۴تا۲۶۔ ۳۰تا۳۲)

اس کے بعداب قرآن مجید نے دوبارہ صراحت کردی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا حق ہے۔ شیطان کا دھوکہ نہ کھانا پس اگر کوئی اب بھی نہ سمجھے تو اس کی مرضی۔

اس آیت کی تفسیر آثار صحابہ سے بھی اس طرح مروی ہے چنانچہ درمنثور میں ہے:

۱...... اخرج الفریابی وسعید بن منصور ومسدود وعبد بن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیامة ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے کہا۔ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ کا مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے خروج ہے۔ (درمنثور، جلد ۶، ص ۲۱)

۲...... واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاھد رضی اللہ عنہما ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال اٰیة للساعة خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامة. ترجمہ: مجاہد نے ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ کی یہ تفسیر کی ہے۔ کہا۔ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ ابن مریم کا خروج قیامت کی نشانی ہے۔ (درمنثور، جلد ۶، ص ۲۰، سطر ۳۲)

۳...... عبد بن حمید وابن جریر عن الحسن ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عیسیٰ ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت سے مراد نزول عیسیٰ ہے۔ (درمنثور، حوالہ مذکور، سطر ۲۳)

۴...... واخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر عن قتادہ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عیسیٰ علم الساعة. حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کیلئے نشانی ہے۔ (درمنثور، جلد ۶، ص ۲۱، سطر ۳۴)

اس قسم کی اور بھی بہت روایات ہیں۔ مگر ''مشت از خروارے'' اسی قدر کافی ہیں۔ شکر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اس آیت پر کوئی خاص اعتراض نہیں کر سکے بلکہ تسلیم کرتے ہیں کہ ''انه میں ضمیر حضرت ابن عباس اور بعض مفسرین کے نزدیک ابن مریم کی طرف جاتی ہے۔'' اور ''حضرت عیسیٰ کو ساعت کیلئے نشان تو کہا جا سکتا ہے خواہ نزول عیسیٰ ہی مراد ہو۔'' مگر آخر کار اپنی عادت سے مجبور ہو کر جوش تحریر میں نوک قلم کا ایک کچوکا لگا ہی گئے کہ ''قیامت کے نشانوں میں اگر ہے تو نزول عیسیٰ ہے نہ خود عیسیٰ۔ مگر یہاں ذکر نزول عیسیٰ کا نہیں بلکہ عیسیٰ کا ہے۔ ہم قرآن شریف میں اپنی طرف سے یہ نہیں بڑھا سکتے کہ عیسیٰ سے مراد نزول عیسیٰ لے لیں''۔ (بیان القرآن، جلد ۳، ص ۱۶۸۶) کسی نے سچ کہا ہے: شعر

نیش کژدم نہ از پئے کین است   مقتضائے طبیعتش ایں است

مولوی صاحب کو جب تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ کو ساعت کیلئے نشان کہا جا سکتا ہے اور یہ بھی آپ مانتے ہیں کہ نزول عیسیٰ قیامت کے نشانوں میں سے ہے تو پھر انکار کس بات کا؟ رہا یہ امر کہ ساعة کا معنی قیامت ہے یا نہیں؟ سو یہ بھی آپ کو نوٹ ۹۳۱ میں تسلیم ہے کہ ساعة کا معنی قیامت ہے اور خاص اسی نوٹ کے اخیر میں انہوں نے یہ حدیث لکھی ہے۔ انا والساعة کھاتین اس میں بھی ساعة کا معنی قیامت ہی تسلیم کیا ہے تو پھر آپ کی زبانی فیصلہ ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کے نشانوں میں ہے اور یہی مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

چوتھی آیت: یہ ہے جس سے حضرت عیسیٰ کا دوبارہ تشریف لانا ثابت ہے: ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ (پ ۲۸، ع ۹) ترجمہ: وہ ہے وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ

بھیجا۔ تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگر چہ مشرک ناخوش ہوں۔

اس آیت سے بھی مفسرین کرام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے پر استدلال کیا ہے مگر مرزائیوں پر اتمام حجت کیلئے مرزا صاحب کی مایہ ناز کتاب ''براہین احمدیہ'' سے تفسیر پیش کرتے ہیں۔ ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئیگا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائینگے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا''۔ (براہین احمدیہ، جلد۴، ص۴۹۸و۴۹۹ حاشیہ در حاشیہ)

پانچویں آیت: یہ ہے جو مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے دوبارہ تشریف لانے کے متعلق پیش کی ہے: عَسٰی رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَ عَلَيْكُمْ[ل] وَإِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝ خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کرینگے اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنا رکھا ہے''۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر (نازل) ہونے کا ظاہر اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کرینگے اور حق محض جو دلائل واضح اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے۔ اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کیلئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اترینگے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دینگے اور کج و ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کر دے

ل مرزا صاحب نے یہ آیت غلط لکھی ہے۔ صحیح اس طرح پر ہے۔ عَسٰی رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا...... الخ (پ۱۵، ع۱)۔ (ناظم)

گا۔ (براہین احمدیہ، جلد۴، ص۵۰۵ حاشیہ)

اب ان حوالوں کے بعد دوسرا کوئی ثبوت بہم پہنچانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی جبکہ مرزا صاحب خود تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں خس و خاشاک سے صاف کر دینگے۔ مگر ممکن ہے کہ کوئی منچلا مرزائی یہ کہدے کہ مرزا صاحب نے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا۔ جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں۔ ''میں نے براہین میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جسکی طرف آجکل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں''۔ (ازالہ طبع اول، ص۱۹۷، طبع پنجم، ص۸۳)

سو اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کا یہی بیان ان کے اسلامی عقیدہ کو چھوڑنے اور نئے مذہب کی بنیاد رکھنے پرضلالت کرتا ہے چنانچہ وہ خود اسکی تصریح مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔ ''یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے صرف اس سرسری پیروی کیوجہ سے ہے جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔ کیونکہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کوئی دلیری نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے ہمارے نبی ﷺ پر جب تک خدا تعالیٰ کی طرف بعض عبادات کے ادا کرنے کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی تب تک اہل کتاب کی سنن دینیہ پر قدم مارنا بہتر جانتے تھے اور بروقت نزول وحی اور دریافت اصل حقیقت کے اسکو چھوڑ دیتے تھے۔ سو اسی لحاظ سے حضرت مسیح ابن مریم کی نسبت اپنی طرف سے کوئی بحث نہیں کی گئی تھی۔ اب جو خدا تعالیٰ نے حقیقت امر کو اس عاجز پر ظاہر فرمایا تو عام طور پر اس کا

اعلان از بس ضروری تھا''۔ (ازالہ اوہام طبع اول، ۱۹۸، طبع پنجم، ص ۸۳)

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

۱.....حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ جو براہین میں مرزا صاحب نے لکھا تھا۔ وہ اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے تھا۔

۲.....حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا آثار نبویہ سے ثابت ہے۔

۳.....جس طرح حضور ﷺ اپنے مولا کریم سے وحی پا کر اپنے پہلے انبیاء کی سنت کو چھوڑ دیتے تھے۔ اسی طرح مرزا صاحب نے اپنے رب ''عاج[1]'' سے الہام پاکر حضور ﷺ کے فرمائے ہوئے عقائد کو چھوڑ دیا۔ بس جھگڑا ہی ختم۔ حیرانگی کی بات ہے کہ مرزائی کس منہ سے کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ اگلی شریعت میں انہوں نے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ براہین میں جو کچھ لکھا تھا، مشہور عقیدہ کی بنا پر تھا بالکل غلط، جھوٹ اور دھوکا ہے۔ کیونکہ براہین میں جو کچھ آنجناب نے لکھا ہے۔ وہ قرآن شریف کی آیات سے استدلال کر کے لکھا ہے اور ازالہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اب قرآن مجید کی آیت کو ''مشہور عقیدہ'' کہہ کر ترک کرنا اور اپنے اوہام باطلہ پر عمل کرنا مرزا جی کی ہی شان ہے۔ مسلمان تو کوئی اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ مرزا صاحب کا براہین کے مضامین کو سرسری کہنا بھی محض دھوکا ہے۔ جس سے ناواقفوں کی نظر میں خاک جھونکنا مطلوب ہے۔ یا ''دروغ گو را حافظہ نباشد'' کا معاملہ ہے کیونکہ ''براہین احمدیہ'' ایک ایسی کتاب ہے۔ جسکی صحت

[1] مرزا صاحب لکھتے ہیں: ربّنا عاج۔ اور اسکا ترجمہ ''ہمارا رب عاجی ہے''۔ (براہین احمدیہ ص ۵۵۵۔۵۵۶ حاشیہ در حاشیہ)

اور صداقت کے متعلق مرزا صاحب کو بڑا ناز تھا اور اس کی نسبت وہ بہت کچھ لکھ چکے ہیں چنانچہ:

۱.....سب سے اول انہوں نے اشتہار انعامی دس ہزار شائع کیا۔ جس کا ملخص ابتدائی سطور میں یوں ہے۔ ''انعامی دس ہزار روپیہ ان سب لوگوں کیلئے جو مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھی ثابت کر دکھائیں یا اگر کتاب الہامی کی ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہماری ہی دلائل کو نمبروار توڑ دیں''۔ (براہین، ص ۱۷)

۲.....لکھتے ہیں: ''کہ اس کتاب میں وہ تمام صداقتیں مرقوم ہیں۔ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جنکی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے۔ وہ سب اسمیں مرقوم ہیں''۔ (براہین، ص ۱۳۶)

۳.....لکھتے ہیں: ''کہ یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اسکے علم حکمیہ اور اسکے اعلیٰ فلسفہ ظاہر کرنے کے لیے ایک عالی بیان تفسیر ہے''۔

(براہین، ص ۱۳۷)

۴.....لکھتے ہیں: ''جناب خاتم الانبیاء ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کتاب کو دیکھ کے عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا

ہے''۔ (براہین احمدیہ ص ۲۴۸ حاشیہ در حاشیہ)

۵..... لکھتے ہیں: ''اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اسکو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام کے ظاہر کیے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجت کیلئے کافی ہیں''۔ (براہین احمدیہ، ٹائٹل پیج صفحہ اخیر)

عبارت مندرجہ بالا سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ

۱..... براہین الہامی کتاب ہے جو قرآن شریف کی عالی بیان تفسیر ہے اور غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔

۲..... اس کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً اللہ ہے اور

۳..... اس کے مضامین اتمام حجت کیلئے کافی ہیں۔

پس حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا جو اس کتاب میں درج ہے۔ وہ الہامی ہے۔ جو خداتعالیٰ کی طرف سے ہے اور اتمام حجت کیلئے کافی ہے۔

بس فیصلہ شد: شعر

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں — زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

سوال ششم: امت مسلمہ میں باب نبوت مسدود ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو کیا آنحضرت کے رحمۃ للعالمین ہونے اور اس امت کے خیر الامم ہونے پر زد نہیں پڑتی؟

جواب: اس کا جواب شبہ نمبر۲ میں ص ۱۸ پر گذر چکا ہے۔

سوال ہفتم: کیا مجدد وقت یا امام زمان کا ماننا اور پہچاننا رکن ایمان ہے اور اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی؟

جواب: امام زمان مجدد وقت کا ماننا رکن ایمان نہیں ہے۔ کیونکہ امام نبی نہیں ہوتا (عسل مصفی

جلد دوم ص ۱۹) کہ اس کا انکار کفر ہو اور مجدد بھی نبی نہیں ہوتا کہ اس کا منکر کافر ہو اور نہ کسی امام اور مجدد نے اپنے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر کہا ہے۔

جن حدیثوں کی بنا پر یہ سوال کیا گیا ہے۔ ان کا مطلب بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مجدد کسے کہتے ہیں؟ پس جاننا چاہئے کہ

امام کی تعریف: امام کی تعریف یہ ہے۔ اَلْاِمَامُ الْمُؤْتَمُّ بِهٖ اِنْسَانًا كَانَ يُقْتَدٰى بِقَوْلِهٖ اَوْ فِعْلِهٖ اَوْ كِتَابًا (مفردات امام راغب، مطبوعہ مصر ۲۲)

ترجمہ: (از مولوی محمد علی صاحب) امام وہ ہے جس کی پیروی کی جائے خواہ انسان ہو۔ جس کے قول یا فعل کی پیروی ہو، یا کتاب۔ (بیان القرآن، جلد اول، ص ۱۱۴، نوٹ ۱۵۵) امام کی جمع آئمہ ہے۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ امام کی دو صورتیں ہیں۔ امام بصورت انسان اور امام بصورت کتاب۔ امام بصورت انسان کی دو قسمیں ہیں۔ امام حق اور امام باطل

امام حق وہ ہیں جو نیکی کی ہدایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ○ (پ۱۷، ع۵) ترجمہ: ''اور ہم نے انہیں امام بنایا۔ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے انکی طرف نیک کام کرنے کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے''۔

امام باطل وہ ہیں جو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ (پ۲۰، ع۷) ترجمہ: ''اور ہم نے انہیں امام بنایا جو آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن انہیں مدد نہیں دی جائیگی''۔

امامت کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ امامت خاص اور ۲۔امامت عام

اول: امامت خاص جسے امامت کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو عطا کی گئی جیسا کہ خداتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا تھا: اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (پ۱، ع۱۵) یعنی ''میں ضرور تجھے لوگوں کیلئے امام بنانے والا ہوں''۔

اس امامت کیلئے دعویٰ کی بھی ضرورت ہے اور اس کا ماننا بھی فرض ہے۔ کیونکہ یہ امامت دراصل نبوت ہی ہے اور نبوت پر ایمان لانا فرض اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ مگر چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے ساتھ ہر قسم کی نبوت اور رسالت ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے اب نہ امامت کبریٰ کا وجود باقی ہے اور نہ اس کے دعویٰ کی گنجائش ہے بلکہ اب اگر کوئی شخص اس امامت (نبوت) کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

دوم: امامت عام جس کو امامت صغریٰ بھی کہتے ہیں۔ یہ اس امت مرحومہ میں جاری ہے جو خداتعالیٰ کے نیک بندوں کو عطا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا○ (پ۱۹، ع۴) ترجمہ: ''اور وہ جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں سے اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا''۔

اس امامت میں نہ کسی دعویٰ کی ضرورت ہے اور نہ کچھ بننے کی حاجت۔ نہ یہ رکن ایمان ہے اور نہ اس کا انکار کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت میں اگرچہ بہت سے امام ہو گذرے ہیں مگر نہ کسی نے امامت کا دعویٰ کیا ہے اور نہ اپنے انکار کیوجہ سے کسی کو کافر کہا ہے۔ لوگوں نے خود بخود ان کی اسلامی کارگذاری اور دینی خدمات سے متاثر ہو کر اور انہیں امامت کے آثار پا کر ان کو امام تسلیم کیا ہے اور ان کی پیروی اور تابعداری کو اپنا فرض سمجھا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت امام مہدی بھی خود بخود اپنی امامت و مہدویت

کا دعویٰ نہیں کریںگے بلکہ لوگ خود انہیں تلاش کر کے انکی جبراً وکرہاً بیعت کریںگے۔ چنانچہ کتابوں میں قیامت کی علامتوں کے عنوان سے یہ بھی لکھا ہے کہ ''بقیۃ السلف مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیںگے۔ عیسائیوں کی حکومت خیبر تک (جو مدینہ منورہ سے قریب ہے) پہنچ جائیگی اس وقت مسلمان اس تجسس میں ہونگے کہ حضرت امام مہدی کو تلاش کرنا چاہئے تا کہ ان کے مصائب کے دفعیہ کا موجب ہوں اور دشمن کے پنجہ سے نجات دلائیں۔ حضرت امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہونگے۔ مگر اس بات کے ڈر سے کہ مبادا لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کے انجام دہی کی تکلیف دیں مکہ معظمہ چلے آئینگے۔ اس زمانہ کے اولیاء کرام وابدال عظام آپ کو تلاش کریںگے۔ بعض آدمی مہدویت کے جھوٹے دعوے کریںگے اور اس اثناء میں کہ مہدی رکن ومقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہونگے۔ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور جبراً وکرہاً آپ سے بیعت کرلے گی''۔ (علامات قیامت، ص۵)

اصل حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِیْفَةٍ فَیَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ هَارِبًا اِلٰی مَکَّةَ فَیَاْتِیْهِ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ مَکَّةَ فَیُخْرِجُوْنَهٗ وَهُوَ کَارِهٌ فَیُبَایِعُوْنَهٗ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ ...... الخ

(مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ، فصل دوم)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا۔ خلیفہ (بادشاہ وقت) کے مرنے سے اختلاف واقع ہوگا پس اہل مدینہ سے ایک آدمی (امام مہدی) نکلے گا جو مکہ کی طرف بھاگنے والا ہوگا پس اہل مکہ سے لوگ اس کے پاس آئینگے اور اس کو (امامت وخلافت کیلئے) مقرر کریں گے اور وہ مجبور ہوگا پس لوگ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اس امامت کیلئے کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے اور جو دعویٰ کرتا ہے وہ لالچ میں مبتلا ہے اور غلطی کرتا ہے۔ اکثر علمائے کرام وفضلائے عظام جو مسجدوں میں امام اور مقتدائے امام ہیں اور موجب ہدایت عوام ہر صبح وشام ہیں۔ امامت کے اسی شعبہ سے فائز المرام ہیں جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (فالحمد للہ علی ذلک)

رہا بصورت کتاب امام ہونا۔ سو پہلے تو تورات امام تھی۔ جیسا کہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے: وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً (پ۱۲، ع۲، وپ۲۶، ع۲)

ترجمہ: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام ورحمت تھی۔

لیکن اب قرآن شریف امام ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ٥

جس طرح امامت کبریٰ میں انبیاء علیہم السلام شامل ہیں اسی طرح یہ کتابیں بھی شامل ہیں اور جس طرح انبیاء پر ایمان لانا فرض اور ان کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کتابوں پر ایمان لانا فرض اور ان کا نہ ماننا کفر ہے۔ مگر جس طرح آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح قرآن مجید خاتم الکتاب ہے۔

اب حدیث کا مطلب سنو حضور نے ارشاد فرمایا ہے: مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً الْجَاهِلِيَّةِ. یعنی جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اور مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یہ ارشاد نہایت بجا اور درست ہے۔

اس کی پہلی صورت یہ ہے کہ امامت کبریٰ کے لحاظ سے ہمارے لئے امام زمانہ بصورت انسان آنحضرت ﷺ ہیں اور بصورت کتاب قرآن مجید جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور ان کی امامت کا زمانہ قیامت تک وسیع ہے پس جس شخص نے ان کو نہ پہچانا اور ان کی پیروی نہ کی اور مرگیا تو بے شک وہ جہالت کی موت مرا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ امامت صغریٰ کے لحاظ سے امامان حق پہلے بھی بہت سے ہوگذرے ہیں جو نہایت کوشش اور سرگرمی سے دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے جو احیائے سنت کا کام کرتے رہیں گے اور امامان باطل بھی ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے جو لوگوں کو پھنسانے اور گمراہ کرنے کیلئے کئی طرح کے خوشنما جال بچھاتے رہے اور بچھاتے رہیں گے۔ پس جس شخص نے امام حق اور امام باطل میں تمیز نہ کی اور بلاتمیز باطل کے پنجے میں گرفتار ہوا اور مرگیا تو بے شک وہ جہالت کی موت مرا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے مطابق ارشاد فرمایا ہے۔ شعر

اے! بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہر دستے نباید داد دست

یعنی اے مخاطب! بہت سے ابلیس انسان کی صورت ہیں۔ اس لئے ہر کسی کے ہاتھ میں (بلاسوچے سمجھے) ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔

سو الحمد للہ کہ اہل سنت والجماعت آنحضرت ﷺ کو امام زمان اور امام الانبیاء مانتے ہیں۔ شعر

امامِ رسل پیشوائے سبیل   امین خدا مہبط جبرئیل

اور امت کے تمام امامان حق کی دینی خدمات اور اسلامی کارگذاری کا صدق دل سے اعتراف کرتے ہوئے ان کے حق میں دعائے مغفرت اور خدا تعالیٰ کی رحمت کے خواستگار ہیں۔ شعر

آں اماماں کہ کردند اجتہاد   رحمت حق بر مردان جملہ باد

اور امامانِ باطل کی تمیز کر کے انکی عیاریوں اور مکاریوں سے خود بھی بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی متنبہ کر کے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ شعر

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجدد کی بحث

اب مجدد کی بابت سنو: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَاۡسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا. ”یعنی بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص بھیجے گا جو اس کیلئے اس کے دین کو تازہ کرے“۔ (مشکوۃ، باب العلم، فصل ثانی)

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہے کہ اس امت میں مجدد پیدا ہوں گے۔ مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کیلئے دعوی کرنا بھی ضروری ہے اور ان کا انکار کفر ہے بلکہ مجدد کو بلا دعویٰ خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ لوگ خود بخود اس کے مجدد ہونے کا انکار نہ کریں چنانچہ ”حجج الکرامہ“ میں ہے۔ "ومعلوم نمی شود این مجدد بغلبه ظن معاصرین دلے از اهل علم وبقرائن واحوال وانتفاع بعلم او"۔ یعنی معلوم نہ ہو کہ یہ مجدد ہے۔ مگر اس کے زمانے کے علماء اور قرائن اور احوال اور اس کے علم سے نفع پہنچنے سے (اس کے مجدد ہونے کا) گمان کریں۔ (حجج الکرامہ، ص ۱۳۳)

نیز حدیث میں مَنۡ کا لفظ عام ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص بھی دین کو تازہ کرے گا، وہ ہی مجدد ہے۔ اسمیں کسی زید بکر کی تخصیص نہیں۔ چنانچہ حجج الکرامہ، ص ۱۳۴ میں مزید ہے۔ "پس هر عالم دیندار خدا پرست وهر امیر عادل حق دولت که احیائے سنن واماتت بدع فرماید ومردم را بسوئے عمل کتاب عزیز وسنت مطهره کشد از تمسک محدثات وتعامل منکرات وبدعات باز دارد خدا تعالیٰ بر دست او دلهائے مرده را زنده کند وگوشهائے کر را شنواد وچشمهائے کور را بینا سازد وطریقهٔ مرضیه سلف صلحاء آئمه هدی را رواج رونق بخشد وے مجدد دین نبوي ومحی

سنت مصطفوی است"۔ یعنی ہر ایک دیندار خداپرست عالم اور ہر ایک عادل حق دوست امیر جو سنت کو زندہ اور بدعت کو مردہ کرے اور لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کی طرف کھینچے اور نئی باتوں کو پکڑنے اور ہر نئی باتوں پر عمل کرنے سے منع کرے اور خداتعالیٰ اس کے ہاتھ پر مردہ دلوں کو زندہ کرے اور بہرے کانوں کو سننے والے اور اندھی آنکھوں کو دیکھنے والی بنائے اور اگلے بزرگوں اور اماموں کے طریقوں کو رواج اور رونق بخشے وہ دین نبوی کا مجدد اور سنت مصطفوی کا زندہ کرنے والا ہے۔

نیز مَنۡ کا لفظ واحد کیلئے بھی آتا ہے اور جمع کیلئے بھی اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مجدد صرف ایک ہی ہو بلکہ ایک وقت میں اور ایک ہی ملک میں بہت سے مجدد ہو سکتے ہیں اور یہ مرزائیوں کو بھی تسلیم ہے۔ (ملاحظہ ہو عسل مصفی، جلد اول، ص ۱۵۶)

حاصل کلام: امام کی طرح مجدد کیلئے بھی نہ کسی دعویٰ کی ضرورت ہے اور نہ اظہار کی ضرورت بلکہ اس کے علوم ظاہری و باطنی میں کامل و مکمل ہونے اور جامع سنت و قامع بدعت ہونے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ نواب صاحب موصوف لکھتے ہیں: "ولا بد است که عالم باشد بعلوم دینیه ظاهره وباطنه وناصر سنت وقامع بدعت بود"۔ یعنی مجدد کیلئے ضروری ہے کہ وہ علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہو اور سنت کا مددگار اور بدعت کو دور کرنے والا ہو۔ (حجج الکرامہ، ص ۱۳۳)

کہنے کو تو مرزا صاحب بھی کہتے ہیں کہ ”میں مجدد ہوں“۔ (ازالہ اوہام، طبع اول، ص ۱۵۴، طبع پنجم، ص ۶۸) مگر صرف زبانی دعویٰ کوئی وقعت نہیں رکھتا تاوقتیکہ کوئی کام کر کے نہ دکھایا جائے۔ ہم نے جہاں تک مرزا صاحب کی تعلیمات اور تصنیفات کو دیکھا ان میں احیائے سنت اور اماتت بدعت کا نام و نشان نہیں پایا۔ ہاں اپنی امامت، مجددیت، مہدویت، عیسویت، نبوت اور الوہیت کا جابجا راگ گایا ہے۔ جو مرزائیوں کے سوا اہل علم اور طالبان

حق کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس سے دین کو کوئی تقویت نہیں پہنچی بلکہ رخنہ اندازی اور تفرقہ بازی پیدا ہوئی ہے۔

اگر مرزائی صاحبان ضد اور تعصب سے علیحدہ ہو کر منصفانہ طور پر غور کریں تو یقیناً وہ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔ لیکن اگر کسی مرزائی کو مرزا صاحب کی حسن عقیدت کی بنا پر ہماری تحریر غلط معلوم ہو تو وہ مرزا صاحب کی کوئی ایسی کتاب پیش کرے جو ان کے دعاوی کے بغیر محض دینی علوم پر مشتمل ہو۔ جس میں سنت کی تائید اور بدعت کی تردید کی گئی ہو۔ تو ہم اپنی تحریر واپس لیں گے اور اس شخص کو انعام دیں گے۔

یا دوسری صورت میں گذشتہ تیرہ سو سال کے مجددین میں سے چند مجددوں کی ایسی تصانیف پیش کرے یا ان کا نام بتادے جس میں انہوں نے مرزا صاحب کی طرح اپنی ہی بڑائی کا اظہار کیا ہو اور انبیاء کی توہین کرنے کے علاوہ اپنے منکرین کو کافر، دجال، حرام زادے، ذریۃ البغایا وغیرہ ناجائز اور نامناسب الفاظ سے مخاطب کیا ہو تو بھی ہم انعام دینے کیلئے تیار ہیں۔

اور اگر مرزائی یہ دونوں کام نہ کرسکیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ کرسکیں گے وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا. تو خدا تعالیٰ کے خوف اور عاقبت کے فکر سے مرزائیت کو ترک کر کے جناب سرور کائنات و مفخر موجودات ﷺ کا دامن پکڑیں۔ تاکہ انجام بخیر ہو۔ شعر

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم　　تو خواہ ازاں پند گیر خواہ ملال

سوال ہشتم: حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے آپ کے خیال میں ایمان پر کیا زد پڑتی ہے؟

جواب: حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی بلکہ ایمان تازہ

ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہی مسیح موعود ہوں جن کے نزول کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہوئی ہے اور اگر آپ کی مراد مسیح موعود سے مرزا صاحب ہوں تو اول تو وہ مسیح موعود ہی نہیں اور پھر وہ مجدد بھی نہیں ہوسکتے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے۔

مجدد کی تعریف ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ لکھی ہے: یبین السنة عن البدعة ویکثر العلم ویعز اهله ویقمع البدعة ویکسر اهلها. یعنی مجدد وہ ہے جو سنت کو بدعت سے ظاہر کرے اور علم کو زیادہ کرے اور اہل علم کی عزت کرے اور بدعت کا قمع کرے اور اہل بدعت کو توڑے۔ (حج الکرامہ ص ۱۳۱)

مگر مرزا صاحب نے نہ تو سنت کو زندہ کیا ہے اور نہ اہل علم کی عزت و توقیر کی ہے۔ بلکہ الٹا اہل علم کی توہین و تحقیر کرنے کے علاوہ ایسی ایسی بدعات بلکہ کفریات جاری کی ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ مثلاً:

۱..... کسی مسلمان نے آج تک خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر کسی ولی اللہ کے منہ سے فناء فی اللہ کے درجہ میں پہنچ کر محویت اور بیہوشی کے عالم میں بے اختیار کوئی ایسا کلمہ نکل بھی گیا ہے۔ تو اس پر فخر اور اصرار نہیں کیا بلکہ ہوش میں آکر لاعلمی کا اظہار اور قائل کے واجب القتل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ مثنوی شریف میں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ شعر

با مریداں آں فقیر محتشم　　بایزید آمد کہ نک یزداں منم

مریدوں کے ساتھ وہ حشمت والا فقیر بایزید آیا کہ دیکھو میں خدا ہوں۔

گفت مستانہ عیاں آں ذو فنون　　لا الہ الا انا ها فاعبدون

اس صاحب فنون نے مستی کی حالت میں اعلانیہ کہا میرے سوا کوئی خدا نہیں پس تم سب میری عبادت کرو۔

چوں گذشت آں حال گفتندش صباح　　تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح

جب وہ حال گذر چکا تو لوگوں نے اس کو صبح کے وقت کہا تو نے ایسا کہا اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔

گفت ایں بازارکنم ایں مشغلہ ۔ کاروہا در من زنید آں دم بلہ

اس نے کہا اگر میں پھر یہ کام کروں تو چھریوں سے اسی وقت مجھے مار دینا۔

حق منزہ از تن و من با تنم ۔ چوں چنیں گویم بباید کشتنم

خدا تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں جسم دار ہوں جب ایسا کہوں تو مجھے قتل کر دینا چاہے۔

مگر مرزا صاحب علی الاعلان کہتے ہیں میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ اور پھر بجائے اس کو کہ اس کلمہ کفر سے توبہ کرتے اس کو اپنی کتابوں میں شائع کر کے فخریہ طور پر ڈھنڈورا پیٹتے ہیں ملاحظہ ہو۔ آئینہ کمالات ، صفحہ ۵۶۴، ۵۶۵ و کتاب البریہ، صفحہ ۷۸، ۷۹۔

۲...... کسی مسلمان نے آج تک فرشتوں کا انکار نہیں کیا۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ فرشتے نفوس فلکیہ وارواح کواکب کا نام ہے۔ اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ کواکب اور سیارات کی تاثیر سے ہو رہا ہے۔ (ملخصاً توضیح المرام، طبع اول، ص ۳۳ و ۳۷)

۳...... کسی مسلمان نے آج تک قرآن مجید کی کسی آیت سے انکار نہیں کیا۔ مگر مرزا صاحب نے بہت سی آیات میں تاویل اور تفسیر بالرائے سے کام لیکر انکار کی راہ پیدا کی ہے چنانچہ:

الف...... آنحضرت ﷺ کے معراج جسمی سے منکر ہو کر آیت ''سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً'' کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ ''ازالہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا''۔ (ازالہ اوہام، طبع اول، ص ۴۷، طبع پنجم، ص ۲۲ حاشیہ)

ب...... اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے آیت ''خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں''۔ (اخبار بدر، ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے سے انکار کر کے آیت ''بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ'' کا انکار کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ازالہ طبع اول، ص ۳۰۶ و ۳۴۷، طبع پنجم، ۲۲۱ و ۲۳۲)

د...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے انکار کر کے آیت اِنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ...... الخ کا انکار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم، طبع دوم، ص ۶ حاشیہ)

ہ...... جہاد کو حرام قرار دیکر آیات جہاد سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷ پر لکھتے ہیں۔ شعر

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔ دین کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

و...... علامات قیامت کا جو بہ نص صریح ثابت ہیں انکار کیا ہے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۴...... کسی مسلمان نے آج تک توہین انبیاء کا خود ارتکاب کرنا تو درکنار کسی کو مرتکب ہوتے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ مگر مرزا صاحب نے حضرت مسیح کی اعلانیہ توہین کی اور پھر بڑے فخر سے اسے اپنی کتابوں میں شائع کیا چنانچہ لکھتے ہیں۔ (نقل کفر کفر نباشد)

''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں انکی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جنکے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کیلئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اسکے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے''۔ (ضمیمہ، انجام آتھم، ص ۷)

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی

قرار دیں۔ (ایضاً ص۹) (نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات والخرافات)

اندریں حالات وبنابریں خیالات ایک ایماندار آدمی کیلئے ایسے شخص کو مجدد ماننا تو درکنار مسلمان جاننا بھی دشوار ہے اور اس کے مجدد ماننے سے نہ صرف ایمان پر زد ہی پڑتی ہے بلکہ ایمان رہتا ہی نہیں۔

سوال نہم: احادیث صحیحہ کی رو سے آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی آخر الزماں دجال، یاجوج ماجوج وغیرہ کے متعلق مسلمان کو کیا عقائد رکھنے چاہئیں؟

جواب: نص صریحہ واحادیث صحیحہ کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا دجال، یاجوج اور ماجوج کا نکلنا، مغرب سے سورج کا چڑھنا، امام مہدی کا ظہور اور دیگر علامات قیامت حق ہیں۔ ''چنانچہ'' فقہ اکبر'' میں جو عقائد کی ایک نہایت معتبر اور مسلمہ کتاب ہے لکھا ہے: وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ وَيَأْجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلُ عِيْسٰى علیہ السلام مِنَ السَّمَآءِ وَسَائِرُ عَلَامَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ عَلٰى مَا وَرَدَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ الصَّحِيْحَةُ حَقٌّ كَائِنٌ. ترجمہ: دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا اور سورج کا مغرب کی طرف سے چڑھنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور قیامت کی تمام نشانیاں جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں، حق ہیں۔ (ان کے ساتھ ایمان رکھنا ضروری ہے)

اس کی شرح میں حضرت ملا علی قاری (جن کو مرزائیوں نے دسویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ دیکھو عسل مصفی، جلد اول، ص۱۶۵) لکھتے ہیں: وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ وَيَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ كما قال الله تعالى ﴿حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ﴾ اى يسرعون وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا كما قال الله تعالى ﴿يَوْمَ يَأْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ

تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْكَسَبَتْ فِىْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ اى لَا يَنْفَعُ الْكَافِرَ اِيْمَانُهُ فِىْ ذٰلِكَ الْحِيْنِ اَىْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَلَا الْفَاسِقَ الَّذِىْ مَا كَسَبَتْ خَيْرًا فِىْ اِيْمَانِهٖ تَوْبَتُهٗ يَعْنِىْ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا وَلَا كَسْبُهَا فِى الْاِيْمَانِ اِنْ لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْكَسَبَتْ فِيْهِ خَيْرًا وَنُزُوْلُ عِيْسٰى علیہ السلام مِنَ السَّمَآءِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاِنَّهٗ﴾ اَىْ عِيْسٰى ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اَىْ عَلَامَةُ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اَىْ قَبْلَ مَوْتِ عِيْسٰى بَعْدَ نُزُوْلِهٖ عِنْدَ قِيَامِ السَّاعَةِ فَيَصِيْرُ الْمِلَلُ وَاحِدَةً وَهِىَ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ الْحَنِيْفِيَّةِ وَفِىْ نُسْخَةٍ قُدِّمَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ عَلٰى اٰيَةٍ وَعَلٰى كُلِّ تَقْدِيْرٍ فَالْوَاوُ لِمُطْلَقِ الْجَمْعِيَّةِ وَاِلَّا فَتَرْتِيْبُ الْقَضِيَّةِ اَنَّ الْمَهْدِىَّ يَظْهَرُ اَوَّلًا فِى الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ ثُمَّ يَأْتِىْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَيَأْتِى الدَّجَّالُ وَيَحْصُرُوْهُ فِىْ ذٰلِكَ الْحَالِ فَيَنْزِلُ عِيْسٰى مِنَ الْمَنَارَةِ الشَّرْقِيَّةِ فِىْ دِمَشْقِ الشَّامِ وَيَجِىْءُ اِلٰى قِتَالِ الدَّجَّالِ فَيَقْتُلُهٗ بِضَرْبَةٍ فِى الْحَالِ فَاِنَّهٗ يَذُوْبُ كَالْمِلْحِ فِى الْمَاءِ عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسٰى علیہ السلام مِنَ السَّمَآءِ فَيَجْتَمِعُ عِيْسٰى فِى الْمَهْدِىِّ وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَيُشِيْرُ الْمَهْدِىُّ بِعِيْسٰى بِالتَّقَدُّمِ فَيَمْتَنِعُ مُعَلِّلًا بِاَنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اُقِيْمَتْ لَكَ فَاَنْتَ اَوْلٰى بِاَنْ تَكُوْنَ الْاِمَامَ فِىْ هٰذَا الْمَقَامِ وَيَقْتَدِىْ بِهٖ لِيَظْهَرَ مُتَابَعَتَهٗ لِنَبِيِّنَا ﷺ كَمَا اَشَارَ ﷺ اِلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى بِقَوْلِهٖ لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِىْ...... الخ ترجمہ: اور دجال اور یاجوج اور ماجوج کا نکلنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ سب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے نکل پڑیں گے یعنی دوڑیں گے، اور سورج کا مغرب سے چڑھنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جس دن تیرے رب کے بعض نشان آئیں گے کسی شخص کو اس کا ایمان

نفع نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی یعنی کافر کو اس کا ایمان اس وقت میں نفع نہ دیگا یعنی سورج کے مغرب سے چڑھنے کے وقت اور نہ فاسق کو اس کی توبہ نفع دیگی۔ جس نے اپنے ایمان میں نیکی نہیں کی یعنی کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا اور نہ ایمان میں اس کا کام اگر وہ اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اپنے ایمان میں نیکی نہیں کمائی تھی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور بیشک وہ یعنی عیسیٰ ساعت کیلئے علم ہے یعنی قیامت کا نشان ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر وہ اس کے ساتھ ضرور ایمان لائیگا اسکی موت سے پہلے یعنی عیسیٰ کی موت سے پہلے قیامت کے قریب جبکہ وہ نازل ہونگے۔ آپ کے وقت میں تمام قومیں ایک ہو جائینگی اور وہ ملت اسلام حنیف ہوگی۔ ایک نسخہ میں سورج کا چڑھنا باقی (علامات) پر مقدم کیا گیا ہے اور ہر تقدیر پر ''واؤ'' صرف جمع کیلئے ہے ورنہ ترتیب قضیہ اس طرح پر ہے کہ اول امام مہدی علیہ السلام حرمین شریفین میں ظاہر ہوں گے پھر وہ بیت المقدس میں آئینگے، پھر دجال آئیگا اور وہ اس حال میں ان (امام) کو گھیر لے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام دمشق شام میں منارہ شرقیہ سے نازل ہونگے اور دجال کے جنگ کی طرف آئینگے اور اس کو ایک ضرب سے اسی وقت قتل کرینگے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے وقت (اس طرح) پگھل جائیگا جیسے پانی میں نمک۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کے ساتھ نماز کیلئے اکٹھے ہوں گے۔ امام مہدی علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کو آگے ہونے (یعنی امام بنکر جماعت کرانے) کیلئے اشارہ کرینگے وہ انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ اس نماز کی امامت تیرے حصے ہے اور تو بہتر ہے کہ اس جگہ امام ہو اور وہ ان (امام مہدی) کے ساتھ اقتدا کرینگے۔ تاکہ ہمارے نبی ﷺ کی متابعت ظاہر ہو۔ جیسا کہ آنخضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری

پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا''۔ (شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری، ص ۱۳۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۴۰ء)

اس کے سوا خود آنخضرت ﷺ نے علامات قیامت کے متعلق حدیث شریف میں پیشگوئی فرمائی ہے جو یہ ہے: ''عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ اَسِیْدِ الْغِفَارِیِّ قَالَ اَطَّلَعَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَیْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاکَرُ فَقَالَ مَا تَذْکُرُوْنَ قَالُوْا نَذْکُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰی تَرَوْ قَبْلَهَا عَشَرَ اٰیَاتٍ فَذَکَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ وَیَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَثَلٰثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِیْرَةِ الْعَرَبِ وَاٰخِرُ ذٰلِکَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْیَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰی مَحْشَرِهِمْ. ترجمہ: حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے اس نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہم پر جھانکا اور ہم آپس میں ذکر کرتے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کیا ذکر کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک وہ اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھوگے۔ پھر ذکر کیا دخان دھواں کا اور دجال کا اور دابۃ الارض کا اور سورج کے مغرب سے چڑھنے کا اور عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا اور یاجوج ماجوج کا اور تین خسوف کا ایک خسف مشرق کی زمین میں، ایک خسف مغرب کی زمینم یں اور ایک خسف جزیرۃ العرب میں اور سب سے آخری نشان ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو زمین حشر کی طرف ہانکے گی۔ (مشکوۃ، باب العلامات، فصل اول)

علامہ ابی المنتہی نے اپنی کتاب شرح ''فقہ اکبر'' میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے (ملاحظہ ہو کتاب مذکور، ص ۱۳۶، مطبوعہ مجتبائی دہلی نومبر ۱۹۱۰ء) اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب بھی اس حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں؟ سو وہ لکھتے ہیں کہ:

۱..... ''دخان: جسکا قرآن شریف میں ذکر ہے پچھ آخر زمانہ سے ہی خاص نہیں ہے''۔

(ازالہ طبع اول، ص ٥٦ طبع پنجم، ص ٢١٢)

اس جگہ دخان سے مراد قحط عظیم وشدید ہے جو سات برس تک آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مردے اور ہڈیاں کھائی تھیں۔ لیکن آخری زمانہ کیلئے بھی جو ہمارا زمانہ ہے۔ اس دخان مبین کا وعدہ تھا اسطرح پر کہ قبل از ظہور مسیح نہایت درجہ کی شدت سے اسکا ظہور ہوگا۔ اب سمجھنا چاہئے کہ یہ آخری زمانہ کا قحط جسمانی اور روحانی دونوں طور سے وقوع میں آیا۔ جسمانی طور سے اسطرح کہ اگر اب سے پچاس برس گذشتہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا جیسے اب غلہ اور ہر ایک میزہ کا نرخ عام طور پر ہمیشہ کم رہتا ہے۔ اسکی نظیر پہلیز مانوں میں کہیں نہیں پائی جاتی اور کیوں جناب؟ اب بھی لوگ مردے اور ہڈیاں کھاتے ہیں؟ (ناظم) روحانی طور پر صداقت اور امانت اور دیانت کا قحط ہوگیا ہے اور مکر وفریب اور علوم وفنون مظلمہ دخان کی طرح دنیا میں پھیل گئی ہیں''۔

(ازالہ طبع، ص ٥١٣، ٥١٤، طبع پنجم، ص ٢١٣)

٢...... ''دجال'' جسکے آنے کا انتظار تھا۔ یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے''۔ (ازالہ طبع اول، ص ٤٩٥، ٤٩٦، طبع پنجم، ص ٢٠٦)

''دجال کا گدھا ریل گاڑی ہے''۔ (مفہوم، ازالہ طبع اول، ص ٦٨٥ طبع پنجم، ص ٢٧٩)

٣...... دابۃ الارض ''علماء اور واعظین ہیں''۔ (ازالہ طبع اول، ص ٦٨٥ طبع پنجم، ص ٢٧٩)

٤...... ''مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا'' یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر وضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کیے جائینگے۔

(ازالہ طبع اول، ص ٥١٥، طبع پنجم، ص ٢١٤)

٥...... ''اس جگہ درحقیقت مسیح ابن مریم کا ہی دوبارہ دنیا میں آجانا ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ خداتعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہوں''۔

(ازالہ طبع اول، ص ٣٨، طبع پنجم، ص ١٨۔١٩)

٦...... یاجوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ جو دنیا کی بلند اقبال قومیں ہیں، جن میں سے ایک انگریز اور دوسرے روس ہیں۔ یہ دونوں قومیں بلندی سے نیچے کی طرف حملہ کر رہی ہیں۔ (ازالہ طبع اول، ص ٥٠٢، طبع پنجم ص ٩)

''یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے یہ دونوں پرانی قومیں ہیں ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں''۔ (ازالہ طبع اول، ص ٥٠٨، طبع پنجم، ص ٢١١)

معزز ناظرین! آپ نے دیکھا کہ مرزا صاحب نے حدیث کے معنوں میں تاویل سے کام لیکر کیسی صفائی سے انکار کی راہ اختیار کی ہے۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ ان کا ایمان ہے کہ انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو وخطا ہے (ازالہ طبع اول، ص ٦٨٨ طبع پنجم، ص ٢٨٠) ''اور آپ یعنی رسول اللہ ﷺ نے امت کے سمجھانے کیلئے بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں خود اپنا غلطی کھانا بھی ظاہر فرمایا''۔ (ازالہ طبع اول، ص ٣٠٧، طبع پنجم، ص ١٦٩) پس اسی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ ''اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ ناموجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ھی ھی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوائے کے ممکن ہے، اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں''۔ (ازالہ طبع اول، ص ٦٩١ طبع پنجم، ص ٢٨٢)

حضرات! جس شخص کا یہ ایمان ہو اس کا امام اور مجدد اور مہدی ہونا تو درکنار مسلمان ہونا بھی دشوار ہے۔ اب خداوند کریم بحرمت رسول کریم ایسے عقائد فاسدہ و خیالات کاسدہ سے ہر مسلمان کو بچائے اور ایسے خیالات کے لوگوں سے ہٹائے۔ شعر

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے — خصوصاً آج کل کے جھوٹے انبیاء سے

پس ہمارا دوستانہ مشورہ یہ ہے: شعر

حق پہ رہ ثابت قدم باطل پہ شیدائی نہ ہو — گر تجھے ایماں پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

خاتمہ از مؤلف

خدایا قادرا عاجز نوازا — ز توصیف و ثنائم بے نیازا

مرا بر دین احمد دار دائم — شوم بر سنتش مشغول و قائم

الٰہی ساز از لطف و کرامت — شفیعم مصطفٰی روز قیامت

ز لطف تو نوشتم ایں کتابے — پئے گم گشتگاں چوں آفتابے

خداوندا کنش مقبول و منظور — برائے خلق سازش چشمۂ نور

ازیں نفع رساں مارا بدنیا — بگر دانش شفیعم روزِ عقبٰی

غرض نقشے ست کزمن یاد ماند — دعائے ہم کند ہر کہ بخواند

نمودم ختم ایں را اے مکرم — بروز پنجمیں ماہِ محرم

سنش بد سیزدہ صد چار و پنجاہ ۱۳۵۴ھ — شدم فارغ ازیں الحمد للہ